

میرے جذباتِ دروں میں میری محبتِ اختر

آل سنیئر کی عظمت کے ہر پہلوں کے نام

اللہ علیہ وسلم

# آل رسول

پرسید خضر حسین چشتی



میرے جذباتِ درون میٹھی محبت کے نغمے

آل پیغمبر کی عظمت کے نگہبانوں کے نام

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

# اَلْاِسْوَلُ



پیر سید خضر حسین چشتی

285744

شعب  
برادرز  
اردو بازار لاہور

سبیر برادرز (رجسٹرڈ)  
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور  
فون: 042-37246006

القرآن و القرآن

جملہ حقوقِ ملکیت بحق ناشر محفوظ ہے

القرآن و القرآن

2017-2018  
55  
125401  
جلد

ملک شبیر حسین

با اہتمام:

دسمبر 2013

سن اشاعت

روپے

=

قیمت

شبیر  
برادرزادہ

زبیر سنٹر، ۴۰، اردو بازار، لاہور  
فون: 042-37246006

شبیر برادرزادہ (رجسٹرڈ)

## فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۷	تیسرا خط	۹	واقعات کو کر بلا
	حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہا	۱۰	ولید گورنر مشکل میں
۴۲	بعض منازل و مقامات	۱۱	ولید گورنر نے پیغام بھیجا
۴۵	مسلم کوفہ میں	۱۱	طاعی
۴۵	حضرت نعمان بن بشیر	۱۱	امام دارالامارت کی طرف
۴۷	یزید کی پریشانی	۱۳	مروان بن حکم
۴۸	یزید کا ابن زیاد کے نام خط	۱۴	گرگٹ
۴۸	شیعان یزید لعین	۱۴	ام المومنین نے فرمایا
۵۲	قاصد حسین علیہ السلام کا قتل	۱۶	امام کی مدینہ سے روانگی
۵۳	ابن زیاد کوفہ میں	۱۷	مزارات پر حاضری
۵۳	جلاد بنو امیہ کی دھمکیاں	۱۷	آستانہ مقدس
۵۵	جناب مسلم ہانی کے گھر میں	۱۸	اشعار کی زبان میں
۵۷	ابن زیاد ہانی کے گھر میں	۱۹	قبر سے چٹ کر
۵۹	جاسوس مسلم کی تلاش میں	۲۰	آغوش رسول میں
۶۱	حضرت ہانی کی گرفتاری	۲۱	ام المومنین ام سلمہ کی حالت
۶۳	ابن زیاد کی بزدلی	۲۲	مروان پلید
۶۵	مسلم کی منادی	۲۲	حضرت محمد بن حنفیہ نے عرض کیا
۶۵	قصر امارت کی طرف پیش قدمی	۲۳	دل والو!
۶۷	حضرت مسلم اور طوعہ	۲۵	حسین!
۷۱	طوعہ کا بیٹا	۲۶	ایک خاص وجہ
۷۲	خواب مسلم	۲۷	یا جدی یا حبیب اللہ
۷۲	شجاعت مسلم	۲۹	نواسے کا سر اور آغوش رسول
۷۴	بزدلوں کی امان بے امان	۳۱	عبداللہ بن مطیع سے ملاقات
۷۷	پانی کا پیالہ	۳۲	جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے
۷۹	پہلی وصیت	۳۳	امام مکہ معظمہ میں
۷۹	دومری وصیت	۳۴	اہل کوفہ کی میٹنگ
۷۹	تیسری وصیت	۳۷	ایک اور خط

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۳	عمون و محمد خط لے کر آئے	۷۹	شہادت مسلم
۱۲۴	خواب میں رسول اللہ کا حکم	۸۰	پیغام مسلم
۱۲۸	منازل سفر	۸۱	اے کوئیو!
۱۲۹	بطن رُمہ	۸۲	کرامت
۱۳۲	پانچویں منزل — بَعْضُ الْعُيُون —	۸۳	دوسرا آدمی
۱۳۲	پچھٹی منزل — خزیمہ —	۸۳	تیسرا آدمی
۱۳۳	ساتویں منزل — زُرُود —	۸۴	یزید نے خوشی کا اظہار کیا
۱۳۴	آٹھویں منزل — ثعلبہ —	۸۴	حضرت مسلم کے بیٹوں کی تلاش
۱۳۶	جناب مسلم کی ننھی صاحبزادی!	۸۵	قاضی شریح کے گھر میں
۱۳۸	نویں منزل — زُبَالہ —	۸۷	صاحبزادے گرفتار ہوتے ہیں
۱۴۰	دسویں منزل — بطن عقبہ —	۸۸	داروغہ جیل
۱۴۰	گیارہویں منزل — شراف —	۹۲	مشکور کی شہادت
۱۴۱	ذُو حَسْمَہ	۹۵	صاحبزادے تقدیر کی زد میں
۱۴۱	امام پاک کا حسن سلوک	۹۶	خلعت
۱۴۲	خُرکیوں آیا؟	۹۷	شہزادوں کا خواب
۱۴۲	امام کی امامت	۱۰۱	حارث کا غلام
۱۴۳	امام کا خطاب	۱۰۲	بد بخت کا نیک بخت بیٹا
۱۴۴	خُرکی مزاحمت	۱۰۴	شہزادوں کی شہادت
۱۴۵	مقام بیضہ میں خطبہ	۱۰۶	حارث کا انجام
۱۴۶	شیطان کے پیروکار	۱۰۹	مقاتل کا انتخاب
۱۴۷	میں تمہارا پیشوا ہوں	۱۱۰	شہزادوں کی کرامت
۱۴۷	اب برتن کا دھون باقی رہ گیا ہے	۱۱۱	حارث انجام کو پہنچا
۱۴۸	زہیر بن قین بجلی نے عرض کی		امام حسین علیہ السلام کی مکہ سے روانگی
۱۴۹	ابن زیاد کا خُر کے نام خط	۱۱۳	ابن عباس
۱۵۰	مقام کربلا	۱۱۳	ابن زبیر
۱۵۱	علی اکبر نے عرض کی	۱۱۵	ابن عباس دوبارہ حاضر ہوئے
۱۵۲	آیت کی تفسیر	۱۱۵	ابن عباس کا تیسری بار آنا
۱۵۳	امام کا قدم خاک کربلا پر	۱۱۶	ابن زبیر کا دوبارہ آنا
۱۵۳	امام کی وصیت	۱۱۶	چپکے چپکے
۱۵۴	عقر	۱۱۹	امام نے کیوں جلدی کی؟
۱۵۵	ستم کی سرزمین پر	۱۲۰	امام حسین کو زبردستی روکنے کی کوشش
۱۵۶	سلیمان بن عمرو کے نام خط	۱۲۲	فرزدق سے ملاقات

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۹۱	امام کا ساتھیوں سے خطاب	۱۵۶	خط فیس کے حوالے کیا
۱۹۲	امام کو ساتھیوں کا جواب	۱۵۷	رشوتیں دی گئیں
۱۹۵	فرزندانِ مسلم کو امام کا مشورہ	۱۵۹	ابن زیاد کا خط
۱۹۵	کون؟ انتقام لے گا	۱۶۰	قتلِ حسین کا انعام
۱۹۶	فرزندانِ مسلم کا جواب	۱۶۱	چھوٹے بیٹے کا جواب
۱۹۸	سیدنا سجاد کا بیان	۱۶۲	بڑا بد بخت
۱۹۹	صدائے درد	۱۶۲	ابن سعد کی کربلا کی طرف روانگی
۲۰۳	صف بندی	۱۶۳	حزہ کی نصیحت
۲۰۴	شمر کی بے ہودگی	۱۶۳	امام سے بات چیت
۲۰۴	پہل کرنا گوارا نہ ہوا	۱۶۵	پانی بند
۲۰۵	شمر ذی الجوشن	۱۶۵	ابن سعد سے ملاقات
۲۰۶	امام کا خطبہ	۱۶۶	ہمدانی کی نصیحت
۲۱۲	خر اور ابن سعد	۱۶۸	وکلائے یزید کا پروپیگنڈا
۲۱۲	خر امام کے لشکر کی طرف	۱۷۰	حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں
۲۲۰	خر کا خطاب	۱۷۱	قارئینِ عظام!
۲۲۱	پہلا مجاہد — عبداللہ بن عمیر	۱۷۲	شمر شریکِ شرارت
۲۲۲	ام وہب کی بہادری	۱۷۲	پانی کا چشمہ — امام کی کرامت
۲۲۵	خر کا بھائی — مصعب	۱۷۳	یزیدی لشکر کی تعداد
۲۲۶	خر کا ایک خواب	۱۷۴	حسینی لشکر کی تعداد
۲۲۷	خر کی بے مثال بہادری	۱۷۴	اسمائے گرامی لشکرِ حسین
۲۳۰	خر امام کی خدمت میں	۱۷۵	اصحابِ رسول
۲۳۲	امام کی نظرِ خر کی طرف	۱۷۶	تابعین
۲۳۳	خر جنت میں	۱۷۶	حفاظ و قراء
۲۳۶	خر کے بھائی کی شہادت	۱۸۱	دیگر علماء و فقہاء شہداء
۲۳۶	خر کے بیٹے کی شہادت	۱۸۳	خاندانِ نبوت (سیدہ زینب کے بیٹے)
۲۳۸	خر کے غلام کی شہادت	۱۸۵	حبیب ابن مظاہر کی گزارش
۲۳۹	حضرت زہیر بن حسان اسدی رضی اللہ عنہ	۱۸۵	ابن زیاد کا ایک اور خط
۲۴۰	نصر بن کعب میدان میں آیا	۱۸۶	نانا کی زیارت
۲۴۱	پھر نصر کا بھائی صالح بن کعب میدان میں آیا	۱۸۸	اُمّ بنین کے بیٹوں کو امان
	شہادت کا جام — وہ بھی — ساقی کے قدموں	۱۸۸	خیموں کی حفاظت
۲۴۲	میں	۱۹۰	دوزخ دوزخ میں —
۲۴۳	حضرت بریر بن خضیر رضی اللہ عنہ کی شہادت	۱۹۰	نسب میں طعن کرنے والے کا انجام
			ایک اور کرامت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۹۲	امام علیہ السلام سے اجازت طلبی	۲۴۳	مباہلہ
۲۹۵	عباس فرات کی طرف	۲۴۴	وہب کی شہادت
۳۰۲	شبیبہ رسول — علی اکبر	۲۴۶	مسلم بن عوجہ رضی اللہ عنہ
۳۰۲	علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت	۲۴۷	امام کے خیموں پر حملہ
۳۰۳	علی اکبر رضی اللہ عنہ	۲۴۸	حبیب ابن مظاہر کی شہادت
۳۰۸	الدعی کا معنی	۲۴۹	زہیر بن قین کی شہادت
۳۰۹	پہلا حملہ	۲۵۰	نافع بن ہلال
۳۱۰	دوسرا حملہ	۲۵۱	شدید حملہ
	شہادت علی اصغر	۲۵۳	جابر بن جوان
	عبداللہ بن حسین کی شہادت	۲۵۴	گیارہ سال کا بچہ
۳۲۳	بندوں والا ایک اور بچہ	۲۵۶	عبداللہ بن مسلم
	شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام	۲۵۸	جعفر بن عقیل
۳۲۶	کون حسین؟	۲۵۸	عبدالرحمن بن عقیل
۳۳۰	امام رضی اللہ عنہ میدان جنگ کی طرف	۲۵۹	عون و محمد رضی اللہ عنہما
۳۳۲	اتمام حجت	۲۶۳	دعائے سیدہ زینب علیہا السلام
۳۳۳	زعفر نامی جن کا مدد کے لیے آنا	۲۶۶	عبداللہ بن حسن
۳۳۴	امام کا جواب		شہادت قاسم بن حسن علیہما السلام
۳۳۵	امام کی شجاعت	۲۷۳	چاند کا ٹکڑا
۳۳۶	یزید اٹھی	۲۷۵	دوسرا حملہ
۳۳۸	دریائے فرات پر	۲۷۹	دوسرا بیٹا
۳۳۹	آخری بار وصیت	۲۷۹	تیسرا بیٹا
۳۳۹	تلوار برق بار	۲۸۰	ازرق کا چوتھا بیٹا
۳۴۰	مخالف کا اعتراف	۲۸۰	حضرت قاسم — اور — ازرق پہلوان
۳۴۲	چاروں طرف سے حملہ	۲۸۴	حسین قاسم کے پاس کس طرح آئے
۳۴۴	حسین بن تمیم کا انجام	۲۸۵	علی کے بیٹے —
۳۴۵	امام گھوڑے سے اترے	۲۸۵	ترتیب واقعات شہادت
۳۴۷	آخری لمحات	۲۸۶	ابوبکر بن علی
۳۴۷	قاتل کی شناخت	۲۸۶	عمر بن علی رضی اللہ عنہ
۳۴۸	آسمان سے شورا اٹھا	۲۸۷	عثمان بن علی رضی اللہ عنہ
۳۵۱	جنوں کا نوحہ	۲۸۷	عون بن علی
۳۵۲	سرخ غبار		عملدار کربلا
۳۵۲	مرکب امام رضی اللہ عنہ	۲۹۱	نام و نسب



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۹۲	اس جسارت کو کیا نام دوں	۳۵۶	خیموں پر حملہ اور لوٹ مار
۳۹۳	حسن علیہ السلام کے بدلے ایک لاکھ چالیس ہزار قتل	۳۵۸	لباس حسین رضی اللہ عنہ
۳۹۳	ام المؤمنین علیہ السلام فرماتی ہیں	۳۵۸	ابن کعب کا انجام
۳۹۴	نیزے پر	۳۵۹	ظلم کا طوفان
۳۹۶	رقیم	۳۶۰	جنگ کربلا کا آخری شہید
۳۹۶	اصحاب کہف کو	۳۶۰	امام کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے
۳۹۷	سر حسین یزید کے دربار میں	۳۶۲	امام زین العابدین کے قتل کا ارادہ
۳۹۹	امام زین العابدین علیہ السلام کا جواب	۳۶۳	چمڑے کا گدا
۳۹۹	یزید نے اپنے بیٹے سے کہا	۳۶۴	سان بن انس نے سونے چاندی کا سوال کیا
۴۰۰	یزید نے امام کے دندان پر چھڑی ماری	۳۶۴	ندبہ زینب
۴۰۰	جناب ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا	۳۶۶	حسین پر رونا
۴۰۱	شامیوں کو اپنے گھر بلا کر	۳۶۷	سروں کی تقسیم
۴۰۱	بعض کتب میں یہ بھی ملتا ہے	۳۶۷	امام کا سر
۴۰۲	مستورات کو کجاووں پر رسیوں سے باندھا گیا	۳۶۹	قیدی قافلہ
۴۰۳	سفیر قیصر روم	۳۷۰	قیدی کوفہ میں
۴۰۵	داؤد علیہ السلام کا ستر پشتوں بعد	۳۷۱	نساء الجبن
۴۰۷	ایک راہب مسلمان ہو گیا	۳۷۲	ابن زیاد کی گستاخی
۴۰۸	امانت رسول	۳۷۳	ابن زیاد نے امام کے منہ پر پاؤں رکھا
۴۱۰	وَاجِدَاہُ وَاْمَحْتَدَاہُ	۳۷۴	ابن زیاد کی ماں نے کہا
۴۱۳	یزید نے مشورہ کیا	۳۷۵	سیدہ زینب رضی اللہ عنہا
۴۱۵	سجاد نے فرمایا	۳۷۶	امام زین العابدین کے قتل کا حکم
۴۱۶	قیدیوں کی رہائی	۳۷۹	شہادت ہماری برکت ہے
۴۱۷	سید سجاد کا خطبہ	۳۷۹	جامع مسجد کے پہلو میں
۴۲۰	بنت حسین کا انتقال پر ملال	۳۸۰	کس حالت میں؟
۴۲۲	اہل بیت کی واپسی	۳۸۰	اندر سے جواب آیا
۴۲۳	شہر رسول میں قیامت کا منظر	۳۸۲	قافلہ اہل بیت کی شام روانگی
۴۲۴	قافلہ اہل بیت روضہ رسول پر	۳۸۳	سر حسین اور تلاوت قرآن
۴۲۷	قاتلان حسین کا انجام	۳۸۳	یچی کی دستار
۴۲۸	خونناک سانپ	۳۸۵	اک قطرہ خون
۴۲۸	ابن زیاد اور سانپ	۳۸۶	عیسائی راہب کا ایمان لانا
۴۲۹	عمر و بن سعد	۳۸۹	عسقلان میں
۴۲۹	خولی بن یزید	۳۹۱	حضرت سہل بن سعدی رضی اللہ عنہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۶۶	پیدائش	۴۳۰	شمر ذی الجوشن
۴۶۶	درندگی	۴۳۰	سونارا کھ بن گیا
۴۶۶	یزید کی والدہ	۴۳۰	دعبل خزاعی کی روایت
۴۶۵	کون یزید؟	۴۳۲	غم حسین رضی اللہ عنہ
۴۶۸	سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبدیل کرنے والا	۴۳۳	قبر حسین رضی اللہ عنہ
۴۶۹	امت کی ہلاکت	۴۳۴	امام حسین کا سر
۴۷۰	زانی شرابی یزید		سسکیاں
۴۷۲	یزید کیسا تھا؟	۴۴۰	یاد رہے گی
۴۷۵	قتل حسین رضی اللہ عنہ پر خوش ہوا	۴۴۳	اے زمین کر بلا
۴۷۹	واقعہ حرہ		متفرقات
۴۷۹	حرہ	۴۴۴	رسول کریم اور حسین کریمین کی انگوٹھیاں
۴۸۰	واقعات حرہ	۴۴۵	حسین کریمین
۴۸۴	داڑھی کے بال نوج ڈالے	۴۴۶	خاتون جنت نے بطن مادر سے ندا دی —
۴۸۵	روضہ رسول میں اذان و اقامت		فضیلت یوم عاشوراء
۴۸۸	غلاف کعبہ جلادیا	۴۴۸	وہ فردوس اعلیٰ کا وارث بنے گا
۴۸۹	یزید کے بیٹے کا خطبہ	۴۴۹	ہزار حج — ہزار عمرہ — ہزار شہید کا ثواب
۴۹۳	شرابی	۴۴۹	دس ہزار فرشتوں کا ثواب
۴۹۴	یزید بدکار	۴۵۰	غم حسین علیہ السلام اور چیونٹیاں
۵۰۲	لعنتی یزید	۴۵۰	آب زمزم اور عاشورہ رات
۵۱۳	پیشوائے اہل حدیث کا فیصلہ	۴۵۱	رزق میں وسعت
۵۱۹	یزید کی کافرانہ شعر گوئی	۴۵۱	سال کے گناہوں کا کفارہ
۵۳۱	یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کروایا	۴۵۱	سات آسمانوں کا ثواب
۵۳۱	مسلم کے قتل کا حکم	۲	دس محرم کو کیا کیا ہوا —
۵۳۲	حسین رضی اللہ عنہ	۴۵۴	کشتی نوح علیہ السلام —
۵۳۲	فتح کی مبارک	۴۵۶	”کشتی اہل بیت —
۵۳۳	قتل حسین پر خوشی	۴۵۷	ایک قیدی دس محرم کو بھاگ گیا
۵۳۵	ابن زیاد کا قول	۴۵۸	قاضی محرم رہ گئے اور نصرانی بازی لے گیا —
۵۳۷	حدیث قسطنطنیہ	۴۵۹	ایک عورت نے سوال کیا —
۵۴۰	بخاری کی دوسری روایت	۴۶۱	تورات میں ہے —
۵۴۲	بخاری کی تیسری روایت	۴۶۲	اے حسین بن علی!
۵۴۳	بخاری کی چوتھی روایت		یزید پلید لعین
۵۴۸	حدیث قسطنطنیہ کے راوی		یزید عدید
۵۵۰	قدریہ کون ہیں؟	۴۶۶	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## واقعاتِ کربلا

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین  
 دیں است حسین دیں پناہ است حسین  
 سر داد نہ داد دست در دست یزید  
 حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

(خواجہ جمیری رضی اللہ عنہ)

یزید لعین کے والد، جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب ساٹھ ہجری میں انتقال ہوا  
 — اور ان کی وفات کے بعد، ان کا نالائق بیٹا یزید عنیدت تحت حکومت پر بیٹھا — اس  
 وقت ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ منورہ کا گورنر تھا — نعمان بن بشیر انصاری کوفہ کا  
 امیر تھا — عبید اللہ بن زیاد بصری کا حاکم تھا — اور عمرو بن سعید بن عاص مکہ معظمہ کا  
 گورنر تھا۔

یزید لعین جب تخت شاہی پر بیٹھا تو اس کے سامنے سب سے زیادہ اہم کام ان  
 لوگوں سے بیعت لینا تھا جنہوں نے جناب معاویہ کے زمانے میں یزید کی بیعت سے انکار  
 کر دیا تھا، چنانچہ اس نے حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کی طرف ایک خفیہ خط لکھا جس میں یہ بھی  
 تھا۔

فَخُذْ حُسَيْنًا وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ — وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنِ زُبَيْرٍ  
 بِالْبَيْعَةِ اخذًا شَدِيدًا لِّيَسْتَفِيهِ رُخْصَةً حَتَّى يُبَايِعُوا —

حسین، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کو بیعت کے لئے سختی سے پکڑ لو! اور ان سے نرمی نہ کرو، یہاں تک کہ وہ بیعت کر لیں۔

(البدلیۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۵۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، لبنان سن اشاعت ۲۰۰۵ء)

اوپروالی عبارت علامہ ابن کثیر کی ”البدایۃ والنہایۃ“ میں ہے۔ بعض نے خط کی عبارت کا یہ حصہ بھی نقل کیا ہے۔ جسے ابن کثیر نے عمداً سہواً چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا کہ ان تک صرف اتنی ہی روایت پہنچی ہو۔ دوسروں نے لکھا ہے کہ یزید نے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو لکھا کہ

وَأَنْفِذْ كِتَابِي إِلَيْهِمْ فَمَنْ لَمْ يُبَايِعْكَ مِنْهُمْ فَاَنْفِذْ إِلَيَّ بِرَأْسِهِ مَعَ  
جَوَابِ كِتَابِي هَذَا

اور یہ میرا خط (حسین، ابن عمر، ابن زبیر) کو دکھا دینا اور اگر ان میں سے کوئی بیعت نہ کرے تو اس خط کے جواب کے ساتھ اس کا سر بھی میرے پاس روانہ کر دینا۔

(مقتل ابی محنف مترجم ص ۱۷۱ — شہادتِ نواسہ سیدالابراہیم ص ۵۶۰)

ولید گورنر مشکل میں:

جب ولید بن عتبہ کو امیر معاویہ کی موت کی خبر ملی تو وہ سخت مشکل میں پڑ گیا۔ چنانچہ اس نے مروان بن حکم کو مشورے کے لئے اپنے پاس بلایا۔ مروان ”خبیث“ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ان لوگوں کو جناب معاویہ کی موت کی خبر سے پہلے پہلے بیعت یزید کے لئے بلوا بھیجو۔ اگر وہ بیعت کرنے سے انکار کریں۔

فَإِنْ أَبُو ضُرَيْبٍ أَغْنَاهُمْ فَارْسَلِ الْأَمِيرَ

اگر وہ انکار کریں تو ان کی گردنیں اڑادی جائیں اور (ان کے سر) امیر

(یزید) کی طرف ارسال کر دے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۵۴)

ولید گورنر نے پیغام بھیجا:

”اس مشورے کے بعد“ ولید نے فوراً عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کو۔۔۔ حسین بن علی۔۔۔ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف۔۔۔ ان کو بلانے کے لئے بھیج دیا، یہ دونوں حضرات مسجد شریف میں موجود تھے۔۔۔ حضرت عثمان غنی کے پوتے عبداللہ نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں کو امیر مدینہ نے بلایا ہے۔۔۔ انہوں نے فرمایا تم جاؤ ہم آتے ہیں، جب عبداللہ چلا گیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

إِنِّي أَرَى طَاغِيَتَهُمْ قَدْ هَلَكَ

معلوم ہوتا ہے ان کا طاغی بادشاہ مر گیا ہے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔۔۔

وَأَنَا مَا أَظُنُّ غَيْرَهُ

کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۴۷)

طاغی:

”خیال رہے کہ۔۔۔ طاغی۔۔۔ رومی بادشاہوں کا لقب ہے۔۔۔ آسمانی بجلی

اور سرکشی کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔“

امام دارالامارت کی طرف:

اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے عزیزوں اور غلاموں کو ساتھ لے کر

دارالامارت کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اور اپنے ساتھیوں کو دروازے پر بٹھا کر حکم دیا  
 — کہ اگر تم کوئی مشکوک بات سنو تو اندر آ جانا، اس کے بعد آپ اکیلے اندر چلے گئے  
 — اور اس وقت مروان بھی ولید کے پاس موجود تھا۔ ولید بن عتبہ نے آپ کی  
 خدمت میں یزید لعین کا خط پیش کیا۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر سنائی۔  
 حضرت نے ان لہ پڑھا۔ رَحِمَ اللّٰهُ مُعَاوِيَةَ۔ اللہ تعالیٰ معاویہ پر رحم فرمائے  
 — اس کے بعد جب ولید نے امام کو بیعت کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا۔  
 اِنَّ مَثَلِيْ لَا يُبَاعِ سِرًّا، وَمَا اَرَاكَ تَجْتَرِيْ مِنِّيْ هٰذَا  
 مجھ جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی صرف میری بیعت آپ  
 لوگوں کے لئے کافی ہے۔

(البدایہ والنہایہ ایضاً)

اور ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ جب لوگ جمع ہو جائیں تو ہمیں ان کے ساتھ بلا لینا  
 — ولید بن عتبہ طبعاً جو ایک عافیت پسند شخص تھا اس نے عرض کیا کہ ٹھیک ہے اب آپ  
 تشریف لے جائیں اور پھر لوگوں کی جماعت کے ساتھ تشریف لے آئیں۔ اس پر  
 مروان نے ولید سے کہا۔ خدا کی قسم کہ اگر یہ اس وقت بیعت کے بغیر نکل گئے تو پھر ان  
 کے اور تمہارے درمیان بہت ہی خون خرابہ ہوگا۔ انہیں روک لیں اور جب تک یہ  
 بیعت کر کے یزید کو حکمران تسلیم نہ کر لیں ان کو باہر نہ جانے دیں۔

وَالَا ضَرِبَتْ عُنُقُهُ، فَهَضَّ الْحُسَيْنُ

ورنہ ان کی گردن اڑا دو، یہ بات سن کر امام حسین کھڑے ہو گئے۔ اور

فرمایا

يَا ابْنَ الزَّرْقَاءِ أَنْتَ تَقْتُلُنِي؟ كَذِبْتَ وَاللَّهِ —  
وَأَيْمُتْ —

اوائے زرقا کے بیٹے! کیا تو مجھے قتل کرے گا؟ خدا کی قسم تم نے جھوٹ بولا ہے اور بہت بڑے گناہ کی بات کی ہے —

اس کے بعد آپ واپس اپنے گھر تشریف لے گئے — مروان نے ولید بن عتبہ سے کہا کہ خدا کی قسم! اس کے بعد تم اس کو کبھی نہ دیکھ سکو گے — ولید نے جواب دیا۔

وَاللَّهِ يَا مَرْوَانَ مَا أَحَبُّ أَنْ لِيَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَإِنِّي قَتَلْتُ  
الْحُسَيْنَ — سُبْحَانَ اللَّهِ! أَقْتُلُ حُسَيْنًا إِنْ قَالَ لَا أُبَايِعُ؟  
— وَاللَّهِ إِنِّي لَا ظَنُّ أَنْ مَنْ يَقْتُلِ الْحُسَيْنَ يَكُونُ خَفِيفَ  
الْمِيزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ —

اے مروان! خدائے بزرگ و برتر کی قسم، حسین کو قتل کرنے کے معاوضہ میں، ساری دنیا کی دولت و بادشاہت بھی مجھے منظور نہیں — سبحان اللہ! کیا میں حسین کو اس لئے قتل کر دوں کہ وہ یزید کی بیعت کرنے سے انکار کرتے ہیں — خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ جس نے حسین کو قتل کیا قیامت کے دن اس کے میزان (کی نیکیوں کا پلڑا) ہلکا ہوگا —

(البدلیۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۵۴ — ۱۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ (علامہ حافظ ابن کثیر متوفی

۷۷۳ھ) سن اشاعت ۲۰۰۵ء ۱۲۲۶ھ)

ازرقابت مواہب، — ذوات الرایات (بدکاری پر دلالت کرنے والی عورتیں) میں سے تھی — جو فاحشہ عورتوں کی دلالی کرتی تھی — مروان کے دادا ابوالعاص بن امیہ نے اس سے نکاح کر لیا (کتاب پوربتول حاشیہ ص ۴ بحوالہ الکامل)

مروان بن حکم

مروان بن حکم کا کردار بہت گندہ — اور مزاج نہایت ظالمانہ تھا — اوپر درج کی گئی سطور میں آپ نے پڑھ لیا ہے — کہ اس نے ولید کو امام حسین علیہ السلام کے قتل کا مشورہ دیا تھا، اور مروان کی شاطرانہ کارروائیوں سے اہل اسلام کو بے پناہ نقصانات اٹھانے پڑے — لیکن یہی مروان موجودہ دور کے خارجیوں کا محبوب ترین لیڈر ہے — کیونکہ ان کے نزدیک ہر وہ شخص نہایت سمجھ دار اور بہت بڑا سیاست دان ہے — جو آل رسول کے خون کا پیاسا ہو — آئیے! لگے ہاتھوں مروان سے متعلق دو حدیثیں بھی دیکھتے جائیں تاکہ آپ کو یہ امر واضح ہو سکے کہ مروان کس قماش اور کس حیثیت کا آدمی تھا — حالانکہ اسے آدمی کہنا آدمیت کی توہین ہے۔

○ — مروان بن حکم وہ شخص ہے کہ جب اس کی ولادت ہوئی — اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ قدس پناہ تحنیک کوئی چیز چبا کر نرم کر کے کھلانے) ”یعنی گھٹی“ کے لئے بلایا گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: هُوَ الْوَزَعُ ابْنُ الْوَزَعِ — گرگٹ کا بیٹا، گرگٹ ہے۔

(الناہیہ ص ۴۵، بحوالہ حاکم خطبایہ محرم ص ۳۴۹)

گرگٹ:

گرگٹ پنجابی میں اس کرلے کو کہتے ہیں جو طرح طرح کے رنگ بدلتا رہتا ہے اور کبھی ایک حالت پر نہیں رہتا۔

أم المؤمنین نے فرمایا:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری نسائی اور ابن ابی حاتم کے حوالے سے لکھا ہے — کہ جس زمانے میں حضرت معاویہ نے مروان کو حجاز مقدس کا



حاکم مقرر کر رکھا تھا — اس نے ایک دن مدینہ منورہ میں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کو اپنے بیٹے ”یزید“ کے ولی عہد بنانے میں بڑی ہی سوجھ بوجھ دی ہے — اور یہ رائے بالکل درست ہے — کیونکہ شیخین (ابوبکر و عمر) کی یہی سنت ہے۔

اس پر حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے فرمایا — یہ شیخین کی سنت نہیں، بلکہ قیصر و ہرقل کا طریقہ ہے (یعنی یہ امر خاندانی بادشاہت کے طریقے پر ہے) — حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی اولاد اور اپنے کسی گھر والے کو ولی عہد خلافت نہیں بنایا جب کہ امیر معاویہ اپنی پدری شفقت اور مہربانی کی بناء پر ایسا کر رہے ہیں۔ اس پر مروان نے کہا، تم وہی ہو جس کے بارے میں قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ — اپنے والدین کو اُف تک نہ کہو — حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مروان! تم لعنتی کے بیٹے ہو — اور تمہارے باپ پر اللہ تعالیٰ کے رسول نے لعنت فرمائی ہے — جب اس واقعہ کی اطلاع اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کو ہوئی تو اُمّ المؤمنین نے فرمایا کہ والدین کو اُف تک نہ کہو والی آیت فلاں بن فلاں کے بارے میں ہے۔

فرماتی ہیں:

وَلَكِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَعَنَ أَبَا مَرْوَانَ، وَمَرْوَانَ  
فِي صَلْبِهِ فَمَرْوَانُ بَعْضُ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ

مروان کے باپ پر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت لعنت فرمائی تھی، جب مروان اس کی پیٹھ میں موجود تھا یعنی جزو باپ تھا — اس لحاظ

سے مروان بھی مستحق لعنت ہوا۔

(تاریخ الخلفاء (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) ص ۲۰۳)

قارئین کرام! — دیکھا آپ نے یہ ہے مروان! — کہ اس کو اور اس کے باپ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے — گرگٹ — فرمایا، اور جس کے والد پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمانے کے بعد شہر بدر کر دیا ہو — ایسے شخص پر یہ توقع رکھنا کہ وہ آل رسول کے ساتھ محبت سے پیش آئے گا عبث ہے۔

اور ایسے آدمی کو مدینہ منورہ جیسے شہر کی گورنری تفویض کرنا سمجھ میں نہ آنے والا معاملہ

— ہے۔

نہ تو اس امر کو تفسن و تفریح سے تعبیر کیا جاسکتا ہے — اور نہ ہی اہل مدینہ جو رسول اللہ کے میزبان ہیں، سے ہنسی، مذاق اور دل لگی تصور کیا جاسکتا ہے — نہ ہی اسے ذاتی مفاد اور خاندانی عصبیت کا نام دیا جاسکتا ہے — زیادہ سے زیادہ اسے جذبہ تفقد اور مہربانی ہی کہا جاسکتا ہے — (واللہ اعلم)

## امام کی مدینہ سے روانگی

حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام نے — ۶۰ھ ۲۷ رجب المرجب، بعض نے ۲۸ رجب لکھا ہے — مدینہ منورہ سے ہجرت فرمائی۔

دل والو! کس کا جی چاہتا ہے مدینہ رسول چھوڑنے کو — وہ مدینہ جو فرشتوں کی جائے نزول ہے — جہاں قدر زہراء بتول ہے — وہ مدینہ جو مسکن رسول ہے — وہ مدینہ منورہ — جس کی زیارت کے لئے ایمان والوں کے دل ترستے ہیں — جہاں ہر گھڑی رحمت کے بادل برستے ہیں — یہ شہر رسول اللہ کا مدینہ ہے — یہ مدینہ تاج

زمین کا نگینہ ہے — یہ مقدس ترین دھرتی کا سینہ ہے — اور ہر مدینے کا مدینہ ہے —  
ایسے عظمت بھرے شہر کو چھوڑ کر چلے جانا امام حسین کی بہت بڑی قربانی اور عالم  
انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے۔

### مزارات پر حاضری:

حضرت امام نے مدینہ شریف چھوڑنے سے قبل — اپنی عظیم والدہ سیدۃ نساء  
العلمین فاطمہ بنت رسول اللہ کے روضہ پر حاضری دی — اپنی بھائی حسن مجتبیٰ علیہ السلام  
کے مرقد پر جا کر سلام و دواع پیش کیا — ”فردوسِ آسیہ“ میں ہے کہ حضرت حمزہ عم رسول و  
علی کی قبر پر بھی سلام کے لئے تشریف لے گئے — اور پھر اپنے نانا جان، جان کائنات  
کے مزار پر انوار پر بھی حاضری دی۔

### آستانہ مقدس:

علامہ امجدی نے خطباتِ محرم میں (ص ۳۵۲ پر) اس طرح منظر کشی کی ہے —  
کہ امامِ عالی مقام جب اپنے نانا کے آستانہ مقدس پر آخری سلام کے لئے حاضر ہوئے  
ہوں گے — اس وقت آپ کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی، بلاشبہ دیدہ خوں بار نے اشکِ غم  
کی بارش کی ہوگی — اور عرض کیا ہوگا — نانا جان! میں آپ کا مقدس شہر چھوڑ کر جا رہا  
ہوں — اس شہر کو جو مجھے سب سے زیادہ عزیز اور پیارا ہے — اور یہ اس لئے چھوڑ  
رہا ہوں کہ میرا یہاں رہنا دشوار ہو گیا ہے — میں جا رہا ہوں، مجھے اجازت دیجئے۔

آپ علیہ السلام کے نانا جان سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے آغوشِ رحمت  
و محبت میں آپ کی پرورش کی تھی، اس وقت روضہ نور میں ان کا کیا حال ہوا ہوگا — اس  
کا تصور اہل محبت کے دلوں کو پاش پاش کر دیتا ہے۔

آہ! یہ دن کتنے رنج و غم کا دن تھا کہ جگر گوشہ رسول — فرزند علی و بتول جن کا سب کچھ مدینے میں ہے — مگر آج وہ مدینہ سے جا رہا ہے — اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جا رہا ہے۔

آپ (امام حسین) الوداع اے نانا جان! الوداع کہہ کر واپس ہوئے اور ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ مدینہ منورہ پر حسرت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

### اشعار کی زبان میں:

مصنف شاہنامہ حسین جناب علامہ نادم صابری رحمۃ اللہ علیہ نے امام پاک کی روضہ رسول پر حاضری کو اپنے اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے — لکھتے ہیں کہ جب نواسہ اپنے نانا کے مزار پر قد میں شریفین کی طرف بوسہ دے کر بیٹھا تو یوں گویا ہوا

سلام اے جد امجد! اے میرا منہ چومنے والے  
مجھے دوشِ محبت پر اٹھا کر گھومنے والے  
ذرا نظریں اٹھا کر دیکھ! کس کا نورِ عین آیا  
اٹھ اے نانا تیرے در پر ترا اپنا حسین آیا  
مری منزل کٹھن ہے اور مسافر، بے نوا ہوں میں  
مدد اے رہبر کامل، کہ تنہا رہ گیا ہوں میں  
ترے قدموں سے دنیا اب مجھے بھی دُور کرتی ہے  
کسی فاجر کی بیعت پر مجھے مجبور کرتی ہے  
ستم ہے مجھ کو سچی بات بھی کہنے نہیں دیتے

جو چپ رہتا ہوں، اے نانا تو چپ رہنے نہیں دیتے  
 دعا کیجئے کہ مالک ہم کو صبر و استقامت دے  
 حسن علیہ السلام کی بردباری اور حیدر کی شجاعت دے  
 رہے آباد اے نانا ترا یہ پاک مے خانہ  
 دُعائیں آج دیتا جا رہا ہے ایک مستانہ  
 یہ کہہ کر سوئے مکہ چل دیا وہ سید عالی  
 غرض، آل محمد ﷺ سے مدینہ ہو گیا خالی

(شاہنامہ حسین ص ۴۵)

### قبر سے چمٹ کر:

حضرت مولانا عبدالرب قادری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”فردوس آسیہ“ میں  
 یوں رقم طراز ہیں — کہ امام حسین روضہ رسول پر حاضر ہوئے — سلام عرض کیا اور قبر  
 مبارک سے چمٹ کر روئے — اور عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ آپ کا حسین — یہ آپ کا  
 نور العین — آپ سے جدا ہوتا ہے، یہ بے بس و ناچار ہے — بے یار و مددگار ہے  
 — اور عالم تنہائی ہے — دشمن مجھے آپ کے قدموں میں نہیں رہنے دیتے۔

میرے بھائی حسن علیہ السلام کو زہر دے کے ضائع کیا — اب میرے پیچھے کمر  
 باندھ کر پڑے ہیں — اسی لئے مجھے ناچار آپ کا در دولت چھوڑنا پڑا ہے — میں جا  
 رہا ہوں — پردل و جان تیرے مدینے میں چھوڑے جا رہا ہوں — حضور! آپ کے  
 روضہ کا دیدار، تیری سرکار اور تیرا دربار چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا — لیکن کیا کروں  
 تیرے دین پر آبنی ہے — فاسق و فاجر، ظالم اور شرابی آپ کا مسند نشین بنا ہے — اور  
 مجھ سے بیعت چاہتا ہے — حضور! آپ کی حدیث ہے — کہ جو ظالم و بدعتی کی عزت

و توقیر کرے اس نے اسلام کو گرایا — نانا جان ذرا قبر شریف سے اپنا دست اقدس نکالنے اور مجھے گلے لگا لیجئے اور رخصت دیجئے خدا جانے پھر قسمت میں آپ کی قبر انور کا دیدار بھی ہے یا نہیں؟

(فردوس آسیہ ص ۲۸۴ مطبوعہ مکتبہ تھانوی متصل مسافر خانہ بند روڈ کراچی)

### آغوش رسول میں:

مولانا عبدالرب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں — کہ جس رات امامِ عالی مقام نے روضہ رسول پر حاضری دی — اس رات نماز تہجد وہیں پر ادا فرمائی، لکھتے ہیں — کہ نماز تہجد کے بعد آپ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوئی — نیند اور بیداری کے درمیان والی کیفیت — یعنی نہ سوتے تھے نہ جاگتے تھے — جسداقدس اور حواس کے کچھ حصے سو رہے تھے، اور کچھ جاگ رہے تھے —

اسی کیفیت کے دوران امام حسین نے دیکھا کہ میں ایک بچہ سا ہوں کہ حضور نبی کریم تشریف لائے — اور مجھے اپنی گود میں لے لیا اور سینے سے لگا لیا — اور پھر مجھے اپنی گود میں لٹا کر میرا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا — اور سر پر ہاتھ پھیر کر فرمانے لگے — اے میری آنکھوں کے نور! — اے میرے کلیجے کی ٹھنڈک! — بہادری اور جرأت سے کام لو! — عنقریب تم میرے پاس آنے والے ہو — امام فرماتے ہیں — میں نے عرض کیا — حاضر ہوں — اور اس امر پر راضی ہوں کہ مجھے ابھی لے لیجئے — اسی وقت آپ کے پاس آنے کو تیار ہوں — آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا — بیٹا ابھی سے آنے کا ارادہ نہ کرو — ہمت بلند رکھو، بھوک اور پیاس — کرب و غربت اور مصیبت کا اپنے بچوں کو صدمہ دے کر آنا — اور آلِ محمد کی بیبیوں کو تپتے ہوئے صحرائے کربلا میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے آنا —

بیٹا! فردوسِ اعلیٰ میں جو مرتبے اور درجے تیرے لئے ہیں، وہ کسی شہید کے لئے نہیں۔ مگر وہ مرتبے مصیبتوں اور تکلیفوں کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ جب امام اس پر نور کیفیت سے نکلے تو آپ نے خود کو عالم وجد میں پایا۔ نشہ شہادت میں چور۔ دیدارِ مصطفیٰ میں مسرور۔ اور چشمِ مازاغ کے نوری جام سے مخمور تھے۔ معاً مدینہ منورہ کی جدائی کے صدموں کا طوفان تھم گیا۔ اور اپنے نانا کی گود کا نقشہ آنکھوں میں جم گیا۔

اور جسمِ رسول کی خوشبو نے مشامِ جان کو معطر کر دیا۔ اور دل و دماغ کی وادیاں مہک اٹھیں۔ ”مولانا فردوسِ آسیہ“ میں لکھتے ہیں۔ کہ امام پاک کا پہلے مدینہ منورہ سے جانے کا ارادہ کم تھا۔ لیکن جب عالم خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو شہادت کے رستوں پر چلنے کا شوق فراواں ہو گیا۔

(فردوسِ آسیہ ص ۲۸۵)

### ام المؤمنین اُم سلمہ کی حالت

”فردوسِ آسیہ“ میں مولانا عبدالرب دہلوی لکھتے ہیں۔ کہ جب حضرت امام حسین ”علیہ السلام“ مدینہ سے روانہ ہونے کی تیاری فرما رہے تھے۔ تو اہل مدینہ کا صدمہ سے عجیب حال تھا۔ جتنی خوشی اہل مدینہ کو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے کی ہوئی تھی۔ اتنا ہی آج ہر گھر غمگدہ بنا ہوا تھا۔ کہیں رونے کی

اخیال رہے کہ فردوسِ آسیہ حضرت مولانا عبدالرب دہلوی کی تصنیف ہے جس میں خلفائے راشدین کی سوانحِ عمری۔ ذکر اہل بیت۔ اور شہادتِ امام حسین کا تذکرہ ہے۔ مولانا نے ماخوذین روایات کا لفظی ترجمہ کیا ہے۔ اور اردو بھی پرانے وقتوں کی ہے۔ بندہ نے مولانا کی کتاب سے جو واقعات اخذ کئے ہیں۔ ان کو عام فہم اور موجودہ سلیبسِ اردو زبان کے سانچے میں ڈھالا ہے تاکہ پڑھنے والے کو بات سمجھنے میں آسانی رہے۔ اور اصل مفہوم میں بھی کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ (مؤلف)

آواز آرہی تھی — اور کوئی سسکیاں بھر رہا تھا — تو کوئی ہچکیاں لے رہا تھا — اور کوئی دکھ، درد کی تپش کو سینے میں چھپائے حیرت کی تصویر بنا بیٹھا تھا۔

○ — حضرت سیدہ اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ سلام اللہ علیہا کا اس صدمے سے یہ حال تھا — کہ دم اُلٹ گیا تھا — رات دن ایک ہی پکار تھی — اور زبان پر یہ ایک ہی ندا تھی — بیٹا حسین! تو کہاں ہے — تجھے تیرے نانا یاد فرماتے ہیں —

(فردوسِ آسیہ ص ۲۸۵)

### مروان پلید:

مروان پلید نے یزید عنید کو بذریعہ خط — یہ لکھ کر بھیجا کہ ولید بن عتبہ کو اپنا خیر خواہ تصور نہ کر — تیری فرماں برداری کا تقاضا یہ تھا کہ وہ حسین کو قتل کر دیتا — لیکن اس نے ان کا بہت ادب کیا — اور اپنی مسند پر بٹھایا — اب وہ تیرے قابو سے نکل کر دارالامن مکہ معظمہ داخل ہو گئے ہیں — اسی بات پر یزید عنید نے ولید بن عتبہ کو معزول کر دیا۔

(فردوسِ آسیہ ص ۲۵۸)

### حضرت محمد بن حنفیہ نے عرض کیا

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بھائیوں — بہنوں — بیٹوں اور بیٹوں کو ساتھ لے کر نکلے — تو آپ کے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ (جو خولہ بنت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے مولا علی کے بیٹے تھے اور جناب خولہ کا لقب حنفیہ تھا) نے اپنے بڑے بھائی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

وَاللّٰهُ يَا اَخِي لَآنْتَ اَعَزُّ اَهْلِ الْاَرْضِ عَلَيَّ

خدا کی قسم! اے میرے بھائی! آپ تمام اہل زمین سے مجھے زیادہ عزیز

۱۷۵۷۵۸



ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان سن اشاعت ۲۰۰۵ء)

○ — جناب محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما نے عرض کی — میں آپ کی خدمت میں نصیحت پیش کرتا ہوں کہ آپ کسی شہر میں سکونت اختیار نہ فرمائیں — بلکہ کسی جنگل یا صحرا میں رہیں — جب لوگ آپ کی بیعت کر لیں — اور آپ پر اتفاق کر لیں تو پھر آپ شہر میں داخل ہو جائیں — اور اگر آپ اس چیز سے انکار کرتے ہیں — اور شہر میں رہنا چاہتے ہیں تو مکہ معظمہ چلے جائیں — آپ کی خواہش کے مطابق وہاں حالات سازگار ہوں تو بہتر ورنہ۔

إِلَى الرَّمَالِ وَالْجِبَالِ

ریگستانوں اور پہاڑوں کی طرف چلے جائیں۔

امام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے مجھے نصیحت

کی اور میرے ساتھ ہمدردی کی —

وَسَارَ الْحُسَيْنُ إِلَى مَكَّةَ

اور امام حسین علیہ السلام مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۵۵)

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام حسین نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ رضی

اللہ عنہ سے فرمایا:

فَإَيْنَ أَذْهَبُ يَا أَخِي!

اے بھائی! بتائیں میں کہاں جاؤں۔

انہوں نے عرض کیا:

## انزل مکتہ

مکہ معظمہ میں نزول اجلال فرمائیں۔

(اکامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۳۰ دارالکتب العربی بیروت)

### دل والو!:

دل والو! ذرا اس منظر کو تصور کی آنکھوں سے دیکھو کہ رونق مدینہ — مدینہ رسول کو کس داد بھری آواز میں الوداع کہہ رہا ہے — اونٹوں پر کجاوے — اور کجاووں پر شاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پردہ دار نواسیاں — اور آلِ پیغمبر کے چھوٹے چھوٹے بچے اور معصوم بچیاں جن کو ابھی ابھی نیند سے بیدار کر کے اونٹوں پر سوار کیا گیا ہے — نیند سے پلکیں بوجھل — چہرے اداس — اجسادِ پاک مضمحل — طبیعت میں کسمساہٹ — نگاہوں میں حیرت و حسرت — اور دل میں مدینۃ الرسول کے چھوٹ جانے کا غم — اس نوری قافلے کی ظاہری بے کسی و بے بسی کا دلخراش منظر دیکھ کر آسمان تھرا گیا ہوگا — فرشتے حیرت کی تصویر بن گئے ہوں گے — حوروں کی چیخیں نکل گئی ہوں گی — فرشِ زمین پر اضطراب سے لرزا پیدا ہو گیا ہوگا — نخلستانِ مدینہ نے فرقت کے لمحوں میں حضرت کی چادریں اتار دی ہوں گی۔

گلابائے مدینہ کی رنگت اڑ گئی ہوگی — کلیوں کا عزم اُتر گیا ہوگا — مدینے کی کلیوں میں کھلنے والے دروازوں کی دہلیزوں پر بیٹھ کر، وہاں شرافت مآب خواتین سیدۃ نساء العالمین، اور زینب کبریٰ کا نام لے لے کر رو رہی ہوں گی — طیبہ کی کلیوں میں کھلنے والی ننھی ننھی معصوم بچیاں سیدہ سکینہ کو یاد کر کے آہیں بھرتی ہوں گی — فضائیں نوحہ کناں ہوں گی — کہ دیکھو! مدینے سے مدینے کا والی جا رہا ہے — مسجد نبوی کے منبر کا مالک جا رہا ہے — سجادۃ رسول کا وارث جا رہا ہے — علی کا لعل اور بتول کا گوہر جا رہا ہے

— غریبوں کا غمخوار جا رہا ہے — اور آل محمد کا سردار جا رہا ہے — دیکھو — آج  
— مدینہ منورہ سے — کون جا رہا ہے — خضر کہتا ہے

مدینے سے ماہِ مدن جا رہا ہے  
حرم سے امامِ زمن جا رہا ہے  
بہاروں نے رو کر کہا ہائے کیونکر  
یہ سارے کا سارا چمن جا رہا ہے

حسین!

آج مدینہ چھوڑ کر کیوں جا رہا ہے؟ — حکومت حاصل کرنے کے لئے! —  
نہیں ہرگز نہیں — کسی مفاد کے لئے — نہیں ہرگز نہیں — امام علیہ السلام کا مدینہ  
سے مکہ — اور مکہ سے کربلا جانا کسی ذاتی لالچ کی بنا پر نہ تھا — بلکہ اپنے نانا کا وعدہ وفا  
کرنے کے لئے — اور اپنے جدا مجد کی آغوشِ رحمت کی خوشبو سونگھنے کی خاطر جانا پڑا،  
خضر کہتا ہے

مصیبت سے پنچہ لڑانے کی خاطر  
جفاؤں کا ہر تیر کھانے کی خاطر  
شہادت کا گلشن سجانے کی خاطر  
شہید ہو کے قرآن سنانے کی خاطر  
مدینے سے نکلا نبی ﷺ کا نواسہ  
نبی ﷺ کی شریعت بچانے کی خاطر

## ایک خاص وجہ:

ایک خاص وجہ یہ بھی ہے — کہ جب امامِ عالی مقام علیہ السلام روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بغرضِ زیارت حاضر ہوئے — اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں یوں عرض کناں ہوئے — اے اللہ! یہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر ہے — اور میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کا بیٹا ہوں — میں جن حالات سے مجبور ہو کر جا رہا ہوں تو جانتا ہے — میں نیکی کو اختیار اور بدی سے اجتناب کو پسند کرتا ہوں —

وَأَسْأَلُكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ بِحَقِّ الْقَبْرِ وَمَنْ فِيهِ —

”اے ربِّ ذوالجلال میں تجھ سے صاحبِ قبر کا واسطہ دے کر کہتا ہوں“ —

کہ میرے لئے وہ راستہ پیدا فرما۔

مَا هُوَ لَكَ رِضَىٰ وَلِرَسُولِكَ

کہ جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضامندی ہو۔

حضرتِ امام روتے روتے قبر انور کے ساتھ لپٹ گئے — اور اسی غلبہ شوق کی

کیفیت میں دیکھتے ہیں کہ فرشتوں کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ رسولِ اکرم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہیں — اور امام حسین علیہ السلام کو آپ نے اپنی آغوشِ

رحمت میں لیا — اور سینہ اقدس سے لگایا — چوما —

اور فرمایا:

حَبِيبِي يَا حُسَيْنُ كَأَنِّي أَرَاكَ

اے میرے حبیب ”پیارے“ حسین میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔

کہ عنقریب، تم خاک و خون میں تڑپائے جاؤ گے — اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سرزمین کربلا میں ظلماً ذبح کئے جاؤ گے، اور تمہیں پانی نہیں ملے گا — تم اور تمہارے ساتھی پیاس کی شدت سے نڈھال ہوں گے — اور اس کے باوجود تیرے قاتل! —

يَرْجُونَ شَفَاعَتِي لَا أَنَا لَهُمُ اللَّهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ —  
حَبِيبِي يَا حُسَيْنُ إِنَّ أَبَاكَ وَأُمَّكَ وَهُمْ مُشْتَاقٌ إِلَيْكَ —

میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے — نہ پہنچائے گا اللہ تعالیٰ میری شفاعت ان کو قیامت کے دن (یعنی میری شفاعت ان کو نصیب نہ ہوگی) — اے میرے حبیب حسین تیرا باپ اور تیری ماں تیرا انتظار کر رہے ہیں۔

امام پاک نے رو کر عرض کیا — اے میرے نانا جان! دنیا کی طرف جانے کی کوئی خواہش نہیں۔

وَأَدْخِلْنِي فِي قَبْرِكَ

مجھے اپنے ساتھ ہی اپنی قبر میں داخل فرمائیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسے کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا — نہیں

بیٹے! ابھی نہیں — ابھی تمہارا دنیا کی طرف رجوع ضروری ہے۔

حَتَّى تُرْزَقَ الشَّهَادَةَ لِيَكُونَ مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا مِنَ الثَّوَابِ

الْعَظِيمِ —

یہاں تک کہ تمہیں شہادت کا وہ مرتبہ پانا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ

دیا ہے جس کا بہت بڑا ثواب تمہیں ملنا ہے۔

(الحیات النحی (علامہ سید محمد شاہ بن احمد دہلوی) ج ۲ ص ۲۸)

(بحوالہ شہادت نواسہ سید الا برار (علامہ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ) ص ۵۶۹، ۵۷۰)

یا جدی یا حبیب اللہ:

ایک اور روایت میں ہے — کہ حضرت امام علیہ السلام جب آخری بار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو ان الفاظ کے ساتھ عرض کناں ہوئے۔

يَا سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللَّهِ — يَا جَدِّي يَا حَبِيبَ اللَّهِ —

بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي لَقَدْ خَرَجْتُ جَوَارِكَ كَرِهًا فَرَّقَ بَيْنِي وَ بَيْنَكَ

وَ أَخَذْتُ بِالْأَيْدِ قَهْرًا وَ أَنْ أَبَايَعَ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ شَارِبَ

النَّخْمِ — وَ رَاكِبَ الْفُجُورِ — فَإِنْ فَعَلْتُ فَكُفِّرْتُ

— وَ إِنْ أَبَيْتُ فَقُتِلْتُ — فَمَا أَنَا بِخَارِجٍ مِّنْ جَوَارِكَ

عَلَى الْخَطْرَةِ إِهَانَتُ الْمَدِينَةِ فَعَلَيْكَ مِنِّي السَّلَامُ يَا جَدِّي

يَا رَسُولَ اللَّهِ

اے میرے سردار و سرور! اے اللہ کو رسول! — اے میرے نانا جان

اے اللہ تعالیٰ کے حبیب — میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بے

شک میں آپ کے پڑوس سے مجبوراً نکل رہا ہوں — میرے اور آپ

کے درمیان جدائی ڈال دی گئی ہے — اور مجھے مضبوطی کے ساتھ جبراً

پکڑا جا رہا ہے — کہ میں یزید بن معاویہ کی بیعت کر لوں جو کہ شرابی ہے

— اور جو فسق و فجور پر سواری کرنے والا ہے — اگر میں بیعت کروں

تو کافر ہو جاؤں — اور اگر انکار کروں تو مجھے قتل کر دیا جائے گا —

میں آپ کے پڑوس سے کسی خطرے کی بنا پر نکلنے والا نہیں — مجھے مدینہ

منورہ کی توہین کا خطرہ ہے! — میری طرف سے آپ پر سلام ہو۔

اے میرے نانا جان! — اے اللہ کریم کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

نوا سے کاسر اور آغوشِ رسول:

روضۃ الشہداء میں علامہ حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے — کہ جب امام

حسین علیہ السلام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر — یہ

تمام معروضات پیش کرنے کے بعد الگ ہوئے تو پھر نماز میں مشغول ہو گئے — اس

کے بعد آپ پر نیند کا غلبہ ہوا تو دوسری مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا

شرف حاصل ہوا — اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر نوا سے کا

سر اپنی آغوش میں لے لیا — امام علیہ السلام نے عرض کیا — نانا جان! میں امت کی

جفاؤں سے تنگ آ گیا ہوں اور مجبوراً آپ کے روضے کی زیارت سے محروم ہوں — اور

میں دیکھ رہا ہوں کہ دوبارہ آپ کے مزار کی زیارت نہیں کر سکوں گا۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا — بیٹا! عنقریب تو میرے پاس آ

جائے گا — اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بھوکا، پیاسا کر بلا کی زمین پر گرا پڑا ہے — تیرا

جسم نازنین کٹا پھٹا ہے — اور سر تیرا جسم سے الگ پڑا ہوا ہے — اے میرے حسین!

صبر کا دامن تھام کر رکھ! — اور مردانہ دار اپنا کام پورا کر — زیادہ دیر نہیں گزرے گی

کہ تم بھی اپنے — مغموم باپ — مظلوم بھائی — غمزدہ ماں، کی طرح میرے

اے کہ کہیں میرے انکار بیعت کا بہانہ بنا کر یزید مدینہ پر حملہ کر کے شہر مقدس کو تاراج نہ کرے۔

(الحیات النحی ج ۲ ص ۳۲ بحوالہ شہادتِ نوا سے سید البراص — ۲۵۷۳ — ۵۷۵ مطبوعہ نوریہ

رضویہ پبلی کیشنز کنج بخش روڈ لاہور)

پاس پہنچ جائے گا۔ اور میرے ساتھ بہشت کے دسترخوان پر بیٹھ کر خالق العباد کی شاخ عنایت سے ثمر مراد حاصل کرے گا۔

امام حسین علیہ السلام فرماتے کہ میں نے اس اثناء میں اپنے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف دیکھا تو آپ کا روئے گلنار زعفران کی طرح زرد تھا۔ اور مشکبار کیسوگرد و غبار میں اٹے ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں۔ میں یہ حال دیکھ کر ڈر گیا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ پر یہ کیسی حالت طاری ہے؟ فرمایا، اے میری آنکھوں کے نور! اے میرے پسندیدہ بیٹے!۔ یہ خاکِ کربلا کی نشانی ہے۔ اس کے ساتھ ہی امام حسین علیہ السلام بیدار ہو گئے۔ اور آپ کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا۔ اور اس کے بعد آپ نے مکہ مکرمہ چلے جانے کا عزمِ صمیم کر لیا۔

حضرت امام حسین جب مدینہ طیبہ کو خیر باد کہہ کر مکہ شریف جانے والی شاہراہ پر گامزن ہوئے تو آپ سورہٴ قصص کی آیت نمبر ۲۱ تلاوت فرما رہے تھے۔ آیت یہ ہے۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ .

”پس آپ (یعنی موسیٰ علیہ السلام) نکلے وہاں سے ڈرتے ہوئے، اس انتظار میں

کہ اب کیا ہوتا ہے، عرض کی میرے رب! بچالے مجھے ظالم لوگوں سے۔“

اس آیت مبارکہ کا پس منظر یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ایک قبیلہ قحطی شخص مارا گیا تو حکومتی ایوانوں میں یہ بات پہنچی کہ قبیلہ کو موسیٰ علیہ السلام نے مارا ہے، فرعونیوں نے آپ کو گرفتار کر کے ختم کرنے کی سازش کی، حضرت موسیٰ کے ایک مخلص کو پتہ چلا تو وہ دوڑا دوڑا آیا اور حکومت کے ارادے سے آپ کو مطلع کر کے عرض کیا کہ آپ یہاں سے جلدی نکلنے کی فکر کریں، آپ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور دل میں یہ کھٹکا لگا ہوا تھا کہ کوئی پیچھے سے آکر گرفتار نہ کر لے، اس لئے بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس ظلم و ستم کرنے والی قوم سے بچالے۔ اسی طرح جب امام ذی وقار نے بوقت سفر مذکورہ آیت تلاوت کی تو آپ کے ذہن میں اس آیت مبارکہ کا پورا پس منظر اور جناب موسیٰ علیہ السلام کا مدین کی طرف سفر کرنا موجود تھا جیسا کہ آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ (مؤلف)

(روضۃ الشہداء۔۔۔ ص ۲۰۲۔ مطبوعہ خیابان ابو ذر تہران)



## عبداللہ بن مطیع سے ملاقات:

جب امام پاک نے سفر جاری فرمایا تو راستے میں ایک مقام پر عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ جو کہ مکہ معظمہ سے آرہے تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ اے ابن رسول خدا!۔ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اور کیا ارادہ رکھتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اے عبداللہ! ظالموں کے ہاتھوں تنگ آ کر اپنے شہر اور وطن کو چھوڑ رہا ہوں۔ احباب و اصحاب کی صحبتوں کو خیر باد کہہ کر حرم کی طرف جا رہا ہوں۔ کیونکہ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اِمِنًا

”جو شخص اس میں داخل ہو جائے (وہ ہر خطرے سے) محفوظ ہو جاتا

ہے“۔ (سورہ آل عمران آیت ۹۷)

مجھے ہر روز اپنے شہر میں رنج و غم۔ اور ہر ساعت ایک نئی مصیبت اور نئے الم سے واسطہ رہتا ہے۔ اس وقت تو مکہ معظمہ جا رہا ہوں وہاں جا کر حالات کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مطیع نے عرض کی۔ اے ابن رسول اللہ! میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا ہے، اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟ حضرت امام نے فرمایا تو میرا دوست ہے اور دوستوں کی باتیں سنی جاتی ہیں۔ جو کہنا ہے کہو!

جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ! آپ اس وقت تمام عالم کے سردار اور اولادِ آدم میں سب سے بہتر ہیں، آپ مکہ معظمہ تشریف لے جائیں اور

وہیں پر رہیں، اہل مکہ اور کسی کو آپ پر ترجیح نہیں دیں گے جبکہ اہل کوفہ آپ کو الجھانے کی کوشش کریں گے، ان کی چاپلوسی اور فریب میں ہرگز نہ آنا، آپ کے والد گرامی نے اس علاقہ میں شربت شہادت نوش فرمایا تھا، نیز ان لوگوں نے آپ کے بردارِ مکرم (امام حسن علیہ السلام) سے وفانہ کی اور انہیں ہر طرح کے دکھ دیئے، مجھے معلوم ہے کہ وہ آپ کو بلانے کی کوشش کریں گے پھر آپ کو بلا کر اکیلا چھوڑ دیں گے اور ہرگز وعدہ وفائی نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ ان کوفیوں کی جبلت میں وفائیں نہیں ہے۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب عبد اللہ کی باتوں کی تصدیق فرماتے ہوئے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے

امام عالی مقام مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کے دوران مختلف منازل اور مراحل طے کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کے جوار میں پہنچ گئے، جب آپ کی نظر مکہ مکرمہ کی پہاڑیوں پر پڑی تو آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال اور مدین پہنچنے کو یاد کر کے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّيٰ اَنْ يَّهْدِيَنِي سَوَاءَ

السَّبِيلِ ۝ (پارہ نمبر ۲۰ سورہ قصص آیت نمبر ۲۲)

”اور جب روانہ ہوئے مدین کی طرف (تو دل میں) یہ کہنے لگے امید ہے

کہ میرا رب میری راہنمائی فرمائے گا سیدھے راستے کی طرف۔“

(روضۃ الشہداء ص ۲۰۲)

اخیال رہے کہ مدین ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے جو مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے، یہ علاقہ فرعون کی حکومت سے خارج تھا، مصر سے مدین کی مسافت آٹھ منزل کی تھی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصر میں ٹھہرنا ناممکن

## امام مکہ معظمہ میں

جب اہل مکہ کو حضرت امام رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا پتہ چلا تو وہ آپ کے استقبال کے لئے مکہ معظمہ سے باہر نکل آئے اور آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے زبان سے یوں گویا ہوئے

مدینہ پاک سے حسن رسول ﷺ آتا ہے  
امن کے شہر میں ابنِ بتول آتا ہے  
ہمارے دل کے چمن میں بہار آئے گی  
وہ دیکھو گلشن حیدرؑ کا پھول آتا ہے

امام عالی مقام علیہ السلام نے جس جگہ قیام فرمایا وہاں پر لوگ گروہ درگروہ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے۔ جب یزید عنید کو یہ خبر پہنچی کہ امام حسین اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ معظمہ چلے گئے ہیں تو اس نے امام عالی مقام کو گرفتار نہ کرنے کی سزا کے طور پر ولید کو معزول کر دیا۔

(روضۃ الشہداء ۲۰۳ء)

امام حسین ۳ شعبان المعظم ۶۰ھ بمطابق ۹ مئی ۶۸۰ء بروز جمعرات مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور شعب ابی طالب میں قیام فرمایا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سال مقیم رہے، جب قریش مکہ نے آپ سے جدائی اختیار کی اور

(بقیہ حاشیہ) ہو گیا تو آپ نے مدین کا رخ کیا، اس لئے کہ یہ علاقہ فرعون مصر کے قلمرو سے باہر تھا اور قریب بھی تھا، آباد و شاداب بھی تھا اور وہاں کے باشندے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت مدین کی اولاد تھے، ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ان سے خونی قرابت بھی تھی، لیکن بے سرو سامانی کا عالم یہ تھا کہ پاس نہ سواری تھی نہ زادراہ، راستہ بھی معلوم نہ تھا لیکن دل میں یقین کا سرمایہ تھا، اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری راہنمائی فرمائے گا، اس سفر میں آپ نے صرف درختوں کے پتوں کو بطور غذا استعمال کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سفر مدین کے رستوں سے زیادہ ہولناک تھا، اسی تصور کے تحت آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (مؤلف)

بنو ہاشم کو یہاں رہنا پڑا، آج حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو بھی اسی مقام پر قیام کرنا پڑا اور اس قیام کے دوران لوگ دور دراز سے حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے اور آپ کی معیت میں ایک انوکھا کیف محسوس کرتے تھے۔

### اہلِ کوفہ کی میننگ

جب اہلِ کوفہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور امام حسین علیہ السلام کا یزید کی بیعت سے انکار کا پتہ چلا تو انہوں نے سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں ایک خفیہ میننگ کی جس میں سلیمان نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حسین مدینہ سے نکل کر مکہ چلے گئے ہیں۔

وَأَنْتُمْ شِيعَتُهُ وَشِيعَةُ أَبِيهِ

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الفکر)

”اور تم ان کے والد (علی علیہ السلام) کے شیعہ ہو۔“

اگر تم اس موقع پر ان کی مدد کرنا اور ان کے دشمن کے خلاف جہاد کرنا چاہتے ہو تو انہیں لکھ دیجو کہ وہ یہاں تشریف لے آئیں۔ اور اگر تم اپنی کمزوری کے باعث ڈرتے ہو تو پتھر انہیں خواہ مخواہ مصیبت میں نہ ڈالو! — اس پر ان تمام (شیعان) نے ایک زبان ہو کر کہا۔

نُقَاتِلْ عَدُوَّهُ وَنَقُتْلُ أَنْفُسَنَا

کہ ہم ان کے دشمنوں کو قتل اور اپنی جانوں کو ان پر قربان کر دیں گے۔

(طبری ج ۶ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الفکر)

چنانچہ ان سب نے بالاتفاق امام حسین علیہ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون اس طرح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ — مِنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صَرْدٍ . وَالْمُسَيْبِ  
 بْنِ نَجِيَّةٍ ، وَرَفَاعَةَ ابْنَ شَدَّادٍ ، وَحَبِيبِ بْنِ مُظَاهِرٍ وَشِيعَتِهِ مِنْ  
 الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ — مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ سَلَامٌ عَلَيْكَ  
 فَإِنَّا نَحْمَدُ إِلَيْكَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ — أَمَا بَعْدُ —  
 فَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي قَضَىٰ عَدُوَّكَ الْجَبَّارَ الْعَنِيدَ الَّذِي انْتَرَىٰ عَلَيَّ  
 هَذِهِ الْأُمَّةَ فَابْتَزَهَا أَمْرَهَا وَغَصَبَهَا فَيَأْهَا وَتَأَمَّرَ عَلَيْهَا بِغَيْرِ  
 رِضَىٰ مِنْهَا ثُمَّ قَتَلَ خِيَارَهَا اسْتَبْقَىٰ شِرَارَهَا وَجَعَلَ مَالَ اللَّهِ دَوْلَةً  
 بَيْنَ جَبَابِرَتِهَا وَأَغْنِيَائِهَا فَبُعِدَ لَهُ كَمَا بُعِدَتْ ثَمُودُ أَنَّهُ لَيْسَ عَلَيْنَا  
 إِمَامٌ — فَأَقْبِلْ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَجْمَعَنَّابِكَ عَلَيَّ الْحَقِّ —  
 وَالنُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ فِي قَصْرِ الْإِمَارَةِ لَسْنَا نَجْتَمِعُ مَعَهُ فِي جُمُعَةٍ  
 وَلَا نَخْرُجُ مَعَهُ إِلَىٰ عِيدٍ وَلَوْ قَدْ بَلَّغْنَا إِنَّكَ قَدْ أَقْبَلْتَ إِلَيْنَا  
 أَخْرَجْنَا حَتَّىٰ نُلْحِقَهُ بِالشَّامِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَالسَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ  
 عَلَيْكَ

ترجمہ: — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — حسین بن علی کے لئے،  
 سلیمان بن سرد — مسیب بن نجیہ — رفاعہ بن شداد — اور  
 حبیب بن مظاہر — اور کوفہ کے شیعہ مؤمنین و مسلمین کی طرف  
 سے — سلام ہو آپ پر — ہم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہیں —  
 جس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں — اما بعد — اللہ کا شکر ہے کہ

اس نے آپ کے جبار (جبر و ستم کرنے والا) اور عنید (لڑاکا، سرکش) دشمن کو موت سے ہمکنار کیا۔ جس نے نظامِ حکومت کو درہم برہم کیا۔ غنائم (غنیمت کی جمع مالِ غنیمت) پر قبضہ جمائے رکھا۔ اور لوگوں کی مرضی کے بغیر ان پر حکومت کی۔ نیکوں کو قتل کیا اور شر پسندوں کو باقی رکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا مال جفا کاروں میں تقسیم کیا۔ ان پر عذاب نازل ہو، جس طرح قومِ عاد پر نازل ہوا۔ ہم بغیر امام کے ہیں۔ آپ تشریف لائیں! شاید آپ کی وجہ سے ہم حق پر جمع ہو جائیں۔ امیر کوفہ نعمان بن بشیر دارالامارت میں موجود ہیں، ہم ان کے پیچھے جمعہ اور عید کی نماز میں پڑھتے اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ تشریف لارہے ہیں، تو ہم انہیں شام کی طرف دھکیل دیں گے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیک

(۱) تاریخ طبری (امام ابن جریر طبری) ج ۶ — ص ۱۹۷ مطبوعہ دارالفکر

(۲) مقتل الحسین لابن مخنف ص ۱۵-۱۶ — ص ۱۶ مطبوعہ قم ایران

(۳) الحسین مترجم (ابوالنصر عمر ۵۵ مطبوعہ لاہور)

## نوٹ

خیال رہے کہ مندرجہ بالا خط کوفہ کے شیعوں کی طرف سے لکھا گیا۔ اور خط کی شدت بتا رہی ہے کہ لکھنے والے سلطانِ سلاطین شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سخت ترین مخالفین میں سے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مریدوں نے اپنے پیرومرشد کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دے دی اور پھر مشکل وقت میں ساتھ چھوڑ گئے اور امام کو ظالموں کے درمیان چھوڑ دیا۔ مندرجہ بالا خط کے قاصد عبد اللہ بن سبع ہمدانی۔ اور عبد اللہ بن

وال تھے۔۔۔ یہ خط مکہ میں دس رمضان ۶۰ھ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس خط کے روانہ کرنے کے دو دن بعد اہل کوفہ نے۔۔۔ قیس بن مسہر صیداوی۔۔۔ عبدالرحمن بن عبداللہ ارجبی۔۔۔ اور عمارہ بن عبید سلولی کو مختلف عمائدین شہر کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) خط دے کر سیدنا امام حسین کی خدمت میں بھیجا جن میں آپ سے تشریف لانے کی درخواست کی گئی تھی۔

(الحسین مترجم ابوالنصر عمر ص ۲۵۵-۲۵۶ تا ۲۵۶)

### ایک اور خط:

اس کے بعد بھی ان سے صبر نہ ہو سکا۔۔۔ اور ان ڈیڑھ سو خطوط پر اکتفا نہ کرتے ہوئے دو دن بعد۔۔۔ ہانی بن ہانی سبعی۔۔۔ اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ امام حسین علیہ السلام کو اس مضمون کا ایک اور خط بھیجا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ————— لِحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، مِّنْ شِيعَتِهِ  
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَلَا رَأْيَ لَهُمْ فِي غَيْرِكَ فَالْعَجَلُ  
الْعَجَلُ . وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ —————

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - حسین بن علی کو ان کے شیعہ مومنین اور مسلمین کی طرف سے۔۔۔ جلدی روانہ ہو جائے لوگ آپ کے انتظار میں ہیں۔۔۔ اور سب کی رائے بس آپ ہی کے اوپر ہے جلدی کیجئے جلدی کیجئے۔۔۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ —————

(طبری (امام ابن جریر) ج ۶ ص ۱۹۷)

### تیسرا خط:

شبث بن ربعی۔۔۔ حجاز بن الجمر۔۔۔ یزید بن حارث۔۔۔ یزید بن رویم۔۔۔ عزرہ بن قیس۔۔۔ عمرو بن حجاج زبیدی۔۔۔ اور محمد بن عمر تمیمی نے اس مضمون کا خط

— أَمَا بَعْدُ — فَقَدِ اخْضَرَ الْجُنَابُ وَأَيَّعَتِ الشِّمَارِ  
 وَطَمَّتِ الْحَمَامُ فَإِذَا شِئْتَ فَأَقْدِمُ جُنْدِي لَكَ مُجَنَّدِي —  
 کوفہ کے نواحی علاقے سرسبز و شاداب ہو چکے ہیں، پھل پک چکے ہیں  
 — چشمے چھلک رہے ہیں — آپ جب چاہیں تشریف لے آئیں،  
 آپ کا لشکر تیار ہے —

یہ تمام قاصد ایک ہی وقت میں حضرت امام کی خدمت میں پہنچے، حضرت امام عالی  
 مقام کی خدمت میں پے درپے اہل کوفہ کے خطوط پہنچنے شروع ہوئے، تو آپ نے اہل  
 الرائے اصحاب کے مشورے کے بعد — ہانی بن ہانی سہمی اور سعید بن عبداللہ حنفی جو  
 سب قاصدوں کے آخر میں پہنچے تھے کہ اہل کوفہ کے خطوط جواب لکھ کر دیا — خط کا  
 مضمون یہ ہے۔

— بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — مِنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ  
 اِلَى الْمَلَاِءِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ — اَمَا بَعْدُ —  
 فَاِنَّ هَا نَا وَ سَعِيْدًا قَدِ مَا عَلَيَّ بِكِتَابِكُمْ وَ كَانَ الْاِحْرَامُ قَدَمَ عَلَيَّ  
 مِنْ رُسُلِكُمْ وَقَدْ فَيَمْتُ كُلَّ الَّذِي اِقْتَصَصْتُمْ وَ ذَكَرْتُمْ وَ مُقَالَه  
 جُلِيْكُمْ، اِنَّهٗ لَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامٌ فَاَقْبَلْ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَجْمَعَنَا بِكَ عَلَيَّ  
 الْهُدٰى وَالْحَقِّ — وَقَدْ بَعَثْتُ اِلَيْكُمْ اَخِيَّ وَ ابْنَ عَمِيَّ  
 وَ ثَقِيْبِيَّ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيَّ وَ اَمْرْتُهُ اَنْ يَكْتُبَ اِلَيْ بِحَالِكُمْ وَ اَمْرِكُمْ  
 وَ رَاْيِكُمْ فَاِنْ كَتَبَ اِلَيَّْ اِنَّهٗ قَدْ اَجْمَعَ رَاْيَ مَلِيْكِكُمْ وَ ذَوِيَّ



الْفَضْلِ وَالْحِجْبِي مِنْكُمْ عَلَى مِثْلِ مَا قَدَمْتُ عَلَىٰ بِهِ رُسُلَكُمْ  
 وَقَرَأْتُ فِي كِتَابِكُمْ أَقْدِمَ عَلَيْكُمْ وَشَيْكَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلِعُمْرِي مَا  
 الْإِمَامُ إِلَّا الْعَامِلُ بِالْكِتَابِ وَالْأَخِذُ بِالْقِسْطِ وَالذَّائِنُ بِالْحَقِّ  
 وَالْحَابِسُ نَفْسَهُ عَلَىٰ ذَاتِ اللَّهِ — وَالسَّلَامُ —

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ — حسین بن علی کی طرف سے مومنوں اور  
 مسلمانوں کی جماعت کی طرف — ہانی اور سعید تم لوگوں کی طرف سے  
 خط لے کر میرے پاس آئے — اور جو کچھ تم نے لکھا اور بیان کیا اور اس  
 میں یہ کہ — ”ہمارا کوئی امام نہیں“ — آپ آئیے، شاید اللہ تعالیٰ آپ  
 کے سبب سے ہم کو حق و ہدایت پر جمع کر دے۔ مجھے معلوم ہوا تو میں نے  
 اپنے چچا زاد بھائی کو جن پر مجھے بھروسا ہے — اور یہ میرے اہل بیت  
 میں سے ہے، تمہارے پاس روانہ کر رہا ہوں — میں نے ان سے کہہ دیا  
 ہے کہ تم تمام لوگوں کے حالات اور رائے مجھے لکھ کر بھیجو — اگر ان کی تحریر  
 سے یہ بات ثابت ہوگی کہ تمہاری جماعت کے لوگ اور ارباب فضل و عقل  
 اس بات پر متفق ہیں — جس امر کیلئے تمہارے قاصد میرے پاس آئے  
 ہیں اور جو مضامین تمہارے خطوط میں — میں نے پڑھے ہیں تو میں  
 بہت جلد انشاء اللہ تمہارے پاس چلا آؤں گا، اپنی جان کی قسم! قوم کا رہنما  
 وہی شخص ہو سکتا ہے — جو قرآن پر عمل کرنے والا — اور عدل کا دامن  
 تھامے ہوئے حق کا طرف دار ہو اور ذاتِ خدا پر توکل رکھے۔ والسلام۔

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۶، مطبوعہ دار الفکر سن اشاعت ۱۳۹۹ھ، مقتل الحسین ص ۱۷)

مذکورہ بالا خط میں امام حسین علیہ السلام نے کچھ واضح — اور کچھ کنایہ اشارات فرمائے اور کوفیوں پر یہ امر واضح کیا کہ تمہارا ماضی قابل رشک نہیں! اس لئے پہلے اپنے پچھیرے بھائی کو روانہ کر رہا ہوں تاکہ تمہاری عقیدتوں کے ولوے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں اور یہ دیکھ سکیں کہ ان عقیدتوں میں خلوص کتنے فیصد ہے۔

امام پاک کی خدمت میں خطوط ارسال کرنے والے لڑوہ میں سے چند نے امام پر اپنی جانیں نچھاور کیں — اکثریت نے ساتھ چھوڑ دیا — ایک ٹوکہ ابن زیاد کے ہاتھوں بک گیا — کچھ بزدل خوف زدہ ہو گئے — اور کچھ لوگ اپنی فطرت کے مطابق ذاتی اور سیاسی مفادات کے حصول کی خاطر امام پاک کے دشمن بن گئے — جو ثابت قدم رہے ان کی عظمتوں کو سلام — اور جنہوں نے نواسہ رسول کو دھوکہ دیا وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

## حضرت مسلم بن عقیل

رضی اللہ عنہما

سیدنا حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما — مولائے کائنات مولا علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب کے صاحبزادے ہیں — اس لحاظ سے جناب مسلم امام حسین کے چچیرے بھائی ہیں — مولا علی کی صاحبزادیؑ — آپ کے نکاح میں تھی — اس نسبت کے اعتبار سے جناب مسلم، حضرت امام حسین کے بہنوئی بھی لگتے ہیں — آپ نہایت خوش شکل، پاک طینت اور پر وقار شخصیت کے مالک تھے — جذبہ وفا سے سرشار — میدان شجاعت کے شہسوار تھے — اور اپنی بھائی امام حسین سے بے پناہ محبت تھی — ایسی محبت جس میں عقیدت کا رنگ نمایاں تھا — یہی وجہ ہے کہ کوفیوں کی طرف سے آنے والے خطوط کے جواب میں امام حسین نے فرمایا کہ میں اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو بطور سفیر بھیج رہا ہوں تاکہ وہ آپ لوگوں کے حالات کا جائزہ لے کر مجھے مرطلع کریں۔

بے مولا علی کی صاحبزادی جو جناب مسلم کے نکاح میں تھی، عباس علمدار کربلا کی سگی بہن بتائی جاتی ہیں — اور بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام رقیہ ہے، وہ مولا علی کی زوجہ ام حبیبہ بنت ربیعہ کے بطن اطہر سے ہیں — خیال رہے کہ سیدنا عباس کی والدہ کا نام ام النبین ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ امام برحق سیدنا امام حسین علیہ السلام کے حکم پر کوفہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ کا یہ سفر مصائب و آلام کا سفر تھا۔ ایسا سفر جس میں کئی امتحانات تھے۔ ہر امتحان اپنے دامن میں جفاؤں کے طوفان لپیٹے ہوئے تھا۔

— خیال رہے کہ کسی عظیم مقصد کی خاطر شہداء کی آندھیوں میں ثابت قدم رہنا اور ہر طرح کی سختیاں برداشت کرنا عشق و محبت کی دنیا کا دستور ہے۔ اور اہل محبت اس رسم عاشقی سے پوری طرح آگاہ ہیں اور اس راز سے بھی واقف ہیں کہ مقاصد حسنہ کی خاطر موت کو گلے لگانا ابدی زندگی کے حصول کی منزلوں میں سے ایک ہے۔

موت کو اس کے تصور سے ہی آ جاتی ہے موت  
زندگی ملتی ہے جو اُلفت میں مر جانے کے بعد

(خضر)

### بعض منازل و مقامات:

بعض منزلیں ایسی ہیں جنہیں حاصل کرنے کے لئے مصیبتوں کی چکی میں اپنا پڑتا ہے۔ اور جو منزلیں محبوب حقیقی تک پہنچنے کا وسیلہ بنتی ہیں، ان پر چلنے والوں کو ہر قسم کی تکلیفیں سرور اور راحت پہنچاتی ہیں۔ اہل محبت کا قول ہے۔

ضَرْبُ الْحَبِيبِ زَيْبٌ

کہ جفائے دوست کا شربت بہت میٹھا ہوتا ہے۔

(روضۃ النہدء ص ۲۱۲)

### حدیث شریف:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَنْرَلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ

”بے شک اللہ کا بندہ، اللہ کے لئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبقت کرتا ہے

تو یہ وہ منزلت ہے کہ بندہ اپنے عمل سے وہاں نہیں پہنچ سکتا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت اور توفیق کے بغیر بلند و بالا درجات تک رسائی

ناممکنات میں سے ہے۔

———— اِبْتَلَاَهُ اللهُ فِي جَسَدِهِ ———

(اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس مرتبے تک پہنچانے کے لئے) اسے اس کے جسم میں

بتلا فرمادیتا ہے۔ ”یعنی اس کے جسم کو امراض و آلام میں گرفتار کر دیتا ہے۔“

———— اَوْ فِي مَالِهِ ———

یا اسے مال و متاع کی آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔

یعنی، وہ مال و متاع جو اسے دیا گیا تھا اسے تلف کر دیتا ہے اور اس شخص کو محتاج و بے

نوا بنا دیتا ہے۔

———— اَوْ فِي وَاٰلِدِهِ ———

”یا پھر اس کا امتحان اس کی اولاد کے بارے میں ہوتا ہے۔“

وہ اس طرح کہ اس کے دل کا میٹھا پھل شاخ حیات سے گرا کر موت و ہلاکت کی

واد یوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔

———— ثُمَّ صَبَرُوا عَلٰی ذٰلِكَ ———

”اور پھر اس شخص کو ان آفات پر صابر رکھا جاتا ہے۔“

اور اسے ان تمام اذیتوں کو برداشت کرنے کے لئے توفیق شکیبائی اور دولت صبر و

رضاعطا فرمادی جاتی ہے۔

— حَتَّىٰ يَبْلُغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ —

”یہاں تک کہ اسے ان مصیبتوں کو صبر و تحمل سے برداشت کرنے کی بنا پر اس

منزل پر پہنچا دیا جاتا ہے، جو اس کے لئے پہلے ہی مقدر کر رکھی تھی۔“

(روضۃ الشہداء ص ۲۱۰ — ۲ — ۲۱۱ مطبوعہ خیابان بوذرجمیری)

○ — مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اعلیٰ منازل و مناصب اور

بلندوار جمنڈرتے، صحرائے مصائب کے بلاکشوں کے لئے مخصوص اور نامزد کئے ہوئے ہیں

— اولیاء اللہ کی جانوں میں مصیبتوں کی آگ کی چنگاریاں ڈال دینا — اور حسرت

کے شعلوں سے صدیقوں کے جگر کو کباب بنا دینا بے فائدہ اور عبث کام نہیں —

○ — حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی ایسی ہی مشکل ترین اور

پر خار و ادیوں میں قدم رکھا اور ہر آزار کو سینے سے لگا کر قرار کو خود سے دور کیا —

○ — حضرت مسلم جب مکہ معظمہ سے روانہ ہونے لگے تو شدت کے ساتھ

رونے لگے — لوگوں نے پوچھا — اے مسلم! موت کے خوف سے روتے ہو —

آپ نے فرمایا نہیں — امام حسین کے فراق میں روتا ہوں — کیوں کہ میں ان کی

محبت میں گرفتار ہوں اور کبھی بھی ان کی خدمت سے دور نہیں رہا — اور روتا ہوں کہ

انہیں دوبارہ نہیں دیکھ سکوں گا۔

القصة:

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے سفر کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور رات کے

وقت شہر میں داخل ہوئے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ اقدس پر حاضری دی،

جناب مسلم کے دو چھوٹے بیٹے (محمد و ابراہیم) تھے جن کے ساتھ وہ بہت زیادہ محبت

فرماتے تھے، ان دونوں بچوں کی جدائی برداشت نہ کرتے تھے — انہیں ساتھ لیا اور تمام

اہل و عیال کو الوداع کہا اور دور ہبر ساتھ لئے تاکہ وہ صحرا کے راستے کو فہ پہنچادیں — خدا کی قدرت کہ وہ دونوں رہبر راستہ گم کر بیٹھے اور پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے۔ اور حضرت مسلم ہزار مصیبتوں کے بعد اپنے بیٹوں کے ساتھ پانی تک پہنچ سکے — مگر وہ امام حسین علیہ السلام کے فراق کی آگ میں جل رہے تھے —

(روضۃ الشہداء ص ۲۱۵)

### مسلم کوفہ میں:

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ دشوار گزار راستوں کو عبور کرتے ہوئے کوفہ پہنچے تو آپ نے مختار بن ابوعبیدہ — یا — ابن عوسجہ کے ہاں قیام فرمایا — آپ کی تشریف آوری کا جب اہل کوفہ کو پتہ چلا تو لوگ جوق در جوق آکر ان سے بیعت ہونے لگے — ہزاروں کی تعداد میں لوگ بیعت ہوئے — طبری نے بارہ ہزار — روضۃ الشہداء میں اٹھارہ ہزار — بعض نے پندرہ ہزار — فردوسِ آسیہ میں چالیس ہزار لکھا ہے۔

### حضرت نعمان بن بشیر:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ایک صحابی رسول اور نیک طینت انسان تھے — انہوں نے اس امر پر ایک مختصر سا خطبہ دیا اور خاموش رہے — یزیدیوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر جناب نعمان بن بشیر سے کہا۔

إِنَّكَ ضَعِيفٌ أَوْ مُتَضَعَّفٌ قَدْ فَسَدَ الْبِلَادَ

بے شک تم کمزور آدمی ہوں، یا پھر یوں ہی کمزور بنتے ہو شہروں میں فسادات پھیل رہے ہیں (اور تم خاموش بیٹھے ہو) —

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بن بشیر نے اسے یوں فرمایا۔

أَنْ أَكُونَ ضَعِيفًا وَأَنَا فِي طَاعَةِ اللَّهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَكُونَ قَوِيًّا فِي

مَعْصِيَةِ اللَّهِ وَ مَا كُنْتُ لَأَهْتِكَ سِتْرًا سَتَرَهُ اللَّهُ —

اگر میں خدا کی اطاعت میں رہ کر کمزور سمجھا جاؤں — تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں خدا کی نافرمانی میں رہ کر صاحب قوت سمجھا جاؤں — میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ جس بات پر خدا نے پردہ ڈال دیا ہے میں بات کا پردہ فاش کروں —

(استشہاد الحسین ص ۳۹) (امام طبری) مطبوعہ دارالکتب العربی سن اشاعت ۱۹۸۵ء — تاریخ طبری (امام ابن جریر طبری) مطبوعہ دارالفکر ج ۶ ص ۱۹۹)

نوٹ:

”استشہاد الحسین“ — اور تاریخ طبری — یہ دونوں کتابیں امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ — کی ہیں، میری لائبریری میں موجود تاریخ طبری میں عبارت کا آخر حصہ کاٹ دیا گیا ہے — ممکن ہے کہ یہ بوقت کتابت رہ گیا ہو — زیادہ امکان یہ ہے ”دارالفکر“ والوں نے جان بوجھ کر وہ حصہ کاٹ دیا ہو — کیونکہ بے شمار کتب حدیث و تفسیر میں خیانت کی جاری ہے — کتابوں میں رد و بدل کیا جا رہا ہے — تفاسیر کی عبارات کاٹی جا رہی ہیں — کتب احادیث سے بے شمار حدیثیں نکالی جا رہی ہیں تاکہ آنے والی نسلیں حقائق سے بے خبر رہیں۔

اگر جان بوجھ کر ایسا کیا جا رہا ہے تو یہ قتل ناحق سے بھی زیادہ ظلم ہے — کتابوں میں تحریف و بددیانتی یہود و نصاریٰ کا فعل رہا ہے اور اب بھی ہے — مسلمان کہلوانے والا آدمی اگر ایسا کرتا ہے تو اس کو کیا نام دیا جائے، بس اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ منافقت کی واضح ترین علامت ہے — اور یہ منافقین امت مسلمہ پر ستم توڑ رہے ہیں۔“

○ — بات چل رہی تھی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی کہ ان کے ہاتھ پر



ہزاروں لوگوں نے بیعت کی جب وہ لوگ آپ کے پاس ملنے کے لئے حاضر ہوتے تو بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرتے — آپ نے ان کے اس انداز کو دیکھ کر امامِ عالی مقام حسین علیہ السلام کی خدمت میں خط بھیجا کہ آپ تشریف لے آئیں۔

دوسری طرف یزیدیوں نے، یزید لعین کو بذریعہ خطوط یہ پیغام بھیجا کہ اگر جلد از جلد کوفہ پر قابو نہ پایا گیا تو پھر یہ تمام علاقہ ہاتھ سے نکل جائے گا اور بعد میں مختلف پریشانیوں کا باعث بن سکتا ہے — لہذا کوفہ کو دوسرے امور پر ترجیح دی جائے۔

### یزید کی پریشانی

جب جناب مسلم کی آمد اور لوگوں کی بیعت کا علم یزید کو ہوا، تو وہ بہت پریشان ہوا — اور اس نے اپنے باپ کے آزاد کردہ غلام سرجون سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے ”یزید ہمیشہ امور سلطنت میں اسی سے مشورہ کیا کرتا تھا“ — سرجون نے کہا اگر معاویہ زندہ ہوتے تو تم ان کی بات قبول کر لیتے؟ — یزید نے کہا — ہاں — یہ سن کر سرجون نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصیت نامہ نکالا اور کہا کہ ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنا دے — یہ تیرے باپ معاویہ کا حکم ہے — وہ مرتے وقت اسی وصیت نامے پر عمل کرنے کا حکم دے گئے ہیں۔

فَقَالَ هَذَا رَأْيُ مُعَاوِيَةَ وَمَاتَ وَقَدْ أَمَرَ بِهَذَا الْكِتَابِ

(تاریخ ابن جریر طبری ج ۶ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الفکر)

سرجون کے بارے میں بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ یہودی النسل تھا۔ علامہ نادم صابری اور علامہ راشد الخیر کے مطابق سرجون رومی عیسائی مذہب کا پیروکار تھا اور یزید کا جنگی مشیر اور خاندانی ملازم تھا — اس کے سازشی ذہن نے اسلام اور اہل اسلام کو کافی نقصان پہنچایا —

## یزید کا ابن زیاد کے نام خط

یزید نے اپنے باپ کے حکم نامے پر عمل کرتے ہوئے عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ اور کوفہ دونوں کا حاکم بنا دیا اور کوفہ کی حکومت کا فرمان اس کے نام لکھ دیا۔ اور مسلم بن عمرو باہلی کو حکم نامہ دے کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ کر دیا۔ اور اس میں یہ بھی لکھا کہ میرا یہ خط دیکھتے ہی تم کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور وہاں جا کر مسلم بن عقیل کو اس طرح تلاش کرو جیسے کوئی نگینہ تلاش کیا جاتا ہے۔

فَتَوَثَّقَهُ ——— أَوْ تَقْتُلَهُ ——— أَوْ تَنْفِيَهُ

”انہیں یا تو گرفتار کر لینا — یا قتل کر دینا — یا شہر سے نکال دینا۔“

(تاریخ الامم والملوک لابن جعفر محمد بن جریر الطبری المجلد الثالث الجزء السادس ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الفکر سن اشاعت ۱۳۹۹ھ)

جناب گلزار احمد نام صابری رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار کی صورت میں اس امر کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا۔

کہا جانِ برادر! اب بڑھو تم جانب کوفہ  
ملا دو خاک میں نقشہ بنو ہاشم کی شہرت کا  
نہ زندہ چھوڑیو، مسلم اگر مل جائے کوفہ میں  
اور ان ایک بھی حامی نہ بچنے پائے کوفہ میں

شیعانِ یزید لعین

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ طبری نے اپنی تاریخ میں — علامہ محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات النخی میں — مولانا محمد عبدالسلام قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”شہادتِ نواسہ سیدالابرار“ میں یزید کی طرف سے ابن زیاد کی طرف لکھے گئے خط کو

ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

”خیال رہے کہ علامہ محمد عبدالسلام قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ طریقت و تلمذ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ یعنی مولانا قادری رضوی بریلوی ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب میں اُن گنت مقام پر امام حسین اور امام حسن کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہے“۔ یزید کے خط کا متن یہ ہے۔۔۔ ابن زیاد کی طرف لکھتا ہے۔

فَإِنَّهُ كَتَبَ إِلَيَّ شِيعَتِي مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ يَجْزُونَنِي أَنَّ ابْنَ عَقِيلٍ  
بِالْكُوفَةِ يَجْمَعُ الْجُمُوعَ لِشِقِّ عَصَا الْمُسْلِمِينَ فَسُرْحِينَ نَقْرًا  
كِتَابِي هَذَا حَتَّى تَأْتِي أَهْلُ الْكُوفَةِ فَتَطْلُبُ ابْنَ عَقِيلٍ كَطَلَبِ  
الْحَرْزَةِ حَتَّى تَتَّقَفَهُ فَتَوَثِّقَهُ أَوْ تَقْتُلَهُ أَوْ تَنْفِيَهُ —  
وَالسَّلَامُ —

کوفہ کے رہنے والے میرے شیعوں نے مجھے لکھا کہ کوفہ میں ابن عقیل رضی اللہ عنہما لوگوں کو جمع کر کے بنے بنائے کھیل کو خراب کر رہا ہے۔۔۔ میرا یہ خط دیکھتے ہی کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔۔۔ وہاں جا کر ابن عقیل کو اس طرح ڈھونڈو! جیسے کوئی نگینے کو ڈھونڈتا ہے۔۔۔ انہیں یا تو گرفتار کر لینا یا قتل کر ڈالنا پھر شہر سے نکال دینا۔۔۔ والسلام۔۔۔

(۱) تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الفکر سن اشاعت ۱۳۹۹ھ

(۲) الحیات النحی ج اول ص ۱۱۶

(۳) شہادت نواسہ سیدالابرار ص ۵۹۶ — تا — ۵۹۷ مطبوعہ نور یہ رضویہ لاہور

(۴) مقتل الحسین (ابورحیف) ۲۳ چا پخانہ علمیہ قم ایران سن اشاعت ۱۳۶۲ھ

خیال رہے کہ یزید پلید نے ابن زیاد کی طرف لکھے ہوئے مکتوب میں یہ الفاظ لکھے

”فَإِنَّهُ كَتَبَ إِلَيَّ شِيعَتِي مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ“ —

کہ بے شک کوفہ میں رہنے والے میرے شیعوں نے مجھے لکھا —

اس سے معلوم ہوا کہ کوفہ و شام میں شیعانِ یزید کافی تعداد میں تھے — اور یہ بات بھی یاد رہے کہ یزید کے شیعہ کافی تعداد میں تھے — اب بھی ہیں — اور قیامت تک رہیں گے — افسوس ناک بات یہ ہے کہ شیعانِ یزید کافی مقدار میں میری جماعت — جماعتِ اہل سنت میں بھی پائے جاتے ہیں — پتہ نہیں کیوں؟ ان کے سینوں میں بغضِ اہل بیت کی چنگاریاں اٹھتی رہتی ہیں — بعض ناہنجاروں کے دل و دماغ آتشِ بغض سے خاکستر ہو چکے ہیں — رسولِ کریم کے گھر والوں کے ساتھ دشمنی — ایسی بیماری ہے جو لا علاج ہے — یہ وہ بیماری ہے جس کو کھلے الفاظ میں بیان کرنا مناسب نہیں — فقط اتنا اشارہ ہی کافی ہے کہ وہ ایسے افعالِ شیعہ سے پرہیز فرمائیں جو ان کے ایمان کی تباہی کا سامان بن کر تاریک ترین وادیوں میں دھکیل رہے ہیں —

○ — ان گندم نما جو فروش اور سنی نما خارجیوں کے پاس ایک ایسا خطرناک حربہ ہے جو سنیت کے انتشار کا باعث بن رہا ہے — وہ حربہ کچھ اس طرح کا ہے کہ جب کوئی خطیب یا مصنف فضائلِ اہل بیت اطہار تقریر و تحریر کی صورت میں بیان کرے تو یہ تمام شیعانِ یزید فتاویٰ کے تیروں کی بارش کر دیتے ہیں — اس وقت ان کی چیخ و پکار، چنگھاڑ اور چہروں کی ساخت دیدنی ہوتی ہے — شیعانِ یزید کی قوتِ شامہ مکمل طور پر ناکارہ ہو چکی ہے کہ ذکرِ اہل بیت کی خوشبو بھی انہیں بدبو محسوس ہوتی ہے۔

○ — ان حضرات میں سے ایک بہت مشہور نام — ”میزان الکتب“ —  
 کے مصنف کا ہے حضرت نے بے شمار آئمہ اہل سنت، محدثین و مفسرین کو شیعہ قرار دے کر  
 خارجیوں اور ناصبیوں کے نظریات کو تقویت پہنچائی — ان جناب کی قلمی دیانت کا یہ  
 عالم کہ وہ تمام احادیث و روایات اور واقعات جو رسول پاک کے چچا زاد بھائی جناب  
 ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی شان میں وارد ہوئیں، انہیں ابوسفیان بن حرب بن  
 امیہ کے کھاتے میں ڈال کر تحریری دیانت کا سر قلم فرما دیا — اور تعاقب کرنے پر اپنے  
 اس تجاہل عارفانہ کو بے چارے کاتب کی غلطی و نسیان قرار دے دیا — اور پھر آخر میں  
 بادلِ نحو استہ معذرت کرنا پڑی۔

○ — اس قسم کے شیعانِ یزید کو دیکھ کر ایک متلون مزاج شاعر نے ہر اس خطیب  
 و مولوی اور فتویٰ باز مفتی کو آڑے ہاتھوں لیا — جو اہل بیت رسول میں سے کسی شخصیت کا  
 نام سن کر آگ بگولا ہو جاتا ہے — مولا علی اور حسنین کریمین علیہم السلام کے بغض میں  
 زندگی گزار رہا ہے شاعر نے اپنے انداز میں یزید کے ہر شیعہ سے کہا ہے کہ اپنی مرضی سے  
 زندگی گزار کر مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن ایک بات مان لے۔ کہتا ہے —

لیکن اتنی بات کہتا ہوں اسے بھی مان لے  
 عصر حاضر کے یزیدوں کی طرف داری نہ کر  
 تیرے سینے میں اگر عباسؑ کا جذبہ نہیں  
 ملت بیضا کے لشکر کی علمداری نہ کر  
 لٹ رہے ہیں آج بھی شام وفا میں اہل بیتؑ  
 بے ادب! لخت دل زہراءؑ سے غداری نہ کر

شہ رگِ شبیرؑ سے ہے کربلا کی آبرو  
شمرزی الجوشن کے خنجر کی پرستاری نہ کر

(شورش کاشمیری)

### قاصدِ حسین علیہ السلام کا قتل

مسلم باہلی خط لے کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس بصرہ پہنچا — تو ابن زیاد نے سامانِ سفر تیار کیا اور کوفہ روانہ ہونے کے لئے مستعد ہو گیا — ادھر امامِ عالی مقام نے ایک آزاد کردہ غلام سلیمان کو بصرہ کے رئیسوں کے نام خط دے کر روانہ کیا — خط کے مضمون کا ایک حصہ اس طرح ہے — اما بعد — اللہ رب العزت نے مصطفیٰ کریم کو اپنی مخلوق میں برگزیدہ فرمایا — نبوت و رسالت کے لئے ان کا انتخاب فرما کر توفیر و اکرام سے نوازا — جب آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خیر خواہی فرما کر — اور خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا چکے، تو ربِّ عظیم نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔

وَ كُنَّا أَهْلُهُ وَ أَوْلِيَاءُ هُ وَ أَوْصِيَاءُ هُ وَ وَرَثَتُهُ

ہم لوگ ان کے اہل بیت، وصی، ولی اور وارث ہیں ” اور ان کے مقام و

سجادہ کے ہم سب سے زیادہ حقدار ہیں۔“

سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر خط میں لکھتے ہیں — میں نے اپنا

قاصد تم لوگوں کے پاس یہ خط دے کر روانہ کیا ہے۔

وَ أَنَا أَدْعُوكُمْ وَ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ السُّنَّةَ قَدْ  
أُمِّيَتْ وَإِنَّ الْبِدْعَةَ قَدْ أُخِيَّتْ وَ أَنْ تَسْمَعُوا قَوْلِي وَ تَطِنَعُوا  
أَمْرِي أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ — وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ

اللَّهِ

میں تم کو اللہ کی کتاب اور رسول کی طرف بلاتا ہوں، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مٹادی گئی ہے اور بدعت کو رواج دیا گیا ہے، اگر تم میری بات کو سنو گے اور میری اطاعت کرو گے تو میں ہدایت کے رستوں کی طرف تمہاری رہنمائی کروں گا۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الفکر)

خیال رہے کہ یہ خط — مالک بن مسمع بکری — انحف بن قیس — مندر بن جارود — مسعود بن عمرو — قیس بن پشم اور عمر بن معمر کے نام تھا — ان میں سے جس نے اس خط کو پڑھا اس نے چھپا دیا — صرف مندر بن جارود کو یہ وسواس ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ابن زیاد ہم لوگوں کو چکر دے کر کسی جال میں پھنسانے کی کوشش میں مصروف ہو — اور وہ (مندر بن جارود) عبید اللہ بن زیاد کے پاس قاصد کو لئے ہوئے چلا آیا اور خط بھی اسے دکھایا ابن زیاد نے اسی وقت قاصد حسین کی گردن اڑادی۔

(طبری ایضاً)

○ — تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ قاصد امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کے بعد، ابن زیاد بدنہاد نے منبر پر کھڑے ہو کر اہل بصرہ کو بہت ڈرایا دھمکایا — اور قہر آلود لہجہ میں کہنے لگا — اے اہل بصرہ! مجھے امیر یزید نے کوفے کا حاکم مقرر کیا ہے۔ میں کل ادھر روانہ ہو رہا ہوں اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا جانشین مقرر کئے جا رہا ہوں — اور یہ میرا حکم کان کھول کر سن لو کہ اگر مجھے تم میں سے کسی کی مخالفت اور بغاوت کا علم ہوا تو میں اسے اور اس کے ہونخواہوں، مددگاروں، اور غریبوں کو قتل کر دوں گا — اس لئے کہ میں زیاد کا بیٹا ہوں۔

ابن زیاد کوفہ میں

دوسرے دن ابن زیاد نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا جانشین مقرر کیا — اور مسلم بن عمرو باہلی، شریک بن اعور حارثی — اور دیگر کئی خدامِ حشم اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا — کالاعمامہ سر پر رکھے دھانٹا باندھے کوفہ میں داخل ہوا۔

اہل کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کے روانہ ہونے کی خبر پہنچ چکی تھی — اور وہ سب آپ کے منتظر تھے — وہ ابن زیاد کو سمجھے کہ یہ امام حسین علیہ السلام ہیں — ابن زیاد جہاں جہاں سے گزرتا تھا لوگ کرتے تھے — اور کہتے تھے۔

مَرْحَبًا بِكَ يَا بَنَ رَسُولِ اللَّهِ قَدِمْتَ خَيْرَ مَقْدَمٍ

مرحبا اے رسولِ خدا کے بیٹے مرحبا آپ کا تشریف لانا کتنا اچھا ہو۔

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۰۱)

چنانچہ ابن زیاد چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھا، لوگ یہ سمجھے کہ یہ امام حسین علیہ السلام ہیں۔ اس لئے سلام کرتے اور خیر مقدمی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ اس بدنہاد نے جب یہ دیکھا کہ لوگ اسے امام حسین سمجھ کر خوش آمدید کہہ رہے ہیں تو اس کو یہ امر سخت ناگوار گزرا۔

اور جب وہ قصر امارت کے قریب پہنچا تو مسلم بن عمرو باہلی نے کہا اے لوگو! ہٹ جاؤ یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہے — جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ خبیث عبید اللہ بن زیاد ہے تو سب کو بہت رنج ہوا اور وہ سب ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے۔

جلاد بنو امیہ کی دھمکیاں

جلاد بنو امیہ، ابن زیاد نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو شدید قسم کی دھمکیاں دیں اور کہا کہ



اگر کسی نے مخالفت کی یا بغاوت کا سوچا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا کہ مسلم بن عقیل کی امیر المومنین یزید کو تلاش ہے، جس نے اسے اپنے گھر میں پناہ دی اور میرے سامنے پیش نہ کیا تو اس شخص کو اسی کے گھر کے دروازے پر لٹکا دیا جائے گا۔

○ خیال رہے کہ یہ جلا دصفت آدمی موجودہ دور کے خارجیوں اور ناصبیوں کا

محبوب ترین لیڈر اور جمہوریت پسند سیاست دان ہے۔ وہ اندر سے زیادہ کے اس بیٹے پر بہت خوش نظر آتے ہیں۔ اور یہ رسول خدا اور آل رسول کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ہے۔ ان کے نہاں خانوں میں رسول اللہ کے پیاروں کی دشمنی کے تنور بھڑک رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو مسلمانوں پر کفر اور شرک کے فتوے لگاتے ہیں۔ اور اللہ والوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے والوں کو قبر پرستی کا طعنہ دیتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ بنو امیہ کے دہشت گردوں سے بھی زیادہ اولادِ ہراء کے دشمن ہیں۔

### جناب مسلم ہانی کے گھر میں

حضرت سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما ابن زیاد کے آنے سے قبل مختار بن عبیدہ کے گھر میں تشریف فرما تھے اس روز آپ کے جسم میں درد تھا آپ نماز کے لئے نہ جاسکے اور جب ظہر کا وقت ہوا تو آپ مسجد میں گئے، اذان و اقامت کے بعد تنہا ہی نماز ادا فرمائی۔ اور کوئی شخص آپ کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہوا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک لڑکے پر نظر پڑی۔ آپ نے اس سے پوچھا اے لڑکے اہل شہر کو کیا ہو گیا ہے؟ اس نے جواب دیا اے آقا! کوفہ والوں نے امام حسین علیہ السلام کی بیعت توڑ دی ہے اور یزید کی بیعت کر لی ہے۔ جب حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑکے کی بات سنی تو آپ کو اس امر پر بہت افسوس ہوا اور پھر آپ سڑک پر چل پڑے۔

دل والو! آگ اگلتی دھوپ میں کونے کے مہمان کو سڑک پر چلتے ہوئے ذرا تصور کی  
آنکھ سے دیکھو۔

نازک نرم سریر سخی داجیوں چنے دیاں کلیاں  
اگ پئی برسے، وقت دوہراے سڑ گیاں نازک تلیاں  
کوفیاں بند دروازے کیتے کوئی دل دا حال نہیں پچھدا  
تنہا ویر حسین دا پھر دا وچ کونے دیاں کلیاں

آپ سڑک پر چلتے چلتے ایک بلند و بالا مکان کے پاس کھڑے ہو گئے جو محلہ  
بنو خزیمہ میں تھا۔ مکان سے ایک کنیر باہر آئی تو آپ نے اس سے پوچھا یہ مکان کس کا  
ہے؟ اس کنیر نے جواب دیا یہ مکان ہانی بن عروہ کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اندر  
جا کر اپنے آقا سے کہو کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے۔ کنیر نے عرض کیا آپ کون  
ہیں؟ نام کیا ہے؟ کہاں سے آئے ہیں؟ آپ زبان حال سے یوں گویا  
ہوئے

نبی ﷺ کے گھر کا بندہ ہوں، ہے آقا مرتضیٰ میرا  
حسین ابن علی، سید امام و پیشوا میرا  
نرالا ہے جہاں والوں سے گھر میرا، چمن میرا  
اگر پوچھے تو کہہ دینا مدینہ ہے وطن میرا

آپ نے کنیر سے فرمایا۔ کہ اگر وہ نام پوچھیں تو کہنا مسلم بن عقیل ہے۔  
کنیر اندر گئی پھر باہر آئی نہایت عاجزی سے عرض کیا میرے آقا اندر تشریف لائے۔  
حضرت مسلم اندر تشریف لے گئے۔ حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس روز سخت بیمار

تھے۔ وہ معانقہ کے لئے اٹھے۔ مگر بیماری کی وجہ سے اٹھ نہ سکے لیکن زبانِ محبت سے پکار اٹھے۔

زہے مقدر کہ میرے گھر میں، ہے باغِ رحمت کا پھول آیا

پیار نورِ رسول لے کر، سفیر ابنِ بتول آیا

○ — حضرت مسلم ہانی کے پاس میں بیٹھ گئے — دونوں حضرات باتیں کرنے لگے اور ان کی گفتگو میں عبید اللہ زیاد کا ذکر بھی ہوا — حضرت ہانی رضی اللہ عنہ نے کہا — اے میرے آقا! وہ میرے دوستوں میں سے ہے، جب اس کو میری بیماری کے بارے میں پتہ چلے گا تو وہ میری عیادت کے لئے ضرور آئے گا — جب وہ آئے تو آپ یہ تلوار لے کر اندر چلے جائیں، اور جب وہ بیٹھ جائے تو آپ جھپٹ کر اس کو قتل کر دیں — اور یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر وہ حملہ سے بچ گیا تو پھر وہ آپ کو اور مجھے قتل کر دے گا — آپ کے اور میرے درمیان علامت یہ ہے کہ میں اپنا عمامہ سر سے اتار کر نیچے رکھ دوں گا — اور جیسے ہی آپ یہ دیکھیں تو لپک کر اس کو قتل کر دیں — حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے حامی بھر لی۔

ابن زیاد ہانی کے گھر میں

حضرت ہانی رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کو بے وفائی کی شکایت بھیجی کہ میری عیادت کو نہیں آئے — اس نے بھی معذرت کی اور کہا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ بیمار ہیں — میں رات کے وقت عیادت کے لئے آؤں گا — عشاء کے وقت ابن زیاد اپنے باڈی گارڈ کے ہمراہ جناب ہانی کی عیادت کے لئے آئے — اور ہانی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ابن زیاد دروازے پر ہے اور اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے — تو ہانی نے اپنی کنیر

سے کہا کہ یہ تلوار مسلم کو دے آؤ — اس نے تلوار مسلم رضی اللہ عنہ کو دے دی اور وہ دوسری کو ٹھٹھی میں چلے گئے — ابن زیاد اندر آیا اور ہانی کے قریب بیٹھ گیا — اور اس کا محافظ عقب میں کھڑا ہو گیا — ابن زیاد جناب ہانی سے باتیں کرتا رہا اور ان کے احوال پوچھتا رہا — اور ہانی اپنی کیفیت بیان فرماتے رہے اور ساتھ ہی اپنا عمامہ اتار کر زمین پر رکھ دیا — اور پھر سر رکھ لیا — اور ایسا انہوں نے تین بار کیا، مگر حضرت باہر نہ آئے اب حضرت ہانی نے مسلم کو سنانے کے لئے یہ شعر پڑھا۔

مَا تَنْظُرُونَ بِسَمَلِي أَنْ تُحْيُوَهَا

اسْقِنِيهَا وَإِنْ كَانَتْ فِيهَا نَفْسِي

سلمیٰ کو سلام کرنے میں — تمہیں اب کیا انتظار ہے۔ مجھے پلا دو! خواہ اس میں میری جان چلی جائے ”اس شعر میں اشارہ یہ ہے کہ جلدی کرو ایسا موقع پھر نہیں آئے گا“ —

حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ شعر بار بار پڑھ رہے تھے مگر ابن زیاد نہ سمجھ سکا — پوچھا کہ ہانی کی یہ کیفیت کیوں ہے؟ — لوگوں نے کہا مرض کی شدت کے سبب ایسا ہے — پھر ابن زیاد اٹھا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔

اب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ باہر آئے تو جناب ہانی نے پوچھا — کہ کون سی بات اس کے قتل میں مانع ہوئی — حضرت نے فرمایا — کہ حدیث رسول ہے۔

إِنَّ الْإِيمَانَ قَيْدُ الْفَتَكِ وَلَا يَفْتُكُ مُؤْمِنٌ

”کہ کسی کو دغا سے قتل کرنا مومن کی شان کے خلاف ہے۔“

حضرت ہانی بولے خدا کی قسم۔

لَوْ قَتَلْتَهُ لَقَتَلْتِكَ فَأَسِئًا فَاجِرًا كَافِرًا غَادِرًا  
 اگر آپ اسے قتل کرتے تو ایک بہت بڑے ناسق، ناجر، کافر اور دغا باز کو قتل  
 کرتے۔

(تاریخ مجیدی ج ۱ ص ۲۰۰)

سبحان اللہ، کس قدر غشیم ہیں، رسول اللہ کے حمرانے والے۔۔۔ عدل اور انصاف  
 کی دنیا بسانے والے۔۔۔ شریعتِ مصطفویٰ اور سنتِ پیغمبری کی پابندی کرنے والے  
 ۔۔۔ اپنے بدترین اور خون کے پیاسے دشمن کے ساتھ بھی خلافِ سنت سموک نہ کرنے  
 والے۔۔۔ سو مہو۔۔۔ ان کے مردار کی غنیمت پر جنہوں نے خون سے شجرِ اسلام کی  
 آبیاری فرمائی۔

جاسوس مسعود کی تلاش میں

تین زیاد جب ہانی کے حمر سے واپس آ کر قلعہ رات میں داخل ہوا تو اس نے اپنے  
 غلامِ معتقل کو بلایا جو نہایت ذریک، چالاک اور شہساز تھا۔۔۔ اس کو تین ہزار درہم دے کر  
 کہا، یہ پکو اور مسعود بن غنیم کی تلاش کر کے دے۔۔۔ اور کہنا کہ اپنے دشمن کے خلاف اس  
 رقم سے استفادہ کریں، اور ان پر اپنا اخلاص ظاہر کرنا اور پھر مجھے آ کر خبر دیو۔ انہوں نے طرز  
 رحمت اللہ تعالیٰ حمد و مدح باری نے اسے اشعار کے سانچے میں یوں ڈھالا ہے کہ تین زیادہ  
 جاسوسِ معتقل داران رات سے نکل سید حسا ہانی کے محلے کی مسجد میں پہنچا۔

یہ پہنچا ہے تامل کوچہ ہانی کی مسجد میں  
 بچھائی چادر کمر و دغا ہانی کی مسجد میں  
 لگا یادِ خدا کرنے یہ خام کھو ہو ہو کر  
 دغا میں ہی ہی، گنتا سجدوں میں رو رو کر

نبی ﷺ کی آل پر دم دم سلامِ شوق پڑھتا تھا

سلامِ شوق سے گویا ذغا کا دوق بڑھتا تھا

○ — الغرض، معقل نے وہ درہم لے لئے اور کوفہ میں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ

کی تلاش میں سرگرداں ہوا — لوگوں نے اس کو مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا

دیا وہ اس وقت مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے — جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو معقل

اٹھا اور ان کو گلے سے لگا لیا — اور اپنے خلوص کا اظہار کیا — اور کہا اے ابو عبد اللہ!

میں ایک شافی شخص ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ نے محبت اہل بیت کی دولت سے نوازا ہے —

میرے پاس تین ہزار درہم ہیں — اور میں چاہتا ہوں کہ اس ہستی سے ملاقات کروں،

جو لوگوں سے نواسہ رسول کی بیعت لے رہے ہیں۔

آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ یہ رقم لے کر ان کی خدمت میں پیش کریں

— مجھے وہ ان لوگوں میں سے پائیں گے جن پر اعتماد کیا جاسکتا ہے — اور ان سے

ملاقات کے راز کو سینے میں دفن رکھوں گا۔ مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا — اے

عربی بھائی تم ایسی باتوں سے بے تعلق رہو اور ہمیں اہل بیت سے کیا کام — جس شخص

نے تمہیں مجھ تک پہنچایا ہے اس نے کوئی اچھا کام نہیں کیا — معقل نے کہا اگر آپ کو مجھ

پر بھروسہ نہیں تو جیسا چاہو مجھ سے عہد و پیمان لے لو۔

اور پھر بڑی بڑی قسمیں کھا کر محبت اہل بیت ہونے کی اداکاری کرتا رہا — اس

کی ظاہریت کو دیکھ مسلم بن عوسجہ نے اس کو مسلم بن عقیل کے پاس پہنچایا اور اس سے متعلق

تمام باتیں انہیں بتائیں — حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتماد کر کے بیعت لے

لی — اور یہ رقم لے کر ابو تمام کو دے دی — کیونکہ مال جمع کرنا اور اسلحہ خریدنا اس کی

ذمہ داری تھی اور اس کا شمار آپ کے شہسواروں میں ہوتا تھا۔ — معقل ان کے راز معلوم کرتا رہا۔ — اور جب تمام حالات سے واقف ہو گیا تو ابن زیاد کے پاس گیا اور مسلم بن عقیل کے متعلق تمام باتوں سے اس بدنہاد جلا د کو آگاہ کیا۔ —

### حضرت ہانی کی گرفتاری

ابن زیاد کو جب معقل کی معلومات کا یقین ہو گیا تو اس نے محمد بن اشعث — اسماء بن خارجہ — عمرو بن حجاج کو بلایا اور کہا تم جاؤ اور ہانی بن عروہ کو یہاں لے آؤ۔ — عمرو بن حجاج کی بیٹی ہانی کی بیوی تھی۔ — ابن زیاد نے کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ بھیجے۔ — اور ان تمام سے کہا کہ جا کر ہانی کو میرے پاس لاؤ۔

وہ لوگ گئے تو انہوں نے حضرت ہانی کو مکان کے دروازے پر بیٹھا ہوا پایا۔ — ان لوگوں نے کہا۔ — اے ہانی! تمہیں امیر نے بلایا ہے، ہانی ان لوگوں کے ہمراہ چل پڑے۔ — جب قصر امارت کے قریب پہنچے تو وہاں کے منظر سے انہیں خطرے کی بو محسوس ہوئی۔ — اس لئے وہ اسماء بن خارجہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا بھائی! مجھے اس شخص کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ — اور میرا دل کہتا ہے کہ کچھ ہونے والا ہے۔ — اسماء بن خارجہ نے جواب دیا بخدا ہمیں تمہاری نسبت اس طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ — اور بحمد اللہ تم تو بے گناہ ہو۔ — لہذا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ — چنانچہ وہ لوگ آگے بڑھے اور ابن زیاد کے پاس پہنچ گئے۔

اس بے ایمان نے جب ہانی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو منہ پھیر لیا اور اس کو عزت نہ دی۔ — یہ انداز حضرت ہانی کو ناگوار گزرا۔ — انہوں نے اس بارے میں پوچھا تو ابن زیاد نے کہا۔ — اے ہانی! تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ — اور اس کے لئے

اسلحہ اور آدمی جمع کر رہے ہو۔ اور تم یہ خیال کر رہے تھے کہ یہ بات مجھ سے پوشیدہ رہے گی۔ ہانی نے کہا ایسا نہیں ہے۔ ابن زیاد نے معقل (شیطان) کو آواز دے کر باہر آنے کو کہا، معقل باہر آیا اور کہا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں جانتا ہوں تو ایک فاجر اور کافر ہے۔ حضرت ہانی نے اسے جس وقت دیکھا تھا، اسی وقت سمجھ گئے تھے کہ یہ ابن زیاد کا جاسوس ہے۔

ابن زیاد نے کہا تم یہاں سے اس وقت تک نہیں جاسکتے، جب تک مسلم بن عقیل کو پیش نہ کر دو، اور نہ میں تمہارا سرتن سے جدا کروں گا۔ حضرت ہانی نے بقول جناب گلزار نامہ زبان حال سے کچھ یوں فرمایا

یہ سن کر حضرت ہانی نے بے باکانہ فرمایا  
ارے او ابن مرجانہ! تجھے یوں کس نے بہکایا  
کہ ہانی جان کے بدلے تجھے ایمان دے دے گا  
تری شمشیر سے ڈر کر وہ اپنی آن دے دے گا  
تری شمشیر سے ہانی کی اُلفت ڈر نہیں سکتی  
محبت زندہ رہتی ہے، محبت مر نہیں سکتی  
پس اے ظالم! تجھے میں ہاشمی مہماں نہیں دوں گا  
نہیں دوں گا، نہیں دوں گا تجھے ایماں نہیں دوں گا

○ — حضرت ہانی کا یہ جواب بعض کتب تاریخ میں کچھ اس طرح مذکور ہے کہ

اگر مسلم میری بغل میں بھی موجود ہو تو خدا کی قسم تو میرے جیتے جی انہیں نہیں پاسکتا۔

○ — جب ابن زیاد نے جناب ہانی کو سرتن سے جدا کرنے کی دھمکی دی تو اس



کی یہ بات سن کر حضرت ہانی کو غصہ آ گیا — اور فرمایا خدا کی قسم تم اس پر قادر نہیں ہو، ورنہ قبیلہ مذحج کے لوگ تیرا خون کر دیں گے — ابن زیاد کو یہ سن کر غصہ آ گیا اور اس نے حضرت ہانی کو ایک بید مارا — جناب ہانی نے تلوار سونت لی اور ابن زیاد کے سر پر دے ماری، اس نے اپنے سر پر خود پہن رکھا تھا جو رومال سے ڈھکا ہوا تھا — ہانی کی تلوار رومال اور خود کو کاٹتی ہوئی مردود کے سر پر کاری ضرب لگا گئی — معقل سامنے آیا تو اس کے چہرے کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے — ابن زیاد نے کہا اے لوگو! اس شخص کو نہ جانے دینا — ہانی دائیں بائیں تلوار چلاتے جاتے تھے — اور کہتے تھے — وائے ہو تم پر — اگر آل رسول میں سے کوئی بچہ بھی میری حفاظت میں ہو، تو میں اس پر اپنی چادر حفاظت نہیں اٹھاؤں گا — یہاں تک کہ کٹ جاؤں ” یعنی میں آل رسول پر فدا ہو جاؤں گا — مگر ان پر آنچ نہیں آنے دوں گا“ — حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے — ابن زیاد کے ۲۵ آدمیوں کو قتل کر دیا — لیکن لوگوں نے ہجوم کر کے جناب ہانی کو گرفتار کر لیا — اور ابن زیاد کے سامنے پیش کیا ابن زیاد کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ڈنڈا تھا، وہ اس نے حضرت ہانی کے سر پر دے مارا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔

○ — بقول ابی مخنف ایک شخص قبیلہ مذحج کے پاس گیا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا — یہ سن کر عمرو بن حجاج دیناری چار ہزار سوار لے کر آئے اور قصر امارت کو گھیر لیا اور آواز دے کر کہا — اے ابن زیاد! تم ہمارے آدمی کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو — جب کہ اس نے اطاعت سے منہ نہیں موڑا — پھر بلند آواز سے کہا — اے ہانی! اگر تم زندہ ہو تو ہم سے بات کرو کہ تمہاری قوم مذحج کے لوگ تمہارے دشمن کو قتل کرنے کو پہنچ چکے ہیں — ابن زیاد نے جب یہ سنا تو قاضی شریح سے کہا ان لوگوں کو جا کر بتاؤ کہ ان کا

آدمی زندہ ہے۔۔۔ امیران سے خاص مسائل پر گفتگو کر رہا ہے۔

○۔۔۔ طبری میں ہے کہ جب ابن زیاد کو یہ معلوم ہوا کہ مذحج کے لوگ دروازے تک پہنچ گئے ہیں۔۔۔ تو اس نے قاضی شریح سے کہا کہ ان کے رئیس کو جا کر دیکھ اور ان سے باہر جا کر کہہ دو کہ وہ زندہ ہے اسے کسی نے قتل نہیں کیا میں خود دیکھ کر آیا ہوں۔

○۔۔۔ جب قاضی شریح ہانی کے پاس پہنچے تو ان کو دیکھا۔۔۔ قاضی کہتے ہیں کہ ہانی نے مجھے کہا کہ میں بنو مذحج کی آوازیں سن رہا ہوں۔ یہ سب لوگ میرے قبیلے والے ہیں۔۔۔ یہ میرے گروہ کے لوگ ہیں۔۔۔ انہیں کہو کہ مجھے اس درندے کی قید سے چھڑائیں۔۔۔ کہتے ہیں کہ جب میں نکل کر ان لوگوں کے سامنے گیا تو ابن زیاد نے میرے ساتھ اپنے اہل شرطہ (پولیس) میں سے جو ہر وقت اس کے سامنے رہتے تھے۔۔۔ حمید بن بکر حمیری کو کر دیا۔۔۔ خدا کی قسم اگر یہ شخص میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہانی کی برادری والوں کو ان کا پیغام ضرور پہنچا دیتا کہتے ہیں کہ میں نے بنو مذحج سے کہا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں یہ بتاؤں کہ ہانی زندہ ہیں۔۔۔ ان کے قتل ہونے کی خبر غلط ہے۔۔۔ یہ سن کر عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھی واپس چلے گئے۔

### ابن زیاد کی بزدلی

امام ابن جریر نے طبری میں بیان کیا ہے کہ ابن زیاد نے جب حضرت ہانی کو مارا اور قید کیا تو اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ اس پر حملہ نہ کر دیں تو وہ اپنے تمام خادموں۔۔۔ شہر کے رئیسوں اور پولیس کو ساتھ لے کر نکلا۔۔۔ مسجد کے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو ڈرایا دھمکایا اور لالچ دے کر لوگوں کو رام کرنا چاہا، ابھی اس کی تقریر جاری تھی کہ بازار میں کھجوریں بیچنے والے لوگ مسجد میں گھس آئے اور دوڑتے ہوئے کہتے جاتے تھے۔

قَدْ جَاءَ بَنُ عَقِيلٍ، قَدْ جَاءَ بَنُ عَقِيلٍ، فَدَخَلَ عُبَيْدُ اللَّهِ الْقَصْرَ

مُسْرِعًا وَأَغْلَقَ أَبْوَابَهُ

مسلم بن عقیل آگئے — مسلم بن عقیل آگئے — ”یہ سنتے ہی“ —

ابن زیاد دوڑ کر قصر امارت میں جا گھسا اور تمام دروازے بند کر لئے —

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۰۷)

### مسلم کی منادی

جناب عبداللہ بن حازم کہتے ہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل نے مجھے دارالامارت کی طرف بھیجا تا کہ پتہ کروں کہ حضرت ہانی پر کیا گزری ہے — کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت مسلم کو میں نے ہی خبر پہنچائی اور تمام حالات بیان کئے — اور دیکھا کہ قبیلہ مراد کی عورتیں جمع ہیں اور واویلا کر رہی ہیں — حضرت مسلم نے مجھے حکم دیا کہ میرے مددگاروں کو

### يَا مَنْصُورَ أُمَّتٍ

اے اُمت کے مددگارو! (کہہ کر پکارو)

میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اہل کوفہ کو پکارا تو چار ہزار آدمی جمع ہو گئے۔

### قصر امارت کی طرف پیش قدمی

حضرت مسلم بن عقیل نے بنی کندہ — اور بنو ربیعہ کا علم عبید اللہ بن عمرو کندی کو دیا — اور فرمایا تم میرے آگے آگے سواروں کو لے کر چلو — قبیلہ مدح اور بنو اسد کا علم مسلم بن عویسہ اسدی کو عطا فرمایا — اور ساتھ ہی حکم دیا کہ تم پیادوں کو لے کر میدان میں اُترو — اور بنو تمیم و ہمدان کا جھنڈا ابن شمامہ صاندی کو دیا — اور اہل مدینہ کا جھنڈا عباس بن جعدہ جدلی کو دیا — اب یہ لشکر قصر امارت کی طرف چلا — عباس جدلی

کہتے ہیں کہ ہم چار ہزار آدمی حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے۔

جب دارالامارت تک پہنچے تو صرف تین سو رہ گئے تھے۔ حضرت مسلم قبیلہ مراد کے ساتھ قصر امارت تک پہنچے۔ اور اسے گھیر لیا۔ یہ دیکھ کر ابن زیادہ بہت گھبرایا۔ اور اپنی حفاظت کا انتظام کرنے لگا۔ پھر شہر کے رئیسوں کو بلا کر لوگوں کو منتشر کرنے کو کہا۔ جن لوگوں کو عقوبت شاہی سے ڈرانے۔ اور کچھ لوگوں کو لالچ دینے کے لئے مقرر کیا۔ ان میں کثیر بن شہاب حارثی۔ محمد بن اشعث۔ قعقاع بن شوزہ ہلی۔ شیت بن ربیع۔ حجار بن الجراح اور ان میں شمر ذی الجوشن بھی تھا۔ کثیر بن شہاب اور دیگر اُمراء شہر کی تقریریں سن سن کر لوگ کھسکنے لگے۔ شام تک حضرت مسلم کے ساتھ صرف تیس آدمی رہ گئے جب آپ نے دیکھا کہ صرف تیس آدمی رہ گئے ہیں، تو آپ بنو کندہ کے دروازوں کی طرف نکلے۔ اور دروازہ تک پہنچے تھے تو آپ کے ساتھ صرف دس آدمی رہ گئے۔ اور جب دروازے سے باہر نکلے مڑ کر دیکھا تو ایک آدمی بھی آپ کے ساتھ نہ تھا۔ اتنا بھی نہ تھا کہ کوئی رستہ بتائے۔ یا اپنے گھر میں لے جائے۔ آپ کوفہ کی گلیوں میں چاروں طرف مڑ مڑ کر دیکھتے تھے لیکن کوئی نہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کدھر جا رہا ہوں۔

(طبری ج ۶ ص ۸۷ خلاصہ)

ہوا یکبارگی پیدا انہیں احساس تنہائی  
دیارِ غیر میں یادِ حسینؑ ابنِ علی آئی  
خیال آیا کہ آقا بھی کرم فرما رہے ہوں گے  
بلانے پر میرے کوفہ کی جانب آ رہے ہوں گے

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو یہ خیال آیا کہ میں امامِ عالی مقام علیہ السلام کو خط لکھ چکا ہوں۔ آپ کوفہ کی جانب تشریف لا رہے ہوں گے۔ اب میں آپ کو کس طرح روکوں۔ پھر بارگاہِ خداوندی میں دعا کی اور زبانِ حال سے عرض کناں ہوئے۔

الہی! واسطہ تجھ کو تیری ساری خدائی کا  
تو رستہ روک دے خود ہی میرے معصوم بھائی کا  
مجھے یکبارگی سارے جہاں کی سختیاں دے دے  
مگر مولا محمد ﷺ کے نواسے کو اماں دے دے

آپ رات کے اندھیرے میں چل رہے تھے کوئی مونس و غمخوار نہ تھا اگر کوئی واقف کار سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیتا، تو وہ بھی ایک طرف نظریں بچا کر بھاگ جاتا۔ اور عالم یہ تھا کہ

مسلمانوں کا رہبر در بدر حیران پھرتا تھا  
گلی کوچوں کے اندر دین کا سلطان پھرتا تھا  
ستاروں کی روش اور گردشِ افلاک دشمن تھی  
وفا کی راہ میں قدموں تلے کی خاک دشمن تھی  
کوئی منزل نہ تھی پھر بھی قدم رکنے نہ پاتے تھے  
کبھی اس در پہ آتے تھے، کبھی اس در پہ جاتے تھے

حضرت مسلم اور طوعہ

حضرت مسلم چلتے چلتے بنو جبلیہ کندہ کے محلہ میں ایک عورت کے دروازے پر پہنچے۔ اس عورت کا نام طوعہ تھا۔ یہ عورت اشعث بن قیس کی اُم ولد تھی۔ جب

اشعث نے اسے آزاد کر دیا تو اُسیدِ حضرمی سے اس نے نکاح کر لیا اور اس کے بطن سے اُسیدِ حضرمی کا ایک بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام بلال تھا — بلال بھی دارالامارت کے ہنگاموں میں شریک تھا اور لوگوں کے ساتھ اُدھر گیا ہوا تھا — طوعہ دروازے پر کھڑی اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی تھی — حضرت مسلم نے اسے السلام علیکم کہا — اس نے سلام کا جواب دیا۔

حضرت مسلم نے فرمایا، نیک بخت خاتون مجھے پانی پلاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پیاس سے تیری حفاظت فرمائے، مجھے سخت پیاس لگی ہے — بی بی طوعہ نے بڑی ہمدردی سے کہا، میں آپ کو پانی پلاتی ہوں اور اسی وقت اندر جا کر ٹھنڈا پانی لے آئی — حضرت مسلم رضی اللہ عنہ پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے کہ جسم تھکاوٹ سے چور تھا — عورت پانی کا برتن رکھ کر پھر باہر آئی — اور کہنے لگی، بندۂ خدا تو نے پانی پی لیا — آپ نے فرمایا ہاں! کہنے لگی۔

فَاذْهَبْ إِلَىٰ أَهْلِكَ

تو پھر اپنے گھر کی راہ لو!

حضرت مسلم خاموش رہے — تھوڑی دیر بعد وہ عورت پھر باہر آئی اور پھر وہی بات کہی کہ بندۂ خدا اپنے گھر جا — حضرت مسلم پھر بھی خاموش رہے — اس نے کہا۔

سُبْحَانَ اللَّهِ يَا عَبْدَ اللَّهِ فَمُرَّ إِلَىٰ أَهْلِكَ عَافَاكَ اللَّهُ فَإِنَّهُ لَا يُصْلِحُ

لَكَ الْجُلُوسَ عَلَىٰ بَابِي وَأِحْلَهُ لَكَ

سبحان اللہ! اے خدا کے بندے اب اپنے گھر جا، خدا تیرا بھلا کرے،

میرے دروازے پر تیرا بیٹھنا مناسب نہیں، میں اس کی اجازت نہیں دیتی۔

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۰۹)

حضرت مسلم نے فرمایا — اے بی بی! میں ایک عزت و شرافت والے خاندان کا فرد ہوں — میں اپنے دوستوں اور شہر سے بہت دُور ہوں — غم و غربت کا مارا ہوا ہوں — نہ میری کوئی منزل ہے نہ کوئی جگہ نہ گھر نہ مکان، اگر تو مجھے اپنے گھر میں پناہ دے دو تو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے جنت کے باغوں میں جگہ عطا فرمائے گا —

(روضۃ الشہداء)

○ — مولانا گلزار نادم صابری رحمۃ اللہ علیہ نے بی بی طوعہ اور حضرت مسلم کی گفتگو کا نقشہ اشعار کی صورت میں کچھ یوں کھینچا ہے — بی بی طوعہ نے کہا آپ کا نام کیا ہے؟ اور آپ کا قبیلہ کون سا ہے؟ — کہاں کے رہنے والے ہیں؟ — کچھ پریشان نظر آتے ہیں، کیا مصیبت آن پڑی ہے۔ (اس بی بی نے)

تجرب سے کہا تم کون ہو؟ کیا نام ہے بولو؟

مرے در پر کھڑے ہو کس لئے کیا کام ہے بولو؟

بہر صورت مجھے کچھ اجنبی معلوم ہوتے ہو

قد و قامت لیکن ہاشمی معلوم ہوتے ہو

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ بی بی اس میں کوئی شک نہیں کہ آج میں

گننام پھرتا ہوں — میرا ہر کام پورا ہو چکا ہے۔

بتاؤں کیا؟ تجھے بی بی! کہ میرا امتحاں کیا ہے؟

مری اصل نسبت کیا ہے، میرا نام و نشان کیا ہے؟

وطن کا نام لوں گا تو تڑپ اٹھے گا دل تیرا

وطن سے دُور تنہا ہوں، یہاں کچھ بھی نہیں میرا

بی بی طوعہ نے اصرار کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ اپنے حسب و نسب کے بارے میں ضرور بتائیں کہ میں پہچان سکوں کہ آپ کی بے چینی اور افسردگی کے پس منظر میں کیا ہے— آپ نے فرمایا

میرے والد کو کہتے ہیں عقیل ابن طالب

مرا چچا علی مرتضیٰ، شیرِ خدا غالب

ہے میرا نام مسلم ہوں، سخی شبیر کا بھائی

اکیلا ہوں جبھی تو دشمن بدخوکی بن آئی

○— روضۃ الشہداء میں ہے دطوعہ چوں دانست کہ ابن عقیل است و در دست و

پائے وی اُفتاد و گفت جانم فدائے تو باد

(روضۃ الشہداء ص ۲۲۲ قلمی ایضاً مطبوعہ تہران ص ۲۲۶)

”بی بی طوعہ کو پتہ چلا کہ آپ مسلم بن عقیل ہیں، ”میری جان آپ پر فدا“ کہتی ہوئی

آپ کے قدموں پر گر پڑی— اور کہنے لگی۔

تمہارے پائے اقدس پر مری سو جان قرباں ہے

میرے ایمان کے وارث! میرا ایمان فرماں ہے

سخی، سلطان ہو کر اپنی لونڈی سے سوالی ہو

تمہیں پہچانتی ہوں، خود زمانے بھر کے والی ہو



تیرے در کی بھکارن ہوں یہ سارا مال و ذر تیرا  
یہ در تیرا یہ گھر تیرا، میں خود تیری یہ سر تیرا

(حضرت نادم صابری رحمۃ اللہ علیہ)

بی بی طوعہ نے اپنے گھر کے ایک کمرے کو صاف کیا — اور آپ کو وہاں لے گئی  
اس کے گھر میں کھانے پینے کا جو سامان تھا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

### طوعہ کا بیٹا

حضرت مسلم نے کھانا کھایا اور گزشتہ نمازوں کی قضا ادا کرنے کے بعد لیٹ گئے  
— جب رات کا کوئی حصہ گزر گیا تو طوعہ کا بیٹا گھر آیا تو دیکھا کہ اس کی ماں ایک کمرے  
میں کبھی جاتی ہے، کبھی آتی ہے — کبھی روتی ہے اور کبھی ہنستی ہے — چنانچہ اس نے  
کہا امی جان بات کیا ہے؟ آپ اس کمرے میں بہت دلچسپی لے رہی ہیں — ماں نے  
بیٹے سے کہا — میں تجھے بتا تو دوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو اس راز کو افشانہ کر دے  
— بیٹے نے قسم اٹھائی کہ میں یہ راز کسی پر ظاہر نہیں کروں گا۔

ماں نے کہا! حضرت مسلم بن عقبہ ہمارا پناہ میں آئے ہیں، میں نے اس کمرے  
میں انہیں چھپا رکھا ہے اور ان کی خدمت و خاطر میں مصروف ہوں — اور اس کے  
بدلے میں خدا تعالیٰ سے ثوابِ جزیل کی امید رکھتی ہوں — اور زبان حال سے پکار  
اٹھی۔ خدا کا شکر ہے جس نے

ہمیں موقع دیا ہے خدمت آلِ محمد ﷺ کا  
کرو تم شکر بیٹا! آج اس کے لطف بے حد کا  
یہی شاہِ ویا ہیں، جن سے دنیا نے جفا کی ہے  
یہی مہماں ہیں، جن سے میزبانوں نے دغا کی ہے

خوابِ مسلم

روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت مسلم سوئے ہوئے تھے کہ اچانک آپ نے ایک خواب پریشان دیکھا — اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور اپنے اور اپنے عیال و اولاد کی جدائی میں رونے لگے — مقتل ابی مخنف میں ہے کہ خواب میں اپنے چچا علی مرتضیٰ کو دیکھا جو فرما رہے تھے — ”جلدی کرو، فوراً آؤ فوراً آؤ۔“

جب صبح ہوئی تو بی بی طوعہ کا بیٹا ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا اور یہ بد بخت اس وقت پہنچا جب ابن زیاد حصین بن نمیر سے کہہ رہا تھا کہ کوفہ کے بازاروں اور محلوں میں منادی کرا دو کہ امیر کہتا ہے جو شخص میرے پاس مسلم بن عقیل کی خبر لے کر آئے گا — میں اسے ایک ہزار دوں گا — اور اس شخص کی تمام مرادیں ضرور پوری کروں گا — اور اگر کسی شخص نے انہیں اپنے گھر میں چھپایا تو اس کے گھر کو برباد کر دیا جائے گا — اور صاحب خانہ کو قتل کر دیا جائے گا — بی بی طوعہ نے بیٹے نے جب دولت کا وعدہ اور قتل کی وعید سنی تو آگے بڑھ کر محمد بن اشعث کو تمام واقعہ سنایا۔

شجاعتِ مسلم

ابن اشعث نے یہ واقعہ ابن زیاد کو بتایا تو وہ بہت خوش ہوا — اور عمرو بن حارث مخزومی سے کہنے لگا — میرے خاص فوجیوں سے تین سپاہی ابن اشعث کی کمان میں دے دیا تاکہ یہ اس گھر میں جا کر مسلم کو گرفتار کرے — ابن اشعث نے ان سواروں کو ساتھ لیا اور بی بی طوعہ کے گھر کا فوراً محاصرہ کر لیا — حضرت مسلم اس وقت فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مصلے پر تشریف فرما تھے کہ ان کے کانوں میں گھوڑوں کے سموں کی آواز آئی — اور آپ سمجھ گئے کہ لوگ ان کی تلاش میں آئے ہیں — آپ نے کھڑے ہو کر

اپنی ذرہ پہنی تلوار لہراتے ہوئے خود سے کہنے لگے

اٹھ اے دل! آج پابند رضا ہونے کا وقت آیا  
 محبت میں فنا ہو کر، بقا ہونے کا وقت آیا  
 اُلٹ دے جامِ ہستی کو کہ فطرت میں خمار آئے  
 تو پیوند زمیں ہو جا کہ پھر تازہ بہار آئے

(نادم صابری)

جب آپ باہر آئے تو اس لشکر نے یک دم مل کر آپ کی طرف دھاوا بول دیا۔  
 مگر یہ ذوالفقاری نوجواں سہا نہ گھبرایا  
 مقابل ہو کے لکارا سنبھل جاؤ کہ میں آیا  
 حضرت مسلم غضب ناک شیر کی طرح ان لوگوں پر پلٹ پلٹ کر جھپٹ رہے تھے،  
 اور آپ تلوار لہراتے ہوئے خود سے کہنے لگے۔

اٹھی جس پر، اٹھی ایسی کہ یک دم زیر کر ڈالا  
 پڑی جس پر، پڑی ایسی کہ فوراً ڈھیر کر ڈالا  
 یہ وہ جرأت جس کو آج تک ایماں نہیں بھولا  
 یہ وہ حملہ تھا، جس کو آج تک شیطان نہیں بھولا

اس حملے میں کافی لوگ زخمی ہوئے اور کئی مارے گئے، کئی بھاگ گئے۔ جب یہ  
 خبر ابن زیاد تک پہنچی تو اس نے ابن اشعث کو پیغام بھیجا کہ میں نے ایک شخص کو گرفتار کر کے  
 لانے کے لئے تیرے ساتھ تین سو سواروں کو بھیجا، یہ کیسی کمزوری ہے جو تو نے دکھائی ہے،  
 مسلم اگرچہ بہادر شخص ہے، مگر ایک سے زیادہ تو نہیں۔

ابن اشعث نے جواب بھیجا — کہ تیرا گمان و تصور یہ ہے کہ تو نے مجھے کسی حلاج (روئی دھننے والا) یا جولا ہے کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا ہے —

”واللہ کہ ایس صد صد کس پیش او برابر سہ صد بزاست  
اگر ہزار کس ہم باشد بجنگ مسلم بن عقیل ہم کم  
است — واللہ کہ مرا بجنگ شیر ویاں و ببردماں روان  
کردہ ای این دلاور یست کہ بضرب خنجر خاک معرکہ رابا  
مغز دلیران بر میا میزد“

خدا کی قسم یہ تین سو اشخاص اس کے سامنے تین سو بھیڑوں کے برابر  
ہیں — اگر ہزار اشخاص بھی ہوتے تب بھی مسلم بن عقیل کے ساتھ جنگ  
کرنے میں کم تھے — خدا کی قسم! تو نے مجھے غصے پھرے ہوئے شہر بر  
سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ہے — اور یہ ایسا بہادر ہے کہ انتقام کی  
تلوار سے مد مقابل کے خون کو خاک میں ملا دیتا ہے — اور — ”ایسا  
صفر ہے“ کہ خنجر کی ضرب سے میدان مٹی کو بہادروں کے مغز پہنچا دیتا  
ہے۔

(روضۃ الشہداء قلمی ص ۳۳۲۔ روضۃ الشہداء مطبوعہ ۲۲۸)

مسلم نے اس جنگ میں ایک سو اسی (۱۸۰) سواروں کو قتل کیا۔

(مقتل ابی مخنف مترجم ص ۳۴)

بزدلوں کی امان بے امان

ابن زیاد نے ابن اشعث کو پیغام بھیجا کہ مسلم کو امان دے کر میرے پاس لے آؤ۔  
جب ابن اشعث کو ابن زیاد کا یہ پیغام پہنچا تو اس نے حضرت مسلم کو آواز دے کر کہا۔ اے

مسلم! خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور تلوار سے ہاتھ روک کر میرے پاس آ جاؤ! — امیر  
تجھے امان دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے تمہاری امان کی ضرورت نہیں کیوں کہ تمہاری بات پر اعتماد نہیں  
کیا جاسکتا — اور کوفیوں سے وفا نہیں ملتی۔

ندیم من از ہیچ کوفی وفا

نہ کوفی نیاید بغیر از جفا

نہیں دیکھا میں نے کوفیوں کو وفا کرتے ہوئے کوفیوں سے جفا کے بغیر کچھ

نہیں ملتا (کوفیوں سے مراد یزیدی کوفی ہیں) —

حضرت مسلم نے یہ بات کہی اور ان پر دوبارہ حملہ کر دیا — اور کئی کوفی قتل اور زخمی  
کر دیئے — اہل لشکر گھبرا گئے اور کچھ لوگ پا پیادہ ہو کر چھتوں پر چڑھ گئے — اور  
حضرت مسلم پر پتھراؤ کرنے لگے، ان لوگوں نے آپ کے جسم نازنین کو پتھروں سے زخمی کر  
دیا، اچانک ایک شقی نے حضرت مسلم کی پیشانی پر پتھر مارا — جس سے آپ کا چہرہ  
اقدس لہو لہان ہو گیا۔

بدن کا خون بہہ جانے سے غازی کے قدم لرزے

زمین و آسماں، عرش بریں، لوح و قلم لرزے

(نادم صابری)

○ — حضرت مسلم نے اپنا چہرہ اقدس مکہ معظمہ کی طرف کر لیا، اور عرض کیا

— اے رسول خدا کے بیٹے! — آپ جانتے ہیں کہ آپ کا چچا زاد بھائی کہاں گیا ہے

— مگر میں راہ خدا میں ان تمام امور سے خوفزدہ نہیں ہوں۔

○ — اچانک اسی شقی نے دوسرا پتھر حضرت مسلم کی طرف پھینکا جو آپ کے ہونٹوں اور دندان مبارک پر لگا، جس سے آپ کی داڑھی مبارک خون سے بھیگ گئی اور اس سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اور آپ کا دامان پاک بھی خون آلود ہو گیا۔

○ — بعد ازاں آپ کا جسم مبارک زخموں سے چور ہو گیا تو آپ نے اپنی پشت مبارک بکیر بن حمران احمری کی دیوار سے لگادی۔

○ — طبری اور روضۃ الشہداء میں ہے کہ بکیر بن حمران کمینہ اپنے گھر سے باہر نکلا۔ اور حضرت مسلم بن عقیل کے چہرہ اقدس پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے آپ کا اوپر والا ہونٹ کٹ کر گر گیا۔ اور نیچے والا بھی زخمی ہوا اور سامنے والے دو دانت بھی ٹوٹ گئے۔ حضرت مسلم نے پلٹ کر زخمی شیر کی طرح حملہ کیا۔ بکیر پر تلوار چلائی تو اس کا سردس قدم کے فاصلہ پر جا گرا۔

بڑھا کر دست قسمت آپ نے تقسیم کر ڈالا

فقط اک وار نے مردود کو دو نیم کر ڈالا

○ — امام ابن جریر نے طبری میں اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ حضرت مسلم نے اسکے سر پر تلوار چلائی۔ جو گہرا زخمی لگاتی ہوئی نکل گئی، اور دوسری مرتبہ اس کے کاندے پر وار کیا۔

كَادَتْ تَطْلُعُ عَلٰی جَوْفِهِ

(طبری ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان)

”تلوار اس زور سے چلائی کہ سینے کو چیرتی ہوئی پیٹ تک پہنچ گئی۔“

اس کے بعد پھر آپ نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگالی — اور کہا — الہی مجھے پانی کے ایک گھونٹ کی آرزو ہے — کوئی یہ منظر دیکھ رہے تھے اور آپ کی یہ باتیں سن رہے تھے، مگر کسی میں آپ کو پانی لا کر دینے کی ہمت نہ ملی۔

### پانی کا پیالہ

بالآخر بوڑھی خاتون بی بی طوعہ پانی کا پیالہ لے کر باہر آئی اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پیالہ ہونٹوں سے لگایا تو وہ خون آلود ہو گیا — آپ نے وہ پانی گرا دیا، تو خاتون نے دوبارہ پیالہ بھر کر پیش کیا۔ آپ نے پیالہ ہونٹوں سے لگایا تو وہ بھی خون سے بھر گیا — آپ نے اسے بھی گرا دیا — تو بی بی طوعہ نے تیسری مرتبہ بھی پانی کا پیالہ پیش کیا۔

مگر اس باریک دم گر گئے دندان کوزے میں  
دُر شہوار تھے مٹی کے اس بے جان کوزے میں  
بالآخر آپ نے جانا کہ قسمت میں نہیں پانی  
جہاں مولا پائے گا پیسے گے اب وہیں پانی

جب بی بی تیسری بار پیالہ پیش کیا تو آپ نے اسے پینا چاہا تو وہ بھی آپ کے کٹے ہوئے ہونٹ سے بہنے والے خون سے پھر خون آلود ہو گیا — آپ نے پیالے کو ہاتھ میں تھام لیا — اور فرمایا مجھے اب قیامت کے روز پانی پینا ہے — آپ نے جب پیالہ جھک کر زمین پر رکھا تو ایک مردود نے آپ کی جھکی ہوئی پشت پر نیزہ مارا۔  
جھکی ہی رہ گئی ضرب سناں سے پشت مسلم کی  
اسی حالت میں مشکیں باندھ لیں یک مشت مسلم کی

کھلی آنکھوں سے سورج نے یہ سارا کشت و خون دیکھا  
زمانے کے ستم دیکھے، محبت کا جنوں دیکھا

(شاہنامہ حسین ص ۱۱۶-۱۱۷) (مولانا گلزار احمد نامہ صابری رحمۃ اللہ علیہ)

جب آپ کی پشت پر نیزہ مارا گیا تو آپ گر پڑے، آپ کا گرنا تھا کہ لوگوں نے  
چاروں طرف سے گھیر کر گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ جب  
لوگ حضرت مسلم کو قصر امارت میں لے کر گئے تو آپ نے ابن زیاد کو سلام نہ کیا۔ کسی  
سپاہی نے کہا۔ اے مسلم تو نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا؟

حضرت مسلم نے فرمایا۔ اس لئے کہ میں اس اسلام میں دنیا و عقبیٰ کی سلامتی  
نہیں دیکھتا۔ جناب مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد پر ابن زیاد کچھ دیر کے لئے سر  
جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر اس نے سر کو اٹھایا، اور حضرت مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے  
لگا۔ اے مسلم تو نے امام زمان پر خروج کر کے فتنہ انگیزی کیوں کی؟

اس کا یہ اشارہ یزید لعین کی طرف تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یزید لعین کو امیر المومنین اور امام زمان  
کہنا ابن زیاد کے پیروکاروں کے عقیدے میں شامل ہے۔

آپ نے فرمایا، امام زمان حسین بن علی علیہما السلام ہیں۔ اور میں ان کے حکم پر  
اس شہر میں آیا ہوں۔ اور جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں حق تعالیٰ کی رضا پاتا  
ہوں۔ مگر اہل شقاوت نہیں چھوڑتے کہ حق دار کو حق مل جائے۔ اے ابن مرجانہ!  
مجھے یقین ہے کہ تو میرے قتل کا حکم دے گا۔ مگر اس سے پہلے قبیلہ قریش کے کسی آدمی کو  
میرے پاس بھیج تا کہ وہ میری وصیت سن لے۔ پھر آپ نے عمرو بن سعد کو کھڑے  
دیکھ کر فرمایا۔ اے ابن سعد! قریشی قربت و نسبت کی بنا پر تجھے تین وصیتیں کرتا ہوں  
اور ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ تو میری ان تینوں وصیتوں کو قبول کر لے۔



پہلی وصیت:

یہ ہے کہ میں اس شہر میں سات سو درہم کا مقروض ہوں میرا گھوڑا نعمان دربان کے پاس ہے، وہ اس سے لینا اور اس کے ساتھ میرا اسلحہ زرہ وغیرہ ملا کر فروخت کر دینا اور میرا قرض ادا کر دینا۔۔۔ یہ سن کر عمرو بن سعد نے اس وصیت کو قبول کر لیا۔۔۔ اور ابن زیاد نے کہا گھوڑا اور اسلحہ تیرا ہے اسے فروخت کر کے تمہارا قرض ادا کرنے سے کوئی شخص مانع نہیں۔

دوسری وصیت:

یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ مجھے شہید کر کے میرے سر کو شام ”یزید کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے“ بھیجا جائے گا۔ اور میرے جسم کو ابن زیاد جس محلے میں چاہے دفن کر دے۔ ابن زیاد شقی نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا۔۔۔ جب ہم تجھے قتل کر چکے ہوں گے۔۔۔ اور تمہارے جسم کے ساتھ جو چاہے کریں گے۔

تیسری وصیت:

یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھ دینا۔۔۔ جس میں یہ ہو کہ کوفیوں نے بے وفائی کی ہے، اور آپ کے چچا کے بیٹے کو قتل کر دیا گیا ہے۔۔۔ آپ ہرگز کوفہ تشریف نہ لائیں اور نہ ہی ان بلوگوں کے فریب میں آئیں۔۔۔ ابن زیاد نے کہا، اگر حسین ہم پر چڑھائی نہیں کریں گے تو ہم ان پر چڑھائی نہیں کریں گے۔ اور اگر وہ امر خلافت پر خوش ہوئے تو ہم خاموش نہیں بیٹھیں گے۔

شہادتِ مسلم

امام حسین علیہ السلام کے سفیر چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل۔۔۔ اور ابن زیاد مردود

کے درمیان کافی باتیں ہوتیں، اس کے بعد ابن زیاد بد نہاد نے آواز دی — اہل مجلس میں سے وہ کون ہے؟ جو مسلم بن عقیل کو محل کی چھت پر لے جا کر قتل کر دے۔

بکیر بن حمران احمری کے بیٹے نے کہا — اے امیر یہ میرا کام ہے کیونکہ آج اس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے — پھر اس نے حضرت مسلم کا ہاتھ پکڑا اور محل کی چھت پر لے گیا — حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتے جا رہے تھے — اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ احْكُم بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ كَذَبُونَا وَغَرَبُونَا وَخَذَلُونَا  
وَقَتَلُونَا —

الہی ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما — جس نے ہم سے جھوٹ بولا — ہمیں دھوکا دیا — اور ہمیں ذلیل کیا — اور قتل کیا۔

(تاریخ طبری (امام ابن جریر) ج ۶ ص ۲۱۳)

### پیغام مسلم

جب آپ دارالامارت کی چھت پر پہنچے تو اپنا چہرہ اقدس کو مکہ معظمہ کی طرف کرتے ہوئے کہا — ابن رسول خدا کیا آپ اپنے چچا زاد کی حالت سے واقف ہیں — اور پھر آپ نے اشعار پڑھے جن کا ملا حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی اشعار میں ترجمہ کیا۔

اردو زبان میں ان کا مفہوم کچھ اس طرح ہے

صبا تو جا کے مرا اک پیام پہنچا دے  
حسین، شاہِ زمن کو سلام پہنچا دے  
ادب سے راکب دوشِ رسول سے کہنا  
علی کے نور سے، ابنِ بتول سے کہنا

لہو بدن سے ہے جاری زباں پہ نام تیرا  
پکارتا ہے، غریب الوطن غلام تیرا  
میرے حبیب، نظر کو تلاش ہے تیری  
دکھا دو چہرہ انور، ہے آرزو میری

(خضر)

خیال رہے کہ محبت کی کائنات — تصور کی دنیا اور اضطراب و تنہائی کے عالم میں  
— بادِ صبا کو بطورِ قاصد خطاب کرنا عشاق و محبین اور اہلِ درد کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے  
— مندرجہ ذیل شعر بھی کسی ایسے ہی صاحبِ سوز و گداز کی پکار ہے۔

صبا بگلشن احباب من اگر گزری

إِذَا لَقَيْتُ حَبِيبِي فَقُلْ لَهُ خَبْرِي

”اے بادِ صبا اگر تو میرے دوستوں کے باغ سے گزرے اور جب میرے

محبوب سے ملاقات ہو تو اسے کہنا کہ میری خبر لے کیونکہ میں فراق کی حالت

میں بے حال ہوں۔“ — (فردوسِ آسیہ ص ۲۸۹)

اے کو فیو!

فردوسِ آسیہ میں ہے کہ جب حضرت مسلم قصر امارت کی چھت پر پہنچے تو آپ کی نظر  
محل کے صحن پر پڑی تو دیکھا کہ نیچے تماشا سٹیوں کا ایک جم غفیر ہے اور میرے قتل کے منتظر  
ہیں تو آپ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا — اے کو فیو! جب تم میرا سرتن سے جدا  
کر لو! تو میری لاش دفن کر دینا — اور میرا خون آلود کرتا میرے آقا حسین کی طرف بھیج  
دینا تا کہ وہ دیکھ کر تمہاری فریب کاریوں سے دور رہیں — اور ہاں، اس شہر میں میرے  
دونپے ہیں، ان معصوموں کو میرے امام سیدنا حسین کے پاس پہنچا دینا — اور جب ان

کو تم میرے قتل کی خبر دو گے تو میرا سلام کہنے کے بعد کہنا کہ تمہارے باپ نے تمہیں صبر کی تلقین و وصیت کی ہے۔

(فردوسِ آسیہ ص ۲۹۸ مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی)

○ — مولانا گلزار احمد نام صابری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو ”مرج

البحرین“ کے حوالے سے اشعار کے سانچے میں اس طرح ڈھالا ہے — لکھتے ہیں:

میرا سر کاٹ کر بھیجو! اگر تم اپنے سرور کو  
تو پھر ہرگز اذیت تم نہ دینا حسد بے سر کو  
تمہیں سر کی ضرورت تھی تمہیں سر مل گیا لے لو  
تمہیں زر کی ضرورت تھی، تمہیں زر مل گیا لے لو  
میں بے گھر ہوں مجھے پردیس میں چھوٹا سا گھر دینا  
مرا لاشہ سر راہِ مدینہ دفن کر دینا

کرامت:

فردوسِ آسیہ کا حصہ ”مرج البحرین فی ذکر شہادت الحسین“ میں  
— عالم حدیث، حضرت علامہ مولانا عبدالرب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں — کہ  
جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ تمام مراتب طے کر چکے تو ہاتھ دعا کے لئے  
اٹھائے اور درگاہِ خداوندی میں عرض کیا — اے رب جہاں میری مدد فرما۔

بکیر بن حمران کے بیٹے نے تلوار کھینچی — گردن پر نظر جمائی — سانس روکی  
— سر اڑانے کا ارادہ تھا — ہاتھ اور بازو کو حرکت میں لانے کی کوشش کی — لیکن  
نا کام رہا، اس لئے کہ ہاتھ خشک ہو چکا تھا — ابن زیاد نے اسے طلب کر کے دریافت  
کیا اور کہا کہ تجھے کیا ہوا؟ — اس نے کانپتے ہوئے بیان کیا — کہ جب میں نے

تلوار کھینچی تو ایک شخص نہایت دہشت ناک طریقے سے میرے سامنے آیا — اپنے ہاتھ کی اور دانت اپنے ہونٹوں میں دبائے ہوئے تھا، ایسی دہشت ناک صورت میں نے زندگی بھر نہیں دیکھی تھی، میں کانپ گیا اور میرا ہاتھ خشک ہو گیا — شاعر نے (نادم صاحب) اس منظر کو شاعری کی نظر سے اس طرح دیکھا ہے۔

بوقت وار فوراً گر گئی تلوار ہاتھوں سے  
کہ دونوں ہاتھ شل تھے، کیا کرے بے کار ہاتھوں سے

دوسرا آدمی:

ابن زیاد نے ایک اور آدمی کو بھیجا، وہ بھی قتل کے ارادے سے گیا، وہاں پہنچ کر کیا دیکھتا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب مسلم کے پاس کھڑے ہیں — دیکھتے ہی اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ پر مر گیا — ابن زیاد نے چلاتے ہوئے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے، مسلم کے بدلے تو خود ہی مر گیا ہے۔

تیسرا آدمی:

ابن زیاد ناہنجار نے تیسری بار ایک شامی کو بھیجا — جس نے آپ کو شہید کیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

آپ کی شہادت ۹ ذوالحجہ بروز بدھ ۶۰ ہجری کو واقع ہوئی۔

○ — خیال رہے کہ کبھی کبھی اقتدار کا نشہ قلبی شقاوتوں کا باعث ہوتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ کی قدرتوں — نبیوں کے معجزے — خدا والوں کی کرامات دیکھنے کے باوجود ظلم

و جور اور شیطننت میں کمی نہیں آتی — تاریخ عالم، اقتدار والوں کی ایسی ستمراہیوں سے

بھری پڑی ہے — خدائے بزرگ و برتر کا پاک ارشاد ہے،

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ  
قَسْوَةً —

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، پتھروں کی طرح سخت، بلکہ اس  
سے بھی زیادہ سخت ہو گئے —

(پارہ اول، سورہ بقرہ آیت نمبر ۷۴)

زیادہ مضبوط قول یہی ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل کو بکیر بن حمران کے بیٹے نے شہید  
کیا — اور اس نے آپ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کو پیش کر دیا — اور آپ کا جسم محل سے  
نیچے گرا دیا،

— حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن زیاد پہلے ہی شہید کر چکا تھا —

### یزید نے خوشی کا اظہار کیا

ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت مسلم اور حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جسموں کو  
قصابوں کے بازار میں دکانوں کے دروازہ پر لٹکا دو! — پھر اس نے ان دونوں حضرات  
کے سر مبارک یزید کے پاس دمشق بھیج دیئے اور اسے تمام احوال سے آگاہ کر دیا — یزید  
نے ابن زیاد کا خط پڑھ کر حکم دیا — کہ حضرت مسلم اور حضرت ہانی کے سروں کو دمشق کے  
دروازہ پر لٹکا دیا جائے، اور ابن زیاد کو خط لکھا کہ تو مجھے بے حد پسند ہے اور تیرا کوئی جواب  
نہیں — اور جو تو نے کیا ہے یہ نہایت پسندیدہ اور مستحسن کام ہے — جب اس مضمون  
کا خط ابن زیاد کو موصول ہوا تو وہ بے حد خوش ہوا — (روضۃ الشہداء، قلمی ص ۳۴۰)

### حضرت مسلم کے بیٹوں کی تلاش

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام

ابراہیم تھا۔ یہ دونوں آپ کے ساتھ کوفہ آئے تھے۔ (حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ) کے مطابق صاحبزادہ محمد کی عمر آٹھ سال اور ابراہیم کی عمر چھ سال تھی۔

### قاضی شریح کے گھر میں

حضرت مسلم نے ان دونوں صاحبزادوں کو قاضی شریح کے گھر بھیج کر حفاظت کی سخت تاکید فرمائی تھی۔ ابن زیاد ملعون کے جاسوسوں نے اسے بتایا کہ مسلم کے دو بیٹے اس شہر میں چھپے ہوئے ہیں۔ علامہ حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کے الفاظ میں ان کے حسن و جمال کو یوں بیان کیا ہے۔

چوں صد ہزار نگار کہ نہ ماہ شعاع رُخسار ایشا دارد، و نہ

سنبل تابِ گیسوئے ایشاں می آورد۔

جیسے صد ہزار زیبائشیں ہوں نہ تو چاند ان کے چہرے کی سی چمک رکھتا ہے۔ اور نہ سنبل ان کی زلفوں کی خوشبو کی تاب لاسکتی ہے۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۴۰)

ابن زیاد نے کہا منادی کرا دو کہ مسلم کے بیٹے جس شخص کے گھر میں پوشیدہ ہیں۔ وہ انہیں لا کر میرے سپرد نہیں کرے گا۔ تو میں اس شخص کا گھر لوٹ لوں گا، اور اسے ذلیل و خوار کرنے کے بعد قتل کر دوں گا۔

حضرت مسلم کی شہادت کے بعد قاضی شریح نے جب یہ منادی سنی تو بچوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ پھر جب قاضی صاحب نے بچوں کے چہروں کی طرف دیکھا تو بے اختیار رونے لگے۔ جبکہ دونوں صاحبزادوں کو اپنے باپ کی شہادت کا کچھ علم نہ تھا۔ جب قاضی شریح نے رونا شروع کر دیا تو شہزادوں کے دل میں آیا کہ بات کیا ہے؟ اور پھر فرمایا قاضی صاحب! آپ کو کیا ہوا کہ ہمیں دیکھتے ہی رونا شروع کر دیا۔ اور اپنی

آہ و فغاں سے ہم غریبوں کے دلوں میں حسرت کی آگ جلا دی — قاضی صاحب نے اس راز کو چھپانے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے — علامہ حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں — کہ قاضی شریح نے چیخ مار کر کہا — اے مخدوم زادو!

بنیادِ دیں ز سنگِ حوادثِ خراب شد  
دل ہا بدرودِ داغِ جدائی کباب شد  
”دین کی بنیادیں زمانے کے حادثوں کے پتھر سے خراب ہو گئی ہیں۔“ اور  
کئی دل درد اور جدائی کے آتشیں داغ سے کباب کی صورت اختیار کر چلے  
ہیں۔“ —

اور کہنے لگے کہ میں اس لئے روتا ہوں کہ تمہارے والد گرامی جو آسمانِ بلندی کے چمکتے ہوئے ستارے تھے — اقبال کی بلندیوں سے ارتحال (رحلت کرنا) کی پستیوں کی طرف انتقال فرما چکے ہیں — اور ان کی رُوح مقدس کا شہباز شہادت کے پروں کے ساتھ، سعادت کے باغوں کی طرف پرواز کر چکا ہے۔

حق تعالیٰ دونوں کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے، صاحبزادوں نے جب یہ خبر سنی تو دونوں بے ہوش ہو گئے — کچھ دیر بعد جب ہوش میں آئے تو روتے —

یا اَبْتَاہُ ، یا اَبْتَاہُ

ہائے ابا جان، ہائے ابا جان!

فریاد و فغاں کرنے لگے۔

مشکل ہوا جو دہر میں جینا تو رو دیئے

دیکھا جو اہل شہر کا کینہ تو رو دیئے



ہائے سروں سے باپ کا سایہ بھی اٹھ گیا  
 آیا جو یاد پاک مدینہ تو رو دیئے  
 قاضی صاحب نے کہا— یہ فریاد و فغاں کا وقت نہیں— کیونکہ ابن زیاد نے  
 تمہاری گرفتاری کا اعلان کروا رکھا ہے— اور ساتھ یہ بھی کہ تم جس کی پناہ میں ہوئے۔  
 اس شخص کو بھی قتل کر دیا جائے گا— لہذا میں اپنی اور تمہاری جان کے بارے میں خوف  
 زدہ ہوں— اور سوچ رہا ہوں کہ آپ دونوں کو کسی شخص کے سپرد کر دوں تاکہ وہ تمہیں  
 مدینہ منورہ پہنچا دے۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۳۲ مطبوعہ خیابان بوذر تہران)

### صاحبزادے گرفتار ہوتے ہیں

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابن زیاد کے ڈر سے باپ کا غم بھول کر  
 خاموش ہو گئے— قاضی صاحب نے دونوں کی کمر کے ساتھ پچاس پچاس سرخ دینار  
 باندھ دیئے— اور اپنے بیٹے اسد کو بلا کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ دوازہ عراقین سے  
 ایک قافلہ مدینہ منورہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے— ان دونوں صاحبزادوں کو لے جا اور  
 قافلے کے کسی ایسے شخص کے سپرد کر دے جس کی پیشانی میں نیکی کا نور نظر آئے تاکہ وہ  
 انہیں مدینہ شریف لے جائے، اسد نے اندھیری رات میں انہیں اپنے آگے چلنے کے لئے  
 کہا اور باب عراقین سے باہر لے گیا۔

تقدیر کی بات ہے کہ قافلہ والوں نے بھی اسی وقت کوچ کیا تھا اور اندھیرے میں ان  
 کے ہیولے نظر آ رہے تھے— اسد نے کہا— اے شہزادو!— وہ قافلہ جا رہا ہے،  
 تیزی کے ساتھ چلو تاکہ قافلے تک پہنچ سکو— صاحبزادے قافلے کی طرف منہ کر کے

بھاگنے لگے۔ اور اسد واپس چلا گیا۔ شہزادوں نے بھی تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تھا کہ قافلہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اور یہ سہمے ہوئے یتیم شہزادے راستہ گم کر بیٹھے۔ اچانک شہر کے گرد گشت کرنے والے سرکاری چوکیداروں نے انہیں دیکھ کر روک لیا۔ جب ان چوکیداروں کو پتہ چلا کہ یہ دونوں مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں تو انہیں اسی وقت گرفتار کر کے رسیوں سے باندھ دیا۔ کو تو ال شہر، خاندان نبوت کا دشمن تھا۔ وہ ان بچوں کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس آیا۔ ابن زیاد نے حکم جاری کیا کہ ان دونوں کو قید خانے میں ڈال دو! پھر اس نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ مسلم بن عقیل کے سات آٹھ سال کے دونوں بیٹوں کو بھی مسلم کے قتل کے بعد گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور آپ کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ ان کے بارے میں مجھے حکم دیا جائے کہ انہیں قتل کر دوں یا آزاد کر دوں یا آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔ ابن زیاد نے یہ خط ایک آدمی کو دے کر دمشق بھیج دیا۔

(روضۃ الشہداء)

### داروغہ جیل

داروغہ جیل جس کا نام۔۔۔ مشکور۔۔۔ تھا ایک خوش عقیدہ اور محبت آل رسول تھا۔ جب دونوں معصوموں کو جیل میں لا کر اس کے سپرد کیا گیا۔ تو اس نے جان لیا کہ یہ بچے کون ہیں۔ اس نے شہزادوں کے ہاتھ پاؤں چوم کر ان کی خدمت میں کھانا پیش کیا، اور سارا دن ان کی خدمت گزاری اور غلامی میں حاضر رہا۔ جب رات کو لوگوں کا شور و غل بند ہو گیا۔ تو وہ ان دونوں صاحبزادوں کو جیل سے باہر لایا اور قادسیہ کی طرف جانے والے رستے پر آ کر انہیں ایک انگوٹھی دی اور کہا۔۔۔ یہ رستہ پر امن

ہے۔ آپ قادیسیہ پہنچ کر وہاں میرے بھائی کو تلاش کریں۔ اور اس کا نام پتہ بتاتے ہوئے کہا۔ یہ میری انگٹھی ہے اسے دے دینا۔ وہ آپ دونوں کو مدینہ منورہ پہنچا دے گا۔

شہزادوں نے مشکور کو دعادی اور قادیسیہ کی طرف جانے والے راستے کی طرف رخ کر لیا۔ وہ ساری رات چلتے رہے، کہاں قادیسیہ کی طرف؟ نہیں بلکہ تقدیر خداوند کی طرف۔ راستہ گم کر بیٹھے تھے۔ جب صبح روشن ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ ابھی اسی شہر کوفہ میں ہیں۔ بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا۔ اے برادر! ہم ابھی اسی شہر میں ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کسی گروہ کے ہاتھوں دوبارہ گرفتار ہو جائیں۔ پھر کیا تھا؟ انہوں نے اردگرد نظر دوڑائی تو اپنی بائیں جانب ایک نخلستان دیکھا، تو اس کی طرف چل پڑے، اور ایک چشمے کے کنارے، ایک پرانا درخت تھا۔ وہ درخت اندر سے خالی تھا۔ بچے اس میں بیٹھ گئے۔ نمازِ ظہر کے وقت وہاں پر ایک حبشی کنیر برتن لے کر آئی۔ اس نے چشمے میں نگاہ ڈالی تو دونہے منے بچوں کا عکس پانی میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کنیر نے جو منظر دیکھا، وہ کچھ اس طرح تھا۔

غبار آلود ہیں رخسار اور چہروں پہ غم رقصاں

پریشاں بال اور بھیگا ہوا ہے ساحل مژگاں

اُتر آئے زمین پر آسمانی چاند کے ٹکڑے

کسی نور صدف کے ہیں یہ دونوں گوہر تاباں

اس حبشن بوڑھی کنیر نے دونوں صاحبزادوں کو دیکھا تو اپنے ہاتھ سے آفتابہ جو پانی

لے جانے کے لئے لائی تھی نیچے رکھا۔ اور بچوں کی طرف بڑھی۔ اور پیار سے

بولی بچو! — تم کون ہو؟ — کہاں سے آئے ہو؟ — کس کے لخت جگر ہو؟ —  
 کہاں جانا ہے — یہاں کیوں چھپ کے بیٹھے ہو؟ — تمہارے چہرے ادا کیوں  
 ہیں — اور رو رو کے آنکھیں سرخی مائل کیوں ہیں؟ — تم کو کس نے مارا ہے؟ —  
 ارے بولتے کیوں نہیں؟

تسلیں کون ہو، کہڑا لے دیس دسو، کتھوں آئے اوتے کدھر جاونا ہے

پیراں پٹھ چھالے، والاں وچ مٹی، کنوں پھٹیا لباس دکھاؤنا ہے

جب اس بی بی نے محبت بھرے انداز میں سوالات کئے تو صاحبزادے —  
 لرزتے قدموں سے نیچے اتر آئے — اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے — اور  
 سوچنے لگے کہ یہ بوڑھی عورت کہیں دشمنوں کے گروہ سے نہ ہو — اسی خیال کے پیش نظر  
 اس پرانے درخت کے کھوکھلے حصے سے نکل کر پانی کے چشمے سے پیچھے ہٹنے لگے  
 چکیاں نظراں اک، دُوجے ول دیکھ کے تے، دُور پانی دے چشمے توں ہون لگ  
 پئے

دُوجی وار جد بی بی نے پچھیا تے، کر کے منہ مدینے ول رون لگ پئے  
 بچوں کو روتے دیکھ کر عورت کی مامتا جاگ اُٹھی — آب دیدہ ہو کر کہنے لگے ڈرو  
 نہیں مجھ پر اعتماد کرو — اور ساتھ ہی شفقت کا ہاتھ سروں پر رکھ دیا — اور رو کر کہنے  
 لگی بتاؤ تم کون ہو؟ — بچے بولے — ہم کون ہیں کیا بتائیں — ہمارا مختصر سا  
 تعارف یہ ہے کہ

ہمارے گھر میں ہی جبریل آیا کرتے تھے

ہماری چکی فرشتے چلایا کرتے تھے

ہمارا صحن چمن قدسیوں کی جائے نزول  
 ہمارا شہر، پر انوار شہر، شہر رسول  
 بتا ہی دیتے ہیں مسلم کے نونہال ہیں ہم  
 وطن پاک مدینہ نبی ﷺ کی آل ہیں ہم  
 کینر نے جب سنا تو کہنے لگی، اے شہزادو! ڈرنے کی ضرورت نہیں،  
 نہ گھبراؤ کہ میں آل ابوطالب کی داسی ہوں  
 تمہارے شربت دیدار کی مدت سے پیاسی ہوں

اے صاحبزادو! — میں اور میری مالکن دونوں آل رسول کے حیداروں میں سے  
 ہیں — چلو میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلتی ہوں، کینر انہیں لے کر گھر پہنچی تو اپنی مالکہ کو  
 بشارت دی کہ میں تیرے پاس حضرت بن عقیل کے دونوں لخت جگر لے کر آئی ہوں —  
 اس مالکہ نے اس کا رنامہ پراپنا دوپٹہ سر سے اتار کر کینر کے سر پر رکھتے ہوئے کہا

میرا دل کر دیا روشن، تیرا دل شاد کرتی ہوں  
 کہ ان بچوں کے صدقے جا تجھے آزاد کرتی ہوں

پھر ننگے سر پاؤں حضرت مسلم کے صاحبزادوں کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے  
 ہاتھ پاؤں چومنے لگی — حضرت مسلم کی شہادت کو یاد کر کے — اور بچوں کی حالت  
 زاردیکھ کر رونے لگی۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۳۴ مطبوعہ تہران)

○ — (علامہ مولانا عبدالسلام رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے — شہادتِ نواسہ سید

الابرار میں الحیات النخی جلد دوم صفحہ نمبر ۳۸) کے حوالے سے یہ واقعہ اس طرح لکھا

ہے۔ کہ حضرت مسلم کے شہزادے رات کی تاریکی میں دشمنوں سے بچتے بچاتے کوفہ سے باہر کی جانب آگئے۔ اندھیری رات تھی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ سوچوں میں گم تھے کہ اب کیا کریں۔ چند قدم پر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک بڑھیا عورت اپنے مکان کے باہر بیٹھی ہے۔ اس کے قریب جا کر صاحبزادوں نے کہا۔

يَا عَجُوزُ اِنَّا غَلَامَانِ . صَغِيرَانِ غَرِيبَانِ ——— جَدَثَانِ ———  
غَيْرَ حُرَيْنِ بِالطَّرِيقِ وَهَذِهِ اللَّيْلُ قَدْ جِئْنَا اَصْفِينَا سِوَاكَ لَيْلَتِنَا  
هَذِهِ اللَّيْلُ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اَلْزَمْنَا الطَّرِيقَ ———

اے ضعیفہ بی بی، ہم دو چھوٹے چھوٹے مسافر بچے ہیں۔ رات کی تاریکی نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا ہے۔ ہم راستے سے ناواقف ہیں۔ اس لئے تیرے پاس آئے ہیں۔ ہمیں آج کی رات اپنے گھر میں پناہ دو، جب صبح ہوگی تو چلے جائیں گے۔

اس بوڑھی عورت نے جب ان مجبور بچوں کی بات سنی تو کہنے لگی۔ اے پیارے بچو!۔ یہ بتاؤ تم کون ہو۔ کہ میں نے دنیا کی ہر خوشبو کو سونگا ہے۔

فَمَا شَمَمْتَ رَائِحَةَ هِيَ اَطْيَبُ مِنْ رَائِحَتِكُمْ  
دنیا کی ہر خوشبو سے تمہارے بدن کی خوشبو پاکیزہ تر اور بہتر ہے۔  
صاحبزادوں نے جواباً فرمایا:

يَا عَجُوزُ نَحْنُ مِنْ عِتْرَةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ ———

اے بی بی ہم تیرے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت ہیں۔

○ — روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب کنیز صاحبزادوں کو لے کر اپنی مالکہ کے پاس گئی تو اس کی مالکن نے بچوں کو کھانا کھلا کر اپنی ایک کوٹھڑی میں لے گئی اور باہر سے تالا لگا دیا — بچے تھوڑی دیر کے لئے محفوظ ہو گئے —

○ — مولانا گلزار نام صابری رحمۃ اللہ علیہ اس منظر دل دوز کو اشعار کی زبان یوں بیان کرتے ہیں — کہ جب حبشی کنیز بچوں کو اپنی مالکہ کے پاس لے کر پہنچی تو بے صحن کی جانب کھڑے تھے۔

کھڑے تھے اس طرف معصوم دونوں ٹکنکی باندھے  
یہ سب کچھ دیکھتے سنتے رہے ہاں اور کیا کرتے  
عرض بی بی نے رکھا ہاتھ سر پر ان یتیموں کے  
گری قدموں پہ پھر بے تاب ہو کر ان کریموں کے

اس بی بی نے صاحبزادوں کو عقیدت و شفقت سے نہلایا نئے کپڑے پہنائے، کھانا پکایا ان کم سن بچوں کی خدمت میں پیش کیا — شدید بھوک سے نڈھال صاحبزادوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو باپ کی یاد آگئی — پھر کیا تھا۔

یکا یک دست نازک تھم گئے اشکوں کی فوج آئی  
ڈبونے کے لئے بحر الم میں غم کی موج آئی  
وہ پیارا باپ یاد آیا جو کاندھوں پر بٹھاتا تھا  
جو لقمے توڑ کر پھر اپنے ہاتھوں سے کھلاتا تھا  
غرض معصوم دونوں سسکیاں بھر بھر کے روتے تھے  
پرائے گھر میں بیٹھے تھے ذرا ڈر ڈر کے روتے تھے

## مشکور کی شہادت

پیچھے گزر چکا ہے کہ اس نیک بخت خاتون نے بچوں کو اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں سلا دیا — اور جب مشکور داروغہ جیل نے رضائے خداوندی کے لئے مظلوم بچوں کو جیل سے رہا کیا تو صبح ہوتے ہی یہ خبر ابن زیاد کے پاس پہنچ گئی — اس نے مشکور کو بلا کر پوچھا کہ تو نے فرزند ان مسلم کا کیا کیا ہے؟

مشکور نے کہا! میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا ہے — اور اس نیک اور پاکیزہ کردار سے اپنے دین کے گھر کو آباد کر لیا ہے — ابن زیاد نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا — تجھے میرا ڈر نہیں تھا؟ — مشکور نے کہا جو خدا سے ڈرتا ہے — اسے غیر کا ڈر نہیں ہوتا — اور میں نے ان بچوں کو سید الکونین، صدر الثقلین، جد الحسن الحسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوح مقدس کی حرمت کے لئے انہیں رہا کر دیا ہے — اور جو کچھ میں نے کیا ہے اس پر سرکار علیہ السلام کی شفاعت کا امیدوار ہوں — اور سن اے ابن زیاد تو اس عظیم دولت سے محروم ہے۔

ابن زیاد نے غضب ناک ہو کر کہا — میں تجھے ابھی اور اسی وقت سزا دوں گا — مشکور نے کہا میری ہزار جانیں ان پر فدا ہوں، ابن زیاد نے چلاتے ہوئے جلا د کو حکم دیا کہ اسے پہلے لکڑی کے ستونوں پر کھینچ کر پانچ سو کوڑے لگا — اور پھر اس کا سرتن سے جدا کر دے جلا د نے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پہلا کوڑا لگایا — تو حضرت مشکور رضی اللہ عنہ نے کہا —

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی مَحَبَّةِ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ  
 ”اللہ کے نام اور اہل بیت رسول کی محبت کے نام پر“



جب دوسرا کوڑا لگا تو کہا — اے اللہ! مجھے صبر عطا فرما — جب تیسرا کوڑا لگا تو زبان سے نکلا — اے اللہ! مجھے بخش دے — اور پھر خاموش ہو گئے — جب کوڑے لگ چکے تو حضرت مشکور نے پانی مانگا — ابن زیاد بدنہاد نے کہا کہ اسے پانی نہ دینا — آخر میں عمرو بن حارث نے سفارش کی — اور ساتھ ہی مشکور کو اٹھا کر ان کے گھر لایا — آپ نے آنکھیں کھولیں — پانی حاضر کیا گیا، تو آپ نے فرمایا — مجھے حوضِ کوثر سے پانی دیا جا رہا ہے — اور اسی جملہ کے ساتھ اپنی جان — جاں آفریں کے سپرد کر دی —

جانش مقیم روضہ دارالسرور باد

گلشن سرائے مرقد اوپر زبور باد

دارالسرور یعنی جنت کے باغ میں اس کی جان مقیم ہے اور اس کی قبر نور سے بھری ہوئی گلشن سرا ہے —

(روضۃ الشہداء ص ۲۳۵ — فردوسِ آسیہ ص ۳۰۲)

### صاحبزادے تقدیر کی زد میں

آئیے! تصور کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل کے صاحبزادے کن حالات میں کس طرح غریب الوطنی کے عالم میں سریر آرائے مسند شہادت ہوئے — جبشن کنیر کی مالکہ جو آلِ رسول کی محبتھی نے حضرت مسلم کے بچوں کو اپنے مکان کی ایک کوٹھڑی میں چھپا رکھا تھا — اور خود باہر چار پائی پر لیٹی لیٹی ان سوچوں میں گم تھی کہ کس طرح ان حجازی شہزادوں کو مدینہ پہنچایا جائے — اور ساتھ ساتھ یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ میرا شوہر حارث — ابن زیاد کا آدمی ہے اور پرلے درجے کا لالچی بھی تھا —

کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میری عقیدت کے رستوں کی دیوار ثابت ہو۔۔۔ انہی تفکرات میں گم تھی کہ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔

اچانک اس کے کانوں میں اس کے نامراد شوہر کی آواز گونجی وہ دل بے قرار کو تھام کر سیدھی ہو کر چار پائی پر بیٹھ گئی اور مختلف اندیشوں سے کانپنے لگی۔۔۔ تھوڑی سی سنبھل کر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔۔۔ اتنی رات تک کہاں رہے اور گھر میں اس قدر تاخیر سے کیوں آئے ہو؟

حارث نے اپنی بیوی کو جواب دیتے ہوئے کہا۔۔۔ میں صبح امیر کوفہ (ابن زیاد) کے پاس گیا تو وہاں منادی ہو رہی تھی کہ دروغہ جیل مشکور نے مسلم کے بیٹوں کو رہا کر دیا ہے، جو شخص ان بچوں کو یا ان کی خبر امیر تک پہنچائے گا اسے خلعت عطا کرے گا۔

خلعت:

”وہ پوشاک جو بادشاہ کسی کارنامے کی بنا پر کسی شخص کو بطور عزت افزائی عطا کرتا ہے“۔۔۔ اور مال ذر بھی دے گا، لوگ ان بچوں کی تلاش و جستجو میں نکلے تو میں بھی ان کی تلاش میں نکل پڑا۔

چنانچہ سارا دن انہیں مضافات شہر اور قرب و جوار میں تلاش کرتا رہا۔۔۔ اور میں نے ان کی تلاش میں اس قدر جدوجہد کی کہ اس کوشش میں میرا گھوڑا بھی ہلاک ہو گیا اور مجھے کچھ فاصلہ پیدل طے کرنا پڑا اور یہی وجہ ہے کہ گھر دیر سے پہنچا ہوں، مگر افسوس اس بات پر ہے کہ مقصود حاصل نہ کر سکا۔

بیوی نے اپنے شوہر حارث کی یہ باتیں سن کر کہا۔۔۔ اے بندۂ خدا! خدا سے ڈر، تجھے اللہ کے آخری رسول کے قریبیوں سے کیا دشمنی ہے؟۔۔۔ اور بولی۔

تیموں پر کرم کرنا اگر حکم شریعت ہے  
تو ان کی دل وہی کرنا رسول اللہ کی سنت ہے  
عبید اللہ، تو اپنا گھر جہنم میں بنا بیٹھا  
بچاپونجی میرے سر تاج! اپنے دین و ایماں کی  
خدارا! تو نہ کر تقلید اس مردود شیطان کی  
محمد مصطفیٰ کی آل کے بدلے نہ دولت لے  
انہیں دے کر نہ اگر جنت ملے ہرگز نہ جنت لے

(نادم رحمۃ اللہ علیہ)

حارث نے کہا — اے نادان عورت! خاموش رہ — کیونکہ ابن زیاد نے اس  
شخص کے لئے گھوڑے اور خلعت کے علاوہ بہت زیادہ مال و دولت دینے کا وعدہ کر رکھا  
ہے — جو اس کے پاس مسلم رضی اللہ عنہ کے بیٹے پکڑ کر لائے گا — خاتون نے کہا!  
یہ جواں مردی نہیں کہ دو یتیم بچوں کو پکڑ کر دشمن کے سپرد کر دیا جائے — حارث نے کہا  
— اے بیوی تجھے ان سیاسی امور سے کیا کام؟ — اگر کھانا ہے تو لے آ — تاکہ  
کچھ کھالوں خاتون بے چارگی کے عالم میں اٹھی اور اس کے لئے کھانا لے آئی، اس مردود  
دوستی نے کھانا کھایا اور سو گیا —

### شہزادوں کا خواب

رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا، مسلم کے شہزادے جو رستم کی بادِ صرصر کے تھپیڑوں  
سے نڈھال سوئے ہوئے تھے — اچانک حضرت مسلم کے بڑے صاحبزادے محمد نیند  
سے بیدار ہوئے — اور چھوٹے بھائی ابراہیم سے کہنے لگے اے بھائی اٹھ جاؤ —

کیونکہ ہمیں بھی شہید کر دیا جائے گا، میں نے ابھی ابھی خواب میں اپنے باپ کو دیکھا ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جناب علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمہ الزہراء، امام حسن مجتبیٰ علیہم السلام کے ساتھ ہیں۔ میں ان سے دُور کھڑا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا چہرہ اقدس ہمارے باپ کی طرف کر کے فرمایا۔ اے مسلم۔ تیرے دل نے کیسے برداشت کیا کہ اپنے دو مظلوم بچوں کو ظالموں کے درمیان چھوڑ دے، ہمارے باپ نے نگاہیں اٹھا کر ہماری طرف دیکھا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ!۔۔۔ وہ صبح ہمارے پاس ہوں گے۔ چھوٹے بھائی نے کہا!۔۔۔ بھیا! خدا کی قسم میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ پھر کیا تھا۔۔۔ دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور رونے لگے اور ایک دوسرے کے چہرے پر چہرہ رکھ کر یوں فریاد کرنے لگے۔

وَ اَوْيَلَاهُ — وَ اُمْسِلِمَاهُ — وَ اُمْصِيْبَتَاهُ

ہائے ابا جان! یہ کیسی مصیبت ٹوٹ پڑی۔

جب ان شہزادوں کے رونے اور فریاد و فغاں کی آواز اس خاتون کے شوہر حارث بن عروہ کے کانوں پہنچی تو اس نے بیدار ہو کر اپنی بیوی کو آواز دی۔ کہ یہ چیخ و پکار کیسی ہے؟۔۔۔ اور ہمارے گھر میں کون ہے؟

خاتون خاموش رہی اس نے کہا اٹھ کر چراغ جلا۔ عورت پھر بھی خاموش رہی، تو حارث نے خود اٹھ کر دیا جلایا اور اس کمرے کی طرف بڑھنے لگا جس میں دو ننھے ننھے بچے ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں ڈالے۔ ہائے ابا جان، ہائے ابا جان کی صدا میں دے رہے تھے۔ حارث خبیث نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا تم کون ہو؟۔۔۔

بچوں نے اس گمان کے تحت کہ یہ گھر دوستوں کا ہے بتایا کہ ہم مسلم کے بچے ہیں۔

(روضۃ الشہداء، ص ۲۳۶-۲۳۷۔ مطبوعہ خیابان بوذر تہران)

”الحیات النخعی“ میں ہے کہ جب حارث نے پوچھا تم کون ہو — تو بچوں نے

آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا۔

فَنَحْنُ مِنْ عِثْرَتِ نَبِيِّكَ اَبْتَاهُ الْمُسْلِمِ وَ اَخَافُ اَنْ اَقْتُلُ عَبِيْدُ اللّٰهِ

ابن زياد

(الحیات النخعی ج اول ص ۱۳۳ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار ص ۶۲۶)

ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہیں یعنی ”تیرے نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے ہیں“ اور ابن زیاد کے قتل کے خوف سے

یہاں آگئے ہیں —

حارث نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ جن کو میں دن بھر اور رات تک تلاش کرتا رہا

وہ میرے گھر میں سکونت پذیر ہیں

سنا مسلم کے بیٹے، جھٹ مثال اڑدھا لپکا

پکڑ کر سر کے بالوں سے، دیا اک زور سے جھٹکا

طمانچے زور سے مارے کہ بچے چیخ چیخ اٹھے

یہاں تک نرم زخساروں سے قطرے خون کے ٹپکے

(گلزار نادم صابری)

○ — ”روضۃ الشہداء“ میں ہے کہ ان کی جبل التین سیاہ زلفیں ہاتھوں سے پکڑ

کر کھینچیں اور کھینچتا ہوا باہر لے آیا — پھر انہیں دوسرے کمرے میں بند کر کے تالا لگا دیا

— اور بچے ایک کوٹھڑی میں رورہے تھے — اور خاتون کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا — وہ

عورت اپنے شوہر حارث بن عروہ کے پاؤں پر سر رکھ کر گریہ و زاری کرتی ہوئی بولی

ستم نہ کر کہ یہ، آلِ رسول روتے ہیں

بتول زہراء علیہا السلام کے گلشن کے پھول روتے ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لعل ہیں، بدر منیر ہیں دونوں

کلی سے بڑھ کے یہ نازک سریر ہیں دونوں

حارث نے اپنی بیوی کو ڈانٹتے ہوئے کہا — ان باتوں کو چھوڑ اور اپنی زبان کو

لگام دے، وگرنہ تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو ان بچوں کے ساتھ ہوا ہے —

خاتون کو کوئی چارہ نظر نہ آیا تو خاموش ہو گئی۔

سنیں جو حارث بدخلو پلید کی باتیں

لگے وہ کانپنے، سن کر عنید کی باتیں

اندھیری رات میں رو رو کے یاد کرتے تھے

جناب حضرت مسلمؓ شہید کی باتیں

صبح کا وقت تھا — اذان فجر ہوئی — تاریکی چھٹنے لگی — جب شہزادوں

نے اذان کی پکار سنی تو اندھیری کو ٹھٹھی کے اندر لرزئی ہوئی آواز میں بولے — کوئی ہے

جو ہمارے ہاتھ پاؤں کھولے تاکہ وضو کر کے ہم مسافر بھی نماز ادا کر لیں۔

پڑی گوش اطاعت میں آوازِ اذان، بولے

کوئی ہے جو بنامِ حق ہمارے دست و پا کھولے

کہ ہم بھی ہاتھ منہ دھو کر نمازِ حق ادا کر لیں

ہمارا باپ شاید ہم کو مل جائے دعا کر لیں

سورج طلوع ہونے کے قریب تھا۔۔۔ جب حارث مردود اٹھا اور دونوں بچوں کی  
 کاکلیں زلفوں کو کھینچا اور اپنے آگے لگا لیا۔۔۔ (روضۃ الشہداء ص ۲۳۸)  
 (بعض روایات میں ہے کہ کپڑے میں لپیٹ کر خچر پر باندھ کر فرات پر لے گیا) اور

بول۔

لب دریا تمہیں آؤ نمازِ حق پڑھاتا ہوں  
 ابھی دیکھو! تمہارے باپ سے تم کو ملاتا ہوں

### حارث کا غلام

حارث نے اپنے سیاہ فام غلام کو حکم دیا کہ ان بچوں کو نہر فرات کے کنارے پر لے  
 جا کر قتل کر دے۔۔۔ اور سر میرے پاس لے آ۔۔۔ تاکہ یہ ابن زیاد کو دے کر انعام لیا  
 جائے۔۔۔ وہ غلام شہزادوں کو لے کر نہر فرات پر چلا گیا۔۔۔ اور حضرت مسلم کے  
 صاحبزادوں سے کہنے لگا۔۔۔ مجھے میرے آقا نے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔۔۔  
 بچوں نے فرمایا۔۔۔ اے شخص ایسا نہ کر۔۔۔ کیا تو اپنے نبی کی عترت کے ساتھ یہ ظلم کرنا  
 چاہتا ہے۔۔۔ جب غلام نے یہ سنا تو فوراً قدموں پر گر پڑا۔۔۔ اور عرض کرنے لگا۔

نَفْسِي نَفْسِكَمَا الْفِدَاءُ وَجِهِي بِوَجْهِهَا الْوَفَاءُ يَا عِثْرَتَ نَبِيِّ اللَّهِ  
 الْمُصْطَفَى، لَا يَكُونُ مُحَمَّدٍ خَفِي فِي الْقِيَامَةِ۔۔۔

میری جان آپ دونوں پر قربان ہو، اب میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔۔۔  
 اللہ تعالیٰ کے نبی محمد مصطفیٰ کی عترت کو دکھ دے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کو قیامت کے دن کیا جواب دوں گا؟

(الحیات النبی ج ۱ ص ۱۳۳ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار ص ۶۲۷)

حارث ملعون یہ منظر دیکھ رہا تھا — تیور بگاڑتے ہوئے اپنا ناپاک دھن کھولا — اور عناد کی زبان سے آگ اُگلتے ہوئے بولا — او غلام! تو میرا نمک خوار ہے اور میرا یہ کام بھی نہیں کر سکتا — جلدی کر دیر ہو رہی ہے — غلام نے کہا خدا کی قسم! میں اللہ پاک کی نافرمانی میں تمہاری فرماں برداری نہیں کر سکتا — اور ہمیشہ کے لئے تجھ سے بے زار ہوں۔

حارث نے کہا اگر تو ان کے سر نہیں کاٹے گا تو میں تیرا سرتن سے جدا کر دوں گا — غلام نے کہا اس سے پہلے کہ تو مجھے قتل کرے، میں تجھے قتل کر دوں گا — پھر کیا تھا، دونوں گتھم گتھا ہو گئے — حارث جنگ جو شخص تھا اس نے تھوڑی دیر کے بعد اسے قتل کر دیا — اتنی دیر میں حارث کی بیوی اور بیٹا وہاں پہنچ گئے۔

### بد بخت کا نیک بخت بیٹا

غلام کے قتل سے فارغ ہو کر حارث نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ان دونوں کو قتل کرو جو مال انعام میں ملے گا — وہ سب تمہارا ہوگا — حارث کا بیٹا جو نوجوان تھا تلوار لے کر شہزادوں کے سامنے آیا — اور ان سہمی ہوئی صورتیں بنا کر کچھ کہنا چاہتا تھا — کہ صاحبزادے بولے۔

يَا سَبَابُ مَا أَخْوَفَنِي عَلَيَّ شَبَابُكَ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ

اے نوجوان! تمہاری جوانی کے لئے یہ خطرہ ہے کہ یہ جہنم کی آگ کا بالن نہ

بن جائے — (الحمیات الخفی، بحوالہ شہادت نواسہ سید الا براص ۶۲۷)

بچوں کی گفتگو حارث کے بیٹے کے دل پر اس طرح اثر انداز ہوئی کہ وہ شہزادوں کے قدموں پر گر پڑا — اور تلوار ہاتھ سے پھینک دی۔ یہ دیکھ کر حارث ملعون آگ بگولا



ہو کر — تلوار پکڑ کر جب شہزادوں کو قتل کرنے لگا تو شہزادوں کو یقین ہو گیا کہ اب یہ ہمیں نہیں چھوڑے گا۔

حادث کے بیٹے نے جب یہ منظر دیکھا تو آگے بڑھ کر کہنے لگا — اے سنگدل! میں تجھے ایسا نہیں کرنے دوں گا — اور حادث کی بیوی نے روتے ہوئے کہا ظالم! یہ کام نہ کر — ان بے گناہوں کا خون اپنے سر نہ لے۔

خدارا دیکھ! یہ مسکین کتنے بھولے بھالے ہیں

ارے ظالم! یہ سید زادیوں کی گود پالے ہیں

خاتون نے کہا ان بچوں کو قتل نہ کر بلکہ انہیں زندہ ہی ابن زیاد کے پاس لے جا، تاکہ تیرا مقصود حاصل ہو جائے — حادث نے کہا کوفہ میں بہت سے لوگ ان کو چاہنے والے ہیں — اگر میں انہیں لے کر شہر سے گزرا تو عوام شور مچائیں گے — اور انہیں مجھ سے چھین لیں گے اور میری محنت ضائع ہو جائے گی — بس اس نے دو بچوں کو اکٹھا کیا — اور تلوار کھینچ لی — شہزادوں نے فرمایا — اے شخص! ہمیں بازار لے جا کر فروخت کر دے اور پیسے کما — ہمیں بردے بنا کر بیچ دے — ہمیں قتل نہ کر — ہمارے بچپن کا خیال کر — ہماری یتیمی اور غریبی پر رحم کر، اور ہمارے بے کسی کو سامنے رکھ! — حادث نے کہا بات پر کان نہ دھرا — اور ان کے پاس جا کر ایک کو پکڑ لیا — اس کی بیوی درمیان میں حائل ہو گئی — اور کہنے لگی میں تجھے ایسا نہیں کرنے دوں گی — حادث غصے میں تھا اس نے تلوار چلائی اور اپنی بیوی کو زخمی کر دیا — حادث اس پر دوسرا وار کرنا چاہتا تھا — کہ اس کے بیٹے نے اپنی ماں کو زخمی دیکھ کر پھلانگ لگادی اور اپنے باپ کو پکڑ کر کہنے لگا — اے باپ! خود فراموشی کو چھوڑ اور غصے کو

نرمی کے پانی سے ٹھنڈا کر — حارث نے اپنے بیٹے پر تلوار چلائی اور ایک ہی وار میں اسے بھی ختم کر دیا — جب اس سنگدل نے اپنی بیوی کو زخمی اور بیٹے کو مرے ہوئے دیکھا تو چیخیں مارنے لگا۔

### شہزادوں کی شہادت

پھر وہ سنگ دل یتیموں کے پاس آیا تو انہوں نے کہا — اے شخص ہمیں ابن زیاد کے پاس زندہ لے جا — تاکہ تو جو چاہتا ہے وہ تجھے مل جائے، حارث نے کہا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں شہر میں لے جاؤں اور عوام شور مچا کر تمہیں مجھ سے چھین لیں — اور جس مال و دولت کا ابن زیاد نے وعدہ کیا ہے وہ مجھے نہ ملے اور میں اس سے محروم رہوں — بچوں نے کہا — اگر تیری مراد مال ہے تو ہمارے سر کے بال تراش دے اور غلام بنا کر فروخت کر دے اور مال حاصل کر لے — اس نامراد نے جہالت کے کنوئیں میں گرتے ہوئے کہا — نہیں میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

بچوں نے کہا کہ ہمارے بچپن اور کمزور پر رحم کر — حارث نے کہا میرے دل میں رحم نہیں ہے — شہزادوں نے جان لیا کہ یہ دنیا کا کتا ہماری جان نہیں چھوڑے گا — صاحبزادوں نے فرمایا ہمیں مہلت دے کر ہم آخری لمحوں میں خدا کے حضور سجدہ ریزہ ہو لیں۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۳۹)

کہ ہم مرنے سے پہلے آبِ دریا سے وضو کر لیں

جبینِ بندگی کو آخری دم سرخِ رُو کر لیں

”الحیاتِ الخفی“ — میں ہے کہ اس نے نمازِ نفل ادا کرنے کا موقع دے دیا۔

صاحبزادوں نے نفلی نماز ادا فرمائی اور اونچی آواز سے ان الفاظ سے دعا مانگی۔

يَا حَيُّ، يَا حَلِيمُ، يَا أَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ، أَحْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ بِالْحَقِّ  
اے حی و حلیم! اے احکم الحاکمین! ہمارے اور اس کے درمیان سچا فیصلہ فرما

دے۔

(الحیات النخعی ج ۲ ص ۱۳۱ بحوالہ نواسہ سیدالابرار)

حادثہ ایک کو قتل کرنے کے لئے آگے بڑھا — دوسرا کہنے لگا پہلے مجھے قتل کر  
— کیونکہ میں اپنے بھائی کو قتل ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ تصور میں مصطفیٰ کریم کو لا کر

یوں گویا ہوئے

ہمیں غموں نے کیا چور چور آتے ہیں

ہے ایک لمحے کا وقفہ حضور ﷺ آتے ہیں

سروں کو رکھ کے ہتھیلی پہ یارسول اللہ!

تیری جناب میں ہم بے قصور آتے ہیں

القصد! حادثہ خبیث نے تلوار کے ایک ہی وار سے بڑے بھائی محمد کا سر کاٹ لیا اور

اس کا جسم فرات کی لہروں کے سپرد کر دیا — چھوٹے بھائی ابراہیم نے اپنے بڑے بھائی

کا سر پکڑ لیا اور اسے اپنے چہرے سے لگاتے ہوئے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے — اور کہا

— اے میرے بھائی! جلدی نہ کر، میں بھی تمہارے ساتھ آتا ہوں — حادثہ نے

چھوٹے بھائی ابراہیم کا بھی سر کاٹ لیا — اور اس کے جسم کو بھی پانی میں پھینک دیا —

اس وقت زمین وزماں کی چٹخیں بلند ہوئیں اور فریاد و فغاں کی صدائیں آسمان کے منظروں

تک پہنچ گئیں اور عالم برزخ میں ۔

صدائیں گونجیں کہ ابنِ رشید آتے ہیں  
سعادتوں کے جلو میں سعید آتے ہیں  
تڑپ کے کہتی تھی مسلمؐ کی روح ادھر دیکھو  
نہا کے اپنے لہو میں شہید آتے ہیں

سلام ہو ان یتیم بچوں پر، جن کو اندھیری کوٹھڑیوں میں بند کیا گیا — سلام ہو ان  
ننھے مسافروں پر جن پر مظالم کی انتہا کر دی گئی — سلام ہو ان پر انوارِ خساروں پر،  
جنہیں حارث کے تھپڑوں سے خراشیں آئیں۔

کروڑوں رحمتیں بھیجے خدا ننھے شہیدوں پر  
زمانے بھر کی لعنت ہو، ستم گاروں یزیدوں پر

سلام ہو مسلم رضی اللہ عنہ کے یتیموں پر جن کی یاد میں ہر آنکھ اشکبار ہے، نبی کریم کے  
گھر کے بچو! تمہارے دکھوں پر

زمین روتی ہے اور آسمان روتا ہے  
چمن بھی، پھول بھی، ہر باغبان روتا ہے  
تمہاری بے کسی جس وقت یاد آتی ہے  
وفور درد سے سارا جہان روتا ہے

### حارث کا انجام

جب حارث جفا کار ملعون دونوں بچوں کے سر جسموں سے الگ کر چکا، تو اس نے  
سروں کو ایک تھیلے میں ڈال کر زین کے ساتھ باندھ لیا — اور ابنِ زیاد کی طرف روانہ ہو  
گیا — ابھی سورج طلوع ہو رہا تھا — اور دیوانِ مظالم قائم تھا کہ حارث قصرِ امارت

میں پہنچ گیا — اور ابن زیاد کے سامنے حاضر ہو کر وہ تھیلا جس میں شہزادوں کے سر تھے زمین پر رکھ دیا — ابن زیاد نے پوچھا — اس تھیلے میں کیا ہے؟

حارث خبیث نے کہا، تیرے دشمنوں کے سر ہیں — جنہیں میں نے تیز تلوار کے ساتھ ان کے جسموں سے الگ کر دیا ہے تاکہ تمہیں یہ تحفہ میں پیش کر کے انعام حاصل کروں — ابن زیاد نے کہا — ان سروں کو صاف کر کے طشت میں سجا کر میرے سامنے لایا جائے — تاکہ میں دیکھوں یہ کن لوگوں کے سر ہیں — جب ان ننھے ننھے سروں کو صاف کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے شہزادوں کے چہروں کو دیکھا — ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے طشتری میں دو چاند اتر آئے ہوں — اور کالی زلفیں، سیاہ کستوری کی مانند خوشبو بکھیر رہی تھیں — ابن زیاد نے پوچھا یہ کن لوگوں کے سر ہیں — حارث بے ایمان نے کہا — مسلم بن عقیل کے بچوں کے سر ہیں —

ابن زیاد رابرے اختیار آب از دیدہ رواں شد و حضار مجلس

نیز بگر یستند —

(روضۃ الشہداء ص ۱۴۰ مطبوعہ خیابان بوذر تہران)

”ابن زیاد کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے — اور حاضرین مجلس بھی رونے لگے“ — ابن زیاد نے پوچھا تو نے انہیں کہاں سے پایا — حارث نے کہا دالے امیر میں کل انہیں سارا دن تلاش کرتا رہا — اور اس سلسلے میں میرا گھوڑا بھی ہلاک ہو گیا — اور یہ دونوں میرے ہی گھر میں تھے، جب مجھے ان کے بارے میں

نوٹ — اس سے آگے تمام حوالہ جات روضۃ الشہداء مطبوعہ خیابان بوذر کے ہوں گے۔ یہ نسخہ علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی کتب خانہ سے حاصل کیا ہے — قلمی نسخہ چند دنوں کے لئے حضرت قبلہ پر سید محمد یعقوب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف کیرانوں شریف سے حاصل کیا تھا جو واپس کر دیا تھا۔

معلوم ہوا تو صبح کو پکڑ کر فرات کے کنارے پر لے گیا، انہوں نے اگرچہ بہت زیادہ منت سماجت کی اور روتے رہے، مگر میں نے ان پر رحم نہ کیا۔ بالآخر انہیں قتل کیا اور جسموں کو نہر فرات میں بہا دیا اور سر یہاں لے آیا ہوں۔

ابن زیاد نے اس کی گفتگو سن کر کہا۔ اے لعنتی! خدا تعالیٰ کے قہر و سزا اور گرفت سے خوف زدہ نہ ہوا۔ تجھے ان کے دل آویز رُخساروں اور عنبر فشاں زلفوں پر رحم نہ آیا۔ میں نے یزید کو خط لکھا ہے کہ میں نے بچوں کو پکڑ لیا ہے۔ اور وہ میرے قبضے میں ہیں، اگر تیرا حکم ہو تو میں انہیں تیرے پاس بھیج دوں! اگر مجھے یزید کا حکم آ گیا کہ بچوں کو میرے پاس بھیج دو تو میں کیا کروں گا۔

آخر تو انہیں میرے پاس زندہ کیوں نہیں لایا؟۔ حارث نے کہا۔ میں ڈرتا تھا کہ شہر کے لوگ حملہ کر کے انہیں مجھ سے چھین لیں گے اور میں انعام سے محروم رہ جاتا۔ ابن زیاد نے کہا۔ تو نے یہ کیوں نہ کیا کہ انہیں کسی محفوظ جگہ پر بند کر دیتا اور مجھے اطلاع کرتا میں کسی کو بھیج کر انہیں پوشیدہ طور پر منگوا لیتا۔ حارث یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

زمانے میں ستم لاکھوں ہوئے، لاکھوں ستم ہوں گے  
مگر جو آل احمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر ہوئے، دنیا میں کم ہوں گے  
ادھر آل ابوسفیان، ادھر آل محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تھی  
نہ ان جبر کی حد تھی، نہ ان کے صبر کی حد تھی  
ادھر مکر و دغا، جو روجفا کی شہریاری تھی  
ادھر صدق و صفا، جو دوسخا کی تاجداری تھی

(نادم صابری)

## مقاتل کا انتخاب

ابن زیاد نے حاضرین دربار کی طرف ایک نظر دوڑائی تو ایک شخص جس کا نام مقاتل تھا اور وہ ”خاندان نبوت کا دل و جان سے محبت تھا“ پر جا کر رک گئی۔ چونکہ ابن زیاد کو مقاتل کے اس محبت بھرے عقیدے کا علم تھا اس لئے اس نے مقاتل کا انتخاب کیا کہ وہ حارث کو قتل کرے ابن زیاد نے کہا۔ اے مقاتل! اس حارث کو فرات کے کنارے پر لے جا کر۔۔۔ جہاں اس نے۔۔۔ دو بچوں کو قتل کیا تھا وہیں پر اسے قتل کر دے۔۔۔ اور ان بچوں کے سر بھی ساتھ لیتا جا۔۔۔ اور اس جگہ پر پانی میں بہا دے جہاں اس نے ان دو بچوں کے جسموں کو ڈالا تھا۔۔۔ مقاتل نے نہایت خوشی کا اظہار کیا۔۔۔ اور حارث کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔

بخدا کہ اگر عبید اللہ بن زیاد تمام بادشاہی خود بمن  
ارزانی داشتی مرا چنیس خوش نیامدی کہ کشتن این مردود  
ط ایمن فرمود۔۔۔ (روضۃ الشہداء ص ۱۴۰)

اگر عبید اللہ بن زیاد مجھے تمام بادشاہی دے دیتا تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی، جتنی  
اس مردود کو قتل کر کے ہوگی۔

پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ کر ننگے سر کوفہ کے بازار میں  
لے چلو۔۔۔ جب لوگوں نے بچوں کے سر دیکھے تو شور مچاتے ہوئے باہر نکل آئے۔۔۔  
اور حارث پر لعنت کرنے لگے، اور اس کے منہ پر کوڑ کرکٹ پھینکنے لگے۔۔۔ حارث کو  
مقاتل اسی حالت میں اسی جگہ پر لے گیا، جہاں اس نے بچوں کو قتل کیا تھا،۔۔۔

وہاں جا کر اس نے دیکھا۔۔۔ ایک خاتون زخمی حالت میں پڑی ہوئی ہے۔۔۔  
اور ایک نوجوان قتل کیا ہوا پڑا ہے۔۔۔ اور ایک غلام کے جسم کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں

— اور ایک زخمی خاتون فرزندِ مسلم اور اپنے بیٹے کے لئے نوحہ خوانی کر رہی ہے۔  
مقاتل نے پوچھا — کہ یہ خاتون کون ہے؟ — خاتون بولی کہ میں اس بد بخت حارث کی بیوی ہوں — میں نے اسے ظلم سے منع کیا تھا — اور میرا بیٹا اور غلام اس سلسلے میں مجھ سے متفق تھے — بالآخر اس نے بیٹے اور غلام کو قتل کر دیا اور مجھے زخمی کر دیا — خاتون نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ ان دو بے قصور بچوں کی دُعا اس تک پہنچی — پھر اس نے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا — اے لعنتی! — تو نے دنیا کے لالچ میں آ کر مسلم رضی اللہ عنہ کے بچوں کو قتل کیا اور دین کو برباد کر دیا۔

حارث نے مقاتل سے کہا، میرے ہاتھ کھول دو تا کہ میں اپنے گھر میں چھپ جاؤں — میں اس کے عوض تجھے دس ہزار سرخ دینار دینے کو تیار ہوں — مقاتل نے کہا — اگر تیرے پاس ساری دنیا کا مال ہوتا اور وہ سارے کا سارا تو مجھے دیتا، تب بھی میں تجھے قتل کرنے سے باز نہ آتا — اب جبکہ تو نے ان معصوموں پر رحم نہیں کیا — میں بھی تجھ پر رحم نہیں کروں گا — اور میں تجھے قتل کر کے اس کا صلہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے عظیم ثواب کی صورت میں حاصل کروں گا۔

پھر مقاتل گھوڑے سے اُترا — اور جب اس نے مسلم کے صاحبزادوں کا خون زمین پر گرا ہوا دیکھا — تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس نے روتے ہوئے شہزادوں کا خون اپنے چہرے پر ملا — اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت کی دعا مانگی — پھر اس نے شہزادوں کے سروں کو فرات کے حوالے کر دیا۔

### شہزادوں کی کرامت

جب مقاتل نے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں کے سروں کو فرات کے سپرد کیا تو نہر کی تہ میں اپنے سروں کے منتظر جسم پانی کی سطح پر ابھر آئے — اور سر



مبارک اپنے اپنے جسم سے جڑ گئے۔ اور دونوں نے ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں  
حائل کر دیں اور پانی کے بہاؤ پر بہنے لگے۔ پھر دونوں کو پانی سے باہر نکالا گیا۔  
اور فرات کے کنارے پر قبرتیار کر کے وہاں دفن کر دیا گیا۔ اور آج تک زائرین ان کی  
زیارت کرتے ہیں۔ (روضۃ الشہداء ص ۱۲۴)

### حارث انجام کو پہنچا

مقاتل نے اپنے غلاموں کو حکم دیا اس لعنتی کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے قتل کر  
دو۔ حارث بری طرح قتل ہوا اور اس مردود کی لاش کے ساتھ پتھر باندھ کر فرات میں  
پھینک دیا۔ اسی وقت نہر کی ایک موج نے اسے کنارے پر اچھال دیا۔ ایسے ہی  
انہوں نے تین بار کیا۔ اور ہر بار نہر فرات نے اسے قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے  
گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیا اور اوپر مٹی ڈال دی اور بڑے بڑے پتھروں سے ڈھانپ  
دیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زمین لرز نے لگی اور اسے گڑھے سے باہر پھینک دیا۔  
اسی طرح تین مرتبہ کیا، لیکن زمین نے بھی اسے قبول نہ کیا۔ آخر کار جنگل سے لکڑیاں  
اکٹھی کر کے آگ جلائی اور آگ میں حارث ملعون کی لاش کو ڈال دیا۔ یہاں تک کہ وہ جل  
گیا اور اس کی راکھ ہوانے اڑادی۔ (روضۃ الشہداء ص ۱۲۴ مطبوعہ خیابان بوذرتہران)

لعنة اللہ علیکم دشمن اہل بیت  
یہ ظالم اپنا سارا گھر برائے زر لٹا بیٹھا  
فقط اک سر تھا باقی، وہ برائے سر لٹا بیٹھا  
نہ دنیا ہی رہی اس کی، نہ عقبی ہی رہی اس کی  
ہر اک شے کھا گئی خود موت بن کر زندگی اس کی

## امام حسین علیہ السلام

کی

### مکہ سے روانگی

شہزادہ گل گون قضا سیدنا امام حسین علیہ السلام نے ایام حج کے دوران ہی میں مکہ معظمہ سے نکل جانے کا ارادہ فرمایا۔ جب اس امر کا علم امام کے احباب کو ہوا تو انہوں نے بارگاہ امام میں عرض کی کہ آپ مکہ سے نہ جائیں۔ جناب عمرو بن عبد الرحمن بن حارث مخزومی نے بڑی لجاجت و عاجزی سے کہا۔ حضور! میں نے سنا ہے کہ آپ عراق کے سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

فَوَاللَّهِ مَا أَظُنُّكَ بِسَيِّءِ الرَّأْيِ وَلَا هُوَ الْقَبِيحُ مِنَ الْأَمْرِ  
وَالْفِعْلِ

خدا کی قسم میں تمہاری رائے کو برا نہیں سمجھتا اور نہ ہی کسی قبیح فعل کا تم پر گمان

ہے۔

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان)

عمر بن عبدالرحمن نے عرض کیا — کہ میں آپ کو ایسے شہر کی طرف جانے کا مشورہ نہیں دیتا جس میں ارباب اقتدار اور عہدہ دار حکام امراء ہیں — پھر ان کے پاس بیت المال ہے خزانے ہیں اور دولت ہے۔

وَأَنَّمَا النَّاسُ عَبِيدٌ لِهَذَا الدِّرْهِمِ وَالِدَيْنَارِ فَلَا أَمِنْ عَلَيْكَ مِنْ أَنْ يُقَاتِلَكَ مِنْ وَعْدِكَ نُصْرَهُ وَمَنْ أَنْتَ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِمَّنْ يُقَاتِلَكَ مَعَهُ لَهُ وَذَلِكَ عِنْدَ الْبَدْلِ وَطَمَعِ الدُّنْيَا فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا يَا ابْنَ عَمِّ —

”بندہ پرور“ لوگ درہم و دینار (یعنی مال و دولت) کے غلام ہیں، مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے امداد و نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ وہی لوگ آپ سے جنگ کریں گے — اور وہ جو آپ سے (بظاہر) محبت کرتے ہیں وہی لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جو آپ سے جنگ و جدال کریں گے — اور یہ وہ دنیا کے لالچ اور حرص کی وجہ سے (ایسا کریں گے۔) تو حضرت امام ”حضرت عمر بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ“ بن ہشام سے فرمایا — اے میرے چچا کے بیٹے خدا تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے —

تو نے اخلاص اور عقل کی بات کی ہے اور ذاتی خواہش کی بنا پر نہیں بولے —

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت سن اشاعت ۱۹۷۹ء نور الابصار ص ۲۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت سن اشاعت ۲۰۰۵ء الفصول المهمۃ (ابن سبغ مالکی) ص ۱۸۵ مطبوعہ مطبعة العدل نجف)

ابن عباس:

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سنا کہ امام کو فہ کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے — اور کہا یہ بات بہت مشہور ہو چکی ہے کہ آپ کو فہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں — امام نے فرمایا — انشاء اللہ ایک دو دن میں روانہ ہو جاؤں گا —

قَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنِّي أُعِيذُكَ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ

”اس امر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے۔“

ایسا ہرگز نہ کریں — مجھے صرف اتنا بتائیں کہ جو لوگ آپ کو بلارہے ہیں — انہوں نے اپنے مقامی حاکم کو قتل کر دیا ہے — اور اپنے شہروں کا انتظام کر چکے ہیں اور اپنے دشمن کو وہاں سے نکال چکے ہیں — اگر ایسا نہیں ہے تو انہوں نے فقط آپ کو بلایا ہی ہے — اور حاکم ابھی تک ان پر مسلط ہے — اور اس کے عہدہ دار شہروں سے خراج وصول کر رہے ہیں۔

وہ آپ کو صرف جنگ و جدال کے لئے بلارہے ہیں — مجھے اندیشہ کہ وہ لوگ آپ کو دھوکا دیں گے — اور آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے —

فَقَالَ لَهُ حُسَيْنٌ وَإِنِّي أَسْتَخِيرُ اللَّهَ ثُمَّ مَاذَا يَكُونُ

امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں کراستخارہ کرتا ہوں پھر دیکھتا ہوں کیا فیصلہ ہوتا ہے —

(تاریخ طبری (امام ابن جریر) ج ۶ ص ۲۱۶ مطبوعہ ایضاً نور الابصار (علامہ شبلی نجفی) ص ۳۰۰ مطبوعہ ایضاً)

ابن زبیر:

حضرت عبداللہ بن عباس چلے گئے — تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حاضر

ہوئے — اور کچھ دیر باتیں کرتے رہے — تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر کی مرضی تھی کہ آپ مکہ سے چلے جائیں — مورخین لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ امام حسین علیہ السلام کی موجودگی میں اہل حجاز کا رخ ابن زبیر کی جانب نہیں ہو سکتا تھا۔  
جب ابن زبیر نے امام سے ان کے ارادہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت امام نے فرمایا — دل تو یہی چاہتا ہے کہ کوفہ چلا جاؤں —

وَلَقَدْ كَتَبَ إِلَيَّ شِيعَتِي بِهَا وَأَشْرَافُ أَهْلِهَا

کہ وہاں کے اشراف اور میرے شیعوں نے مجھے خط لکھے ہیں۔  
یہ سن کر جناب ابن زبیر نے کہا۔

لَوْ كَانَ لِي بِهَا مِثْلُ شِيعَتِكَ مَا عَدَلْتُ بِهَا

اگر آپ کے شیعوں کی مثل میرے لوگ وہاں ہوتے تو میں اس سے ہرگز انحراف نہ کرتا —

یہ کہنے کے فوراً بعد ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو اندیشہ ہوا کہ کہیں حضرت امام مجھ سے بدگمان نہ ہو جائیں — کہا — اگر آپ حجاز ہی میں رہ کر اس ریاست کا ارادہ کریں تو آپ کی کوئی مخالفت نہیں کرے گا — جب ابن زبیر اٹھ کر چلے گئے — تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا — کہ اس شخص کو دنیا کی کسی چیز کی آرزو نہیں ہے — جتنی اس بات کی ہے کہ میں حجاز سے عراق چلا جاؤں — یہ خوب جانتا ہے کہ میرے ہوتے ہوئے اسے ریاست نہیں مل سکتی — لوگ اسے میرے برابر نہیں سمجھتے۔ اس لئے چاہتا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں — اور اس کے لئے میدان خالی ہو جائے۔

(طبری ج ۶ ص ۲۱۶ — نورالابصار ص ۳۰۰ — مطبوعہ ایضاً)

### ابن عباس دوبارہ حاضر ہوئے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پھر امام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے — اور عرض کیا کہ اے چچا زاد بھائی! — عبداللہ کے والد عباس اور امام حسین کے دادا ابوطالب بھائی تھے — میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں — مگر مجھے صبر نہیں آتا، اس راہ میں مجھے آپ کے شہید ہونے کا خطرہ ہے۔

اہل عراق دعا باز ہیں — وفا شعار نہیں، ہرگز ان کے پاس نہ جانا — اگر مکہ سے نکلنے کا پختہ ارادہ ہے تو پھر یمن کی طرف چلے جاؤ — وہاں قلعے ہیں — درّے ہیں — پہاڑ ہیں — وادیاں ہیں — اور وہ ایک طویل و عریض ملک ہے — وہاں آپ کے والد ”مولا مرتضیٰ“ کے چاہنے والے کافی تعداد میں ہیں — آپ وہاں سے ہر قسم کی تحریک باسانی چلا سکتے ہیں — اہل عراق قابل اعتماد نہیں۔

فَإِنَّكَ سَيِّدُ أَهْلِ الْحِجَازِ

آپ اہل حجاز کے سید و سرور ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا — کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ آپ میرے خیر خواہ اور شفیق ہیں — لیکن میں تو روانگی کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں —

(طبری ج ۶ ص ۲۱۶)

### ابن عباس کا تیسری بار آنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تیسری بار حاضر ہو کر ایک اور بات کی — وہ یہ کہ آپ کو جانا ہی ہے تو پھر خود تشریف لے جائیں — عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں — واللہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں حضرت عثمان کی طرح آپ بھی اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے شہید نہ کئے جائیں —

○ — سیدنا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا زندگی کے آخری لمحات میں، میں چاہتا ہوں کہ سب میرے ساتھ ہوں — میں ان کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا، جب تک میں شہید نہ ہو جاؤں — اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی یہی ہے — کہ میرے بچے اور خاندان والے بھی — اس ابتلا میں مبتلا ہوں — یہ گفتگو حضرت سیدہ زینب بنت علی سلام اللہ علیہا سن رہی تھیں — آپ فوراً بولیں — اے بزرگوار! بے شک آپ درست فرما رہے ہیں — لیکن میں اپنے بھائی کو ایسے موقع پر خدا نہیں ہونے دوں گی۔  
(الحیات النخی ج ۲ ص ۱۶۵۔ بحوالہ شہادتِ نواسہ سیدالابرار)

ابن زبیر کا دوبارہ آنا:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہا دوبارہ آ کر امام کی بارگاہ میں عرض کیا — اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو تشریف رکھیں — حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیں ہم آپ کے مددگار اور شریک — اور خیر خواہ رہیں گے — اور آپ سے بیعت کریں گے — امام حسین نے فرمایا — میں نے اپنے باپ سے یہ حدیث سنی ہے۔  
إِنَّ بِهَا كِبْشًا يَسْتَحِلُّ حُرْمَتَهَا فَمَا أَحَبُّ أَنْ أَكُونَ أَنَا ذَالِكَ  
الْكِبْشُ —

کہ ایک مینڈھا (دُنْبہ) ”کی وجہ سے مکہ معظمہ — مسجد حرام“ کی حرمت باقی نہیں رہے گی — میں نہیں چاہتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں۔

حکے حکے:

سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ آگے چل کر لکھتے ہیں — کہ بعض لوگوں نے دیکھا کہ امام حسین اور ابن زبیر چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں،

جب امام حسین ان لوگوں کی طرف مڑے تو فرمانے لگے — تم لوگ سمجھے کہ ابن زبیر کیا کہہ رہے تھے؟

لوگوں نے عرض کیا (اے ابن رسول!) ہم آپ پر فدا ہوں ہم کچھ نہیں سمجھے — امام حسین علیہ السلام نے فرمایا — یہ کہتے ہیں کہ آپ مسجد الحرام میں تشریف رکھیں — میں آپ مدد کے لئے لوگوں کو جمع کر لوں گا — اور پھر فرمایا۔

وَاللّٰهِ لَآنْ أَقْتُلُ خَارِجًا مِّنْهَا بِشَبْرٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْتُلَ دَاخِلًا  
مِّنْهَا بِشَبْرٍ —

اگر میں ایک بالشت مسجد حرام سے باہر قتل ہوں — خدا کی قسم میں اس چیز کو بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک بالشت مسجد کے اندر شہید ہو جاؤں —

(طبری ج ۶ ص ۲۱۷)

یعنی میں مسجد میں شہید ہونا نہیں چاہتا — مسجد کے اندر شہید ہونے کی بجائے — مسجد حرام کے باہر شہید کر دیا جاؤں تو یہ بہتر ہے — آپ کا یہ ارشاد مسجد کی عزت و حرمت کے پیش نظر تھا — آپ نے مزید فرمایا — خدا کی قسم۔

لَوْ كُنْتُ فِي حُجْرٍ هَامِيَةٍ مِّنْ هَذِهِ الْهَوَامِ لَأَسْتَخِرَ جُورِيَّ حَتَّى  
يَقْضُوا فِي حَاجَتِهِمْ — وَاللّٰهِ لَيَعْتَدَنَّ عَلَيَّ كَمَا اعْتَدَتْ  
الْيَهُودُ فِي السَّبْتِ —

اگر میں حشرات الارض (یعنی کیڑے مکوڑوں) کے کسی سوراخ میں بھی چھپوں گا — تو یہ (میرے دشمن) لوگ مجھے وہاں سے بھی نکال لیں گے — اور جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں کریں گے اور خدا کی قسم مجھ



پر یہ لوگ ایسا ظلم کریں گے جیسا یہودیوں نے ہفتہ کے دن کیا تھا —

(طبری ج ۲ ص ۲۱۷)

امام نے کیوں جلدی کی؟

امام حسین علیہ السلام آٹھ ذوالحجہ ۶۰ھ کو مکہ سے روانہ ہوئے طواف وسعی کے بعد اپنے حج کو عمرہ مفردہ کے ساتھ بدل کر احرام اُتار دیا — کیونکہ آپ حج کی تکمیل نہ کر سکتے تھے —

لَا نَ يَزِيدَ أَرْسَلَ مَعَ الْحُجَّاجِ ثَلَاثِينَ رِجَالًا وَأَمَرَهُمْ بِقَتْلِ  
الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى كُلِّ حَالٍ

وہ اس لئے کہ یزید نے تمیں آدمی حاجیوں کے لباس میں بھیجے تھے اور ان کو حکم دیا کہ ہر حال موقع پا کر حسین کو قتل کر دیا —

(الحیات النخی ج ۲ ص ۱۶۳ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار)

مندرجہ بالا سازش کی خبر امام حسین علیہ السلام کو پہنچ چکی تھی، اگر امام عالی مقام علیہ السلام مکہ سے نہ نکلتے — تو پھر دشمن کا پر فریب وار کارگر ہوتا — اور یزید لعین بہت بڑی بدنامی سے بچنے کی کوشش آسانی کے ساتھ کر سکتا تھا — کیونکہ بہت بڑے ہجوم میں قاتلوں کا پتہ چلانا مشکل ترین عمل ہے — حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی طرح کون تھا؟ کہاں سے آیا؟ کدھر چلا گیا؟ کے شور سے یزید بری الذمہ قرار پاتا۔

اور پھر امام حسین کو بھی یہ امر گوارا نہ تھا — کہ میری وجہ سے مسجد حرام اور مکہ معظمہ کی بے حرمتی ہو — آپ کا مدینہ منورہ چھوڑنا بھی اسی امر کے پیش نظر تھا — دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے نظریات میں یہ امر نمایاں ہے کہ ولایت کی دنیا میں کچھ ایسے اسرار و رموز بھی ہیں — جو ولی کامل پر — اس کی ذات کے متعلق واقعات منکشف

ہوتے ہیں، اور ساتھ ہی ان رازوں کو چھپائے رکھنے کا بھی حکم ہے۔ اور یہ چیز ناقابل تردید ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کی آغوشِ رحمت میسر رہتی ہو۔۔۔ وہ باطنی علوم و امور میں دوسروں سے ممتاز حیثیت کا یقینی طور پر حامل ہوگا۔۔۔ ہذا امام حسین علیہ السلام کا ہر اقدام اللہ رب العزت کی رضا و خوشنودی کے لئے تھا۔۔۔ ذاتی منفعت کے لئے ہرگز نہیں تھا بلکہ اسلام کے کمیشن کی آبیاری کے لئے تھا۔۔۔ جن لوگوں نے اس کو دشمنی اوروں کی جنگ کہا اور لکھا۔۔۔ انہوں نے رسول کریم کی احادیث سے خدا کی ہی ہے۔۔۔ اور سید عالم کو ناراض کیا ہے۔

○ — امام حسین علیہ السلام نے مسجد کی عزت و غنیمت اور حرمت کی خاطر منصائب و آلام کو گلے لگایا تا کہ مسجد شریف کی بے حرمتی نہ ہو۔۔۔ نواسر رسول کے دشمنوں کے ظلم و جور کا یہ ہے کہ آج مسجدوں میں قتل و غارتگری کا بازار گرم ہے۔۔۔ مسجد بمبوں کے دھمکے بردوں بدبو۔۔۔ معصوم بچیوں کو دھمکوں سے اڑایا جا رہا ہے، اور بچیوں کو آتش گیر مادے سے جلا یا جا رہا ہے۔۔۔ اور عالم اسلام میں تباہی پھیلانی جا رہی ہے۔۔۔ نماز گزاروں کی صفوں میں خودکش دھمکے غم کے حق کو بے دردی سے شہید کیا جا رہا ہے۔۔۔ یہ ہے جتنے لوگوں کے عقیدہ، توحید کا رنگ۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بغض رکھنے سے ظلم و ستم، بے رحمی اور جور و جفا کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

امام حسین کو زبردستی روکنے کی کوشش:

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب امام حسین مکہ سے نکلے تو عمرو بن سعید کے لوگ جن کا سردار یحییٰ بن سعید تھا۔۔۔ اس نے امام کو مکہ سے چھپے جانے سے روکا اور کہا واپس جائیے۔۔۔ امام حسین علیہ السلام نے ان کا کہنا نہ مانا اور آگے بڑھے۔۔۔ دونوں

گر ہوں میں ہاتھ پائی ہونے لگی — تازیانے چلنے لگے — جناب امام حسین اور ان انصار نے خوب مقابلہ کیا اور جس طرف جانے والے تھے، اسی طرف بڑھے — ان لوگوں نے پر زور انداز میں امام کی کہ اس اقدام کی مخالفت کی — جناب امام حسین علیہ السلام نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی —

لِيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْوْنَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (پارہ ۱۱ سورہ یونس آیت ۴۱)

میرا عمل میرے لئے — اور تمہارے اعمال تمہارے لئے — تم میرے اعمال سے بری ہو — اور میں تمہارے اعمال سے بری ہوں یہ فرما کر آپ آگے نکل گئے —

(طبری ج ۶ ص ۲۱۸)

غرض، یہ کارواں رخصت ہوا جب شہر مکہ سے تو یک دم شور برپا ہو گیا فریاد و نالہ سے مکانوں کی چھتوں پر عورتوں کی آہ و زاری تھی گلی کوچوں مردوں کی تڑپ تھی، بے قراری تھی فلک ہنگامہ آرا تھا فضا فریاد کرتی تھی زمیں جنبش میں آ آ کر سکوں برباد کرتی تھی سب اپنی بے بسی پر چپ کھڑے آنسو بہاتے تھے یہی موتی تھے دامن میں یہی موتی لٹاتے تھے

(مولانا گلزار احمد نادم صابری)

## فرزدق سے ملاقات:

امام حسین علیہ السلام جب مقام تنعیم میں پہنچے تو ایک قافلہ ملا جو یمن سے آ رہا تھا۔ — بحیر بن ريسان عامل یمن نے یزید کے پاس اہل قافلہ کے ہاتھ — ورس! — اور ریشمی کرتے روانہ کئے تھے — وہ امام نے لے لئے اونٹ والوں سے فرمایا میں کسی پر جبر نہیں کرتا — تم میں سے جو کوئی میرے ساتھ عراق چلے گا — میں اسے پورا کرایہ دوں گا — اور اچھی طرح پیش آؤں گا — جو الگ ہونا چاہے اسے اجازت ہے — جن لوگوں نے وہاں سے جانا چاہا — ان کا حساب کر کے کرایہ ادا کر دیا — اور جو لوگ آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔ انہیں کرایہ بھی دیا اور لباس بھی عطا فرمایا —

آپ جب مقام صفاح تک پہنچے تک تو وہاں جناب فرزدق بن غالب شاعر نے آپ کو ٹھہرایا — ”یہ فرزدق شاعر اہل بیت کے نام سے مشہور ہے“ — یہ بہت اچھا شاعر اور محب اہل بیت تھا — جب امام رُکے تو عرض کرنے لگا — اللہ تعالیٰ آپ کی مرادیں پوری فرمائے — امام حسین علیہ السلام نے فرمایا — (فرزدق!) بتاؤ تم لوگوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو — فرزدق نے عرض کیا۔

قُلُوبُ النَّاسِ مَعَكَ — وَ سَيُوفُهُمْ مَعَ بِنِي أُمِيَّةَ

وَالْقَضَاءُ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ — وَاللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ —

فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ صَدَقْتَ لِلَّهِ الْأَمْرُ وَاللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ

اورس: ایک یمنی پودا ہے جو زرد رنگتے — اور مرہم بنانے کے کام آتا ہے — اور زعفران سے مشابہ ہوتا ہے — خوشبودار بھی ہوتا ہے۔

”اے ابنِ رسول!“ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں — اور تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں — اور ہر حکم آسمان سے نازل ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے — ”امام نے فرزدق کا کلام سن کر“ فرمایا — تو نے سچ کہا ہر حکم خداوند عالم کی طرف سے ہے — اور وہ جو چاہتا کرتا ہے — اس کے بعد امام نے السلام علیکم کہا اور آگے بڑھے۔

(تاریخ ابن جریر طبری ج ۶ ص ۲۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان مقتل الحسین ص ۶۸ لابی مخنف (لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف) متوفی ۱۵۷ھ مطبوعہ چاپ خانہ علمیہ قم ایران سن اشاعت ۱۳۶۳ء البدایہ و النہایہ (حافظ ابن کثیر) ج ۸ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت سن اشاعت ۲۰۰۵ء — مقتل الحسین للنخوارمی (ابو مؤید موفق محمد بن احمد کی حنفی) ج اول ص ۳۲۱ مطبوعہ انوار الہدی سن اشاعت ۲۰۰۷ء)

اسی اثناء میں فرزدق کے چچا زاد نے فرزدق سے پوچھا — اے ابو فراس! کیا یہ حسین علی ہیں؟ — فرزدق نے اسے کہا۔

هَذَا الْحُسَيْنِ بْنِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ بِنْتِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُصْطَفَى  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ — هَذَا وَاللَّهِ خَيْرَةٌ اللَّهُ وَأَفْضَلُ  
مِنْ مَشَى عَلَى الْأَرْضِ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ —

یہ حسین بن فاطمہ الزہراء بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ہیں — اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل ترین ہیں —

(مقتل الحسین للنخوارمی ص ۳۲۱)

عمون و محمد خط لے کر آئے:

علی المرتضیٰ کے نواسے — حضرت جعفر طیار کے پوتے — حضرت عبداللہ

بن جعفر طیار کے بیٹے — امام حسین کے بھانجے — سیدہ زینت بنت علی کے لخت جگر حضرت عون اور حضرت محمد علیہم السلام — اپنے باپ عبداللہ بن جعفر کا خط لے کر حاضر ہوئے — امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے — فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مکہ سے نکلے تو عبد بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے دونوں فرزندوں کو ایک خط دے کر میرے والد گرامی کے نام بھیجا — جس میں لکھا تھا — میں خدا کے نام پر آپ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں — آپ میرا خط دیکھتے ہی فوراً واپس لوٹ آئیں۔  
 آپ جہاں تشریف لے جا رہے ہیں، مجھے خوف ہے کہ آپ شہید ہوں گے اور اہل بیت کا استحصال ہوگا۔

إِنَّ هَلَكَتِ الْيَوْمَ طَفِيءَ نُورِ الْأَرْضِ — فَإِنَّكَ عَلَمُ  
 الْمُهْتَدِينَ وَرَجَاءُ الْمُؤْمِنِينَ —

اگر آپ شہید ہو گئے تو دنیا میں اندھیرا چھا جائے گا — آپ ایمان والوں کا سہارا ہیں —

اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ روانگی میں جلدی نہ کیجئے — اس خط کے پیچھے میں خود بھی آ رہا ہوں —

(طبری ج ۶ ص ۲۱۹)

### خواب میں رسول اللہ کا حکم:

حضرت عبداللہ بن جعفر جو حضرت امام کے بہنوئی اور چچا زاد بھائی بھی تھے — سیدنا امام حسین کے پاس پہنچے اور ساتھ حاکم مدینہ عمرو بن سعید کا خط اور اس کے بھائی یحییٰ بن سعید کو بھی ساتھ لائے — خط میں یہ تسلی تھی کہ میں (عمرو بن سعید گورنر مدینہ) آپ کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آؤں گا — اور آپ کو پناہ دیتا ہوں — امام حسین

علیہ السلام نے اس خط کو پڑھا اور واپس جانے سے انکار کر دیا — حضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے بڑی لجاجت سے عرض کی کہ حضور! آپ بتائیں کہ اصل بات کیا ہے آپ کو فہ جانے پر اس قدر بضد ہیں کیوں ہیں؟ — جناب امام نے فرمایا — بات دراصل یہ ہے —

إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَقَدْ  
أَمَرَنِي فِيهَا بِأَمْرٍ وَأَنَا مَاضٍ لَهُ — فَقَالَا: وَمَا تِلْكَ الرَّؤْيَا  
— قَالَ: مَا حَدَّثْتُ بِهَا أَحَدٍ وَمَا أَنَا مُحَدِّثٌ بِهَا حَتَّى أُلْقِيَ  
رَبِّي —

کہ میں نے خواب ”اپنے نانا جان“ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس خواب میں ایک حکم دیا ہے جس کو میں ضرور پورا کروں گا خواہ مجھے دکھ پہنچے — ”عبداللہ اور یحییٰ“ دونوں نے عرض کیا وہ خواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا (اس خواب کا معاملہ) میں نے اب تک کسی سے نہ بیان کیا ہے اور نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب سے جا ملوں۔

(۱) البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت سن اشاعت ۲۰۰۵ء

(۲) الکامل فی التاریخ امام ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت لبنان سن اشاعت

۲۰۰۶ء

(۳) تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر (تاریخ طبری) ج ۶ ص ۲۱۹ مطبوعہ دارالفکر

بیروت —

مقتل الحسین لابی مخنف مع التالیق بقلم الحسن مطبوعہ قم ایران۔

○ — مندرجہ بالا روایت مبارکہ کی رو سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام

حسین علیہ السلام کے پیش نظر حکومت و سلطنت اور دنیاوی جاہ و حشم ہرگز نہ تھا۔ اور نہ ہی آپ اس امر کے طالب تھے۔ امام کے پیش خیال ایک ہی بات تھی۔ کہ اسلام کی عزت کو کس طرح بچایا جاسکتا ہے۔ اُمت رسولِ خدا کو ظلم و استبداد کے چنگل سے کس طرح نکالا جاسکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی اپنے قریبی عزیزوں کے معروضات کی طرف توجہ نہ فرمانے کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کے نانا جان نے ایک کام ان کے سپرد کر رکھا تھا جس کو ہر صورت انہوں نے نبھانا تھا۔ آپ نے اس راز سے پردہ نہیں اٹھایا۔

اگر ذوقِ آگہی اور وجدان کی زبان سے کچھ کہا جائے تو اس سے یہی اشارہ ملتا ہے۔ کہ سب کچھ لٹا کے دین کی عزت کو بچالے امامِ عالی مقام علیہ السلام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اصرار کرنے پر اشارۃً فرمادیا تھا کہ نانا جان نے خواب میں مجھے ایک خاص قسم کے حکم سے نوازا ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ وَأَنَا مَا ضِ  
فِيهِ

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۱۹)

یعنی میرے نانا جان جو مجھے حکم دیا ہے میں اس کو ہر صورت میں پورا کروں گا  
خواہ مجھے اس میں نقصان اٹھانا پڑے۔

اور جو امام نے مکہ معظمہ سے روانگی کے وقت خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس میں بھی اس قسم کے اشارے ملتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ موتِ اولادِ آدم کے لئے اس طرح لازم ہے۔ اور باعثِ زینت ہے۔ جس طرح نوجوان عورت کے گلے کے لئے ہار۔



فرماتے ہیں، مجھے اپنے بزرگوں کے دیدار کا اس طرح اشتیاق ہے، جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو جناب یوسف کے دیدار کا اشتیاق تھا۔ میرے لئے مقتل (قتل گاہ) تیار کیا گیا ہے جسے میں ضرور دیکھوں گا۔ گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جنگل کے بھیڑیے (یزیدی فوج کی شکل میں) میرے جوڑوں کو جدا کر رہے ہیں۔ جو قضا کے قلم سے لکھ دیا گیا ہے۔ ہم اہل بیت اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔ ہم اس آزمائش اور مصیبت و بلا پر صبر کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

(حیات النبی ج ۲ ص ۱۰۵)

گزشتہ اوراق میں امام ذی وقار، ابن حیدر کرار کی شہادت کی پیش گوئیاں بیان کی ہیں، جو معتبر کتب میں مرقوم ہیں، ان تمام پیش گوئیوں کا علم سرکار حسین علیہ السلام کو بھی تھا۔ اور پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم خواب میں حکم فرمانا بھی ان تمام امور حضرت امام حسین کی نظر تھی اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے کسی کی بات کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اور اپنے ارادے پر قائم رہے اور مکہ شریف کو چھوڑ کر عراق کی طرف سفر اختیار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی یہی تھی کہ خاندان نبوت کا لہو چہرہ اسلام کا غازہ بنے۔ اور شاید یہ حق بھی انہی کا تھا کہ گلشن اسلام میں گلہائے لالہ اُگائیں۔

ذریت رسول کا نعرہ بھی یہی ہے۔ کہ۔۔۔

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخِ برگِ گلاب

ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

لیکن بعض فرقہ پرست مولویوں نے اپنے خبث باطن کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایسے

ایسے گل کھلائے ہیں کہ پرانے زمانے کے خوارج کے رستوں بچھائے ہوئے کانٹے بھی

شرمندگی سے منہ چھپانے لگے۔ — تحقیق و ریسرچ کے نام پر ایسا فساد پیدا کیا کہ اُمت مسلمہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے۔

انہوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں امام حسین کے اس عظیم کردار پر نہایت بھونڈے انداز میں نکتہ چینی کی — اور سارا زور قلم و زبان اس بات پر صرف کیا کہ امام عالی مقام نے یہ سفر صرف حصولِ سلطنت، ذاتی منفعت اور اقتدار وغیرہ کے لئے کیا — اصل میں یہ لوگ شانِ رسالت کے منکر اور عظمتِ نبوت کے دشمن ہیں — یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرابت داروں کے سخت ترین مخالف ہیں — اللہ تعالیٰ ان کو سنبھالے — یہ پتہ نہیں کس جہان کے لوگ ہیں — بس ان کی اطلاع کے لئے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ

تزمین رسالت میں بس دو ہی تو عنصر ہیں  
اک مالِ خدیجہ کا اک خونِ ابی طالب رضی اللہ عنہ

## منازلِ سفر

مکہ مکرمہ سے لے کر کربلا معلیٰ تک حضرت امام حسین علیہ السلام جن جن منزلوں سے گزرے ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہے — پہلی منزل بستان ابنِ عامر — دوسری منزل صفاح، جہاں فرزدق سے ملاقات ہوئی — تیسری منزل ذاتِ عراق ہے۔ یہاں اس مقام پر جب آلِ رسول کا قافلہ پہنچا تو کچھ دیر آرام کی غرض سے خیمے نصب فرمائے — ایک شخص بشیر بن غالب نے اس بیابان میں دیکھے تو وہ متعجب ہوا اور قریب آ کر پوچھا یہاں کون لوگ ٹھہرے ہیں — جواب ملا یہ اللہ کے آخری رسول کے گھر والے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے آرام کی غرض سے قیام پذیر ہیں — اس نے اجازت

مانگی اور حضرت امام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی — اے اللہ کے رسول کے بیٹے! — آپ کس چیز نے اس صحرا میں آنے پر مجبور کیا ہے؟ — آپ نے فرمایا — میرے پاس اہل کوفہ کے ارسال کردہ خطوط ہیں — مجھے انہوں نے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہے — پس اگر وہ ہمارے قتل میں شریک ہوئے تو اس جرم و اہانت کی پاداش میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ایسے شخص کا تسلط ہوگا —

مَنْ يَقْتُلُهُمْ حَتَّى يَكُونَ أَوَّلَ مَنْ قَوْمِ الذِّلَّةِ

جو ان کو قتل کر دے گا، اور وہ ذلیل قوم ہوں گے۔

(الحیات النخی ج ۲ ص ۱۷۲ بحوالہ شہادت نواسہ سید الابرار ص ۶۵۰)

اس بیان میں امام حسین علیہ السلام نے مستقبل میں رونما ہونے والے حالات کی طرف واضح طور پر اشارہ فرمایا ہے کہ مجھے بے دردی سے شہید کیا جائے گا — اور اس کے بعد ان پر ایک شخص مسلط ہوگا — یہ اشارہ — ”حضرت مختار بن عبیدہ ثقفی“ کی طرف ہے — جو ان کو چن چن کر قتل کرے گا — اور وہ لوگ قیامت تک ذلت سے یاد کئے جائیں گے —

بطن رُمہ:

چوتھی منزل بطن رُمہ ہے۔ اس کے مقامِ حاجر میں سیدنا امام حسین علیہ السلام کے قافلہ نے تھوڑی دیر آرام کیا، یہاں آپ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھا — جو قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ کوفہ روانہ کیا — جس میں اپنے مکہ سے روانہ ہو کر کوفہ آنے کی اطلاع تھی۔ جب یہ خط لے کر قیس بن مسر صیداوی قاسیہ پہنچے تو حصین بن نمیر نے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے ان سے کہا کہ محل کی چھت پر چڑھ جا۔

فَسَبَّ الْكَذَّابُ ابْنَ كَذَّابٍ

کذاب ابن کذاب کو گالیاں دے۔

حضرت قیس بن مسہر دار الامارت کی چھت پر چڑھ گئے اور کہا

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ هَذَا الْحُسَيْنَ بِنُ عَلِيٍّ خَيْرُ خَلْقِ اللَّهِ ابْنِ فَاطِمَةَ  
بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ——— وَأَنَا رَسُولُهُ إِلَيْكُمْ ثُمَّ لَعَنَ عُبَيْدَ اللَّهِ بِنِ

زِيَادٍ وَآبَاهُ ——— وَاسْتَغْفَرَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ———

اے لوگو! حسین بن علی، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہترین ہیں اور سیدہ فاطمہ

بنت رسول اللہ کا بیٹا ہے۔ میں ان کا قاصد بن کے آپ لوگوں کے پاس آیا

ہوں۔

میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو — بطن رُمہ — کے مقام میں چھوڑا

ہے — تم لوگ ان کی مدد کے لئے پہنچ جاؤ — یہ بات کہنے کے بعد قیس بن مسہر نے  
کہا۔

ثُمَّ لَعَنَ عُبَيْدُ اللَّهِ بِنِ زِيَادٍ وَآبَاهُ ، وَاسْتَغْفَرَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي  
طَالِبٍ ———

”پھر لعنت کی اس نے عبید اللہ پر اور اس کے باپ پر اور حضرت مولا علی بن  
ابی طالب کے لئے دعائے مغفرت کی۔“

یہ بات سن پر ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس کو محل کی چھت سے نیچے گرا دیا جائے —

چنانچہ جناب قیس کو چھت سے نیچے گرا دیا گیا، گرنے سے آپ کا جسم چور چور ہو گیا اور

شہادت کا تاج سجائے ہوئے راہی ملک بقا ہوں — اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ —

(تاریخ طبرج ج ۶ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت سن اشاعت ۱۹۷۹ء)

کیوں جناب! کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین — بیچ اس مسئلہ کے کہ ابن

زیاد نے امام حسین کے قاصد کو امام حسین کے بارے میں ظالمانہ انداز میں حکم دیتے ہوئے کہا — ”نَعُوذُ بِاللّٰهِ“ کذاب ابن کذاب کو چھپ پر چڑھ کر گالیاں دے — قاصد نے چھت پر جا کر حسین کریم مدحت سرائی ہے آپ کو — خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ — کہہ کر لوگوں کو امام کی مدد کرنے کے لئے کہا — اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت اور علی کریم دعائیں دیتے ہوئے شہادت کا جام نوش فرمایا۔

خیال رہے کہ ابن زیاد — یزید — اور اس کی پوری پارٹی اور اس کی کابینہ، خوارج و نواصب کے محبوب ترین لیڈر ہیں — اور ہر وہ شخص جس نے اہل بیت کے ساتھ دشمنی رکھی — اور آل رسول پر مظالم ڈھائے — اور انہیں نہایت بے رحمی سے شہید کیا وہ ان ناصبیوں کے نزدیک قابل ستائش ہے — اے کاش!

○ — آج کے ناصبی اور خارجی پرانے زمانے کے خوارج و نواصب سے دو ہاتھ آگے ہیں — انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر پاروں کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے — اور آل محمد مصطفیٰ کی قبروں پر پانی چھوڑ کر ان کے نشانات کو مٹانے کی ناکام کوشش کی — لیکن موجودہ دور کے خارجیوں نے قبریں اکھاڑ کر، اللہ والوں اور رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرابت داروں کے جسموں کو قبروں سے نکال کر درختوں پر لٹکایا — اور کئی جسموں کو غائب کر دیا — یہاں تک کہ صحابی رسول حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد مبارک کو قبر سے نکال کر غائب کیا گیا — پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو علی کے ساتھ دوستی رکھنے کے باعث ۱۰ھ میں نہایت بے دردی سے شہید کیا گیا — اے حجر بن عدی تم پر کروڑوں سلام ہوں — آج بھی تجھے محبت علی علیہ السلام

۱۔ کہ ابن زیاد امام حسین اور امام علی علیہما السلام کو کذاب کہنے سے پہلے اپنے مجہول النسب باپ کی طرف دھیان کر لیتا۔

کی بنا پر تیری قبر کو اکھاڑ کر ترے جسدِ پاک کی بے حرمتی کی گئی — آج دفاعِ عظمت صحابہ کا دعویٰ کرنے والے خاموش کیوں ہیں؟

### پانچویں منزل — بَعْضُ الْعُيُونِ —

پانچویں منزل بعض العیون کے نام سے مشہور ہے — یہاں پر عربوں کا ایک چشمہ ہے جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام بعض العیون پڑ گیا — یہاں پر بھی کچھ لوگوں نے امامِ عالی مقام سے ملاقات کی اور ترکِ سفر کا مشورہ دیا — لیکن امام حسین نے انکار فرمایا۔

### چھٹی منزل — خزیمہ —

چھٹی منزل خزیمہ کے مقام پر امام نے خمیے نصب فرمائے — ایک دن ایک رات قیام فرمایا — سیدہ زینب نے رات گزارنے کے بعد صبح کو اٹھ کر فرمایا — میں نے رات کو ہاتفِ نبی سے ایک عجیب بات سنی ہے — آواز کچھ اس طرح آرہی تھی —

أَلَا يَاعَيْنُ فَأَحْتَنِلِي بِجَهْدٍ

مَنْ يَبْكِي عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعْدِي

”اے آنکھ پوری کوشش سے آنسو بہالے — بھلا میرے بعد شہیدوں پر

کون روئے گا“ — امام پاک نے سن کر فرمایا۔

يَا أُخْتَاهُ زَيْنَبُ ذَاكَ الَّذِي قَضَى فَهُوَ كَائِنٌ

جو بات قضاء و قدر میں ہے وہ ضرور ہو کر رہے گی۔

(الحیاتِ اعلیٰ ج ۲ ص ۷۵)

اخیال رہے کہ الحیاتِ اعلیٰ کے جتنے حوالے آئیں وہ سب شہادتِ نوارہ سیدالابراہ سے لئے گئے ہیں۔



حضرت زہیر رضی اللہ عنہ نے دوستوں کو خدا حافظ کہا — اور امامِ عالی مقام کے ساتھ ہو لئے — اور سب سے آگے آگے رہتے تھے یہاں تک کہ آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا —

(طبری ج ۶ ص ۲۲۵)

### آٹھویں منزل — ثعلبہ —

آٹھویں منزل ثعلبہ ہے، آپ نے وہاں قیام فرمایا — عبداللہ بن سلیم، اور مذری بن مسمع کا بیان ہے کہ جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو دل میں یہ بات تھی کہ جلد از جلد امام حسین سے جا ملیں — ہم اپنی سواریوں کو دوڑاتے ہوئے زُرد گاؤں تک پہنچ گئے — جب امام کے قریب پہنچنے والے تھے کہ ہم نے اہلِ کوفہ میں سے ایک شخص کو دیکھا جو ادھر آ رہا تھا — جب اس نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا تو راستہ بدل کر دوسری طرف ہو گیا — امام اسے دیکھ کر ٹھہر گئے — گویا اس سے ملنا چاہتے تھے — پھر آپ روانہ ہو گئے — ہم نے اس شخص سے ملنے کا ارادہ کیا تا کہ کوفہ کی خبر پوچھیں، ہم اس کے پاس پہنچ گئے سلام کے بعد ہم نے پوچھا تم کون ہو؟

اس نے کہا میں اسدی ہوں ہم نے کہا ہم دونوں بھی اسدی ہیں — ہم نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے — اس نے کہا بکیر بن مشعبہ ہم نے اپنے نسب کو بیان کیا اور پوچھا کہ کونے کی کیا خبر ہے — اس نے کہا حضرت مسلم اور حضرت ہانی دونوں شہید ہو چکے ہیں۔

فَرَأَيْتُهُمَا يَجْرَانِ بَارِجِلِهِمَا فِي السُّوقِ

— ”میں نے دیکھا کہ ان دونوں کے پاؤں پکڑ کر بازار میں گھسیٹتے جا رہے ہیں“ —



کہتے ہیں کہ یہ خبر سن کر ہم دونوں (عبداللہ اور مذری) امام حسین علیہ السلام کے قافلے کے ساتھ آکر مل گئے۔ جب شام کو آپ منزل ثعلبیہ میں اترے تو ہم نے آپ علیہ السلام کو مسلم وہابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی خبر دی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر آپ نے — ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ پڑھا اور دعا کی اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت فرمائے۔

(طبری ج ۶ ص ۲۲۵)

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ مسلم کے دو بچے ایک عمر چھ سال اور دوسرے کی آٹھ سال تھی۔ ان کے ہمراہ گئے تھے، وہ کہاں ہیں۔ عرض کی ان دونوں کو ایک ظالم کو فی نے قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر امام حسین روئے۔ اور حضرت مسلم کے بچوں کو یاد کرتے، جب خیموں کی طرف بڑھے تو سب گھروالے جمع ہو گئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ حضرت کیا ہوا؟

آپ نے فرمایا ظالموں نے میرے بھائی مسلم اور ان کے دونوں بچوں کو بے دردی سے شہید کر دیا ہے۔ بس اس خبر کا سننا تھا کہ اہل بیت اور احباب نے رونا شروع کر دیا۔ زمین کا وہ حصہ اہل بیت کے رونے سے کانپ رہا تھا۔

(شہادتِ نواسہ سیدالابرار ص ۶۵۴)

○ — حضرت امام پاک — خواتین اہل بیت — حضرت مسلم کی زوجہ حضرت رقیہ سلام اللہ علیہا — اپنے وفا شعار شوہر — اور اپنے بیٹوں محمد و ابراہیم کو یاد کر کے رورہی تھی — مخدومہ جناب حمیدہ — امیر مسلم کی بڑی صاحبزادی اپنے سفیق والد اور دونوں چھوٹے بھائیوں کو یاد کر کے رورہی تھی — امام حسین علیہ السلام نے ان کو صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا — اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے بدلہ لے گا — فرمایا جو کچھ

مسلم کے ذمہ تھا وہ پورا کر چکے اور اب جو کچھ ہے وہ ہمارے ذمہ ہے، اہل بیت کے نوجوانوں کے دلوں میں ایک جوش و ولولہ اور راہِ خدا میں شہادت کا شوق پیدا ہوا۔  
جنابِ مسلم کی ننھی صاحبزادی!

درویش صفت شاعر حضرت گلزار احمد نام صابری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ”سیدہ کلے لال“ کے حوالے سے لکھا ہے — یہ واقعہ حضرت نام صابری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نظم میں بیان کیا ہے۔ راقم کچھ اشعار کونثر کی صورت میں لکھوں گا تاکہ اختصار کا سلسلہ برقرار رہے۔ ۳۲ اشعار میں چند اشعار اشکوں کی صورت میں سینہ قرطاس پر بکھر جائیں — امام پاک سارا دن غمِ مسلم میں بے تاب رہے شام کے وقت حضرت مسلم علیہ السلام کی چھوٹی صاحبزادی امام کے سامنے آئی امام نے اس بچی کو گود میں لیا لکھتے ہیں —

لیا گودی میں اٹھ کر شاہ نے معصوم بچی کو  
 بڑی شفقت سے بہلانے لگے مظلوم بچی کو  
 کہا بچی! خدا شاہد بڑا صدمہ اٹھایا ہے  
 مری ننھی سی بیٹی نے جگر شیروں کا پایا ہے  
 مری مسلم دلاری اکبر علیہ السلام و اصغر علیہ السلام سے کیا کم ہے؟  
 میرے ہوتے ہوئے بیٹا! تجھے کس بات کا غم ہے

چونکہ صاحبزادی بہت چھوٹی سی تھی اپنے بابا کی شہادت کا علم نہ تھا — امام کا شفقت بھرا پرسانہ سمجھ سکی — اور گود میں پڑی امام کی صورت دیکھتی رہی — اور حضرت کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بولی — چچا ابا آپ کیوں روتے ہیں کیا ہوا ہے؟  
 — آپ چین کیوں ہیں؟

بھلا ہم نے وہ ایسا کون سا صدمہ اٹھایا ہے  
 ہمیں تو محترم بابا نے کوفہ میں بلایا ہے  
 سو دیکھو جا رہے ہیں ہم ملیں گے اپنے بابا سے  
 کہانی پاک مریمؑ کی سنیں گے اپنے بابا سے  
 کھلونے تو بہت ہوں گے، وہاں ہم اور لے لیں گے  
 محمد اور ابراہیم سے جی بھر کے کھیلیں گے

بچی کی یہ باتیں سن کر امام نے اس معصومہ کو سینے سے لپٹا لیا — اور فرمایا بیٹی!  
 ابھی تم چھوٹی عمر کی ہو تجھے کیا معلوم کہ میرے دل پر پتیسی کا کیا اثر ہے — اور ساتھ کہاے

تیری مؤہوم اُمیدوں کا سورج ڈھل گیا بیٹی  
 ترے معصوم ارمانوں کا گلشن جل گیا بیٹی  
 ترے ابا تو میدان میں بازی لے گئے ہم سے  
 انہیں اب کیا ہمارے رنج و غم سے حزنِ پیہم سے  
 آپ کی یہ بات سن کر صاحبزادی رونے لگی اور سسکیاں بھرنے لگی — آپ نے

فرمایا

ارے رونے لگی بیٹی! نہ رو بابا کو ڈھونڈیں گے  
 جہاں یہ تینوں جا پہنچے وہاں ہم بھی تو پہنچیں گے  
 صبح ہونے دے ہم ڈھونڈیں مل کر تیرے بابا کو  
 کہ ہم نے خواب میں دیکھا ہے اکثر تیرے بابا کو

یونہی روتے رلاتے شب کو آخر سو گئی بیچی  
پدر کو ڈھونڈنے کی آرزو میں کھو گئی بیچی

(شاہنامہ حسین ص ۱۹۲-۱۹۵ مطبوعہ مکتبہ پیام حریت خانپور)

### — نویں منزل — زُبَالہ —

نویں منزل زُبَالہ ہے یہاں حضرت امام نے کچھ دیر آرام فرمایا اور کچھ لوگوں سے ملاقات کی — اسی جگہ پر حضرت امام کو اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن بقطر کی شہادت کی خبر ملی — سیدنا امام حسین علیہ السلام رستے ہی سے عبداللہ بن بقطر رضی اللہ عنہ کو جناب امیر مسلم بن عقیل کے پاس بھیجا تھا — آپ علیہ السلام کو ابھی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر نہ تھی — ابن بقطر قادسیہ تک پہنچے تھے کہ حصین بن نمیر کے سواروں نے انہیں گرفتار کر لیا، اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا — ابن زیاد نے جناب عبداللہ بن بقطر رضی اللہ عنہ سے کہا۔

إِصْعَدُ فَوْقَ الْقَصْرِ فَالْعِنِ الْكَذَّابِ بْنِ كَذَّابٍ

محل کی چھت پر چڑھ جا اور کذاب بن کذاب پر لعنت کر۔ (یعنی امام حسین اور علی پر نعوذ باللہ لعنت بھیج)

پھر وہاں سے اُتر اتو پھر میں تیرے بارے میں (کوئی) حکم دوں گا، حضرت عبداللہ بن بقطر محل پر چڑھ گئے — جب سب لوگوں کا سامنا ہوا تو بولے،

أَيْهَاسُ! إِنِّي رَسُولُ الْحُسَيْنِ بْنِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِتَنْصُرُوهُ وَتَوَازِرُوهُ عَلَى ابْنِ مَرْجَانَةَ ابْنِ  
سُمَيَّةَ الدَّعِيُّ

اے لوگو! حسین بن فاطمۃ الزہراء بنت رسول خدا کی بیٹی کے بیٹے کا قاصد ہوں۔ تم لوگ ابنِ مرجانہ، سمیہ کے بیٹے (ابن زیاد) ولد الحرام (حرامی) کے مقابلے میں (حسین) کی مدد کرو۔

عبداللہ کے اس نعرہ حق کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو قصر کی چھت سے نیچے زمین پر گرا دو۔ چنانچہ آپ کو محل کی چھت سے زمین پر گرا دیا گیا۔

فَكَسَرَتْ عِظَامُهُ

آپ ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔

ابھی کچھ جان باقی تھی کہ ایک شخص نے آکر ان کو ذبح کر دیا۔

جب مذکورہ بالا خبر امام حسین علیہ السلام تک پہنچی تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — پڑھ کر اس طرح خطاب ارشاد کیا — اے میرے

ساتھ چلنے والے لوگو! مجھے ایک بہت ہی ہولناک واقعہ کی اطلاع ملی ہے — کہ مسلم بن

عقیل — ہانی بن عروہ — عبداللہ بن بقطر ”رضی اللہ تعالیٰ عنہم“ شہید کر دیئے گئے

ہیں۔

وَقَدْ خَذَلْتَنَا شِيعَتُنَا

”ہمارے شیعوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔“

تم میں سے جو جانا چاہے وہ چلا جائے — یہ سنتے ہی وہ لوگ (جورستے میں آپ

کے ساتھ ملے تھے) ادھر ادھر ہو کر نکل گئے۔ بس وہی لوگ آپ کے ساتھ رہ گئے جو لوگ

مدینہ منورہ سے ساتھ آئے تھے۔

(طبری ج ۶ ص ۲۲۶)

خیال رہے کہ آپ کا یہ فرمانا اس بنا پر تھا کہ یہ جو اعرابی ساتھ ساتھ چلے آتے ہیں ان کے ذہن میں جو بات سما چکی ہے وہ یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام جس شہر میں جا رہے وہاں کے سب لوگ آپ کی اطاعت پر آمادہ ہیں۔ آپ نے یہ مناسب سمجھا کہ یہ لوگ کسی غلط فہمی کی بنا پر مصائب و آلام کا شکار نہ ہوں۔

### دسویں منزل۔۔۔ بطن عقبہ۔۔۔

دسویں منزل، بطن عقبہ ہے، جب آپ یہاں پہنچے تو بنو عکرمہ میں سے ایک شخص نے امام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ آپ اس کو تمام حالات سے آگاہ فرمایا۔ تو اس شخص نے بڑی لجاجت سے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ بندہ پرور آپ واپس لوٹ جائیں، خدا کی قسم میں برچھیاں اور تلواریں آپ کی طرف بڑھتی ہوئی دیکھ کر آ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں جو تم نے رائے دی ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْلِبُ عَلٰى اَمْرِهِ

لیکن مشیتِ خداوندی کے سامنے چارہ نہیں یہ فرما کر آپ روانہ ہو گئے۔

(طبری ایضاً)

### گیارہویں منزل۔۔۔ شراف۔۔۔

گیارہویں منزل شراف ہے، یہ قادسیہ سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ حضرت امام حسین نے اس جگہ رات کا قیام فرمایا۔ دوپہر تک اسی جگہ پر رہے۔ مشکیزوں وغیرہ میں پانی بھرا اور روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے آپ اور آپ کے ساتھیوں

کی نظر ایک لشکر پر پڑی جو حریزید ریاحی کا لشکر تھا۔  
ذُو حُسْم:

آپ نے جب حُر کے لشکر کو دیکھا تو ساتھیوں کے مشورہ سے ذوحسم (ایک جگہ کا نام) کی طرف مڑ گئے۔ وہاں پانی دستیاب تھا۔ حُر کے سواروں نے بھی رُخ موڑ لیا۔ لیکن امام عالی مقام ان سے پہلے ذوحسم کے مقام پر پہنچ گئے۔ اور اپنے خیمے نصب کر دیئے۔

### امام پاک کا حسن سلوک

سید الشہداء امام عالی مقام کا مشفقانہ انداز اور اخلاقِ کریمانہ، یکھیں کہ حُر ہزار سواروں کا رسالہ لئے ہوئے اس آگ اُگلتی دوپہر میں آپ کے مقابل آ کر ٹھہرا۔ سیدنا امام اور آپ کے ساتھی عمائمے باندھے ہوئے تھے۔ امام حسین نے اپنے جوانوں کو حکم دیا۔

اسْقُوا الْقَوْمَ وَارْوُوهُمْ مِنَ الْمَاءِ وَرَشِّفُوا الْخَيْلَ تَرْشِيفًا فَقَامَ  
فَتِيَانَهُ فَرَشِّفُوا الْخَيْلَ تَرْشِيفًا ، فَقَامَ فِتِيَةً وَسَقُوا الْقَوْمَ مِنَ الْمَاءِ  
حَتَّى ارْوُوهُمْ

(تاریخ طبری (امام ابن جریر) ج ۶ ص ۲۲۶)

سب لوگوں کو پانی پلا کر ان کی پیاس بجھاؤ!۔ اور ان کے گھوڑوں پر پانی چھڑکو! (حضرت امام کا حکم سن کر) جوان اُٹھ کھڑے ہوئے اور حُر کی فوج کے سواروں کو پانی پلایا یہاں تک کہ ان کو سیراب کر دیا اور برتنوں کو بھر بھر کر گھوڑوں کے آگے رکھتے اور تمام گھوڑے سیراب ہو گئے۔

○ — خُر کی فوج کا ایک سپاہی جو پیچھے رہ گیا تھا — اور پیاس کی شدت اور موسم کی حدت سے نڈھال ہو چکا تھا — امام نے اس کی حالت دیکھ کر اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے پانی پلایا — کیونکہ اس کے ہاتھوں میں اتنی سکت بھی نہ تھی کہ مشکیزہ اٹھا سکے۔

خُر کیوں آیا؟

حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف خُر کے قادیسیہ سے آنے کا سبب تھا — کہ ابن زیاد لعنتی کو جب یہ خبر ملی کہ حسین کوفہ آرہے ہیں تو اس نے حسین بن نمیر کو جو اس کی پولیس کا اعلیٰ افسر تھا کوروانہ کیا — اور حکم دیا کہ وہ قادیسیہ میں ٹھہرے اور قطقطانہ سے خفان تک مورچہ بندی کر لے — اور امام حسین سے مزاحمت کرے — چنانچہ خُر نے ایک ہزار سواروں کی فوج کے ساتھ امام کو روکے رکھا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا — آپ علیہ السلام نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان کہنے کا حکم دیا۔

امام کی امامت:

انہوں نے اذان کہی — اقامت سے قبل سیدنا امام حسین علیہ السلام بند چادر اور نعلین پہنے ہوئے نکلے — خُر اور ان کے فوجیوں کو مختصر سا خطاب فرمایا — خطاب کے بعد موزن کو اقامت کہنے کا حکم دیا — اس نے اقامت کہی — امام نے خُر سے پوچھا۔

أَتُرِيدُ أَنْ تُصَلِّيَ بِأَصْحَابِكَ؟ فَقَالَ: لَا بَلْ تُصَلِّيَ أَنْتَ وَنُصَلِّيَ بِصَلَاتِكَ —

”کیا تم اپنے اصحاب کے ساتھ الگ نماز پڑھو گے؟ خُر نے عرض کی نہیں ہم



الگ نماز نہیں پڑھیں گے بلکہ آپ کے ساتھ نماز ادا کریں گے۔“  
امام نے نماز پڑھائی اور اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ اور آپ انصار بھی سب آپ  
کے پاس جمع ہو گئے۔

امام کا خطاب:

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حُر کے لشکر کو اس وقت خطاب فرمایا۔ جب وہ  
اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے ہوئے ان کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ امام نے نمازِ عصر ادا  
کرنے کے بعد ان کی طرف رُن کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اور فرمایا  
اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّكُمْ اِنْ تَتَّقُوا وَتَعْرِفُوا الْحَقَّ لَا هِلَهَ يَكُنْ اَرْضَ اللّٰهِ  
وَ نَحْنُ اَهْلُ الْبَيْتِ اَوْلٰى بِوَلَايَةِ هٰذَا الْاَمْرِ —

(طبری ج ۶ ص ۲۲۶)

اے لوگو! اگر تم خدا کا خوف کرو گے اور حق داروں کے حق کو پہچانو گے تو یہ  
امر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا اور ہم اہل بیت رسول ہیں اور اس  
امر کے لئے ان سے ہم اولیٰ ہیں۔

جو لوگ تم پر حکومت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کا انہیں کوئی حق نہیں اور وہ  
تمہارے ساتھ ظلم و جبر اور تعدی سے پیش آتے ہیں، اگر تم ہم سے بے زار ہو۔ یا اس  
امر کی کراہت محسوس کرتے ہو تو ہمارے حق کی واقفیت نہیں رکھتے اور جو کچھ اپنے پیغامات  
میں تم نے مجھے کہلا بھیجا۔ اگر اب وہ تمہاری رائے نہیں رہی تو میں تمہارے پاس سے  
واپس چلا جاتا ہوں۔

حُر نے جواب میں عرض کیا۔ خدا کی قسم مجھے ان خطوط کا کوئی علم نہیں جن کا آپ

تذکرہ کر رہے ہیں — یہ سن کر آپ علیہ السلام نے عقبہ بن سمران سے فرمایا کہ وہ دونوں تھیسے جن میں ان لوگوں کے خطوط ہیں لاؤ — عقبہ دونوں تھیسے نکال رکھے اور سب کے سامنے لا کر خطوط بھیر دیئے — خُرنے عرش کی جن لوگوں نے آپ کو خدے کئے ہم ان لوگوں میں سے نہیں — اور ہمیں حکم ہے کہ جہاں آپ کو پائیں گرفتار کر کے بن زیاد کے پاس لے جائیں۔ حضرت اہم حسین نے یہ سن کر خُرنے سے فرمایا۔

النَّوْتُ أَذْنِي الْبَيْتِ مِنْ ذَلِكَ

اس مقصد سے پہلے موت تیرے قریب ہے۔

اور اپنے اصحاب سے فرمایا اٹھو! اور سوار ہو جاؤ، سب سوار ہوئے اور اٹھ کر گئے گئے کہ ان کی مستورات بھی سوار ہو جائیں۔

(عجریٰ بیضا)

### خُرنے کی مزاحمت:

حضرت اہم نے ساتھیوں کو حکم فرمایا کہ ہم سب کو واپس لے چلو — لوگ واپس ہونے لگے تو خُرنے کے رسالہ والوں نے مزاحمت کی اس پر اہم حسین علیہ السلام نے خُرنے سے فرمایا۔

ثَكَلْتِكَ أُمَّكَ مَا تَرِيدُ

”تیرے ماں تجھے روئے آخر تو چاہتا کیا ہے؟“

خُرنے نے کہا خدا کی قسم اگر دنیا کے عرب میں کسی اور نے یہ کلمہ کہا ہوتا خواہ کوئی بھی ہوتا میں اس کی ماں کے رونے ذکر ضرور کرتا — لیکن

وَاللَّهِ مَا لِي إِلَى ذِكْرِ أُمَّكَ مِنْ سَبِيلٍ إِلَّا بِأَحْسَنِ يُقَدِّرُ عَلَيْهِ

خدا کی قسم (اے حسین!) تیری ماں (سیدہ بتول علیہ السلام) کا ذکر حد درجہ  
تعظیم و تکریم کے بغیر نہیں کر سکتا۔

آپ نے فرمایا پھر تیرا ارادہ کیا ہے؟ — خُر نے کہا واللہ! میرا ارادہ ہے کہ آپ کو  
ابن زیاد کے پاس لے چلوں — آپ نے فرمایا واللہ! میں تیرے ساتھ نہیں جاؤں  
گا — خُر نے کہا واللہ! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت امام اور خُر نے یہ کلمہ تین تین  
بار کہا — جب تکرار بڑھ گئی — تو خُر نے کہا — اچھا پھر آپ ایسا رستہ اختیار کریں  
جو نہ مدینہ کی راہ ہو نہ کوفہ کی — تاکہ میں بھی آپ کے کسی امر میں مبتلا ہونے سے بچ  
جاؤں — آپ عذیب اور قادسیہ کی راہ بائیں طرف مڑ جائیں — آپ اپنے انصار  
کے ساتھ روانہ ہوئے — اور خُر بھی ساتھ ساتھ چلنے لگا —

(طبری ج ۶ ص ۲۲۸ — ۲ — ۲۲۹)

### مقام بیضہ میں خطبہ:

حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام جب بیضہ میں پہنچے تو آپ نے اپنے اور خُر  
کے ساتھیوں میں اس طرح خطبہ ارشاد کیا — اے لوگو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا  
فرمان ہے۔

### حدیث شریف:

مَنْ رَأَى سُلْطَانًا جَائِرًا مُسْتَحِلًّا لِحُرْمِ اللَّهِ نَاكِثًا لِعَهْدِ اللَّهِ  
مُخَالِفًا لِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وَأَلِهِ) وَسَلَّمَ يَعْمَلُ فِي  
عِبَادِ اللَّهِ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ عَلَيْهِ بِفِعْلٍ وَلَا قَوْلٍ كَانَ  
حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَدْخُلَهُ مُدْخَلَهُ —

کہ جو شخص ایسے حکمران کو دیکھے جو ظالم ہو — اور خدا تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھتا ہو — جو عہد خداوندی کو توڑتا ہو — اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کرتا ہو — جو بندگانِ خدا کے ساتھ ظلم و سرکشی سے پیش آتا ہو — اور پھر وہ شخص قولاً فعلاً اس پر اعتراض نہ کرے اور اسے نہ روکے تو خدا تعالیٰ اس شخص کو بھی (اس ظالم حکمران) کے اعمال شریک کرے گا —

(طبری ج ۶ ص ۲۲۹ — کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۸۰)

### شیطان کے پیروکار:

امامِ عالی مقام نے حدیث رسول بیان کرنے کے بعد فرمایا — سنو!  
ان ظالم ترین حکمرانوں نے

قَدْ لَزِمُوا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ وَتَرَكَوْا طَاعَةَ الرَّحْمَنِ أَظْهَرُوا  
الْفَسَادَ وَعَطَّلُوا الْحُدُودَ — وَاسْتَأْثَرُوا بِالْفَقْرِ —  
وَحَلُّوا حَرَامَ اللَّهِ وَحَرَّمُوا حَلَالَهُ وَأَنَا أَحَقُّ مَنْ غَيْرَ —

شیطان کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کر لی ہے اور رحمن کی فرمانبرداری کو ترک کر دیا ہے، فساد کو ظاہر اور شرعی حدود کو معطل کر رکھا ہے — اور مالِ غنیمت کو (اپنی ذات کے لئے) پسند کیا — حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر رکھا ہے (یعنی حلال و حرام میں تمیز نہیں رہی) ان پر اعتراض کرنے اور ان امور سے روکنے کا سب سے زیادہ حق مجھے پہنچتا ہے۔

(طبری ایضاً)

”اس کے بعد فرمایا“ — تمہارے خط اور نامہ بر میرے پاس تمہاری طرف سے اس بات پر بیعت کرنے کے لئے آئے کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے اور مجھے دشمن کے حوالے نہ کرو گے — اے لوگو! — اگر تم اپنی بیعتوں کو پورا کرو گے تو کامیابیوں سے ہم کنار ہو جاؤ گے — پھر ارشاد فرمایا —

میں تمہارا پیشوا ہوں:

فَانَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ — وَابْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَفْسِي مَعَ أَنْفُسِكُمْ وَأَهْلِي مَعَ  
أَهْلِيكُمْ فَلَكُمْ فِيَّ أُسْوَةٌ —

(طبری ایضاً)

دیکھو! — میں حسین بن علی — زہراء بنت رسول کا فرزند ہوں، میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ ہے اور میرے اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں — میں تمہارا پیشوا ہوں۔

اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان کو توڑا — اور میری بیعت کو اپنی گردنوں سے نکال ڈالا — تو قسم ہے اپنی جان کی کہ تمہارے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ایسا سلوک تم نے میرے باپ علی — میرے بھائی حسن — اور میرے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل — (علیہم السلام) کے ساتھ کر چکے ہو — جس نے تم پر بھروسہ کیا اس نے دھوکا کھایا۔

اب برتن کا دھون باقی رہ گیا ہے:

حضرت امام نے جو ذی حُسم میں جو خطبہ ارشاد فرمایا — اس کا خلاصہ اس طرح

ہے۔۔۔ حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔۔۔ تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ کیا حال ہو رہا ہے۔ دنیا بدل گئی جو پہچانی نہیں جاتی۔۔۔ نیکیاں مٹی جا رہی ہیں۔۔۔ اب برتن کا دھون باقی رہ گیا ہے۔۔۔ برائی چار سو پھیلتی جا رہی ہے۔۔۔ حق پر عمل نہیں ہو رہا۔۔۔ اور باطل سے پرہیز نہیں کیا جاتا۔

لِيَرْغَبَ الْمُؤْمِنُ فِي لِقَاءِ اللَّهِ مُحِقًّا فَإِنِّي لَا أَرَى الْمَوْتَ إِلَّا  
شَهَادَةً وَلَا الْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِينَ إِلَّا بَرْمًا

مومن کے لئے یہی بہتر ہے کہ حق پر رہ کر خدا تعالیٰ سے ملاقات کرے۔  
میں دیکھتا ہوں کہ مرجانا شہادت ہے۔۔۔ اور ظالموں میں زندگی بسر کرنا  
ناگوار اور باعث رسوائی ہے۔۔۔

(طبری ایضاً)

زہیر بن قین بجلی نے عرض کی:

آپ کا خطبہ سن کر حضرت زہیر بن قین بجلی رضی اللہ تعالیٰ اٹھ کھڑے ہوئے اور  
عرض کیا۔۔۔ اے ابن رسول ہم آپ کے اس ارشاد کو قبول کرتے ہیں۔۔۔ خدا کی قسم  
اگر یہ دنیا ہمارے لئے باقی رہنے والی ہوتی۔۔۔ اور ہم اس میں ہمیشہ رہنے والے  
ہوتے۔۔۔ اور پھر آپ کی نصرت و غم خواری میں ہمیں دنیا کو چھوڑنا پڑتا تو ہم اس دنیا میں  
رہنے سے اس کے چھوڑنے کو آپ کے ساتھ بہتر سمجھتے۔۔۔ حضرت امام نے ان کی اس  
بات کو سن کر اور جہاد کا جذبہ دیکھ کر ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

○۔۔۔ خُر آپ کے ساتھ ساتھ چلتا آ رہا تھا اور آپ سے عرض کرتا تھا یا امام! میں  
آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اپنی جان کا خیال کریں، آپ کا جواب تھا کہ مجھے موت

سے ڈرانے کی ضرورت نہیں۔

ابن زیاد کا خر کے نام خط:

روضۃ الشہداء میں ہے کہ ایک شترسوار خر کے نام ابن زیاد کا مکتوب لے کر آیا جس میں لکھا تھا تجھے جہاں بھی یہ خط ملے حسین علیہ السلام کو اس جگہ روک لے اور انہیں گھیر کر کسی ویران اور بے آب و گیاہ مقام پر لے جا۔

خر نے یہ خط پڑھ کر حضرت امام عالی مقام کی خدمت میں پیش کر دیا — اور عرض کی کہ آپ دیکھ لیں — ابن زیاد نے آپ کی گرفتاری کے سلسلے میں کس قدر سخت حکم جاری کیا ہے۔ اب میں حیران ہوں کہ اگر میں ایسا نہیں کرتا تو ابن زیاد کا ڈر ہے اور اگر آپ کے ساتھ جنگ کرتا ہوں تو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول سے شرم آتی ہے۔

پھر خر نے اپنی فوج سے پوشیدہ ہو کر عرض کی — اے ابن رسول! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ پر ہاتھ اٹھاؤں تو خر کے ہاتھ کٹ جائیں اور اگر آپ پر نگاہ خیانت اٹھاؤں تو میری آنکھیں پھوٹ جائیں — ابن زہراء جب میں اس راستے پر آ رہا تھا تو کوئی پتھر اور کوئی مٹی کا ڈھیلا ایسا نہیں تھا — جس سے یہ آواز میرے کان میں نہ آئی ہو — کہ — اے خر! تجھے جنت کی بشارت ہو — اور میں اپنے آپ سے کہتا تھا، اے خر! تجھ پر افسوس کہ تو رسول اللہ کے بیٹے سے جنگ کرنے کے لئے جا رہا ہے — تو پھر یہ بشارت کیسی ہے؟

یا امام! — اب میرے ساتھ مخالفین کا گروہ ہے — اور میرا مقصد آپ کو گرفتار کرنا نہیں — میں اس بہانے سے اپنے لشکر کو دور رکھوں گا کہ آپ کے ساتھ پردہ نشین خواتین ہیں — چنانچہ جب لوگ سو جائیں تو آپ سفر اختیار فرمائیں اور جس طرف

چاہیں تشریف لے جائیں۔۔۔ جب صبح کو لوگ بیدار ہوں گے تو پتہ چل جائے گا کہ آپ کس طرف تشریف لے گئے ہیں۔۔۔ میں کچھ دیر اپنے لشکر کو اس صحرا میں گھما پھرا کر آپ کے چلے جانے کا بہانہ بنا کر واپس چلا جاؤں گا۔

سیدنا امام حسین علیہ السلام اسے دعائے خیر دے کر سوار ہو گئے اور دونوں لشکر چلنے لگے۔۔۔ جب رات آئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ پر اتر آئے۔۔۔ پھر جب خُر کے سپاہی سو گئے تو امام نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر شروع کر دیا۔۔۔ چونکہ رات تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اس لئے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کدھر جا رہے ہیں۔۔۔ یہاں تک کہ صبح طلوع ہو گئی اور جہان میں روشنی پھیل گئی۔

صبح آمد و علامت خود آشکار کرد

آفاق رازِ رنگِ شفقِ لالہ زار کرد

صبح نے نمودار ہو کر خود کو ظاہر کر دیا اور رنگِ جہان کو سرخ رنگ دے کر لالہ

زار بنا دیا۔۔۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۵۹)

مقامِ کربلا:

چلتے چلتے امامِ عالی مقام کا گھوڑا ایک ہولناک زمین پر جا کر تیخ پا ہو گیا۔۔۔ اور آپ کے تازیانہ لگانے کے باوجود ایک قدم آگے نہ بڑھا۔۔۔ حضرت امام علیہ السلام نے لوگوں سے پوچھا کہ کوئی جانتا ہے کہ اس جگہ کا نام کیا ہے۔۔۔ ایک آدمی نے عرض کی حضور! اس مقام کو ارضِ ماریہ کہتے ہیں۔۔۔ امام نے فرمایا ہو سکتا ہے اس کا کوئی اور نام بھی ہو؟۔۔۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! اسے مقامِ کربلا بھی کہتے ہیں۔۔۔ امامِ عالی مقام نے فرمایا۔۔۔



اللَّهُ أَكْبَرُ — اَرْضُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ وَسَفْكَ الدِّمَاءِ

اللہ اکبر! یہ زمین کربلا وہ ہے جہاں ہمارا خون بہے گا۔

”اس محطِ جالی آلِ عباس است“ — یعنی یہ آلِ عبا کے لوگوں کے مزارات

کا احاطہ ہے —

(روضۃ الشہداء ص ۲۵۹)

اگر ہے نام اسی کا ہی کربلا سن لو  
تو پھر گرے گی یہاں ہم پہ ہر بلا سن لو  
اسی جگہ پہ ہی بکھرے گا خونِ آلِ رسول  
کٹے گا تیغِ جفا سے یہیں پہ باغِ بتول

(خضر)

علی اکبر نے عرض کی:

حضرت امام کے صاحبزادے علی اکبر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی — بابا جان یہ فال ہے جو آپ نے نکالی ہے — اور یہ کیسی گفتگو ہے جو آپ فرما رہے ہیں۔ امام پاک نے فرمایا — اے جانِ پدر! — میں ایک مرتبہ صفین کے سفر میں تمہارے دادا جان اور اپنے والد علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ اس مقام پر پہنچا جسے کربلا کہتے ہیں — حضرت امیر المومنین علی سواری سے اتر آئے اور میرے بڑے بھائی امام حسن ”علیہ السلام“ کی آغوش میں سر رکھ کر استراحت فرمانے لگے۔ اور میں آپ کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک آپ بیدار ہو کر رونے لگے — جناب حسن علیہ السلام نے عرض کیا ابا جان! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟

ابا جان نے فرمایا، بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس صحرا میں خون کا دریا بہہ

رہا ہے — اور میرا حسین اس دریا میں گر کر ہاتھ پاؤں مار رہا ہے — اور فریاد کر رہا ہے — مگر کوئی شخص اس کی مدد کو نہیں پہنچتا — پھر آپ نے میری طرف دیکھ فرمایا — اے ابو عبد اللہ! تجھے اس صحرا میں خوفناک واقعہ پیش آنے والا ہے — بیٹا! تو اس وقت کیا کرے گا — فرماتے ہیں۔

میں نے عرض بابا جان میں اس وقت صبر کروں گا — آپ نے فرمایا ایسا ہی کرنا — اس لئے کہ صبر کرنے والوں کا اجر شمار میں نہیں آسکتا فرمایا — ارشادِ خداوندی ہے۔

إِنَّمَا يُوفَى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ

(پارہ ۲۳ سورہ زمر آیت نمبر ۱۰)

”اور صابروں کو ہی ان کا ثواب دیا جائے گا بغیر حساب کے۔“

○ — حضرت امام نے فوراً حکم جاری فرمایا کہ اونٹوں کو بٹھا کر سامان اتار دو اور

خمیے نصب کر دو۔

آیت کی تفسیر:

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا علی فرماتے ہیں — کہ ہر نیکی کرنے والے کی نیکیوں کا وزن کیا جائے گا — سوائے صبر کرنے والوں کے کہ انہیں بے اندازہ اور بے حساب دیا جائے گا — اور یہ بھی مروی ہے کہ اصحاب مصیبت و بلا حاضر کئے جائیں گے — نہ ان کے لئے میزان قائم کی جائے گی — نہ ان کے لئے دفتر کھولے جائیں گے، ان پر اجر و ثواب کی بے شمار بارش ہوگی۔ یہاں تک کہ دنیا میں عافیت کی زندگی بسر کرنے والے انہیں دیکھ کر آرزو کریں گے — کاش وہ اہل مصیبت

میں سے ہوتے اور ان کے جسم قینچیوں سے کاٹے جاتے کہ آج یہ صبر کا اجر پاتے۔  
(تفسیر خزائن العرفان ص ۶۹۱ مطبوعہ حافظ کمپنی اردو بازار لاہور)

### امام کا قدم خاکِ کربلا پر

امامِ عالی مقام علیہ السلام اسی جگہ پر گھوڑے سے اتر آئے — جب آپ قدم مبارک کربلا کی مٹی پر لگا تو خاکِ کربلا کا رنگ زرد ہو گیا — اور اس سے غبار اٹھا جس سے آپ کے گیسو مبارک گرد آلود ہو گئے — سیدہٴ کلثوم سلام اللہ علیہا نے کہا — بھائی جان! میں نے یہ عجب حال دیکھا ہے اور صحرا سے میرے دل کو سخت ہول آتا ہے — امام نے اپنی بہن کو تسلی دی — اور زوجہ محترمہ کو وصیت فرمائی۔

### امام کی وصیت

فرمایا — اے میری رفیقِ دل نواز اور غمگسار کارساز — جب تو مجھے اس مقام پر گھوڑے سے گرتے ہوئے دیکھے اور میرے سر اور چہرے کو کٹا پھٹا پائے — اور میں تیروں اور تلواروں سے گھائل ہو جاؤں تو سر اور بالوں کو برہنہ نہ کرنا — اور نہ ہی سینہ کو بی کرنا — اور نہ منہ پیٹنا کیونکہ دشمن کی شہادت بہت بڑی مصیبت ہے — شہادت — شہادت کے معنی ہیں کسی کو مصیبت میں دیکھ کر خوش ہونا — امام کا مطلب یہ تھا کہ اپنی مصیبت پر دشمن کو خوش ہونے کا موقع نہ دینا —

(روضۃ الشہداء ص ۲۳۲)

○ — جب اہل بیت کرام نے یہ بات سنی تو سب نے فریاد و فغان کرتے ہوئے عرض کیا — اے سید و سرور آپ نے ہمیں یہ کیسی جاں گداز اور پرسواز خبر دی ہے — پھر آپ بیٹوں اور اقرباء نے اس قدر نالہ و فریاد اور آہ و زاری کی کہ زمین و آسمان والے ان کے رونے سے پریشان و مضطرب ہو گئے اور پھر ان کے کانوں میں

الْقَضَاءُ بِالْقَضَاءِ (مشیت خداوندی پر راضی رہنا)

کے آواز بونجی تو انہوں نے نمبر تختیاں فرمایا۔

(رینڈ)

عقتر:

امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ جب نام کربلا میں پہنچے تو آپ نے پوچھا یہ جگہ کس نام سے پکاری جاتی ہے؟ — لوگوں نے عرض کی — ہئی العقتر — اس جگہ کا نام عقتر ہے — (عقتر زخم اور بانجھ پن کو کہتے ہیں) — امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَقْرِ

اے اللہ کریم مجھے عقتر سے بچا۔

آپ وہیں اتر پڑے — یہ محرم الحرام کی دوسری تاریخ تھی اور پنج شنبہ کا دن تھا — امام زہراؑ فرات سے ذرا ہٹ کر خیمے نصب کر دیئے —

(طبری ج ۶ ص ۲۳۲)

○ — بعض محققین کے نزدیک اس خطہ زمین کا نام قدیم زمانے میں — ”عقتر بابل“ تھا — عقتر — قدیم سامی زبان قریہ کو کہتے ہیں اور — بابل — نام کا ایک شہر کسی زمانے میں یہاں آباد تھا (نمرود کا شہر) اسی لئے یہ خطہ عقتر بابل کہلاتا تھا — آخر رفتہ رفتہ عقتر بابل سے بدلتے بدلتے — کربلا کہلانے لگا اور اسی نام سے مشہور ہو گیا۔

ستم کی سرزمین پر:

علامہ گلزار احمد نام صابری نے امام عالی مقام کے ستم کی سرزمین پر اترنے کا نقشہ

اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے۔

پریشاں ہو رہے تھے دشت میں آ کر حرم والے

ستم کی سرزمین پر آ گئے گویا کرم والے

کچھ ساتھیوں نے اس ہولناک صحرا سے کہیں اور چلے جانے کا سوچا۔ — جب صبح

کی نماز کے بعد سوار یوں پر سوار ہوئے تو سوار یوں نے ایک قدم تک نہ اٹھایا۔ یہ منظر دیکھ

کر امام علیہ السلام نے حکم فرمایا:

ہوا ارشاد رُک جاؤ کہ منزل ہے یہی اپنی

اسی دشت قضا میں ختم ہو گی زندگی اپنی

یہی منزل ہے جس منزل کی رہبر صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خبر دی تھی

یہی خطہ ہے جس خطے کی حیدر نے خبر دی تھی

عبادت گاہِ اُلفت چھوڑ دینا سخت مشکل ہے

مقدر کا یہ بندھن توڑ دینا سخت مشکل ہے

اسی میداں میں گونجے گی صدا اللہ اکبر کی

یہی تو رَزْمُ گاہِ عشق ہے آلِ پیغمبر کی

اسی دھرتی کو چومیں گے ملائک آسماں والے

اسی مقتل میں گھومیں گے نبی آخر زماں والے

سلیمان بن صرد کے نام خط:

روضۃ الشہداء میں ہے کہ امام عالی مقام نے کربلا سے سلیمان بن صرد خزعی کے نام خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا — کہ تم نے مجھے خط لکھ کر بلایا میں آ گیا ہوں تم میرا ساتھ دے کر اپنا وعدہ پورا کرو گے تو یہ مروت کا تقاضا ہے — اور اگر بے وفائی کرو گے تو یہ امر اہل کوفہ کے لئے بعید نہیں — کیونکہ انہوں نے میرے والد علی اور میرے بھائی اور چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے — اس وقت مخالفین کے لشکر نے میرے راستے کی ناکہ بندی کر رکھی ہے تم اگر میرا ساتھ دو گے بھلائی حاصل کرو گے — میں تو اپنا جسم اللہ تعالیٰ کی قضاء کے سپرد کر کے۔

الرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ بَابُ اللَّهِ الْأَعْظَمِ (مشیت خداوندی پر راضی رہنا اللہ تعالیٰ کی (رحمت) کا بہت بڑا باب ہے) کی انتظار گاہ میں قدم اطاعت کے ساتھ کھڑا ہوں —

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۰)

خط قیس کے حوالے کیا:

حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ مکتوب گرامی قیس اعرابی کے حوالے کیا — اور قیس یہ خط لے کر کوفہ روانہ ہو گئے مگر راستوں کی ناکہ بندی کرنے والوں نے انہیں راستے میں ہی گرفتار کر لیا — اور پھر ابن زیاد کے حوالے کر دیا۔ قیس نے ابن زیاد کو دیکھا تو خط کو جیب سے نکال کر پھاڑ دیا — ابن زیاد نے کہا یہ کاغذ کیسا تھا؟ — قیس نے کہا یہ خط تھا جو میں لے کر آ رہا تھا — ابن زیاد نے پوچھا یہ خط کس کا ہے؟ — قیس نے کہا امام حسین علیہ السلام کا — ابن زیاد نے تو نے اسے کیوں پھاڑ دیا؟ — قیس

نے کہا — دوستوں کے راز، دشمنوں پر ظاہر کرنا وفا کی دنیا میں روا نہیں۔

ابن زیاد نے کہا اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے رہا کر دیا جائے تو تجھے دو کام کرنا پڑیں گے — اول ان لوگوں کے نام بتا دو جن کے نام یہ خط لکھا ہوا تھا — دوم — حسین اور ان کے بھائی حسن اور ان کے والد علی کو منبر پر چڑھ کر گالیاں دو — میری اور یزید کی تعریف بیان کرو — جناب قیس نے کہا۔ جن لوگوں کے نام خط تھا ان کے ناموں کا اظہار تو ممکن نہیں — البتہ دوسرا کام کروں گا — تم لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے منبر پر کھڑا کرو، تاکہ میں کچھ جانتا ہوں اسے بیان کروں — ابن زیاد نے منادی کرادی — لوگ مسجد میں جمع ہو گئے — مسجد کے صحن میں منبر بچھا دیا گیا — قیس نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجا — اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا و مشیت اور ابتلا و مصائب سے گزرنے والے انبیاء و اولیاء کے بارے میں چند باتیں کیں — اور لوگوں کو اپنے آنے کا مقصد بتایا — اور امام حسین کے خط کا مضمون بیان کیا — اور لوگوں کو کہا کہ تمہارے بلانے پر امام حسین تشریف لائے ہیں — تم ان کی بیعت کر کے ان کی مدد کرو! اور ساتھ ہی ابن زیاد اور یزید کی مذمت کی۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۰ — تا — ۲۶۱ مطبوعہ خیابان بوذر تہران)

رشوتیں دی گئیں:

طبری میں ہے کہ طرماح بن عدی تین اور ساتھیوں کے ساتھ کربلا معلیٰ میں وارد ہوئے وہ کوفہ سے آئے ہوئے وہ کوفہ سے آئے تھے۔ امام نے ان سے دریافت فرمایا جہاں سے تم لوگ آرہے ہو وہاں کی کیا خبر ہے؟ مجھ سے بیان کرو!

مجمع بن عبداللہ عاندی نے جو با عرض کیا — یا امام بڑے لوگوں کا تو یہ حال ہے۔

فَقَدْ أَعْظَمَتْ رِشْوَتُهُمْ وَ مِلْنَتْ غَرَائِرُهُمْ

کہ ان کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں اور ان کے تھیلے بھر دیئے گئے —

اور ان کو بلا بلا کر اپنا خیر خواہ اور ہم نوا بنا رہے ہیں — وہ سب لوگ آپ کے

خلاف متفق ہو رہے ہیں — رہے اور لوگ تو ان کا خیال یہ ہے کہ دل سے وہ آپ کی

طرف ہیں — لیکن کل یہی لوگ آپ پر تلوار کھینچے ہوئے آپڑیں گے — حضرت امام

نے اس سے اپنے نامہ برقیس بن مسہر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ کے

قاصد قیس کو — حصین بن نمیر گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا — ابن زیاد

انہیں حکم دیا کہ وہ آپ پر اور آپ کے باپ پر لعنت کرے — تو قیس نے منبر پر کھڑے

ہو کر —

فَصَلِّ عَلَيكَ عَلَى أَبِيكَ — وَلَعْنِ ابْنَ زِيَادٍ وَأَبَاهُ —

وَدَعَا إِلَى نُصْرَتِكَ — وَأَخْبَرَهُمْ بِقُدُومِكَ —

آپ پر اور آپ کے باپ (علی) پر صلوٰۃ بھیجی — اور ابن زیاد اور اس

کے باپ پر لعنت بھیجی — اور آپ کی مدد کے لئے لوگوں کو پکارا اور آپ

کے آنے کی سب لوگوں کو خبر دی —

اس بات پر ابن زیاد نے ان کو دارالامارت کی چھت پر لے جا کر نیچے گرا کر شہید کر

دیا — یہ بات سن کر امام کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے — اور آپ نے قرآن

مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۝



پس ان میں سے کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے

اپنے عہد کو ذرا بھی نہ بدلا۔

اور ساتھ آپ نے یہ دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَنَا وَلَهُمُ الْجَنَّةَ نُزُلًا وَاجْمَعُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فِي

مُسْتَقَرٍّ مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَرَغَائِبِ مَذْخُورِ ثَوَابِكَ —

اے اللہ تعالیٰ! ہم کو اور ان کو جنت میں مہمانی عطا فرما، ہم کو اور ان کو یک جا

کردے، اپنی رحمت سے اور ثواب کے پسندیدہ ذخیر عطا فرما۔

(طبری ج ۶ ص ۲۳۰)

ابن زیاد کا خط:

ابن زیاد نے امام پاک کی طرف خط دے کر ایک قاصد بھیجا۔ اور لکھا کہ یزید

نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک تو حسین سے میری بیعت نہ لے لے تیرے لئے بستر پر لیٹنا

اور پیٹ بھر کر کھانا پینا رو انہیں۔ اور اگر وہ انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس

بھیج دے لہذا آپ یا یزید کی بیعت کریں یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

امام نے ابن زیاد کے خط کو پڑھ کر پھینک دیا۔ اور فرمایا افسوس ہے اس قوم کی

بد حالی پر جو مخلوق کی رضا کو خالق کے غضب پر ترجیح دیتی ہے۔ ابن زیاد کے قاصد نے

ایشان نزول: حضرت مولا علی نے ایک یہودی سے فرمایا کہ میں نے اور میرے چچا حمزہ اور میرے بھائی

جعفر اور چچیرے بھائی عبیدہ (رضی اللہ عنہم) نے جس امر کا خدا اور اس کے رسول سے وعدہ کر لیا تھا اسے

پورا کیا۔ پس خدا کی مرضی پوری ہوئی کہ میرے وہ ساتھی تو آگے بڑھ گئے اور میں ان کے پیچھے رہا

پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

تفسیر رفاعی ص ۵۰۵ مطبوعہ دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور

(یادہ ۲۱ سورۃ احزاب آیت نمبر ۲۳)

کہا آپ اس خط کا جواب لکھ دیں — آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

مَا لَكَ عِنْدِي جَوَابٌ فَقَدْ حَقَّتْ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ

میرے پاس اس کا جواب نہیں اور اس کا بدلہ سوائے کلمہ عذاب کے کچھ نہیں۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۱)

### قتل حسین کا انعام:

ابن زیاد کا قاصد واپس آیا، اس نے آکر بتایا کہ امام حسین نے تیرا خط پھینک دیا تھا اور اس کا جواب نہیں لکھا — یہ سن کر ابن زیاد غصے سے باؤلا ہو گیا — اور اس نے اہل مجلس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا — تم میں سے کون ہے جو حسین کے ساتھ جنگ کرنے میں پہل کر لے، اس صلہ میں میں اسے عراق کے جس شہر کی چاہے گا گورنری دے دوں گا — اس کی اس بات کا جواب کسی نے جواب نہ دیا — تو اس نے اپنی اس پیش کش کو دوسری مرتبہ پھر تیسری مرتبہ بار بار دہرایا — مگر پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا — اس نے کچھ سوچا اور پھر عمرو بن سعد کو اپنے پاس بلایا — اور کہا میں نے ایک عرصہ سے سن رکھا ہے کہ تورے کی حکومت کی آرزو رکھتا ہے، ابن زیاد کہنے لگا فی الواقع وہ علاقہ بہت وسیع ہے — وہاں کی آمدنی بہت زیادہ، بے پناہ دولت، اور بے شمار اموال پر مشتمل ہے، میں چاہتا ہوں کہ رے اور طبرستان تیرے نام لکھ دوں —

ابن سعد نے اس بات پر اس کی خوشامد کی — نو ابن زیاد نے رے اور طبرستان کا علاقہ اس کے نام لکھنے کے بعد اسے خلعت فاخرہ پہنا کر، اس کے لئے گھوڑا مزین کروایا اور پھر کہا ابن سعد! میں تیری سپہ سالاری میں لشکر دیتا ہوں — اور خزانے سے پچاس تھیلے مال و زر کے تجھے دیتا ہوں۔

اور یہ سب اس شرط پر ہے کہ تو کربلا میں جا کر حسین کو یزید کی بیعت پر آمادہ کر لے۔ اور اگر وہ نہ مانیں تو ان کے اور ان کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر میرے پاس لے آ۔ ابن سعد نے کہا۔ اے امیر! یہ ایک بہت بڑا کام ہے جس شروع کرنے سے پہلے غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ مجھے اجازت دے تاکہ میں اپنی اولاد اور ساتھیوں سے صلاح مشورہ کر لوں۔ ابن زیاد نے کہا جا۔ اور مجھے اس بارے میں جلد مطلع کر۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۲)

### چھوٹے بیٹے کا جواب:

ابن سعد۔ ابن زیاد کا دیا ہوا خلعت پہن کر اور اس کے دیئے ہوئے بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر۔ اور اپنے ہاتھ میں رلے کی حکومت کے بارے میں لکھا ہوا پروانہ لے کر اپنے گھر آ گیا۔ جب بیٹوں نے اسے اس صورت میں دیکھا تو پوچھا۔ بابا! یہ خلعت اور گھوڑا تجھے کہاں سے ملا اور تیرے ہاتھ میں یہ کاغذ کیسا ہے؟

ابن سعد نے کہا، اے میرے بیٹو! مجھے وہ دولت حاصل ہوئی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ اور میرے مقدر اس قدر بلند ہو گئے ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ امیر ابن زیاد نے مجھے اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ اس خلعت اور عمدہ گھوڑے کے علاوہ اس نے میرے نام طبرستان کی حکومت کا فرمان بھی لکھ دیا ہے اور ان تمام امور کی شرط یہ رکھی ہے کہ میں کربلا میں جا کر امام حسین سے جنگ کروں۔

اس کے چھوٹے بیٹے نے کہا۔ بابا! تو جو گھائے کا سودا کر کے آیا ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ سودا تیرے دل پر ساہ دھبے کی صورت میں نمایاں ہو گیا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ تو کس کے ساتھ جنگ کرنے جا رہا ہے؟ اور کس خاندان

کے خلاف دشمنی کے لئے کمر باندھی — امام حسین پتہ ہے کون ہے؟ حسین اللہ کے  
آخری رسول کے دل کا ٹکڑا ہے — علی المرتضیٰ کی آنکھ کا نور — اور سیدہ بتول کے دل  
کا سرور ہید بابا! — تیرے والد اور میرے دادا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ  
حسین علیہ السلام نام پر اپنی جان نثار کرتے تھے، اور ان کی جان لینے کے درپے ہے۔

— ایسا نہ کر — خدا کا خوف کر — قیامت کے دن شرمساری لے ڈر!  
— قیامت کے دن اگر رسول خدا نے تجھ سے پوچھ لیا کہ میرے بیٹے پر غریب الوطنی  
میں تلواریں چلانے والے — بتا تو نے ایسا کیوں کیا؟ — تو کیا جواب دو گے —  
تو دوسری بات یہ ہے کہ تو نے امام پاک خط لکھا کر بھیجا تھا — جسے پڑھ کر تیری بات  
قبول کرتے ہوئے ادھر کا رخ کیا — اب تو انہیں کرنے کا ارادہ رکھتا ہے — لوگ  
تجھے غدار اور بے وفا کہیں گے — اور اہل اسلام قیامت تک تجھے برائی سے یاد کریں  
گے — ایسا نہ کر۔

ابن سعد نے اپنے چھوٹے کی یہ نصیحت سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

بڑا بد بخت:

اور اپنے بڑے بیٹے سے پوچھا کہ تو اس بارے میں کیا کہتا ہے — بڑے بیٹے  
نے کہا — اگرچہ جو باتیں میرے چھوٹے بھائی نے کی ہیں وہ درست ہیں — لیکن  
یہ ادھار کا سودا ہے — جو ابن زیاد نے دیا وہ نقد ہے — اور کوئی عقل مند نقد کو ادھار  
کے عوض نہیں دیتا — اور حاضر کو غیب پر اختیار نہیں کرتا۔

ابن سعد کی کر بلا کی طرف روانگی:

ابن سعد نے کہا اے بیٹے! تو نے سچ کہا ہے — دوسرے روز ابن سعد قصر

حکومت میں پہنچا اور ابن زیاد سے کہا — میں حسین کے ساتھ جنگ کرنے پر تیار ہوں — ابن زیاد نے خوش ہو کر پانچ ہزار (بعض نے چار ہزار لکھا ہے) لشکر اس کی کمان میں دیا اور اسے کربلا کی طرف روانہ کر دیا۔  
حمزہ کی نصیحت:

ابن سعد کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ نے لکھا کہ اس کا ماموں امام کے ساتھ جنگ کرنے کا عزم کر چکا ہے — تو اس نے کہا ماموں جان تو امام حسین کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے کیوں جا رہا ہے، جب کہ یہ کبیرہ گناہ ہے — بد عہدی — اور بے وفائی بھی ہے۔ ابن سعد نے کہا اے بیٹا! اگر میں ایسا نہ کروں تو حکومت اور سرداری کس طرح حاصل ہو سکتی ہے — حمزہ نے کہا خدا کی قسم — امارت و حکومت کو چھوڑ کر دنیا سے نکل جانا اس سے بہتر ہے کہ خدا کے سامنے کوئی اس طرح پیش ہو کہ اس کی گردن پر خون حسین علیہ السلام ہو۔

ابن سعد نے بھانجے کی بات پر غور کیا اور چاہا کہ ارادے کو بدل دے لیکن دنیا کی محبت نے اس کی نگاہ بصیرت پر پردے ڈال کر ذلت کے کنوئیں میں گرا دیا — اور وہ بد بخت دین پر دنیا کو ترجیح دے کر اپنے لشکر کو لے کر بلا میں امام حسین علیہ السلام کے سامنے آ گیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۳ — ۲۶۴)

امام سے بات چیت:

عمر و بن سعد نے کربلا میں پہنچ کر امام حسین کی جناب میں پیغام بھیجا کہ آپ یہاں اس ملک کیوں آئے ہیں؟ — آپ نے جواب میں فرمایا کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں

نے مجھے خیر کہے اور مسلسل قاصدوں کو بھیج کر مجھے یہاں بلایا اور اس بدولت میں بے حد  
مباغض سے کام لیا۔ اور ابن کے واسطے اسے لے کر آنے کے لئے اصرار کیا۔ اور  
اب پوچھتے ہو کہ کیوں آئے ہو۔ اور تم نے اپنے عہد و پیمان کو توڑتے ہوئے میرے  
چچا زاد بھائی کا ساتھ نہ دیا اور اسے شہید کر دیا۔

— ”آپ نے ایک حکمت عملی کے تحت فرمایا“ — اگر کوئی شخص میرے لئے

رکاوٹ نہ بنے تو میں واپس چلا جاؤں۔ اس جواب سے ابن سعد خوش ہو گیا۔ اور  
اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ امام حسین اور ابن زیاد کے درمیان صلح ہو جائے۔ اور امام  
واپس چلے جائیں۔ اور جنگ کی ضرورت پیش نہ آئے۔ چنانچہ اس نے ابن زیاد  
کو خط لکھا جس میں امام کا ارادہ لکھ بھیجا۔

○ — ابن زیاد نے اسے خط لکھا۔ کہ حسین پر یزید کی بیعت پیش کر۔

اگر وہ قبول کر لیں تو مجھے اطلاع کر دے۔ ورنہ میرے حکم کا انتظار کر۔ ابن سعد  
نے جان لیا کہ۔ ابن زیاد۔ امام کی واپسی پر رضا مند نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس  
نے ابن زیاد کا خط امام حسین کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا میں  
ابن زیاد کی بات پر ہرگز عمل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کا حکم مان سکتا ہوں۔

○ — ابن زیاد کو جب امام حسین علیہ السلام کے انکار کی خبر پہنچی تو وہ سخت

غضبناک ہوا اور پھر اس نے حسین بن نمیر۔ شیبث بن ربیع۔ اور شمر ذی الجوشن کو  
تمام سواروں اور پیادوں کا لشکر دے کر ابن سعد کو مدد بھیجا۔ اور اسے پیغام بھیجا کہ  
حسین اور اس کے ساتھیوں کو اس وقت تک فرات کے پانی سے محروم کر دیا جائے جب تک  
وو یزید کی بیعت نہ کر لیں۔

پانی بند:

عمر بن سعد — عمرو بن حجاج نے پانچ سو سواروں کو قبضہ کرنے کے لئے بھیجا تو وہ فرات اور حسین کے درمیان حائل ہو گئے — امام حسین کریم علیہ السلام اپنے خیمے صحرا میں نصیب فرمائے اور یہ صورت امام عالی مقام کی شہادت سے تین روز قبل پیدا ہوئی۔

یہ مانا ہر زمانے میں ستم ہر چند ہوتا ہے  
مگر ظلمت یہاں دیکھو کہ پانی بند ہوتا ہے  
وفائے یار نے ہنس کر رضائے یار کو مانا  
گل و گلزار کے بدلے دکھتی نار کو مانا  
حرم والوں نے خیمے گرم ریگستان میں گاڑے  
رضا و صبر کے جھنڈے دل انسان میں گاڑے

امام عالی مقام کے ساتھیوں پر پیاس کا غلبہ طاری ہوا تو امام نے اپنے پیارے بھائی علمدار کربلا عباس علیہ السلام کی سربراہی میں تیس سواروں اور بیس پیادوں کو پانی لینے کے لئے فرات کی جانب روانہ فرمایا — عباس جری نے ابن سعد کے ساتھ جنگ کی اور اس پر غلبہ حاصل کر کے پانی کے مشکینزے بھر کر اپنے خیموں کی طرف واپس آ گئے۔

(روضۃ الشہد ۱۲۶۴)

ابن سعد سے ملاقات:

دوسرے دن امام عالی مقام نے ابن سعد کو پیغام بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ آج کی رات تجھ سے ملاقات کرے — ابن سعد نے اپنے خاص خاص آدمیوں کو ساتھ لیا اور لشکر گاہ سے باہر آ گیا — امام عالی مقام نے اپنے بھائی عباس اور اپنے بیٹے علی اکبر کو ساتھ لیا اور سوار ہو کر اس کے پاس تشریف لے گئے — اور فرمایا — اے عمر و خدا سے

— تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔

— تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔

بعض مشاعرے

بہار کی نصیحت

بہار کی نصیحت  
 — تو اس وقت تو یہاں سے نکل کر اپنے گھر چلے جا۔



آپ نے فرمایا — میں نے ابنِ سعد کو نصیحت کی تھی جسے اس نے قبول نہیں کیا —  
جناب بریر نے عرض کیا — حضور میں جاتا ہوں شاید غفلت کی روئی اس کے کانوں سے  
نکال سکوں — امام نے انہیں اجازت فرمائی — تو حضرت بریر علی الصبح ابنِ سعد کے  
لشکر میں تشریف لے گئے — ابنِ سعد اپنے خیمہ میں تھا — بریر بغیر اجازت لئے  
اندر چلے گئے — اور بغیر سلام کئے بیٹھ گئے — ابنِ سعد نے غضب ناک ہو کر  
کہا — اے ہمدانی بھائی! — مجھے سلام کرنے سے تجھے کس نے روکا ہے — کیا  
میں مسلمان نہیں ہوں؟

حضرت بریر ہمدانی نے کہا! — حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث مبارکہ

ہے — کہ

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ

مسلمان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ

رہیں —

جب کہ تو نے اہل بیت نبوت پر پانی بند کر دیا ہے — رسول اللہ کے بیٹے کے  
ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتا ہے — اور عزت پیغمبر کے سامنے لشکر لاکر کھڑا کیا ہے — تو  
کس طرح مسلمان رہے گا —

○ — ابنِ سعد نے کچھ دیر گردن جھکائے رکھی، پھر سر اٹھایا اور کہا، اے بریر

یقیناً یہ بات صحیح ہے کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے والے — اور ان کے حقوق غضب

کرنے والے کا ٹھکانا جہنم ہے — اور اس کا بدلہ عذابِ الیم ہے — مگر میں ملک

رے کو نہیں چھوڑ سکتا — اور میرا دل وہاں کی حکومت کو ترک نہیں کر سکتا — حضرت

بریرنا امید ہو کر امام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں — کہ اس بد بخت نے خیمہ  
مقیم پر خذاب عظیم کو اختیار کر لیا ہے۔

(روضۃ اشہد، ص ۲۶۶)

## — وکلاء یزید کا پروپیگنڈا —

یزید کے وکیلوں نے مندرجہ ذیل ایک روایت کو سامنے رکھ کر اتنا شور مچایا کہ روایت  
شرف مندگی سے منہ چھپا کر بیٹھ گئی — وہ روایت بعض مؤرخین و محدثین نے مختلف الفاظ  
میں بیان کی ہے — اور اسے امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کی — اور  
یہ بھی لکھا کہ جب امام حسین علیہ السلام — اور ابن سعد کی ملاقات ہوئی تو امام نے اپنے  
انصار کو پیچھے ہٹا دیا — اور ابن سعد نے اپنے فوجیوں کو پیچھے ہٹ جانے کو کہا اور وہ اتنی  
دور ہٹ گئے کہ وہاں نہ کوئی آواز سنائی دیتی تھی نہ کوئی بات۔

○ — امام ابن سعد کے درمیان ملاقات تھوڑی سی طوالت اختیار کر گئی —

اور لوگوں نے اپنے وہم و گمان سے باتیں بنانا شروع کر دیں، آگے چل کر امام طبری لکھتے  
ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ امام پاک نے کہا تمہیں باتوں میں سے ایک  
بات میرے لئے اختیار کرو — یا تو یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں، وہیں جاؤں — یا یہ  
کہ میں ”اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں وہ میرے بارے میں جو فیصلہ چاہے  
کرے“ — یا یہ کہ مملکت اسلامیہ کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر مجھے روانہ کر دو۔

○ — اوپر والی روایت لکھنے کے بعد حقائق سے پردہ اٹھاتے ہوئے — ابن

جریر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ امام حسین نے یہ نہیں فرمایا کہ میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ  
دینے کے لئے تیار ہوں — لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن بن جندب نے — عقبہ بن سمان

سے روایت بیان کی ہے۔

قَالَ : صَحِبْتُ حُسَيْنًا فَخَرَجَتْ مَعَهُ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْمَكَّةِ  
وَمِنْ مَكَّةَ إِلَى الْعِرَاقِ وَلَمْ أُفَارِقْهُ حَتَّى قَتَلَ وَ لَيْسَ مِنْ  
مُخَاطَبَتِهِ النَّاسَ كَلِمَةً بِالْمَدِينَةِ وَلَا بِمَكَّةَ وَلَا فِي الطَّرِيقِ وَلَا  
بِالْعِرَاقِ وَلَا فِي عَسْكَرٍ إِلَى يَوْمِ مَقْتَلِهِ إِلَّا وَقَدْ سَمِعْتُهَا إِلَّا وَاللَّهِ  
مَا أَعْطَاهُمْ مَا يَتَذَكَّرُ النَّاسَ وَمَا يَزْعُمُونَ مِنْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ فِي  
يَدِ يَزِيدِ بْنِ مَعَاوِيَةَ وَلَا أَنْ يَسِيرُوهُ إِلَى ثَعْرٍ مِنْ ثَعُورِ الْمُسْلِمِينَ  
وَلَكِنَّهُ — قَالَ : دَعَوْنِي فَلَا ذَهَبَ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ  
الْعَرِيضَةِ حَتَّى نَنْظُرَ مَا يَصِيرُ أَمْرُ النَّاسِ —

انہوں نے کہا میں ”حضرت امام حسین“ کی صحبت و معیت میں رہا —  
میں ان کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف — اور مکہ سے عراق کی طرف  
ساتھ ساتھ رہا اور میں ان سے جدا نہ ہوا یہاں تک کہ امام عالی مقام شہید ہو  
گئے — اور آپ نے مدینہ منورہ — مکہ معظمہ اور ان شہروں کے  
راستوں میں جو بھی کلام ارشاد کیا۔ میں نے اس کو سنا — خبردار! قسم ہے  
اس ذاتِ حق کی جس نے انہیں انعام سے نوازا، جو لوگ آپس میں باتیں  
کرتے ہیں — اور وہ گمان نہ کریں کہ آپ اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں  
دے دیں گے اور نہ ہی یہ کہ آپ مسلمانوں کی سرحدوں میں سے کسی سرحد  
کی طرف چلے جائیں — بلکہ آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے اس وسیع و عریض  
زمین میں کسی طرف نکل جانے دو! یہاں تک کہ ہم دیکھیں کہ لوگوں کی

رائے کیا ہے —

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

اسی روایت کو حافظ ابن کثیر نے اسی سند کے ساتھ ان الفاظ میں نقل کیا ہے —

لَقَدْ صَحِبْتُ الْحُسَيْنَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى حَيْثُ قَتَلَ — وَاللَّهِ مَا مِنْ

كَلِمَةٍ قَالَهَا فِي مَوَاطِنِ إِلَّا وَقَدْ سَمِعْتُهَا وَإِنَّهُ لَهُ يَسْأَلُ أَنْ يَذْهَبَ

إِلَى يَزِيدٍ فَيَضَعُ يَدَهُ إِلَى يَدِهِ — وَلَا أَنْ يَذْهَبَ إِلَى ثَغْرِ مَنْ

الثُّغُورِ — وَلَكِنْ طَلَبَ مِنْهُمْ أَحَدَ أَمْرَيْنِ — إِمَّا أَنْ

يَرْجِعَ مِنْ حَيْثُ جَاءَ — وَإِمَّا أَنْ يَدْعُوهُ يَذْهَبُ فِي

الْأَرْضِ الْعَرِيضَةِ حَتَّى يَنْظُرَ مَا يَصِيرُ أَمْرُ النَّاسِ إِلَيْهِ — ثُمَّ

إِنَّ عُبَيْدُ اللَّهِ بَعَثَ شِمْرَ بْنَ ذِي الْجَوْشَنِ فَقَالَ: اذْهَبْ فَإِنْ جَاءَ

حُسَيْنٌ وَأَصْحَابُهُ عَلَى حُكْمِي وَإِلَّا فَمُرْ عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ أَنْ

يُقَاتِلَهُمْ — فَإِنْ تَبَاطَأَ عَنْ ذَلِكَ فَأَضْرِبْ عُنُقَهُ ثُمَّ أَنْتَ

الْأَمِيرُ عَلَى النَّاسِ —

(جناب عقبہ بن سمان فرماتے ہیں) کہ میں مکہ مکرمہ سے لے کر شہادت

کے وقت تک ”امام حسین“ کی صحبت میں رہا — اور اللہ کی قسم آپ نے

میدان جنگ میں جو بھی کلام فرمایا اس کو میں نے سنا — اور آپ نے نہ

ہی یہ سوال کیا کہ آپ یزید کی طرف جاتے ہیں — اور اس کے ہاتھ میں

ہاتھ دیتے ہیں — اور نہ ہی آپ نے یہ مطالبہ کیا کہ آپ کسی سرحد کی

طرف چلے جاتے ہیں — لیکن آپ نے دو باتوں میں سے ایک کا

مطالبہ کیا — کہ یا تو وہ جہاں سے آئے ہیں، وہاں واپس چلے جاتے ہیں — یا پھر یہ کہ وہ آپ کو وسیع و عریض زمین میں چھوڑ دیں — تاکہ وہ دیکھیں کہ لوگ کیا معاملہ کرتے — پھر عبید اللہ ”بن زیاد“ نے شمر بن ذی الجوشن کو (کربلا کی طرف یہ کہہ کر) روانہ کیا کہ اگر حسین اور ان کے اصحاب میرے حکم کو قبول کر لیں تو فیہما — وگرنہ عمرو بن سعد کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دو — اور اگر وہ اس سے گریز کرے تو اسے قتل کر دینا — پھر تم (اس کے بعد) لوگوں کے امیر ہو گے —

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۸۲ — تا — ۱۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت سن اشاعت ۲۰۰۵ء)

### قارئین عظام!

مندرجہ بالا دونوں روایتوں کو امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے — جس سے یہ بات کھل کر واضح ہو گئی — کہ امام عالی مقام نے میدان کربلا میں یہ بات ہرگز نہیں کہی کہ مجھے یزید لعین کے پاس لے چلو تا کہ میں اس ہاتھ میں ہاتھ دے دوں — اور نہ ہی یہ کہ مجھے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو — آپ نے صرف اتمام حجت کرتے ہوئے صرف اتنا فرمایا — یا تو مجھے واپس جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں — یا پھر اس وسیع و عریض زمین میں کسی طرف بھی نکل جانے دو — تاکہ دیکھیں کہ انجام کیا ہوتا ہے، اور یہ آپ کی آخری کوشش تھی کہ مقابلے میں آنے والے تیس ہزار کے لشکر کو دوزخ کی آگ سے بچایا جاسکے — بس اتنی سی بات تھی — جسے دشمنانِ خاندانِ رسول نے امام کے خلاف لکھ لکھ کر اپنے قرطاس قسمت کو سیاہ کر لیا — یہ لوگ خیانت کی دنیا کے بادشاہ ہیں — قرآنی آیات ہوں — یا احادیث رسول — کتب تاریخ ہوں یا کتب کلامیہ — تاویلات و تفسیر اور معانی میں ایسے ایسے جوہر

دکھائے ہیں۔ جس سے انسانیت سرپیٹ کے رہ گئی۔ تخریب کے نام پر کتب احادیث پر وہ مظالم توڑے ہیں کہ زمین پر چار سو طاغوت اور طاغوتی جشن منارہے ہیں۔ اور فطرت ان کو دیکھ کر ماتم کناں ہے۔

### شمر شری کی شرارت:

شمر ذی الجوشن خبیث کو جب پتہ چلا کہ ابن سعد نے رات کو امام حسین سے مذاکرات کئے ہیں تو اس نے فوراً کوفہ میں جا کر ابن زیاد کو اطلاع دی کہ ابن سعد نے امام سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اور رات کو بھی ان دونوں نے ملاقات کی ہے۔ جس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکی۔

○ — ابن زیاد بد نہاد نے غضب ناک ہو کر ابن سعد کو خط لکھا کہ میں نے تمہیں حسین سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ہے نہ کہ ان سے مذاکرات کرنے۔ اگر تجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا تو اپنے لئے ملک رے کے بارے میں لکھا ہو فرمان مجھے واپس کر دے اور لشکر کی سپہ سالاری شمر ذی الجوشن کے حوالے کر دے۔ ابن سعد کو جب یہ خط ملا تو اس نے تذبذب کے بھنور سے نکل کر دل کو امام حسین کے ساتھ جنگ پر آمادہ کر لیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۶)

## پانی کا چشمہ — امام کی کرامت —

کراماتِ امام حسین میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آٹھ محرم الحرام کو امام کے لشکر میں پانی موجود نہ تھا۔ چنانچہ آپ کے خدام و ساتھی پیاس میں مبتلا ہو گئے۔ اور بچے — الْعَطَشُ، الْعَطَشُ پکارنے لگے۔ امامِ عالی مقام اٹھ کر ایک مقام پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا، اس جگہ زمین کی کھدائی کرو۔ چنانچہ جب اس جگہ کی کھدائی

کی گئی تو وہاں سے ٹھنڈے میٹھے اور نفیس ترین پانی کا چشمہ جاری ہو گیا — آپ کے ساتھیوں نے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو سیراب کیا — اور مشکیزے بھر لئے تو وہ چشمہ از خود وہاں سے غائب ہو گیا — بعد ازاں اسے ہر چند تلاش کیا گیا مگر اس کا نشان تک نہ ملا —

(روضۃ الشہداء ایضاً)

### یزیدی لشکر کی تعداد:

جب اس چشمہ کے متعلق ابن زیاد کو خبر پہنچی تو اس نے ابن سعد کو خط لکھا کہ تو نے حسین کو چھوٹ دے رکھی ہے کہ وہ صحرا میں کنویں کھود لیں — اس کا سختی سے محاسبہ کر — اور ان کے لئے مزید عرصہ حیات تنگ کر دے — میں تیرے پاس پے در پے افواج بھیج رہا ہوں — چنانچہ اس نے ابن سعد کی مدد کے لئے شمر کی کمان میں چار ہزار افراد کا لشکر بھیج دیا — دو ہزار کا لشکر یزید کلبی کو — چار ہزار حصین بن نمیر کو دے کر روانہ کیا — اس کے پیچھے دو ہزار کا لشکر عمرو بن قیس حمصی کی کمان میں — ایک ہزار کا لشکر قیس بن حنظلہ کے زیر کمان روانہ کیا — تین ہزار کعب بن طلحہ کی کمان میں — شیبث بن ربیع ایک ہزار — حجار بن البحر ایک ہزار — مقابر بن و صنہ تین ہزار — نصر، تین ہزار — ایک ہزار کا لشکر حُر پہلے لے کر آئے — ان کے بعد عمرو بن سعد چار ہزار — یہ کل تعداد 19 ہزار بنتی ہے — امام زین العابدین علیہ السلام کے فرمان کے مطابق — ۳۰ ہزار ہے — فرماتے ہیں — جو میرے کانوں نے سنا اور جو آنکھوں نے دیکھا —

أَنَّ ابْنَ زِيَادٍ مَا ذَالَ يُرْسِلُ إِلَى ابْنِ سَعْدٍ بِالْعَسَاكِرِ حَتَّى تَكْمَلَ  
عِنْدَهُ ثَلَاثُونَ أَلْفًا .

کہ ابن زیاد نے ابن سعد کی طرف اس قدر لشکر روانہ کئے کہ ان کی تعداد  
تیس ہزار ہوگئی۔

(الحیات النخی ج ۲ ص ۲۰۱ بحوالہ شہادت نواسہ سید الا برار ص ۲۸۷)

### حسینی لشکر کی تعداد:

علامہ مولانا عبدالسلام رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”شہادت نواسہ سید الا برار“  
— میں ”الحیات النخی“ کے حوالے سے لشکر حسین کی تعداد (۱۳۵) لکھی ہے — لکھتے  
ہیں کہ امام زین العابدین (علیہ السلام) نے فرمایا — کہ تمام رفقاء و احباب اور اہل  
بیت سمیت کل تعداد ایک سو پینتالیس تھی (۱۳۵)

(ایضاً ص ۶۸۹)

## اسمائے گرامی لشکر حسین

### اصحاب رسول:

- (۱) حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ عنہ
- (۲) حضرت زاہر بن عمرو سلمی کندی رضی اللہ عنہ
- (۳) حضرت شیب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- (۴) حضرت عبدالرحمن بن عبدالرب انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ
- (۵) حضرت عمار بن ابی سلامہ رضی اللہ عنہ
- (۶) حضرت مسلم بن کثیر
- (۷) حضرت حبیب بن مظاہر اسدی رضی اللہ عنہ
- (۸) حضرت انس بن حارث اسدی کاہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم



- (۹) جناب عبداللہ بن عمیر کلبی  
(۱۰) جناب مجمع بن عبداللہ عاندی  
(۱۱) جناب جنادہ بن حارث انصاری  
(۱۲) جناب جنذب بن حجر خولانی  
(۱۳) جناب امیہ بن سعد طائی  
(۱۴) جناب حیلہ بن علی ایشبانی  
(۱۵) جناب حارث بن بہان  
(۱۶) جناب حلاس بن عمرو ازدی  
(۱۷) شیبیب بن عبداللہ انہشلی  
(۱۸) جناب فاسط بن زہیر تغلبی  
(۱۹) جناب نعمان بن عمرو ازدی  
(۲۰) جناب نعیم بن عجلان انصاری خزرجی  
(۲۱) جناب ابو شامہ صاندی  
(۲۲) جناب شوذب بن عبداللہ  
(۲۳) جناب جون (غلام ابو ذر غفاری)  
(۲۴) جناب حجاج بن مسروق  
(۲۵) جناب سعد بن حارث  
(۲۶) جناب یزید بن مغفل عامری

(۲۷) جناب عمر بن جندب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حفاظ و قراء

(۲۸) حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ

(۲۹) حضرت حنظلہ بن اسعد شیبانی ہمدانی

(۳۰) حضرت امام کے ترکی غلام اقارب یا اسلم

(۳۱) حضرت کنانہ بن عتیق انصاری

(۳۲) حضرت نافع بن ہلال جمہلی، مرادی

(۳۳) حضرت بریر بن خضیر ہمدانی (زینت القراء)

دیگر علماء و فقہاء شہداء:

(۳۴) جناب خربن یزید ریاحی

(۳۵) جناب زبیر بن حسان محمدی

(۳۶) جناب وہب بن عبداللہ کلبی

(۳۷) جناب اسد بن حنظلہ تمیمی

(۳۸) حضرت عمرو بن قرطہ انصاری

(۳۹) حضرت شیب بن عبداللہ انہشلی

(۴۰) حضرت ابو شعشاء کندی

(۴۱) حضرت سعید بن عبداللہ حنفی

(۴۲) حضرت سوید بن عمرو

(۴۳) حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی، علیمی

- (۴۳) حضرت زہیر بن مین بجلی  
(۴۵) حضرت زیاد صاندی، ہمدانی  
(۴۶) حضرت یحییٰ بن کثیر انصاری  
(۴۷) حضرت سالم بن عمرو  
(۴۸) حضرت عمرو بن جندب حضرمی  
(۴۹) حضرت حبشہ بن قیس  
(۵۰) حضرت شیبیب بن جراد  
(۵۱) حضرت رافع بن عبداللہ  
(۵۲) حضرت عمرو بن عبداللہ جندی ہمدانی  
(۵۳) حضرت حباب بن عامر تمیمی  
(۵۴) حضرت سلمان بن حارث انصاری  
(۵۵) حضرت مرقع اسدی  
(۵۶) حضرت سعد بن حارث انصاری  
(۵۷) حضرت ابوالمخوف بن حارث  
(۵۸) حضرت خیر عامہ بن غالب تغلبی  
(۵۹) حضرت معلیٰ بن علی  
(۶۰) حضرت نصر بن ابی نذر  
(۶۱) حضرت جابر بن حجاج  
(۶۲) حضرت ہفہناف الراسی

(۶۳) حضرت یزید بن حصین مشرقی ہمدانی

(۶۴) حضرت قاسم بن حبیب الکندی

(۶۵) حضرت منج سہمی

(۶۶) حضرت یحییٰ بن ہانی

(۶۷) حضرت عمرو بن مطاع جعفی

(۶۸) حضرت مالک بن عبد

(۶۹) حضرت ابو عمرو خنظلی

(۷۰) حضرت عمرو بن خالد صیداوی

(۷۱) حضرت حجاج بن زید سعدی

(۷۲) حضرت عباد جہنی

(۷۳) حضرت سیف بن حارث

(۷۴) حضرت قعب الخیری بن عمرو الخیری

(۷۵) حضرت مجمع بن زیاد جہنی

(۷۶) حضرت مالک بن داؤد ودانی

(۷۷) حضرت بشر الحضرمی کندی

(۷۸) حضرت عبداللہ بن عروہ عقاری

(۷۹) حضرت عبدالرحمن بن عروہ غفاری

(۸۰) حضرت انیس بن معقل اصبی

(۸۱) حضرت ابراہیم بن حصین

- (۸۲) حضرت مرہ بن ابی مرہ غفاری  
(۸۳) حضرت شریح بن عبیدمکی  
(۸۴) حضرت وقاص بن مالک احمدی  
(۸۵) حضرت ہاشم بن عتبہ مکی  
(۸۶) حضرت عمران بن کعب اشجعی  
(۸۷) حضرت مقسط بن زہیر تغلبی  
(۸۸) حضرت کردوس بن زہیر تغیمی  
(۸۹) حضرت عمرو بن ضبیغہ تمیمی  
(۹۰) حضرت بکر بن حی تغلبی  
(۹۱) حضرت حارث بن امراء القیس کندی  
(۹۲) حضرت جنادہ بن کعب انصاری  
(۹۳) حضرت منیع بن زیاد  
(۹۴) حضرت عمیر بن عبداللہ مذحجی  
(۹۵) حضرت عبداللہ بن بشیر حشعی  
(۹۶) حضرت عابس بن شیب المدانی  
(۹۷) ایک گیارہ سالہ لڑکا (نام درج نہیں)  
(۹۸) حضرت عبداللہ بن عبداللہ دارجی  
(۹۹) حضرت عائس بن حبیب شاکری  
(۱۰۰) حضرت طاہر (آزاد شدہ غلام)

- (۱۰) حضرت مقداد نصاریٰ  
(۱۱) حضرت سعد (مورثی کے خدیو)  
(۱۲) حضرت ابو حسین کے مکتوف  
(۱۳) حضرت زبیر بن عوف  
(۱۴) حضرت ابو بکر بن محمد بن عثمان  
(۱۵) حضرت عبد اللہ بن عباس  
(۱۶) حضرت ربیعہ بن خسوف  
(۱۷) حضرت عمیر بن کفار  
(۱۸) حضرت منذر بن سہمان  
(۱۹) حضرت مصعب (پرورش)  
(۲۰) حضرت علی بن ابی طالب  
(۲۱) حضرت محمد بن نسیم نصاریٰ  
(۲۲) حضرت عروا بن مسعود  
(۲۳) حضرت حسان بن عمارت سہمی  
(۲۴) حضرت مسعود بن حجاج نصاریٰ  
(۲۵) حضرت رمیث بن عمرو  
(۲۶) حضرت عبید بن یزید بن شیبہ  
(۲۷) حضرت ثمر بن حسان شیبہ  
(۲۸) (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

- (۱۲۷) حضرت عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب  
 (۱۲۸) حضرت عبدالرحمن بن عقیل بن ابی طالب  
 (۱۲۹) حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب  
 (۱۳۰) حضرت محمد بن سعد بن عقیل بن ابی طالب  
 (۱۳۱) حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابی طالب  
 (۱۳۲) حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب  
 (۱۳۳) حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب

### (سیدہ زینب کے بیٹے)

- (۱۳۴) حضرت ابوبکر بن امام حسن بن علی  
 (۱۳۵) حضرت عمرو بن امام حسن بن علی  
 (۱۳۶) حضرت عبداللہ بن امام حسن بن علی  
 (۱۳۷) حضرت قاسم بن امام حسن بن علی  
 (۱۳۸) حضرت محمد بن علی بن ابی طالب  
 (۱۳۹) حضرت عثمان بن علی المرتضیٰ  
 (۱۴۰) حضرت عبداللہ بن علی المرتضیٰ  
 (۱۴۱) حضرت جعفر بن علی المرتضیٰ بن ابی طالب  
 (۱۴۲) حضرت سیدنا عباس بن علی المرتضیٰ (علمدار کربلا)

میں نے اس وقت تک نہیں دیکھا تھا کہ ایک شخص کی طرف سے  
ایسی بے بسی اور غم کی بات سنی جائے۔

میں نے اس وقت تک نہیں دیکھا تھا کہ ایک شخص کی طرف سے  
ایسی بے بسی اور غم کی بات سنی جائے۔

میں نے اس وقت تک نہیں دیکھا تھا کہ ایک شخص کی طرف سے  
ایسی بے بسی اور غم کی بات سنی جائے۔



اہم کا سینہ تنا ہوا ہے اور قدم ریت پر جمے ہوئے ہیں۔ سب خیالات پر ایک ہی تصور غالب ہے کہ نانا سے ملاقات کا وقت قریب آ رہا ہے۔ بابا علی المرغنی کی زیارت نیب ہو گی۔ ماں زہراء بتول کی آغوش میسر آئے گی۔ دنیا والو! کبھی ایسا منظر ہاتھوں کے سامنے آیا۔ کہ تیس ہزار کے مقابلے میں صرف ایک سو پینتالیس (۱۳۵) وہ بھی شداکد اور سختیوں سے کچے ہوئے ایک بہت بڑی اور تازہ دم فوج کے مقابلے میں تھکے ہوئے چند درجن افراد۔

چشم فلک نے بھی ایسا نظارہ نہ کیا ہوگا کہ ایک باپ اپنے شیر خوار بچے کو ہمیشہ اند میں بھرتی کر کے۔ فوجِ اشقیاء کی طرف خود اٹھا کرے جا رہا ہو۔ کسی میں اتنی جرأت ہے؟ یہ حوصلہ، یہ بہادری یہ ولولہ، یہ جذبہ یہ شوق صرف خاتونِ قیامت کی آغوشِ رحمت اور نورانی شیر سے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ دینِ اسلام کی آبروی اس طرح حفاظت کرنا صرف خاندانِ نبوت ہی کا کام ہے۔

مذہبِ اسلام کا نام لے کر اپنی معاشی اور معاشرتی ضرورتیں پوری کرنے والے۔ فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کر کے ہل بد حالی کو سدھارنے والے۔ نئی مباحث کو موجدوں کا رنگ دینے والے کیا جائیں کہ گمشدہ اسلام کے پھولوں کی رنگت یہی ہے۔ اس گمشدگی کی آبیاری کرنے کے لئے کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

دینِ اسلام کی حقیقی خدمت کا نظارہ کرنا ہو تو نینوائی ریستان کے نیوں پر کھڑے ہوئے ایک مسافر کو تصور کی آنکھ سے دیکھ لو۔ ریت میں سے ہوئے جسم کے ٹکڑوں کو ٹھا کر ایک جگہ اکٹھے کرنے والے مجاہد سے پوچھو کہ اسلام کی آبرو بچانے کے لئے کون سا طریقہ اپنانا چاہئے۔ خیموں میں پیاس کی شدت سے تڑپتی ہوئی بچیوں کو دلا سے دے کر

مقتل کی طرف روانہ ہونے والے اس بے وطن شہزادے کو دیکھ جو قرآن کی حفاظت کی خاطر نیزے کی نوک پر تلاوت کرنے جا رہا ہے۔

## حبیب ابن مظاہر کی گزارش

گزشتہ صفحات پر یہ بات گزر چکی کہ کوفے کا جلا دگورز ابن زیاد میدانِ کربلا لشکر پر لشکر بھیج رہا تھا۔ جن کی کل تعداد تیس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت حبیب ابن مظاہر اسدی رضی اللہ عنہ نے امام کی خدمت میں عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول کے بیٹے، یہاں سے نزدیک ہی قبلہ بنو اسد آباد ہے۔ آپ اجازت فرمائیں تو میں ان لوگوں کو مدد کے لئے بلاؤں! آپ نے اجازت عطا فرمائی تو انہوں نے اپنی قوم میں جا کر کہا۔ اے لوگو! سیدہ فاطمہ الزہراء کے بیٹے اور رسول خدا کے لختِ جگر کے مقابلے میں تیس ہزار کا لشکر جمع ہے۔ آپ لوگ میرے قریبی ہیں۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ جو رسول کریم کی شفاعت کا طلب گار ہو وہ کربلا کے میدان میں امام حسین کا دامن تھام لے۔ عبداللہ بن بشیر اور دیگر نوے اشخاص نے امام کی دعوت قبول کرتے ہوئے بیعت کی اور پورے طور پر مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر گاہ کی طرف چل پڑے، اس قبیلے کے ایک شخص ”قضارا“ نے ابن سعد کو یہ خبر پہنچادی۔

ابن سعد نے ازرق شامی پہلوان کو چار ہزار کا لشکر دے کر بھیجا اور اس مخبر کو لشکر کے آگے رکھا، وہ بد نصیب شخص لشکر کو ان لوگوں کے سر پر لے گیا، اور فرات کے کنارے جنگ چھڑ گئی۔ بنو اسد کے لوگوں کو شکست ہو گئی بہت لوگ قتل ہو گئے۔ باقی ماندہ اس خیال سے واپس چلے گئے کہ اس لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں۔ حضرت

حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت امام کو دے دی تو اہل بیت کے حزن و ملال میں مزید اضافہ ہو گیا۔

### ابن زیاد کا ایک اور خط

ابن زیاد کو جب یہ معلوم ہوا کہ جناب امام نے قبائل کو مدد کے لئے بلایا ہے تو اس کی آتش غضب مشتعل ہو گئی۔ اس نے عمرو بن سعد کو خط لکھا کہ اگر تو نے آج ہی امام حسین سے جنگ شروع نہ کی تو تجھے اور تیرے ساتھیوں کو سزا دی جائے گی۔

ابن سعد کو ابن زیاد کا خط ملا تو وہ ڈر گیا اور باوجود شام کا وقت قریب ہونے کے گھوڑے پر سوار ہوا اور تمام لشکر کا رخ امام حسین علیہ السلام کی طرف کر دیا۔ یہ محرم الحرام کی نویں تاریخ تھی۔ جمعرات کا دن تھا۔

### نانا کی زیارت

ادھر امام عالی مقام تلوار باندھے ہوئے اپنے خیمہ کے پاس سر کو گھٹنوں پر رکھ کر محو خواب تھے۔ ادھر ابن سعد نے اپنے لشکر کو حملے کی تیاری کا حکم دیا۔ فوج اشقیاء کی طرف سے اٹھنے والے غبار، سواروں کے نعرے اور اسلحے کی جھنکار سن کر۔ امام حسین کی ہمشیرہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے قریب آ کر آپ کو جگایا۔ حضرت امام نے اپنے گھٹنوں سے سر اٹھا کر فرمایا۔

إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي

الْمَنَامِ — فَقَالَ لِي إِنَّكَ تَرُوحَ إِلَيْنَا

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو فرمایا ہے کہ تم ہمارے پاس آنے والے

ہو۔

بہن نے یہ سن کر روتے ہوئے کہا۔

یا ویلتاہ — ہائے مصیبت

امام نے فرمایا نہیں بہن تمہارے لئے کوئی مصیبت نہیں، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے — صبر و شکیبائی کا دامن تھام کر خاموش رہو —

(طبری ج ۶ ص ۲۳۷)

### اُمّ بنین کے بیٹوں کو امان

شمر کی پھوپھی اُمّ البنین بنت حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہا و سلام اللہ علیہا — علی المرقتضیٰ کی زوجہ محترمہ — اور عباس علمدارِ کربلا — عبداللہ — جعفر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی والدہ تھیں — عبداللہ بن ابی محل بن حزام اور شمر نے حضرت عباس اور ان کے بھائیوں کے لئے امان کا فرمان ابن زیاد سے لکھوایا تھا — نو محرم بروز جمعرات شام کے قریب شمر لعین امام حسین کے ساتھیوں کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا —

اَیْنَ بَنُو اُخْتِنَا — ہم لوگوں کی بہن کے بیٹے کہاں ہیں —

یہ سن کر حضرت عباس علمدارِ کربلا اور ان کے دوسرے بھائی عبداللہ، جعفر، عثمان علیہم السلام اس کے سامنے آئے — اور فرمایا —

مَا لَكَ وَمَا تُرِيدُ — تجھے ہم سے کیا کام اور کیا چاہتا ہے —

اس نے کہا —

اَنْتُمْ يَا بَنِي اُخْتِي اِمْنُونَ —

اے میری بہن کے بیٹو! تمہارے لئے امان ہے —

سیدنا علی المرتضیٰ اور اُمّ بنین کے ان فرزندوں نے شمر کو ان الفاظ میں جواب

دیا —

لَعْنَكَ اللَّهُ وَلَعْنِ أَمَانِكَ — لَئِنْ كُنْتَ خَالِنَا اتُّمِنْنَا —

وَابْنُ رَسُولِ اللَّهِ لَا أَمَانَ لَهُ —

تجھ پر اور تیری امان پر خدا کی لعنت — تو جو ہمارا ماموں ہے تو ہم کو امان

دیتا ہے — اور اللہ کے رسول کے بیٹوں کو امان نہیں۔

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳۷ — تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۸۲)

اب فوجِ اشقیاء ابنِ سعد کے حکم سے امام کے خیموں کی طرف چل پڑی —

حضرت عباس نے عرض کیا — اے رسولِ خدا کے بیٹے یہ لوگ حملہ کرنے کے لئے آ

رہے ہیں — امام حسین علیہ السلام نے فرمایا —

يَا عَبَّاسُ ارْكَبْ بِنَفْسِي أَنْتَ يَا أَخِي

اے میرے بھائی عباس تجھ پر میری جان قربان ہو گھوڑے پر سوار ہو جاؤ —

(طبری ایضاً)

اور جا کر ان سے پوچھو کہ یہ کیا چاہتے ہیں اور ان کا ارادہ کیا ہے؟ حضرت عباس

صورتِ حال پر مطلع ہو کر واپس آئے اور عرض کی اے ابنِ رسول! — ابنِ سعد اپنا لشکر

لے کر جنگ پر آمادہ ہے — امام نے فرمایا، ان لوگوں کے پاس واپس جا کر ہو کہ اب

شام ہو چکی — اور یہ غاشورہ اور جمعۃ المبارک کی رات ہے — ہمیں آج کی رات

مہلت دے دو — تاکہ ہمارے مراسمِ اطاعت اور لوازمِ اوراد، اس رات برقرار

رہیں — حضرت عباس نے ان لوگوں کے پاس جا کر فرمایا — اے لوگو! جگر گوشہ

اے ابنِ عرب اپنے ننھال والوں کو ماموں کہتے ہیں۔

رسول آج رات کی مہلت طلب کرتے ہیں۔۔۔ جیسا کہ تم جانتے ہو کہ یہ رات ان کی آخری رات ہے۔۔۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ اسے اطاعت و عبادت میں بسر کریں۔۔۔ اور ان کے اوراد و وظائف میں خلل نہ آئے۔

ابن سعد نے لشکر کے امراء سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا، ہم تنگ آچکے ہیں۔۔۔ اور ابن زیاد کے غضب سے ڈرتے ہیں، شمر لعین نے نعرہ لگایا کہ تم لوگوں کو امان نہیں۔۔۔ اور بے مقصد مہلت دینے کا موقع نہیں۔۔۔ اس وقت ابو شعبان کندی۔۔۔ عمرو بن حجاج زبیدی۔۔۔ اور قیس بن اشعث وغیرہ نے اس بات سے شرم محسوس کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔۔۔ اے لوگو!۔۔۔ اگر یہ کفارِ دہلیم سے ہوتے۔۔۔ اہل روم یا چین سے ہوئے۔۔۔ اور تم سے مہلت مانگتے تو تم انہیں مہلت دے دیتے۔ آخر یہ لوگ تمہارے رسول کے اہل بیت ہیں۔۔۔ اور تم ان کے نانا کی امت ہو۔۔۔ خالق سے ڈرو۔۔۔ یا مخلوق سے شرم کرو۔۔۔ لوگوں نے یہ باتیں سنیں تو جنگ سے ہاتھ روک لئے۔۔۔ اور واپس اپنی اپنی جگہوں پر آگئے اور چوکیدار پہرہ دینے لگے۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۸ مطبوعہ خیابان بوذر تہران ایران۔ طبری ایضاً)

### خیموں کی حفاظت:

حضرت امام نے خیموں کے عقب اور ایک سمت میں خندق کھودنے کا حکم دے چکے تھے تاکہ جنگ ایک طرف سے لڑی جائے۔۔۔ اور خواتین اہل بیت دوسری طرف سے محفوظ ہو جائیں۔۔۔ چونکہ اس خندق کو لکڑیوں سے بھرا چکا تھا۔۔۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ خندق کی لکڑیوں کو آگ لگا دی جائے تاکہ دشمن شب خون نہ مار سکیں۔

۔۔۔ دوزخی دوزخ میں۔۔۔

جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو مالک بن عروہ گھوڑے پر سوار ہو کر امام کے پاس

آیا اور ناپاک زبان دراز کرتے ہوئے کہنے لگا — اے حسین! دوزخ کی آگ سے پہلے ہی تو نے اپنے لئے آگ جلا لی ہے — حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔

كَذَّبْتَ يَا عَدُوَّ اللَّهِ

اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بکتا ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا اور تو بہشت میں جائے گا۔ صحابی رسول حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی — اے ابن رسول! — مجھے اجازت دیں کہ میں تیر کو اس کے حلق سے پار کر دوں — امام نے فرمایا، میں جنگ میں پہل کرنا نہیں چاہتا — مگر آپ دیکھیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کریں — پھر آپ نے قبلہ رو ہو کر دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ جَرِّهٖ اِلَى النَّارِ

اے اللہ! اس کو آگ میں ڈال دے۔

اس سے پہلے کہ دوزخ کی آگ کا ایندھن بنے اسے دنیا میں ہی آگ کا مزہ چکھا

دے۔

دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ مُجَابَةٌ

کہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے۔

پھر کیا تھا مالک بن عروہ کے گھوڑے کا پاؤں ایک گڑھے میں پڑ گیا اور وہ بد بخت گھوڑے پر نیچے کی طرف الٹ پڑا — لگام ہاتھ سے چھوٹ گئی، اور پاؤں رکاب میں الجھ گیا اور گھوڑا چاروں طرف سرپٹ دوڑنے لگا — یہاں تک کہ خندق کے قریب جا کر اسے پشت سے آگ میں گرا کر واپس بھاگ گیا — اور اس بات پر لوگوں میں شور مچ

گیا — اور امام نے سجدہ شکر ادا کیا اور بلند آواز سے، جسے دونوں لشکر سن لیں — الہی ہم تیرے رسول کے اہل بیت اور ذریت ہیں ہم پر ظلم کرنے والوں کے ساتھ انصاف فرما۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۸)

### نسب میں طعن کرنے والے کا انجام:

ابن اشعث نے کہا — اے حسین! تیری پیغمبر کے ساتھ کیا رشتہ داری ہے۔  
کہ تو ہر وقت لاف زنی کرتا رہتا ہے — اس کی یہ بے ہودہ بات سن کر امام پاک پریشان ہو گئے — اور بارگاہ خداوندی میں سر نیاز رکھ کر عرض کرنے لگے — الہی! ابن اشعث نے میرے نسب پر اعراض کیا ہے — اور یہ مجھے تیرے پیغمبر کا بیٹا تسلیم نہیں کرتا۔

### فَارِهِ فِي الْيَوْمِ ذِلًّا عَاجِلًا —

پس آج ہی بہت جلد اسے ذلت و خواری کا غلام بنا دے۔

اور اس کی رگ و جان کو قطع کر دے — امام عالی مقام کی دعا کا تیرا بھی ہدف آسمان پر بھی نہیں پہنچا تھا — کہ شہبازِ قضاء، قضائے عالمِ تقدیر سے آپہنچا — اور اسی وقت اس ناپاک کے ناپاک پیٹ میں تکلیف ہوئی — وہ گھوڑے سے اتر کر رفع حاجت کے لیے بیٹھ گیا — اچانک سیاہ بچھونے اس کی شرم گاہ پر ڈنگ مارا — اور وہ برہنہ حالت میں نجاست پر گرا اور اس کے آلودہ جسم سے اس کی ناپاک جان نکل گئی —

### ایک اور کرامت

عبداللہ بن ابی حصین ازی — حضرت امام حسین کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا — اور بولا، اے حسین! ذرا پانی کی طرف دیکھ کہ اس کا آسمانی رنگ کیسا اور پرکشش معلوم ہوتا



ہے — کہنے لگا خدا کی قسم تم پیاسے مر جاؤ گے اور تمہیں ایک قطرہ تک نہیں ملے گا —  
امام نے اس کی یہ بکو اس سن کر خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا —

اللَّهُمَّ اقْتُلْهُ عَطْشًا وَلَا تَغْفِرْ لَهُ أَبَدًا

اے اللہ! اس شخص کو پیاس کی سزا دے کر قتل کر اور کبھی بھی اس کی مغفرت نہ

ہو —

حمید بن مسلم کا کہنا ہے کہ میں اس کی بیماری میں اس کی عیادت کو گیا —

فَوَاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ —

قسم ہے اس اللہ وحدہ لا شریک کی —

کہ میں نے اسے دیکھا کہ پانی پیتا ہے اور پیاس پیاس کہے جاتا ہے — لیکن

پیاس نہیں بجھتی، اور اسی حالت میں مر گیا —

(طبری ج ۶ ص ۲۳۲)

### امام کا ساتھیوں سے خطاب

علامہ حسین کا شفی رحمۃ اللہ علیہ نے — صاحب مقتل نور الائمہ کے حوالے سے لکھا

ہے کہ نویں کا دن گزر گیا، اور شب عاشورہ آگئی، سیاروں کا سلطان (سورج) تعزیت خانہ

غروب میں چلا گیا — سیاہ فام رات — سیاہ لباس اوڑھ کر خاندان نبوت کے سوگ

میں چھپ گئی — بلاؤں کے گھر کی خواتین — شہیدان کربلا کے نظارے کے لیے

آگئیں — شفق نے آنکھوں کا خون آسمان کے دامن پر چھڑک دیا — عرصہ زمین

ادبار و ہزیمت کی گرد اپنے رخساروں اور سر سے چھاننے لگا۔

امام عالی مقام حسین علیہ السلام نے اس رات صحرا کے فرش پر سیاہ لکڑی کی کرسی

بچھانے کا حکم دیا، جو آپ کے ساتھ تھی — اور اس کرسی پر جلوہ افروز ہو کر اپنے تمام

ساتھیوں کو بلا کر ایک انتہائی جزیل و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کا خلاصہ کچھ یوں

—

اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ أَعْلَىٰ أَكْرَمَتِنَا بِالنَّبْوَةِ، وَجَعَلْتَ لَنَا  
 أَسْمَاعًا وَأَبْصَارًا وَأَفئِدَةً وَعَلَّمْتَنَا الْقُرْآنَ وَفَقَّهْتَنَا فِي الدِّينِ  
 فَاجْعَلْنَا لَكَ مِنَ الشَّاكِرِينَ — — — أَمَا بَعْدُ — — — فَإِنِّي لَا  
 أَعْلَمُ أَصْحَابًا أَوْفَىٰ وَلَا خَيْرٍ مِّنْ أَصْحَابِي — — — وَلَا أَهْلَ  
 بَيْتِ ابْرَأَ وَلَا أَوْصَلَ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِي فَجَزَاكُمْ اللَّهُ جَمِيعًا عَنِّي  
 خَيْرًا — — — أَلَا وَإِنِّي لَا ظَنُّ يَوْمَنَا مِنْ هَؤُلَاءِ الْأَعْدَاءِ  
 غَدًا — — — وَإِنِّي قَدْ أَذِنْتُ لَكُمْ جَمِيعًا فَانْطَلِقُوا فِي حِلِّ  
 لَيْسَ عَلَيْكُمْ مِّنِّي ذِمَامٌ هَذَا اللَّيْلَ قَدْ غَشِيَكُمْ — — —  
 فَاتَّخِذُوهُ جَمَلًا وَالْيَاخِذُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ بِيَدِ رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ  
 بَيْتِي فَجَزَاكُمْ اللَّهُ جَمِيعًا — — — ثُمَّ تَفَرَّقُوا فِي الْبِلَادِ فِي  
 سَوَادِكُمْ وَمَدَائِنِكُمْ حَتَّىٰ يُفَرِّجَ اللَّهُ فَإِنَّ الْقَوْمَ  
 يَطْلُبُونِي — — — وَلَوْ أَصْحَابُونِي لَهَوَا عَنْ طَلْبِ  
 غَيْرِي — — —

اے اللہ! میں تیری حمد و ثناء بیان کرتا ہوں۔ اس بات پر کہ تو نے ہمیں  
 نبوت کے ساتھ عزت بخشی اور سننے والے کان، اور دیکھنے والی آنکھ، اور دل  
 عطا فرمایا، اور ہمیں قرآن سکھایا، اور دین میں سمجھ عطا فرمائی۔ اور ہمیں  
 اپنے شکر گزار بندوں میں سے کر دے۔ — — — اما بعد — — — میں نہیں جانتا

کسی کے ساتھیوں کو، اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور زیادہ بہتر — اور نہ کسی کے گھر والے میرے گھر والوں سے زیادہ نیکو کار اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں — اللہ تعالیٰ تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے — سن لو! بے شک میں گمان کرتا ہوں اپنے اس دن کو دشمنوں کے مقابلہ کے لیے کل کا دن ہے — اور بے شک میں نے اجازت دے دی ہے تم سب کو — پس چلو زمین میں — تم پر میری طرف سے کوئی ملامت نہیں — اس رات میں (نکل جاؤ) بے شک (رات کے اندھیرے نے) ڈھانپ لیا ہے تم سب کو — پکڑو ایک ایک اونٹ — چاہئے کہ میرا ہر ساتھی میرے اہل بیت کے ایک ایک فرد کو پکڑ لے — پس جزا دے اللہ تعالیٰ تم سب کو — اور پھر پھیل جاؤ تم شہروں میں — اپنے دیہاتوں اور شہروں میں — یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مصیبت دور کر دے — کیونکہ دشمن قوم مجھے طلب کرتی ہے اور اگر وہ مجھے پالیتے ہیں — تو پھر بے نیاز ہو جائیں گے میرے غیر کی طلب

—

۱- الکامل فی التاریخ (لابن اثیر) ج ۳ ص ۱۶۶ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، لبنان سن اشاعت ۲۰۰۶ء

۲- تاریخ الامم والملوک (لابی جعفر محمد بن جریر الطبری ج ۶ ص ۲۳۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت سن اشاعت ۱۹۷۹ء

۳- البدلیۃ والنہایۃ (ابوالفداء الحافظ ابن کثیر الدمشقی) ج ۸ ص ۱۸۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت سن اشاعت ۲۰۰۵ء

۴- روضۃ الشہداء (مفسر قرآن علامہ کمال الدین حسین بن علی کاشفی) ص ۲۶۹ — تا — ۲۷۰ مطبوعہ خیابان بوذر تہران

امام کو ساتھیوں کا جواب

جب امامِ عالی مقام نے اپنے ساتھیوں سے مندرجہ بالا خطبہ ارشاد فرمایا — تو جو آپ کے ساتھیوں — بھائیوں — مولیوں — اور خویش واقارب نے جواب دیا — اے ابنِ رسول! بات یہ ہے — کہ نہ تو ہم میں آپ کی جدائی برداشت کرنے کی طاقت ہے — اور نہ ہمیں آپ کے بعد زندہ رہنے کی خواہش ہے — جب تک ہم جسم میں جان رکھتے ہیں — اور ہمارے خون میں ایک بھی قطرہ باقی ہے دین اور خاندانِ رسولِ خدا کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرتے رہیں گے — آپ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

(روضۃ الشہداء)

درویش صفت شاعر حضرت گلزارِ نادمِ صابری نے اس امر کو اپنے اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے — لکھتے ہیں — کہ جب امام نے مندرجہ بالا خطبہ ارشاد کیا تو —

یہ سن کر سرفروشانِ حرم بے ساختہ اٹھے  
 بیک آواز ہو کر یوں پکارے اس طرح بولے  
 صداقت کی طاعت سے ہم اپنا منہ نہ موڑیں گے  
 تمہارا دامنِ عظمت نہ چھوڑا ہے نہ چھوڑیں گے  
 نہ کچھ پینے کی حاجت ہے نہ کھانے کی تمنا ہے  
 تیرے سر کی قسم، اب سر کٹانے کی تمنا ہے  
 وہ دامن چھوڑتے ہوں گے جو راحت کے پجاری ہیں  
 ہم عیسیٰؑ کے نہیں، ابنِ محمد ﷺ کے حواری ہیں

## فرزندانِ مسلم کو امام کا مشورہ

حضرت امام علیہ السلام نے فرزندانِ مسلم کی طرف رخ کر کے فرمایا — اے میرے چچا زاد بھائی کے بیٹو! — میں نے کوفیوں کے جھوٹے وعدوں اور کاذب باطلہ پر اعتماد کرتے ہوئے تمہارے والد گرامی کو بھیجا تو ان لوگوں نے دل کا رخ کوچہ مہر و وفا سے پھیر لیا — اور اقدامِ انتقام کے ساتھ تباہی و بربادی کی تحریک کے راستے پر آگ کے شعلے کی طرف دوڑ پڑے — اور تمہارے باپ کی حفاظت کی طرف لوٹنے کی بجائے اعراض کے تیروں کا نشانہ بنا کر اہل بیت نبوت کے حق کو نہ پہچانا — اور فرمایا —

أَلَا لَعْنُ الرَّحْمَنِ مَنْ أَكْفَرَ النَّعْمَ

خبردار! رحمن اس پر لعنت فرماتا ہے، جو نعمتوں کا انکار کرے —

اور فرمایا تمہارے باپ نے شہادت کا شربت نوش کیا اور سعادت کا خلعت پہنا — اب تم مسلم بن عقیل کی یادگار ہو اور تمہاری والدہ بھی غمزہ ہے — اٹھو! اور اپنی والدہ کو ساتھ لے کر یہاں قبیلہ طے میں چلے جاؤ اور وہاں سے مدینہ منورہ پہنچ جانا —

(روضۃ الشہداء ص ۲۷۰-۲۷۱)

## کون؟ انتقام لے گا

پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرا دل اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید میں بندھا ہوا قاصد کا منتظر ہے کہ ایک شخص دم بدم بنو امیہ سے ہمارا انتقام لے گا — اور یہ بات میں نے اپنے والد گرامی — اور انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے — وہ اس طرح کہ جنگ صفین کے ایام میں ایک روز میرے والد گرامی (علی المرتضیٰ) نے فرمایا — ابو مسلم کہاں ہے؟ — حضرت محمد بن حنفیہ نے عرض کیا ابا جان وہ آخری

صف میں ہے۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ میری مراد ابو مسلم خولانی نہیں۔ بلکہ میرا مقصود اس لشکر والے سے ہے۔ جو مشرق کی طرف سے سیاہ پرچم کے ساتھ نمودار ہوگا۔ اور اس قدر جنگ لڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے وسیلے سے حق کو مرکز میں قائم کرے گا۔ ان لوگوں کے لیے کیا اچھا وقت ہوگا۔ جو دشمنانِ دین کو ہلاک کرنے۔ اور ظالموں کا سر جھکانے کے لیے۔ اس کی موافقت میں جدوجہد کریں گے۔ اس صاحب دعوت شخص سے مراد ابو مسلم مروزی ہے جس نے مروز شاہجہان سے سیاہ جھنڈوں کے ساتھ نکل کر بنو امیہ کے ساتھ جنگ کی اور دنیا کو مروانیوں کی مصیبت سے نجات دلائی۔

بہر کیف امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم کی اولاد کو فرمایا کہ آپ لوگ چلے جائیں۔ تمہارے لیے تمہارے باپ اور بھائیوں کی مصیبت ہی کافی ہے۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۷۰-۲۷۱)

### فرزندانِ مسلم کا جواب

فرزندانِ مسلم نے جب آپ کا ارشاد سنا تو عرض کرنے لگے۔ اے امام زمان؟۔ جان کی کیا قیمت ہے۔ اگر آپ پر قربان نہ کریں۔ اور سر کی کیا قدر ہے اگر اسے آپ کے قدموں کی خاک پر نثار نہ کریں۔ ہمارے باپ نے آپ کی وفاداری میں اپنے سر کا نذرانہ پیش کیا۔ اور ہم بھی اپنی جانوں کے نذرانے پیش کریں گے۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۷۰-۲۷۱)

ایضاً۔ مسلم بن عویص نے عرض کی: طبری میں ہے کہ جب امام نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو، اور نکل جاؤ!۔ تو اس پر حضرت

مسلم بن عوسجہ اسدی (صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا)

وَاللّٰهُ حَتّٰى اَكْسَرَ فِى صُدُوْرِهِمْ رُمْحِىْ وَاَضْرَبَهُمْ بِسَيْفِىْ مَا  
ثَبَّتَ قَائِمُهُ فِىْ يَدِىْ — وَلَا اُفَارِقُكَ —

خدا کی قسم جب تک میرا نیزہ ان لوگوں کے سینوں میں ٹوٹ کر نہ رہ  
جائے — جب تک قبضہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے — ان کو مار نہ  
لوں میں آپ سے جدا نہ ہوں گا —

عرض کرتے ہیں، اگر ان سے لڑنے کے لیے میرے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوتا۔  
لَقَدْ فَتَّهُمْ بِالْحِجَارَةِ دُونَكَ حَتّٰى اَمُوْتَ مَعَكَ  
(تو آپ کی نصرت میں) انہیں پتھر مار مار کر آپ ساتھ مر جاتا۔

○ حضرت سعد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی — خدا کی قسم ہم آپ کو چھوڑ  
نہیں جائیں گے خدا تعالیٰ یہ تو دیکھ لے کہ رسول اللہ کی غیبت میں ہم نے آپ کی کیسی  
حفاظت کی — عرض کرتے ہیں — خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ میں قتل ہو جاؤں  
گا — پھر زندہ کیا جاؤں گا، پھل جلا دیا جاؤں گا، پھر میری خاکستر (راکھ) اڑادی جائے  
گی — اور ستر مرتبہ یہی حالت مجھ پر گزرے گی — تو جب بھی آپ کی مدد میں، جب  
تک مجھے موت نہ آجاتی آپ سے جدا نہ ہوتا۔

○ ایضاً - زہیر بن قین :- حضرت زہیر بن قین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا — خدا  
کی قسم میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں — پھر قتل کیا جاؤں اور پھر  
زندہ کیا جاؤں اسی طرح ہزار دفعہ قتل ہوں — کہ خدا تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل بیت اور  
ان نوجوانوں کو بچالے —

(طبری ج ۶ ص ۲۳۹)

اور صدائے وفا بلند کرتے ہوئے عرض کی — یا امام! —  
ہمیں ہر اک اذیت راہ الفت میں گوارا ہے  
نبی ﷺ کا لاڈلا واللہ جان و دل سے پیارا ہے  
بوقت امتحاں پورا اتر کر ہم دکھا دیں گے  
رفاقت کا سبق سارے زمانے کو پڑھا دیں گے

### سیدنا سجاد کا بیان

حضرت سیدنا امام علی اوسط سجاد بن حسین (امام زین العابدین علیہ السلام) بیان فرماتے ہیں کہ اسی رات کا ذکر ہے، جس کی صبح کو میرے والد شہید ہوئے، فرماتے ہیں — کہ میں بیٹھا ہوا تھا — اور میری پھوپھی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا میری تیمارداری میں مصروف تھیں — جب میرے بابا نے اپنے انصار کے ساتھ اپنے خیمہ میں تخلیہ کیا تھا — اس وقت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حوی آپ کے ساتھ بیٹھے تلوار درست کر رہے تھے تو آپ (امام حسین) یہ اشعار پڑھ رہے تھے

يَا دَهْرُ أَفْ لَكَ مِنْ خَلِيلٍ  
كَمْ لَكَ بِالْأَشْرَاقِ وَالْأَصِيلِ  
مِنْ صَاحِبٍ أَوْ طَالِبٍ قَتِيلِ  
وَالدَّهْرُ لَا يَقْنَعُ بِالْبَدِيلِ  
وَأَنَّمَا الْأَمْرُ إِلَى الْجَلِيلِ  
وَكُلُّ حَيٍّ سَأَلَكَ السَّبِيلِ

اے دینائے ناپائیدار تجھ پر فسوس ہے کہ تو نے کسی دوست سے کبھی وفانہ کی



صبح و مسا تو نے کیسے کیسے اولوالعزم لوگوں کو قتل کیا — اور اس زمانہ  
 ناہنجار، عوض پر قناعت نہیں کرتا — اور یہ سب کچھ خدا کے حکم سے ہوتا  
 ہے — اور زندہ ہے جو زندہ ہے اسے اس راستے پر چلنا ہے۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں — کہ آپ نے اشعار کو بار بار پڑھا اور میں آپ  
 کے عزم اور ارادے کو سمجھ گیا اور یہ جان لیا کہ مصیبت ٹوٹ پڑی ہے — مجھے بے اختیار  
 رونا آ گیا — تاہم میں نے آنسوؤں کو ضبط کر لیا — مگر میری پھوپھی جان سیدہ  
 زینب نے بھی یہ اشعار سنے — چونکہ عورتوں کی طبیعت میں رقت زیادہ ہوتی ہے —  
 وہ خود کو سنبھال نہ سکیں۔

### صدائے درد

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں — کہ میرے والد گرامی کا کلام جب  
 میری پھوپھی جان سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے سنا —

تَجُرُّ ثَوْبَهَا وَانْهَا الْحَاسِرَةَ حَتَّى اَنْتَهَتْ اِلَيْهِ

انہوں نے اپنی چادر کو کھینچا — یہاں تک کہ وہ برہنہ سر اپنے ”بھائی امام

حسین“ تک پہنچ گئیں (اور بھرائی ہوئی آواز میں) بولیں۔

وَائِكْلَاهُ، لَيْتَ الْمَوْتُ اَعَدَّ مِنِّي الْحَيَاةَ الْيَوْمَ — مَاتَتْ

فَاطِمَةُ اُمِّي — وَعَلِيٌّ اَبِي — وَحَسَنٌ اَخِي — يَا

خَلِيفَةَ الْمَاضِي — وَثَمَالَ الْبَاقِي —

ہائے افسوس — کاش کہ آج موت میری حیاتی کو ختم کر دیتی — ہائے

میری ماں فاطمہ — اور میرے باپ علی — اور میرے بھائی حسن

انتقال فرما چکے ہیں — ”اے میرے بھائی“ — ان گزرے ہوؤں کے جانشین — اور اے باقی رہ جانے والوں کے فریادرس۔

(طبری ج ۶ ص ۲۴۰ — اکمل ج ۳ ص ۲۸۵)

ثَمَال :- مندرجہ بالا روایت میں ایک لفظ استعمال ہوا ہے — ثَمَال — اس کا معنی — فریادرس — فریاد کو پہنچنے والا ہے۔

○ ثَمَالِ الْقَوْمِ غِيَاثُهُمُ الَّذِي يَقُومُوا بِأَمْرِهِمْ

(المنجد)

ثَمَال — قوم کے فریادرس کو کہتے ہیں، جو ان کے جملہ امور انجام دے — سیدہ زینب کا دردناک کلام سن کر زمین کر بلا کے ذرات بھی تڑپ اٹھے ہوں گے — اور پتھروں کے سینوں میں شگاف پڑ گئے ہوں گے۔

سنی حسین سے زینب نے جب صدائے الم

پکاریں ہائے غریب الوطن حسین میرا

نہ نانا پاس، نہ بابا علی، نہ ماں زہراء

حسن بھی سر پہ نہیں لٹ گیا ہے چین میرا

اور امام عالی مقام کی طرف رخ کر کے جس درد بھرے انداز میں بولیں — اس

کا مفہوم کچھ اس طرح ہے

رسول پاک کے، حیدر کے جانشین تم ہو

یقین والوں کا سرمایہ یقین تم ہو

○ سیدہ زینب کی اس آہ وزاری کو سن کر امام عالی مقام نے سیدہ زینب کی طرف

دیکھا — اور فرمایا —

يَا اٰخِيَّةُ لَا يَذْهَبَنَّ حِلْمِكَ الشَّيْطَانِ

اے میری چھوٹی بہن! دیکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہارے حلم و بردباری کو زائل کر دے —

سیدہ نے جواباً کہا —

بَابِي وَأَنْتَ أُمِّي يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ — اسْتَقْتَلْتَ نَفْسِي  
لِنَفْسِكَ الْفِدَاءُ —

اے ابو عبد اللہ (حسین) میرے ماں باپ تم پر قربان — میری جان آپ کی جان پر قربان — آپ نے قتل ہونا گوارا کر لیا —

بہن کی اس درد میں ڈوبی ہوئی صدا سنی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے — آپ نے فرمایا —

لَوْ تَرَكَ الْقَطَا لَيَلَا لَنَامَ

اگر کوچ آواز نکالنا ترک کر لے تو رات کی نیند آئے۔

مطلب یہ کہ موت چین سے بیٹھنے نہیں دیتی —

یہ سننا تھا کہ سیدہ زینب کے اضطراب میں اضافہ ہو گیا اور زبان سے یہ الفاظ

نکلے —

يَا وَيْلَتَا أَفْتُغْصِبُ نَفْسَكَ اِعْتِصَابًا فَذَالِكَ أَقْرَحُ لِقَلْبِي،

وَأَشَدُّ عَلَى نَفْسِي وَلَطَمْتُ وَجْهَهَا — وَخَرَّتْ مَغْشِيًّا

عَلَيْهَا فَقَامَ إِلَيْهَا الْحُسَيْنُ فَصَبَّ عَلَى وَجْهَهَا الْمَاءَ

— ہائے افسوس — ”اے میرے بھائی“ — کیا تمہیں مجبور کر کے

قتل کریں گے؟ پس یہ امر میرے دل کو پھاڑ دے گا، اور یہ سخت ہے میری جان پر، ”اور افسوس کے ساتھ“ اپنے ہاتھ کو ماتھے پر مارا، اور غش کھا کر گر پڑیں۔ (بہن کا یہ حال دیکھ کر) امام عالی مقام کھڑے ہو گئے۔ اور اپنی بہن کے چہرے پر پانی چھڑکا۔

○ اور فرمایا: اے میری بہن! خدا کا خوف دل میں لاؤ۔ اور خدا کے لیے صبر کرو۔ اور اس بات کو سمجھو کہ روئے زمین پر سب مرنے والے ہیں۔ اور آسمان والے باقی نہ رہیں گے۔

وَأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَ اللَّهِ الَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ  
بِقُدْرَتِهِ وَيَبْعَثُ الْخَلْقَ

اور بے شک ہر ایک چیز مٹ جائے گی سوائے رب العزت کی ذات کے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کو پیدا فرمایا، اور جو پھر مخلوق کو زندہ کرے گا۔

اور سب کے سب واپس آ جائیں گے۔ میرے باپ مجھ سے بہتر تھے۔ اور میری ماں تجھ سے بہتر تھیں۔ میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے، مجھے اور ان سب کو اور ہر مسلمان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال سے تسکین ہونی چاہئے۔ اس کے کلمات کہہ کر آپ نے انہیں سمجھایا اور پھر فرمایا۔

يَا أُخِيَّةُ إِنِّي أَقْسِمُ عَلَيْكَ فَاْبْرِي قَسِمِي لَا تُسْقِي عَلَيَّ جَبِيًّا  
وَلَا تَخْمِشِي عَلَيَّ وَجْهًا وَلَا تَدْعِي عَلَيَّ بِالْوَيْلِ وَالشُّبُورِ إِذَا  
أَنَا هَلَكْتُ

اے میری چھوٹی بہن میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میری اس قسم کو پورا کرنا۔۔۔ جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے غم میں گریبان کو چاک نہ کرنا۔۔۔ منہ کو نہ پیٹنا ہلاکت و موت کو نہ پکارنا۔

(حضرت امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ میرے والد نے انہیں) یہ فرما کر آپ پھوپھی جان کو ساتھ لائے اور میرے پاس لا کر بٹھا دیا، پھر آپ خیمہ سے باہر چلے گئے۔۔۔ اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ خیموں کو قریب قریب اس طرح نصب کرو کہ طنابوں کے اندر طنابیں آجائیں (یعنی خیموں کا ایک حلقہ بنا لیں) اور سب لوگ اس حلقہ کے درمیان رہیں۔۔۔ اور ایک رخ جدھر سے دشمن آنے والے ہیں کھلا رہنے دیا جائے۔

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۴۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت (امام ابن جریر طبری) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۶۷

مطبوعہ دارالکتب العربی (امام ابن اثیر) البدلیۃ والنہلیۃ ج ۸ ص ۱۸۴۔۔۔ تا۔۔۔ ۱۸۵ مطبوعہ

دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان حافظ ابن کثیر دمشقی)

### صف بندی

امام عالی مقام اور آپ کے اصحاب ساری رات عبادت میں مشغول رہے۔۔۔ اور جب صبح ہوئی تو ابن سعد اپنے لشکر کو لے کر نکلا۔۔۔ امام نے بھی اپنے ساتھیوں کی صف جمائی۔۔۔ اور ان کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرمائی۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق آپ کے ساتھ بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے آپ نے میمنہ (دائیں بازو کی فوج) پر زہیر بن قین۔۔۔ اور میسرہ (بائیں بازو کی فوج) پر حضرت حبیب بن مظاہر کو حضرت امام نے مقرر فرمایا اور اپنا علم عباس بن مولا علی (علمدار کربلا) کو عطا فرمایا۔۔۔ اور خیموں کو پست پر رکھا۔۔۔

اور خیموں کے پیچھے آپ کے حکم کے مطابق۔۔۔ ایک چھوٹی سی خندق میں لکڑیاں

اور بانس جمع کر کے آگ لگا دی گئی۔ امام حسین علیہ السلام کے خیموں کے پیچھے۔  
زمین پست تھی۔ جب دشمن کا لشکر آپ کی طرف بڑھا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند  
کیے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ ثِقَّتِي فِي كُلِّ كَرْبٍ فَارَجَائِي فِي كُلِّ شِدَّةٍ

اے خداوند عالم! ہر مصیبت میں مجھے تیری ذات پر بھروسہ ہے۔ اور ہر  
طرح کی شدت و سختی میں تیری ذات ہی سے مجھ کو امید ہے۔ ”آپ  
نے کافی لمبی دعا مانگی۔“ (طبری ج ۶ ص ۲۴۱)

شمر کی بے ہودگی

ابھی آپ دعا سے فارغ ہوئے تھے کہ ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا امام کے خیموں کی  
طرف آیا۔ اسے آگ کے شعلوں میں خیمے نظر نہ آئے تو وہاں سے پلٹا اور پکار کر کہنے  
لگا۔

يَا حُسَيْنُ اسْتَعْجَلْتَ النَّارَ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

اے حسین! تو نے قیامت سے پہلے، دنیا ہی میں آگ میں جانے کی جلدی کی۔  
آپ نے فرمایا شاید یہ شمر ذی الجوشن ہے۔ لوگوں نے عرض کیا، جی ہاں، یہ شمر  
ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

يَا ابْنَ رَاعِيَةِ الْمُعَزِّي أَنْتَ أَوْلَىٰ بِهَا صَلِيًّا

او بکریاں چرانے والی کے بچے، آگ میں جلنے کا سزاوار تو ہے۔

پہل کرنا گوارا نہ ہوا

حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول کے

بیٹے! — میں آپ پر قربان ہو جاؤں — مجھے اجازت دیجئے، کہ میں اسے تیر  
 ماروں — کیونکہ یہ میری زد میں ہے — اور میرا تیر خطانہ کرے گا — یا امام یہ  
 بہت بڑا فاسق اور ظالم ہے — امام علیہ السلام نے فرمایا —

لَا نَرْمِهِ فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ أَبَدَّ أَهْمَهُ

(اے مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ) تیر نہ چلانا کہ ادھر سے (یعنی اپنی طرف

سے) ابتداء کرنا مجھے گوارا نہیں — (طبری ج ۶ ص ۲۲۲)

○ اوپر والی روایت پر غور فرمائیں — کہ خاندان نبوت میں کس قدر اتمام حجت کو  
 انجام دینے کا جذبہ پایا جاتا ہے کہ جانی دشمن سامنے ہے حضرت ابن عوسجہ کی زد میں ہے  
 لیکن امام اس پر تیر چلانے کی اجازت نہیں دے رہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی  
 طرف سے پہل نہ ہو۔

○ اور آپ کا یہ فرمانا — کہ اوبکریاں چرانے والی کے بیٹے! آگ میں جلنے کا  
 سزاوار تو ہے — شرافت کا پیکر اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا تھا — اس جملے اندر چھپے  
 ہوئے معانی کو صرف ارباب دانش ہی سمجھ سکتے ہیں۔

شمردی الجوشن

شمردی الجوشن کا اصل نام شرجیل بن اعور بن عمرو بن معاویہ تھا جو ضباب بن کلاب  
 میں سے تھا۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ)

○ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی اپنی مشہور کتاب ”سر

الشہادتین“ کے صفحہ نمبر ۲۸ پر ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں — حضرت محمد بن عمرو

بن حسن رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں — کہ ہم کر بلا امام حسین کے ساتھ تھے — امام پاک نے جب شمر ذی الجوشن کو دیکھا تو فرمایا —

صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ — اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں۔

اور پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

كَانِي أَنْظُرُ إِلَى كَلْبٍ أَبْقَعَ يَلِجُ فِي دَمِ أَهْلِ بَيْتِي —  
وَكَانَ شَمْرُ أَبْرَصَ —

کہ میں ایک ابلق (چتکبرے، دورنگے) کتے کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈالتا ہے — اور شمر سفید داغوں والا تھا۔

(سراشہاد تین ص ۲۸ — ۲۹ مطبوعہ کانسٹی رام لاہور)

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذکورہ بالا فرمان اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاتل شمر لعین ہے — اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر کی نظر آنے والے حالات کا مشاہدہ فرمالتی ہے۔

### امام کا خطبہ

جب افواج کی صف بندی ہو گئی تو حضرت امام نے اپنے گھوڑے پر — اپنے صاحبزادے سیدنا امام زین العابدین کو سوار کر لیا — حالانکہ آپ سخت بیمار اور لاغر تھے — آپ نے امام زین العابدین کو جس گھوڑے پر بٹھایا اس کا نام — لاحق — ہے — اور پھر آپ نے اپنی اونٹنی کو طلب کیا — اس پر سوار ہوئے اور بلند آواز سے پکار کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا — اور فرمایا — اے لوگو! میرے ساتھ جلدی نہ کرو — جو باتیں کہنا چاہتا ہوں انہیں غور سے سنو! — تاکہ اتمام حجت پورا ہو — آپ اس قسم کی باتیں کر رہے تھے کہ خیموں کے اندر سے مستورات کے رونے کی آواز



آئی — آپ نے حضرت عباس علمدار کو خیموں کی طرف بھیجا کہ وہ جا کر سیدہ بتول کی شہزادیوں کو چپ کرائیں — اور ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بات یاد آگئی کہ انہوں نے کہا تھا مستورات کو مکہ ہی میں چھوڑ جائیں — جب اہل حرم کے رونے کی آواز موقوف ہوگئی — تو آپ نے حمد و ثنائے خداوندی کے بعد فرمایا —

فَانْسُبُونِي فَاَنْظُرُوا مَنْ اَنَا ثُمَّ ارْجِعُوا اِلَى اَنْفُسِكُمْ وَعَابِتُوا  
هَا وَاَمْظُرُوا — هَلْ يَحِلُّ لَكُمْ؟ قَتَلِي — وَاَنْتَهَاكَ

حُرْمَتِي — اَلَسْتُ ابْنِ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ؟ — وَاِبْنِ وَصِيهِ

وَاِبْنِ عَمِّهِ — وَاَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ بِاللَّهِ وَالْمُصَدِّقِ

لِرَسُولِهِ — اَوْلَيْسَ حَمْرَةَ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ عَمِّ

اَبِي؟ — اَوْلَيْسَ جَعْفَرُ الشُّهيدِ الطَّيَّارِ ذُو الْجَنَاحَيْنِ

عَمِّي — اَوْلَمْ يَبْلُغْكُمْ قَوْلُ مُسْتَفِيضٍ فِيكُمْ اَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ — قَالَ لِي وَ اَخِي

هٰذَا نِ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ” وَقُرَّةُ عَيْنِ اَهْلِ

السُّنَّةِ“ — فَانْ صَدَقْتُمُونِي بِمَا اَقُولُ وَهُوَ

الْحَقُّ —

(اے لوگو!) میرے خاندان اور نسب کا خیال کرو کہ میں کون ہوں؟ —

پھر اپنے نفسوں کی طرف رجوع کرو — اور ان کو عتاب اور سرزنش

کرو — اور دیکھو کیا تمہارے لیے میرا قتل حلال ہے؟ کیا میری عزت و

آبرو کو پامال کرنا جائز ہے؟ — کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ یہ عبارت کامل ابن اثیر میں — اور تاریخ ابن خلدون میں ہے — طبری میں نہیں۔

کی شہزادی کا لخت جگر نہیں؟ — اور کیا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور ان کے چچا زاد بھائی — اور سب سے پہلے ایمان لانے والے — اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی تصدیق کرنے والے کا بیٹا نہیں ہوں؟ — کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کا چچا نہیں ہے؟ — کیا جعفر طیار، شہید دو ۲ پروں والا میرے چچا نہیں ہے؟ — کیا نہیں پہنچا تم کو یہ قول مستفیض (یعنی حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میرے اور میرے بھائی (حسن علیہ السلام) کے بارے میں کہ یہ دونوں جنتی جوانوں کے سردار، اور اہلسنت کی آنکھ کی ٹھنڈک ہیں؟ — اگر تم میری تصدیق کرو — تو یقین جانو جو کچھ میں نے کہا ہے، سچ ہے —

اے لوگو! جو کچھ میں نے کہا حق و صداقت پر مبنی ہے — کیونکہ جب سے میں نے سنا ہے کہ جھوٹ بولنے والے سے اللہ تعالیٰ بیزار ہوتا ہے — اور جھوٹ بنانے والے کو اس کے جھوٹ سے نقصان ہوتا ہے — واللہ میں جھوٹ نہیں بولتا — اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے ہو بلکہ مجھے جھوٹا تصور کرتے ہو — تو اصحاب رسول جناب جابر بن عبد اللہ انصاری — ابو سعید خدری — سہیل بن سعد — زید بن ارقم (رضی اللہ عنہم) سے پوچھو! — وہ نہیں بتائیں گے اور اس امر کی تصدیق کریں گے — کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حدیث کو سنا ہے۔

أَقْمَا فِي هَذَا حَاجِزٌ لَكُمْ عَنْ سَفْكَ دَمِي

کیا یہ تمام باتیں نہیں روک سکتیں تم کو میرا خون بہانے سے۔

حضرت سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کا یہ خطبہ سن کر شمر لعین بکواس بکنے لگا۔

اور کہنے لگا۔

إِنْ كَانَ يَدْرِي مَا تَقُولُ — خدا جانے یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

حضرت حبیب بن مظاہر (رضی اللہ عنہ) نے شمر کے بکواسات کا دندان شکن جواب

دے کر فرمایا۔

قَدْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِكَ — بے شک خدا نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے اس

لیے تو نہیں سمجھ سکتا ہے کہ امام کیا فرما رہے ہیں۔ امام نے کلام کو جاری رکھتے ہوئے

فرمایا۔ اے لوگو! اگر تمہیں اس بات میں شک ہے۔ کہ میں جنتی جوانوں کا سردار

ہوں۔ تو اس میں کوئی شک ہے کہ میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں۔

فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ابْنُ بِنْتِ نَبِيِّ غَيْرِي مِنْكُمْ

وَلَا مِنْ غَيْرِكُمْ أَنَا ابْنُ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ خَاصَّةً أَخْبَرُونِي أَتَطْلُبُونِي

بِقَتْلِ مَنْكُمْ قَتَلْتُهُ — أَوْ مَالٍ لَكُمْ اسْتَهْلَكْتَهُ أَوْ بِقِصَاصٍ

مِنْ جَرَا حَةٍ —

خدا کی قسم! مشرق سے لے کر مغرب تک سوائے میرے تم میں کوئی رسول کی

بٹی کا بیٹا نہیں۔ اور نہ تمہارے غیر میں سے کوئی نواسہ رسول ہے۔

میں تو خاص تمہارے رسول کا نواسہ ہوں۔ مجھے بتاؤ کیا تم اس لیے

میرے درپے ہو کہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے تم میں سے۔ یا تمہارا مال

برباد کیا ہے۔ یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے کہ اس کا قصاص مجھ سے

طلب کرتے ہو۔

آپ کا خطبہ سن کر سب خاموش ہو گئے — کیونکہ آپ کی باتوں کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا — پھر آپ نے پکار کر کہا — اے شبث بن ربعی! — حجار بن ابجر! — اے قیس بن اشعث! — یایزید بن حارث! — تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا — کہ میوے پک گئے — باغ سرسبز و شاداب ہو رہے ہیں — تالاب چھلک رہے ہیں — اور آپ کی مدد کے لیے یہاں لشکر آراستہ ہیں تشریف لے آئے —

ان لوگوں نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا — کہ ہمیں نے نہیں لکھا تھا — آپ نے فرمایا خدا کی قسم تم نے لکھا تھا — پھر آپ نے فرمایا — اے لوگو! میرا آنا اگر تمہیں ناگوار گزرا ہو تو مجھے دنیا میں کسی گوشہ امن کی طرف نکل جانے دو — قیس بن اشعث نے کہا — کہ آپ اپنے قرابت داروں کے حکم پر سر کیوں نہیں جھکا دیتے (مطلب یہ تھا کہ یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے) پھر یہ اس طرح پیش آئیں گے جس طرح آپ چاہتے ہیں — آپ نے فرمایا آخر تو محمد بن اشعث کا بھائی ہے (محمد بن اشعث نے جناب مسلم بن عقیل کو دھوکے سے گرفتار کر کے شہید کیا تھا، اس لیے امام نے یہ فرمایا) آپ نے اسے فرمایا — کیا تو چاہتا ہے کہ مسلم بن عقیل کے خون کے — علاوہ بنو ہاشم کے کسی دوسرے خون کے بدلے کا بھی مطالبہ کریں۔ امام عالی مقام حسین علیہ السلام نے فرمایا —

لَا وَاللَّهِ لَا أُعْطِيهِمْ يَدِيْ اِعْطَاءَ الدَّلِيْلِ، وَلَا اِقْرَافَرَارِ  
الْعَبِيْدِ —

نہیں خدا کی قسم میں کسی ذلیل کی طرح ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں

دوں گا — اور نہ کسی غلام کی طرح اطاعت کا اقرار کروں گا —  
 آپ نے فرمایا — اے خدا کے بندو! میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ  
 مانگتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کرو — اور میں اپنے اور تمہارے رب سے پناہ مانگتا  
 ہوں —

مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ

”ہر مغرور و متکبر سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔“

یہ فرما کر آپ نے اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا — اور اس سے اتر پڑے اور عقبہ بن سمعان  
 کو حکم دیا کہ اونٹنی کو باندھ دے — اب دشمنوں نے آپ پر حملہ کرنا چاہا — تو حضرت  
 زہیر بن قین گھوڑے پر سوار ہتھیار سجائے — آگے بڑھے اور پر جوش انداز میں  
 کہا — اے اہل کوفہ! خدا کے عذاب سے ڈرو — ایک مسلمان پر واجب ہے کہ  
 دوسرے مسلمان کو نصیحت کرے — جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان تلواریں نہیں  
 چلتیں اس وقت تک ہمیں تم کو نصیحت کرنے کا حق ہے — اور جب تلواریں چلیں گی تو  
 ہمارا اور تمہارا یہ رشتہ ٹوٹ جائے گا — پھر ہم ایک الگ جماعت ہوں گے اور تم ایک  
 الگ گروہ۔ فرمایا سنو!

إِنَّ اللَّهَ قَدْ ابْتَلَانَا وَإِيَّاكُمْ بِذُرِّيَّةِ نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ

”بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

اولاد کے بارے میں امتحان و آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے۔“

تا کہ وہ دیکھے کہ ہم اور تم ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں — اے اہل کوفہ!

ہم تمہیں اولاد رسول کی مدد کے لیے بلا تے ہیں — اور فرمایا —

وَخُذْ لَانَ الطَّاعِيَةَ ابْنَ الطَّاعِيَةِ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنِ زِيَادٍ

”اور سرکش ابن سرکش عبید اللہ ابن زیاد“ — اور یزید لعین کا ساتھ چھوڑنے کی دعوت دیتے ہیں — اس لیے کہ تمہیں ان دونوں سے برائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا — (سنو یہ لوگ تمہارے ساتھ کیا کریں گے)

وَيُسْمِلَانِ أَعْيُنَكُمْ — وَيَقْطَعَانِ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ

وَيَمَثَلَانِ بِكُمْ وَيَرْفَعَانِكُمْ عَلَى جَذْوَعِ النَّحْلِ —

یہ تمہاری آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں گے — تمہارے ہاتھ پاؤں

کاٹیں گے — اور تمہارا مثلہ کریں گے (یعنی تمہارے کان ناک کاٹیں

گے) — اور تمہاری لاشوں کو کھجور کی شاخوں پر لٹکائیں گے۔

یہ سن کر کوفیوں نے حضرت زہیر بن قین رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں — اور ابن

زیاد کی تعریف کی — اور کہنے لگے، خدا کی قسم ہم ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹائیں

گے — جب تک تیرے صاحب (حسین علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کر

دیں — یا ان کو قیدیوں کی حیثیت میں ابن زیاد کے سپرد نہ کر دیں — حضرت زہیر

بن قین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، خدا کے بندو!

إِنَّ وُلْدَ فَاطِمَةَ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهَا أَحَقُّ بِالْوُدِّ وَالنَّصْرِ مِنَ ابْنِ

سُمَيَّةَ فَإِنْ لَمْ يَنْصُرُوهُمْ فَأَعِيدْكُمْ بِاللَّهِ أَنْ تَقْتُلُوهُمْ —

حضرت سیدہ فاطمہ رضوان اللہ علیہا کی اولاد — سمیہ کے بیٹے کے

مقابلے میں محبت و نصرت کی زیادہ حق دار ہے اگر تم ان کی امداد نہیں کر سکتے

ہو— تو خدا کے لیے ان کو قتل نہ کرو۔

یہ سن کر شمر لعین نے جناب زہیر کو ایک تیر مارا— اور کہا بس خاموش رہ، خدا تیرا منہ بند کرے تو نے اپنی بک بک سے ہمارا دماغ چاٹ لیا ہے— جناب زہیر رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا—

يَا ابْنَ الْبَوَالِ عَلَى عَقِيْبِيهِ مَا اِيَّاكَ اُخَاطِبُ اِنَّمَا اَنْتَ بِهَيْمَةً!  
وَاللّٰهِ مَا اَظُنُّكَ تُحْكِمُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اَيَّتَيْنِ— فَاَبْشِرْ  
بِالْحِزْيِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالْعَذَابِ الْاَلِيْمِ

او بوال (بوال اس کو کہتے ہیں جس کا پیشاب اڑیوں تک بہہ کر آتا ہو اس کا اصل مفہوم علماء پر پوشیدہ نہیں— یہ اپنے اندر کئی معانی رکھتا ہے) کے بیٹے! میں تجھ سے مخاطب نہیں ہوں تو تو جانور ہے خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ تجھ میں قرآن کی دو آیتیں سمجھنے کی لیاقت نہیں— جا تجھے قیامت کے دن کی ذلت و رسوائی اور عذاب الیم مبارک ہو—

”یہ سن کر“ شمر لعین نے چیخ کر کہا— خدا تجھے اور تیرے صاحب (امام حسین) کو اسی وقت قتل کرنے والا ہے— جناب زہیر نے فرمایا، کہ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟— خدا کی قسم! حسین علیہ السلام کے ساتھ جان قربان کرنا مجھے تمہارے ساتھ ہمیشہ کی زندگی سے زیادہ پسند ہے— پھر آپ نے باواز بلند یزید کے لشکریوں سے خطاب فرمایا— کہ اے لوگو! ان سنگ دل ظالموں کے فریب میں آ کر اپنا دین برباد نہ کرو— جو لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور آپ کے اہل بیت کا خون بہائیں گے اور امام کے مددگاروں اور ان کے حرم کی طرف سے لڑنے والوں کو قتل کریں

گے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔ اسی اثناء میں

ایک شخص نے جناب زہیر رضی اللہ عنہ کو پکار کر کہا امام حسین تجھے واپس بلا تے ہیں۔

○ تاریخ طبری (امام ابن جریر طبری) ج ۶ ص ۲۲۳ — ۲ — ۲۲۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت سن اشاعت ۱۹۷۹ء

○ الکامل فی التاريخ ج ۳ ص ۱۷۰ — ۲ — ۱۷۱ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت لبنان سن اشاعت ۲۰۰۷ء (امام ابن اثیر)

○ البدایة والنہایة ج ۸ ص ۱۸۶ — ۲ — ۱۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان سن اشاعت ۲۰۰۵ء (حافظ ابن کثیر)

○ تاریخ ابن خلدون (علامہ عبدالرحمن ابن خلدون) ج ۲ ص ۵۳۲ — ۲ — ۵۳۳ مترجم مطبوعہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی سن اشاعت ۲۰۰۳ء

### خُراور ابنِ سعد

جب ابنِ سعد حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھا، تو خُراور نے پوچھا تو ان سے لڑنے لگا

ہے۔ ابنِ سعد نے کہا ”ہاں“ واللہ لڑائی بھی ایسی کہ جس سے سراڑیں گے۔ اور

ہاتھ قلم ہوں گے۔ حضرت خُراور رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو ایک طرف جا کر کھڑے ہو

گئے۔ اور اپنی برادری کے ایک قرہ بن قیس جو ان کے قریب کھڑا تھا سے کہا کہ جاؤ

اپنے گھوڑے کو پانی پلا لاؤ۔ جب قرہ وہاں سے ہٹا تو خُراور نے لشکر حسین کی طرف آہستہ

آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

### خُراور کے لشکر کی طرف

جناب خُراور کی برادری کا ایک شخص جس کا نام مہاجر بن اوس تھا۔ اس نے خُراور کی یہ

حالت دیکھ کر کہنے لگا۔ اے خُراور! تیرا ارادہ کیا ہے؟ کیا تم حملہ کرنا چاہتے ہو؟ خُراور

سن کر خاموش رہے۔ اور ساتھ ہی ہاتھ پاؤں میں تھر تھراہٹ پیدا ہو گئی۔ اس پر

ابنِ اوس نے کہا۔ اے خُراور! تمہارا یہ حال دیکھ کر خدا کی قسم مجھے کچھ شبہ ہو رہا ہے۔



خدا کی قسم میں نے کسی مقام پر تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ اہل کوفہ میں سب سے بڑھ کر بہادر کون ہے؟ تو میں تمہارا ہی نام لوں گا۔ حضرت خرنے جواب دیا۔

وَاللّٰهُ اٰخِيْرُ نَفْسِيْ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ — وَاللّٰهُ لَا اٰخْتَارُ  
عَلَى الْجَنَّةِ شَيْئًا وَّلَوْ قُطِعَتْ وَحَرِّقَتْ

خدا کی قسم اپنے دل سے پوچھ رہا ہوں کہ جنت میں جانا چاہتا یا دوزخ میں۔ خدا کی قسم! میں کسی چیز کے لیے جنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ خواہ میرے جسم کے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں یا پھر زندہ جلادیا جاؤں۔ یہ کہہ کر گھوڑے کو تازیانہ مارا اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا۔

فِدَاكَ يَا اَبْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

”اے رسولِ خدا کے بیٹے! میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔“

میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو واپس نہ جانے دیا۔ اور گھیر کر اس میدان میں لے آیا۔ اور آپ کو یہاں ٹھہرنے پر مجبور کیا، خدائے وحدہ لا شریک کی قسم میں ہرگز یہ نہ سمجھتا تھا کہ یہ لوگ آپ کی کوئی بات نہ مانیں گے۔ اور نہ کسی امر کو تسلیم کریں گے اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی۔ خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ یہ لوگ آپ کی کوئی بات نہ مانیں گے۔ تو میں اس امر کا مرتکب نہ ہوتا۔ مجھ سے جو قصور سرزد ہو گیا ہے۔ میں اس کی خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرنے اور اپنی جان آپ پر فدا کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اور میں آپ کے سامنے مرنے کا ارادہ لے کر حاضر ہوا

ہوں — اور یہ فرمائیے کہ اس طرح کی توبہ قبول ہوگی — امام نے فرمایا —  
ہاں — خدا تیری توبہ قبول کرے گا — اور تجھے بخش دے گا — آپ نے فرمایا تیرا  
نام کیا ہے — حُر نے عرض کی —

أَنَا حُرُّ بْنُ يَزِيدٍ — میرا نام حُر بن یزید (ریاحی) ہے۔

”خیال رہے کہ حُر کا معنی آزاد ہے“ — امام نے فرمایا:

أَنْتَ حُرٌّ كَمَا سَمَّيْتَكَ أُمَّكَ — أَنْتَ الْحُرُّ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ —

تو آزاد ہے، جس طرح تیری ماں نے تیرا نام آزاد رکھا ہے انشاء اللہ تو دنیا  
اور آخرت میں آزاد ہے —

اب اتر! — حُر نے عرض کیا یا امام میرا گھوڑے پر رہنا اترنے سے بہتر  
ہے — آپ کے ان دشمنوں سے لڑوں گا، جب مروں گا تو گھوڑے سے اتروں گا —  
آپ نے حُر کے لیے دعا فرمائی —

(طبری ج ۶ ص ۲۳۳ — استشہاد الحسین ص ۱۱۹ امام ابن جریر طبری)

کون حر؟ — حضرت گلزار نادوم صابری رحمۃ اللہ علیہ نے — ”کتاب البصار  
العین“ — کے صفحہ نمبر ۱۸۲ — کے حوالے سے لکھا ہے — کہ حُر کا شجرہ نسب اس  
طرح ہے — حُر بن یزید — بن قعب بن عتاب بن ہری بن ریح ہے۔ ”اس لیے  
آپ کو حُر بن یزید ریحی کہا جاتا ہے“ — یہ اپنے قبیلہ کے مانے ہوئے بہادر تھے —  
شہر کوفہ کے رؤسا میں ان کا شمار ہوتا تھا — جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ ابن زیاد نے  
انہیں ایک ہزار کی جمعیت دے کر حضور امام کا راستہ روکنے پر مامور کیا تھا — جسے  
ناظرین پڑھ چکے ہیں۔

غیبی آواز:- اس جگہ ان کے بارے میں ایک روایت بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہو گی۔ یہ کہ۔۔۔ جب یہ کوفہ کے قلعہ سے لشکر لے کر نکلے تو انہیں سر راہ ایک ندا سنائی دی۔۔۔ اے حر! تجھے بہشت مبارک ہو مگر کہنے والا کوئی نظر نہ آیا۔۔۔ انہوں نے اپنے جی میں قیاس کیا کہ اس آواز کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟۔۔۔ میں تو نو اسہ رسول سے لڑنے جا رہا ہوں، پھر مجھے یہ بشارت اور کیوں؟۔۔۔ چنانچہ یہ بات ان کے جی میں برابر کھٹکتی رہی۔۔۔ یہاں تک کہ جب امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دوران گفتگو انہوں نے اس ندا کا ذکر کیا۔۔۔ اس پر امام علیہ السلام نے فرمایا بے شک وہ بشارت تھی۔۔۔ اور تو بہشتی ہو چکا۔۔۔

حضرت گلزار احمد نام صابری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب حضرت حر رضی اللہ عنہ بارگاہ امام میں حاضر ہوا۔۔۔ تو۔۔۔

اتر کر اسپ تازی سے گرا پائے امامت پر  
ندامت جا ہی پہنچی آخرش باب کرامت پر  
غرض پابوس ہو کر، سائل مضطر پکار اٹھا  
کہ اے جان و فاء، ابن علی سبط رسول اللہ

اس نے روتے ہوئے کہا کہ میں بدنام و احقر بیکاری بن کے آیا ہوں۔۔۔ میں جفاکاری کا پیکر ہوں۔۔۔ آپ وفا شعاری آسمان۔۔۔ میں وہ ہوں جس نے آپ کا راستہ روکا تھا۔۔۔ میں وہ ہوں جس نے عداوت و بغاوت میں سبقت کی۔۔۔ حضرت! میں نے میدان الفت میں بازی ہار دی۔۔۔ حضور!۔۔۔ آپ کے قدموں میں پڑا ہوا۔۔۔ دین سے منہ پھیرنے والا۔۔۔ اور آپ کو گھیر کر کرب و بلا کے صحرا میں لانے والا

آپ کے دربارِ دُرّبار میں ہاتھ باندھے کھڑا ہے — دوزخ میں گرنے سے بچا لیجئے — مہربانی فرمائیے!

کوئی حد ہے شہا! دنیا میں میرے جرم بے حد کی  
دہائی ہے، دہائی بے ریا نام محمد کی  
بنام رحمت عالم میری بگڑی بنا دیجئے  
معافی پھر تلافی کا مجھے مژدہ سنا دیجئے  
اجازت دیجئے آقا! مجھے اب رن میں جانے کی  
گناہوں کی تلافی کے لیے گردن کٹانے کی

امامِ عالی مقام نے خر کو سینہ سے لگایا اور فرمایا — میں ان سب ساتھیوں،  
ہمراہیوں سے کہہ رہا ہوں — کہ میری وجہ سے شہید نہ ہوں — اور چلے  
جائیں — یزید کا غصہ — ابن زیاد کی آگ — اور عمرو بن سعد کا جوش صرف حسین  
کے قتل سے ہی ٹھنڈا ہو سکتا ہے، یہ سر موجود ہے — مگر اے حر! تم اپنے بچوں کو میری وجہ  
سے یتیم نہ کرو — خر خاموش کھڑا تھا — ان الفاظ نے اس پر کچھ ایسا اثر کیا کہ ایک  
چیخ ماری اور عرض کیا — اے ابن علی! حسین کے بچے یتیم ہوں اور خر زندہ رہے —  
اس کی بیوی اور بچے آپ کے بچوں پر قربان — خدا کے لیے اے علی کے لخت جگر!  
اجازت مرحمت فرمائیے — ہر سانس قیامت ہے — اے ساقی کوثر کے بیٹے! مرا  
جاتا ہوں — رحم — ابن علی رحم اور اجازت — امام حسین کی آنکھوں میں خُر کی  
گفتگو سے آنسو آگئے اور فرمایا — اچھا — سوال جنگ پر تھوڑی سی ترمیم کر لیتے  
ہیں — وہ اس لیے کہ تو میرا مہمان ہے اور فرمایا —

کہ تم مہمان ہو، مہمان گھر کی آن ہوتی ہے  
حفاظت آن کی کرنے سے حاصل شان ہوتی ہے  
بھلا ہم کس طرح مہمان کو میدان میں بھیجیں  
کہ جیتے جی ہم اپنی آن کو میدان میں بھیجیں  
نہیں ہرگز نہیں میدان میں جانا ہم پہ واجب ہے  
تمہارے سر سے پہلے سر کٹانا ہم پہ واجب ہے

حضرت امام کا یہ ارشاد سن کر حُر پر رقت طاری ہوگئی — اور عرض کرنے لگا —  
آقا خدا کی قسم آپ ہمارے مہمان والا شان ہیں — آپ حرم شریف آن بلکہ آن کی بھی  
جان ہیں — میں ایک ایسا عاصی و خاطی اور ایک ادنیٰ غلام ہوں، جس کے دامن میں  
ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے — کرم فرمائیے، اجازت مرحمت فرمائیے —

اجازت دیجئے بنت رسول اللہ کا صدقہ

اجازت دیجئے دین و دنی کے شاہ کا صدقہ

اجازت دیجئے تازعم باطل توڑ کر رکھ دوں

اجازت دیجئے تا کفر کا منہ موڑ کر رکھ دوں

اجازت ملنے پر — حضرت حُر (رضی اللہ عنہ) اس پروانے کی طرح جو شمع

پر — اس بلبیل کی طرح جو پھول پر — اس چکور کی طرح جو چاند پر نثار ہوتی ہے —

حُر چاروں طرف نشہ شہادت میں جھومتا ہوا یہ کہہ کر بے تاب ہوتا رہا — اور آخر میں

عرض کناں ہوا — کہ اے ابن علی شیر خدا — اب آخر میں ایک التجا ہے کہ عفو بخشش

خطا کاری کا مژدہ و خوشخبری اپنے اس مبارک منہ سے سنا دیجئے — اور پھر دیکھ لیجئے کہ

خون کے ہر قطرے کو سر آنکھوں پر رکھوں گا — گوشت کا ہر ٹکڑا تن سے جدا ہو کر حسین کے نعرے لگائے گا — جس طرح (اس دنیا میں) زندہ خراسی نام کو جپتا ہوا قربان ہو — اسی طرح شہید خُر کے رونگٹے رونگٹے سے ابن علی کی صدا بلند ہو — کاش ابن زیاد میدان میں ہوتا — یزید اس وقت سامنے آجاتا تو میں دنیا کو دکھا دیتا کہ حسین علیہ السلام کے شیدائی اپنے آقا کی بیعت دل سے نہیں جان سے کرتے ہیں۔

(ماخوذ از ”سیدہ کلال“ ص ۱۱۰ — تا — ۱۱۱، شاہنامہ حسین ص ۲۸۵ — تا — ۲۸۷)

### خُر کا خطاب

جناب خُر اپنے اصحاب اور اپنے قبیلے کی طرف بڑھے اور جوان سے خطاب کیا اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے — کہ اے لوگو! امام نے جو باتیں تمہارے سامنے بیان کی ہیں تم ان میں سے کسی کو نہیں مانتے — خدا تم کو تباہ کرے — تم نے انہیں بلایا جب وہ تشریف لائے تو تم نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا — تم تو کہتے تھے کہ ہم ان پر اپنی جان قربان کر دیں گے — اور اب آپ کو قتل کرنے کے لیے حملہ کر رہے ہو — اب تم نے ان کو گرفتار کر لیا — اور ان کو چار جانب سے گھیر لیا — اور ان کو خدا کی بنائی ہوئی وسیع و عریض زمین میں کسی طرف نکل جانے نہ دیا — تاکہ آپ اور آپ کے اہل بیت امن سے رہتے — اب وہ ایک قیدی کی طرح تمہارے قابو میں آگئے ہیں —

وَخَلَّتُمْوهُ وَنِسَاءَهُ وَاصْبِيَّتَهُ وَاصْحَابَهُ عَنْ مَاءِ الْفُرَاتِ  
الْجَارِي الَّذِي يَشْرَبُهُ الْيَهُودِيُّ وَالْمَجُوسِيُّ  
وَالنَّصْرَانِيُّ — وَتُمَزَّعُ فِيهِ خَنَازِيرُ السَّوَادِ، وَكِلَابُهُ  
وَهَاهُمْ قَدْ صَرَعهُمُ الْعَطَشُ بِسَمَاءٍ خَلَفْتُمْ مُحَمَّدًا فِي ذُرِّيَّتِهِ  
لَا اسْقَاكُمْ يَوْمَ الظَّمَاءِ

تم نے ان کو اور ان کے اہل بیت کو — ان کے بچوں کو اور ان کے رفیقوں کو فرات کے بہتے ہوئے پانی سے روکا — جسے یہودی — مجوسی — اور عیسائی پیا کرتے ہیں اور اس میدان کے خنزیر اور کتے اس میں لوٹا اور لیٹا کرتے ہیں، اب پیاس کی شدت نے ان سب کو پریشان کر رکھا ہے — حضرت سید عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اولاد سے ان کے بعد تم نے کتنا برا سلوک کیا — ”اگر آج کے دن اسی وقت تم اپنے ناپاک ارادے سے باز نہ آؤ گے اور توبہ نہ کرو گے تو خدا تمہیں محشر کی پیاس میں سیراب نہ کرے —

یہ سن کر پیادوں کی فوج نے حضرت حُر پر تیروں کی بارش کر دی — جناب حُر وہاں سے پلٹ کر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے — عمرو بن سعد لڑنے کے لیے نکلا اور کہنے لگا سب لوگ گواہ رہو سب سے پہلے تیر میں پھینک رہا ہوں۔

(استشہاد الحسین (امام ابن جریر طبری) ص ۱۱۹ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت سن اشاعت ۱۹۸۵ء)

پہلا مجاہد — عبداللہ بن عمیر

جناب عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ جو بنو علیم میں سے تھے اور کوفہ میں آئے ہوئے تھے — اور قبیلہ ہمدان میں جعد کے کنویں کے پاس مکان لیکر رہائش پذیر تھے — ان کی بیوی اُمّ وہب جو نمیر بن فاسطہ کے خاندان سے تھی — ان کے ساتھ موجود تھی، جناب عبداللہ نے مقام نخلیہ میں دیکھا کہ کسی پر لشکر کشی کرنے کی غرض سے آلات حرب و ضرب اور لشکروں پر لشکر جمع کیے جا رہے ہیں حضرت عبداللہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرہ ہے لوگوں نے کہا —

يُسْرِحُونَ إِلَىٰ حُسَيْنِ بْنِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حسین بن فاطمہ بنت رسول خدا پر لشکر کی چڑھائی ہے (یعنی یہ لشکر امام حسین سے لڑنے کے لیے تیار کیے جا رہے ہیں) —

حضرت عبداللہ کی مدت سے خواہش تھی کہ وہ مشرقین سے جہاد کریں اور پھر معاً خیال آیا کہ اپنے پیغمبر کے نواسے سے یہ لوگ لشکر کشی کر رہے ہیں — ان سے جہاد کرنا کسی صورت کم نہیں ہے (یعنی مشرکین سے جہاد سے کسی طرح بھی کم نہیں — یہ لوگ مشرکین سے بھی برے ہیں)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ سوچ کر اپنی بیوی امّ وہب کے پاس آئے — اور سب کچھ بیان کیا — اور اپنے ارادے سے اپنی اہلیہ کو آگاہ کیا — بیوی نے کہا — تم نے بہت اچھی بات کہی ہے — میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری اس بہترین تمنا کو پورا کرے — چلو اور مجھے بھی ساتھ لیتے چلو — اس کے بعد عبداللہ راتوں رات اپنی بیوی کو ساتھ لیے ہوئے امام کے لشکر میں آگئے —

جب عمرو بن سعد نے قریب آ کر تیر پھینکا تو زیاد کا آزاد کردہ غلام یسار اور ابن زیاد کا آزاد کردہ غلام — سالم — دونوں صف سے نکلے — اور کہنے لگے، ہے کوئی تم میں سے جو ہمارے مقابلہ میں آئے — یہ سن کر صحابی رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) حضرت حبیب بن مطاہر — اور بریر بن حفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اٹھ کھڑے ہوئے، مگر امام حسین علیہ السلام نے ان دونوں صاحبوں کو بیٹھ جانے کا حکم ارشاد فرمایا — یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی اٹھے اور امام علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کی — یا امام! اللہ



تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے۔ مجھ اکیلے کو ان دونوں سے لڑنے کی اجازت دیجئے۔ امام نے نظر اٹھا کے دیکھا تو ایک گندمی رنگ۔ دراز قامت مضبوط بازو والا قوی ہیگل سامنے کھڑا ہے، آپ نے عبداللہ کلبی کو اجازت فرمائی۔ اور وہ میدان میں آئے۔ ان دونوں (یسار۔ اور سالم) نے پوچھا تم کون ہو؟ جناب عبداللہ کلبی نے ان دونوں کے سامنے اپنا نسب بیان کیا۔ ان دونوں نے کہا ہم تمہیں نہیں جانتے۔ ہمارے مقابلے میں۔ زہیر بن قین۔ یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حفیر کو آنا چاہئے۔ یسار اس وقت سالم سے آگے تھا۔ ”ان کی اس بات پر“ عبداللہ کلبی نے ان الفاظ میں جواب دیا۔

يَا ابْنَ الزَّانِيَةِ وَيْكَ رَغْبَةً عَنِ مُبَارَزَةِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَيَخْرُجُ  
إِلَيْكَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ إِلَّا وَهُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ فَضْرَبَهُ  
بِسَيْفِهِ حَتَّى بَرَدَ

اوزانیہ عورت کے بیٹے کسی شخص سے مقابلہ کرنے میں تجھے بھی عار ہے، تیرے مقابلے میں جو بھی شخص آئے گا وہ تجھ سے بہتر ہوگا۔ یہ کہتے ہی یسار پر اس شدت سے حملہ کیا کہ اسے ایک ہی وار میں ٹھنڈا کر دیا۔ عبداللہ یسار پر حملہ میں مصروف تھے کہ پیچھے سے سالم نے آپ پر حملہ کیا کلبی نے جب ادھر توجہ کی تو سالم کی تلوار آرہی تھی۔ آپ نے اس تلوار کو بائیں ہاتھ پر روکا تو ان کے ہاتھ کی انگلیاں تلوار سے اڑ گئیں۔ پھر آپ نے پلٹ کر اس پر وار کیا اور ایک ہی وار میں اسے جہنم رسید کیا۔ دونوں کو قتل کر کے۔ اس مضمون کے شعر پڑھتے ہوئے آگئے۔ تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے تو سنو! میں خاندان بنی کلب سے ہوں۔ یہ فخر

میرے لیے کافی ہے کہ میرا گھر قبیلہِ علیم میں ہے — میں صاحبِ قوت و نصرت ہوں  
مصیبت پڑے تو گھبراتا نہیں ہوں۔

إِنِّي زَعِيمٌ لِّكَ أُمَّ وَهَبٍ  
بِالطَّنِّ فِيهِمْ مُقَدِّمًا وَالضَّرْبِ

اے اُمّ وہب! میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ بڑھ بڑھ کر تلوار اور  
برچھیوں کے وار ان لوگوں پر کروں گا —

(استشہادِ حسین (امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ) ص ۱۲۰ — تا — ۱۲۱ مطبوعہ دارالکتاب العربی  
بیروت لبنان سن اشاعت ۱۹۸۵ء)

بالآخر ایک پورے دستے نے جمع ہو کر حضرت عبداللہ پر حملہ کر دیا عبداللہ نے بہادری  
کا مظاہرہ کرتے ہوئے کئی لوگوں کو قتل کیا اور پھر شربت شہادت نوش فرمایا — حضرت  
علامہ ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بڑھا جوشِ شجاعت قلب عبداللہ غازی میں  
رہا مصروف یہ بانباڑ پیہم ترک تازی میں  
بہت سے کوفیوں کو شامیوں کو جان سے مارا  
پھرے منہ دشمنوں کے جنگ سے اس شان سے مارا  
رضائے حق میں کھا کر زخم، رہ کر صابر و شاکر  
شہید فی سبیل اللہ، عبداللہ ہوئے آخر

ام وہب کی بہادری

جناب عبداللہ کلبی کی بیوی حضرت اُمّ وہب نے جب اپنے شوہر کی (شعر رجز کی  
صورت) آواز سنی تو ایک خیمہ کی چوب ہاتھ میں لیے ہوئے اپنے شوہر کی طرف یہ کہتے

ہوئے دوڑیں —

فِدَاكَ اَبِي وَ اُمِّي قَاتِلُ دُوْنِ الطَّيِّبِيْنَ ذُرِّيَّةِ مُحَمَّدٍ

میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں — رسول اللہ کی اولاد کی طرف

سے لڑتے جاؤ —

حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی اپنی زوجہ کی آواز سن کر پلٹ پڑے، تاکہ ان کو عورتوں میں لے جا کر بٹھائیں — اُمّ وہب ان کے دامن میں لپٹ گئیں — اور کہنے لگیں، میں جب تک تمہارے سامنے جان نہ دے دوں واپس نہ جاؤں گی یہ دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے پکار کر فرمایا —

جُزِيْتُمْ مِنْ اَهْلِ بَيْتٍ خَيْرًا اِرْجَعِي رَحِمَكَ اللهُ اِلَى النِّسَاءِ

اہل بیت کی طرف سے تم دونوں کو جزائے خیر عطا ہو — بی بی! واپس

عورتوں کی طرف آ جا —

اور عورتوں کے پاس بیٹھی رہ — کیونکہ عورتوں کے لیے اس طرح قتال روا

نہیں — اُمّ وہب، امام پاک کے اس حکم کو سن کر واپس عورتوں کی طرف آ گئیں —

(طبری ج ۶ ص ۲۲۶ مطبوعہ دارالفکر سن اشاعت ۱۹۷۹ء)

حُر کا بھائی — مصعب

حضرت حُر اپنے دل کو امام حسین علیہ السلام کی محبت سے فراوانی دے کر میدان میں

پہنچا — اور گھوڑے کی جولانیاں دکھانے لگا جب اس کے بھائی مصعب بن یزید ریاحی

نے دیکھا کہ حُر نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دے دی ہے اور ہاتھ میں آلِ عبا کا دامن تھام لیا

ہے — تو اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور امام کے لشکر کی طرف مڑ گیا۔

ابن سعد کے لشکر نے گمان کیا کہ مصعب اپنے بھائی حُر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے گیا ہے۔ مگر اس نے میدان میں پہنچ کر کہا اے برادر! آپ نے خضر راہ بن کر مجھے عذاب کی ظلمت سے نکالا اور آپ نے حیات کی معرفت کے چشمہ پر پہنچا دیا۔ میں نے آپ کی موافقت اختیار کر لی ہے۔ اور مخالفین سے بے زار ہو گیا ہوں۔ اور کل قیامت کو ہم ایک دوسرے کے گواہ ہوں گے۔ اور امام علیہ السلام کی شفاعت سے مل کر حصہ لیں گے۔ حُر اسے ساتھ لیکر امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام صورت حال آپ کی خدمت میں پیش کی۔ امام عالی مقام نے اسے گلے لگا لیا۔ اور حُر کے ساتھ اس کے لیے بھی دعائے خیر فرمائی۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۷۸ مطبوعہ خیابان بوزر جمہری تہران۔ ایران)

### حُر کا ایک خواب

علامہ حسین کاشفی روضۃ الشہداء میں رقمطراز ہیں کہ امام اسمعیل کے مقتل میں یہ روایت موجود ہے۔ کہ حُر جب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کی۔ اے ابن رسولِ خدا! میں نے رات کو خواب میں اپنے باپ کی زیارت کی۔ تو اس نے میرے پاس آ کر کہا۔ اے حُر! تو ان دنوں کہاں جا رہا ہے؟ میں نے کہا امام حسین کے راستے کی ناکہ بندی کے لیے جا رہا ہوں۔ میرے باپ نے چیختے ہوئے کہا۔ اے بیٹا! تجھ پر افسوس ہے۔ تجھے رسولِ خدا کے بیٹے سے کیا کام؟ اگر تو دوزخ کی آگ برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو جا، ان کے ساتھ جنگ کر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور خدائے رحیم کی رضا کا خواہاں ہے۔ اور جنت کے باغات و محلات جاودانی کی طلب رکھتا ہے تو جان کے دشمنوں سے جنگ کر۔

”خُرّ عرض کرتے ہیں“ یا امام اب مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں آپ کے دشمنوں سے جنگ کروں۔ امام نے فرمایا تو ہمارا مہمان ہے۔ صبر کرتا کہ دوسرا آدمی میدان میں جائے خُرّ نے عرض کی۔ اے ابن رسول اللہ!۔ پہلا شخص جو آپ کے ساتھ جھگڑنے آیا تھا، وہ میں تھا۔ آپ مجھے اجازت بخشیں تاکہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کی پہل بھی میرے حصہ میں آئے۔

امام عالی مقام نے اسے اجازت فرمائی۔ خُرّ دلا اور اور بہادر شخص تھا۔ میدان جنگ میں اسے ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ ابن زیاد (کی فوج کے ایک حصے کا) سالار بھی تھا، وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا میدان میں آیا (کس طرح؟)

وفا کے رن میں غازی پائے نصرت چوم کر نکلا

جہاد حق پرستی کے نشے میں جھوم کر نکلا

جناب خُرّ نے رجز کہتے ہوئے اپنے مقابلے کی دعوت دی۔ اور ان رجز کے

اشعار کا اردو زبان میں ترجمہ جناب نادم صابری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کیا ہے۔

جب خُرّ کو ابن سعد نے میدان میں دیکھا تو اس کے دل پر لرز اٹاری ہو گیا۔ خُرّ

نے میدان میں لکار کر کہا۔ لوگو! میں آ گیا ہوں تمہیں معلوم ہے کہ کون ہوں اور میرا

نام کیا ہے۔ اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ کس کام سے آیا ہوں۔ میں خُرّ ہوں لیکن تمہارا

خُرّ نہیں۔ میں کسی کا خُرّ ہوں سنو!

ڈرو مجھ سے کہ اب میں ضعیف الاسلام کا خُرّ ہوں

کہ پہلے نام کا خُرّ تھا مگر اب کام کا خُرّ ہوں

تمہاری فوج سے ڈر کر میں ہرگز منہ نہ موڑوں گا

جو دامن آج تھا ما ہے، قیامت تک نہ چھوڑوں گا

جسے حق آزمانا ہو سر میدان آ جائے  
اگر چائے تو پہلے خود ”بڑا شیطان“ آ جائے

(عمر بن سعد)

○ ابن سعد نے ایک مشہور عربی جوان صفوان بن حنظلہ کو بلا کر کہا — خُر کے پاس جا کر اسے نرمی و نصیحت کے ساتھ سمجھا بجھا کر میری طرف واپس لے آؤ — اگر وہ تمہاری بات نہ مانے تو تلوار سے اس کا سر قلم کر دو — صفوان جناب خُر کے سامنے آیا اور کہا تو ایک عقلمند اور بہادر شخص ہے — ایک بہادر اور جنگ جو شخص کے لیے مناسب نہیں کہ یزید کی طرف سے رخ موڑ کر حسین علیہ السلام کی طرف کر لے۔

○ حضرت خُر نے فرمایا — اے صفوان! تیری عقل مندی اور دانائی اور فرزانگی کو سامنے رکھ کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تو نے نہایت گھٹیا اور عجیب بات کی ہے — ”او نادان“ یزید ناپاک — ظالم — اور فاسق ہے — اور امام حسین علیہ السلام پاکیزہ اور پاکوں کی اولاد ہیں — ان کی والدہ (سیدہ زہرا علیہا السلام) کی تزویج (شادی) بہشت میں ہوئی تھی — حسین وہ ہستی ہے، جبریل امین جن کا جھولا جھولاتے تھے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنے باغ کی خوشبو کہتے تھے —

حریم حیدر علیہ السلام و زہراء علیہا السلام کا وہ اجالا ہیں

اوصاف آپ کے شرح و بیانی سے بالا ہیں

(خضر)

صفوان نے کہا — میں یہ سب کچھ جانتا ہوں، بلکہ اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں — مگر مال و زر اور جاہ چشم یزید کے ساتھ ہیں — اور ہم سیاسی لوگ ہیں، ہمیں منصب و مرتبہ چاہئے — تقویٰ اور طہارت ہمارے کس کام آئے گا۔

حُرنے کہا — اوزلیل! تو حق و صداقت کو جانتے ہوئے بھی چھپاتا ہے اور بظاہر

میٹھا مگر فریب کا جان لیوا شربت پیتا ہے۔

صفوان نے غضب ناک ہو کر حُر رضی اللہ عنہ کے سینے پر نیزہ مارا — تو جناب حُر نے اس کے نیزے کے وار کو اپنے نیزے پر روکا اور اس کے نیزے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور غضب میں آ کر اپنے نیزے کی نوک اس کے سینے میں اتار دی — نیزہ اس کی پشت سے ایک گز پار ہو گیا — پھر اسی نیزے پر زور دیتے ہوئے صفوان کو گھوڑے کی زین سے نیچے گرا دیا — اور اس کی ہڈی پسلی ایک کر دی —

(روضۃ الشہداء ص ۲۷۸ — ۲۷۹)

صفوان بڑا جنگ جو سمجھا جاتا تھا — لیکن حضرت حُر نے اسے قتل کر کے پھینک دیا۔

گرا بے جان ہو کر جب تن صفوان میداں میں

تو ہیبت سے لرز اٹھا دل شیطان میداں میں

یہ منظر دیکھ شہ " نے پکارا مرحبا غازی

ادھر سالار چیخا ہائے دشمن لے گیا بازی

حُر کی بے مثال بہادری

جب لشکریوں نے صفوان کو ریزہ ریزہ ہوتے دیکھا تو شور مچانے لگے — صفوان

کے تین بھائی لشکریوں میں شامل تھے، وہ اپنے بھائی کے قتل ہونے پر غضب ناک ہو

گئے — اور میدان کی طرف رخ کیا — اس حالت میں کہ —

یہ اپنی داڑھیوں کے بال دانتوں میں دبائے تھے

غم و غصہ سے پیچ و تاب کھاتے رن میں آئے تھے

غرض یک بارگی مل کر یہ تینوں ایک پر جھپٹے  
 کہ بدفطرت بدی کا جام پی کر نیک پر جھپٹے  
 بگولے کی طرح گھوڑوں کے قدموں سے غبار اٹھا  
 وہ خر مارا گیا بدکار کا لشکر پکار اٹھا  
 مگر جب ثانیاً دیکھا نگاہوں نے تو کیا دیکھا  
 کہ باطل کٹ چکا تھا اور حق زندہ سلامت تھا

غرض، صفوان کے تینوں بھائیوں نے بیک وقت حضرت خر پر حملہ کر دیا — خر نے  
 نعرہ لگایا اور اللہ کی عظمت و قدرت کو یاد کرتے ہوئے ان کے سامنے آئے — ان میں  
 سے ایک کو کمر سے پکڑا اور گھوڑے کی زین سے اٹھا کر زمین پر دے مارا جس سے اس کی  
 گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی — اور دوسرے کے سر پر تلوار ماری جو سینے تک اتر گئی — تیسرا  
 بھاگ نکلا — جناب خر نے اس کا پیچھا کیا — اور اس کے قریب پہنچ کر — اس کی  
 پشت پر نیزہ مارا جس کی نوک اس کے سینے سے پار ہو گئی —

(روضۃ الشہداء) (مفسر قرآن علامہ حسین حنفی کاشفی ص ۷۷۷-۷۷۸ اشعار حضرت گلزار احمد نام صابری رحمۃ اللہ علیہ)

### خر امام کی خدمت میں

اس کے بعد حضرت خر رضی اللہ عنہ، سیدنا امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر  
 ہوئے — اور عرض کی اے ابن رسول اللہ! — کیا آپ نے مجھے معاف فرمادیا اور آپ  
 مجھ سے خوش ہو گئے؟ — امام علیہ السلام نے فرمایا —

نَعَمْ أَنْتَ حُرٌّ كَمَا سَمَّيْتِكَ أُمَّكَ

ہاں تو خر (آزاد) ہے، جیسا کہ تیرا نام تری ماں نے رکھا۔



میں تجھ سے خوش ہوں اور تو آزاد ہے۔ ”یعنی کل قیامت کے دن تو آتش دوزخ

سے آزاد ہے۔ — یہ سن کر خُر نے (شاعری کی زبان میں) یوں عرض کیا۔

کہا یا سیدِ عالی زیارت کرنے آیا ہوں

شبیبہ دلبراں دل پر عبارت کرنے آیا ہوں

تمنا تھی شہا اک بار پھر سرکار کو دیکھوں

زمین کربلا کے ابر گوہر بار کو دیکھوں

خُر نے جنت کی بشارت سنی تو انتہائی خوشی کے ساتھ میدان کی طرف لوٹ

گئے۔ — اور یزیدی لشکر کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ — حضرت خُر جس طرف حملہ

کرتے کشتوں کے پتے لگا دیتے۔ — اسی حال میں یزید کے پیادہ سپاہی خُر کے سامنے

آئے اور انہوں نے جناب خُر کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ —

(روضۃ الشہداء، ص ۲۷۷ — تا — ۲۸۰)

ایوب بن مشرح خیوانی کہتا تھا۔ — خدا کی قسم، میں نے خُر کے گھوڑے کے حلق

میں تیرا تار دیا جس سے وہ ڈگمگا کر گر پڑا۔ — اور پھر کیا تھا۔ — خُر اس پر سے اس طرح

کو پڑا۔ —

كَانَهُ لَيْتٌ وَالسَّيْفُ فِي يَدِهِ (طبری، ص ۲۵۰)

جیسے کوئی شیر تلوار کھینچ کر میدان میں آ گیا ہو۔

اس وقت خُر کی زبان پر یہ شعر تھا۔

إِنْ تَعْقِرُوا بِي فَأَنَا ابْنُ الْحُرِّ

أَشْجَعُ مِنْ ذِي لَبِدٍ هَزْبِرِ

(استشہاد الحسین (امام ابن جریر طبری) ص ۱۲۸)

یعنی میرے گھوڑے کو زخمی کر دیا تو کیا ہوا میں شیر سے بڑھ کر بہادر اور  
شریف ہوں۔

ابن مشرح خیوانی کہتا تھا کہ حُر کی طرح تیغ زنی کرتے ہوئے میں نے آج تک کسی کو  
نہیں دیکھا

ہاں جس کی نظر ان کی نظر سے  
زمیں پر گر پڑا اس کے ہنر سے  
جسے کہتے ہیں سب شبیر عزیز کا حُر  
فزون تر تھا وہ ہر شیر بہر سے

### امام کی نظر حُر کی طرف

حضرت حُر رضی اللہ عنہ پا پیادہ جنگ میں اس طرح مسرورف تھے کہ ان کے جہاں  
سوز غصے کا شعلہ لپک رہا تھا۔ اور قہر و غضب کی آگ مشتعل ہو چکی تھی۔ اور یزیدی  
فوج نے جناب حُر کی جنگ کا یہ انداز دیکھا تو پیادہ اور سوار ان کے سامنے سے بٹنے  
لگے۔ جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ حُر پا پیادہ جنگ کر رہے ہیں۔ تو  
آپ نے ان کے لیے ایک بہترین گھوڑا بھیج دیا۔ جس پر سوار ہو کر اس کی جولا نیاں  
دکھانے لگے، یزیدی لشکر کی جتھوں کی صورت میں آپ کے سامنے آتے اور بہادری  
طوفان دیکھ کر منتشر ہو جاتے۔

لگیں کٹ کٹ کے گرنے گرد میں ان نامرادوں کی  
نظر آنے لگیں لاشیں ہی لاشیں بدنہادوں کی  
بہشتی نے ہزاروں دوزخی فی النار کر ڈالے  
یزیدی شان و شوکت کے محل مہار کر ڈالے

حضرت حُر نے چاہا کہ دوبارہ واپس جا کر امام کی بارگاہ میں حاضری دے لیں —  
 اسی اثنا میں ہاتف کی آواز آئی — اے حر! واپس نہ جانا — کیوں کہ حوران بہشتی تیری  
 آمد کی منتظر ہیں — پس حضرت حُر نے امام حسین علیہ السلام کی طرف رخ کیا — اور  
 ساتھ ہی عرض کی، اے ابن رسولِ خدا! — میں آپ کے نانا جان کی خدمت اقدس میں  
 جا رہا ہوں — اگر کوئی پیغام ہو تو دے دیں — امام نے روتے ہوئے فرمایا —  
 اے حر! شاد باش کہ ہم بھی تیرے پیچھے آرہے ہیں۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۸۱)

### حُر جنت میں

امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں شور مچ گیا — اور حُر دشمنوں سے جنگ کرنے  
 لگے یہاں تک کہ ان کا نیزہ ٹوٹ گیا، تو انہوں نے تیغ آبدار کھینچ لی اور کمینے کے سر پر وار  
 کرتے اسے سینے تک چیر دیتے — اور جس کی کمر پر وار کرتے اسے دو ٹکڑوں میں  
 تبدیل کر دیتے آپ کبھی میمنہ پر حملہ کر کے یزیدیوں کے لشکر میں گھس جاتے — اور کبھی  
 میسرہ پر حملہ کر کے فوج اشقیاء کو تتر بتر کر دیتے — اسی طرح بہادری کے جوہر دکھاتے  
 ہوئے آپ قلب لشکر میں گھس کر ابن سعد کے پرچم بردار تک پہنچ گئے تاکہ اسے پرچم  
 سمیت دو ٹکڑے کر دے، کہ شمر نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لو!  
 اور اپنے گھیرے سے نہ نکلنے دو — چنانچہ یزیدی لشکر نے ان پر یک لخت حملہ کر دیا اور  
 چاروں طرف سے وار کرنے لگے

لیا زغے میں آ کر اک سپاہی کو ہزاروں نے

بہادر بن کے پھر حملہ کیا بزدل گنواروں نے

حضرت خُر رضی اللہ عنہ اس گروہ کے درمیان نہایت جوش و خروش اور بہادری سے لڑ رہے تھے کہ اچانک قسورہ بن کنانہ نے ان کے سینے پر نیزہ مارا — جو ان کے جسم میں گھس گیا — جناب خُر سرگرمی سے جنگ کر رہے تھے — جب انہوں نے اپنا زخم دیکھا — اور قسورہ بن کنانہ کو دیکھا کہ اس نے نیزہ مارا ہے اور اس کے سر سے خود الگ ہو چکا ہے — تو انہوں اس کے سر پر تلوار کا وار کیا — جس نے قسورہ کو سینے تک چیر دیا — اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ حضرت خُر رضی اللہ عنہ بھی گھوڑے سے گر پڑے — اور نعرہ لگایا۔

يَا بَنَ رَسُولِ اللَّهِ اَدْرِ كُنِي

اے رسولِ خدا کے بیٹے میری مدد کو پہنچو!

میرے فریاد رس مولا میری فریاد کو پہنچو  
 بوقت جانکی آقا میری امداد کو پہنچو  
 تمنا ہے کہ پھر دیکھوں شہ ابرار کی صورت  
 دم رحلت مقابل ہو یار کے ہو یار کی صورت

(۲۴)

امام نے گھوڑا دوڑایا اور دشمن کے سامنے پہنچ گئے — پھر آپ نے گھوڑا چھوڑ دیا اور زمین پر بیٹھ کر حضرت خُر کا سراپنی آغوش میں لے لیا — اور اپنے دامن سے خُر کے رخساروں کو صاف کرنے لگے — حضرت خُر میں جان کی تھوڑی سی رمت باقی تھی — انہوں نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ ان کا سر حضرت امام حسین علیہ السلام کی آغوش میں ہے — تو مسکراتے ہوئے عرض کی — اے ابن رسول اللہ! آپ مجھ سے راضی ہو گئے؟ — امام علیہ السلام نے فرمایا میں تجھ سے خوش ہوں — اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی

ہو—حُر نے عرض کی—

شہا منظور فرما لو متاع جان کا تحفہ  
قضا کے ہاتھ میں ہے ترے مہمان کا تحفہ  
سلام اے نیراوج امامت، نور یزدانی  
سلام اے مخزن حق و صداقت گنج ایمان

(نادم)

حضرت حُر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے آپ کو آغوش امام میں دیکھا تو ایک دعا

مانگی—جناب گلزار نادم صابری لکھتے ہیں۔

اٹھایا رن میں آ کر جب وفانے اپنے بسمل کو  
تو بسمل نے دعائے خیر دی شمشیر قاتل کو  
نگاہ عشق نے حسن فراز طور کو دیکھا  
قتیل دست باطل نے خدا کے نور کو دیکھا  
وہ کیف و بے خودی چھائی کہ یکدم سو گیا بسمل  
جمال یار کی رعنائیوں میں کھو گیا بسمل

(نادم)

حضرت حُر نے نقد جان کو، جانان پر نثار کر دیا—حضرت امامِ عالی مقام

نے—جناب حُر کا مرثیہ کہا—بقول حاکم ششمی امام نے تین شعر کہے ان میں ایک

یہ ہے

لِنِعْمِ الْحُرِّ حُرِّ بَنِي رِيَّاحٍ  
صُبُورٌ عِنْدَ مُخْتَلِفِ الرِّيَّاحِ

حر، بنوریاح کا حر ہے۔۔۔ ہر قسم کی آندھیوں کے وقت یہ بڑا صابر ہے۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۸۱)

خوشا کہ خود کو زمانے میں نامدار کیا  
کہ جاں کو جان محمد پہ تھا نثار کیا  
نثار جاؤں میں تجھ پر اے حر کرب و بلا!  
تمہاری یاد نے ہر دل کو بے قرار کیا

(حضرت نادم)

### حر کے بھائی کی شہادت

حضرت حر رضی اللہ عنہ کے بھائی جناب مصعب ریاحی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ  
جناب حر شہادت کے پروں سے گلستانِ قدس کو پرواز کر چکے ہیں۔۔۔ تو وہ بارگاہِ امام میں  
اجازت کے لیے حاضر ہوئے۔۔۔ حضرت امام سے اجازت کے بعد وہ میدان میں شیر  
بہر کی طرح اترے۔۔۔ جناب مصعب رضی اللہ عنہ مردانہ وار بہادری کے ساتھ دشمن سے  
لڑتے رہے۔۔۔ ”وہ اس طرح کہ“۔۔۔

کہ جس پر ٹوٹ پڑتا، بس زبر سے زیر کر دیتا  
مقابل آنے والے ہر عدو کو ڈھیر کر دیتا

(نادم)

آپ کئی دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر شربتِ شہادت نوش کر کے اپنے بھائی  
سے ملے۔۔۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۸۱)

### حر کے بیٹے کی شہادت

حضرت حر کا بیٹا علی رضی اللہ عنہ کوفہ کے لشکر میں تھا۔۔۔ جب اس نے اپنے باپ

اور چچا کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا تو خود پر قابو نہ رکھ سکا اور اپنے غلام سے کہنے لگا — آؤ گھوڑوں کو پانی پلا لائیں — چنانچہ دونوں امامِ عالی مقام کے لشکر کی طرف چل دیئے — جب علی بن حُر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو گھوڑے سے اتر کر آپ کے قدموں کو بوسہ دیا — اور اپنے باپ کی لاش پر بیٹھ کر ان کے چہرے پر چہرہ رکھ دیا — امام نے فرمایا — اے جوان تو کون ہے؟ — اس نے عرض کی حضور! میں آپ پر قربان ہونے والے حُر کا بیٹا ہوں — اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ پر اپنی جان قربان کروں — اور —

الْوَلَدُ الْحُرُّ يَقْدِي بِأَبَائِهِ

(یعنی حُر کے بیٹے نے اپنے آباء کی پیروی کی) کے نکتے کا اظہار کروں اور

تصور کی زباں میں یوں گویا ہوئے)

میں لختِ دل سیدہ زہراء پہ مروں گا

حُر جیسے جری بابا کی تقلید کروں گا

امام نے اس کے لیے دعائے خیر فرمائی — اور وہ آپ سے اجازت لے کر

میدان جنگ آگیا — لشکرِ شام سے ایک مسلح شخص اس کے سامنے آیا تو علی بن حُر نے بغیر

کوئی بات کیے اس کے سینے میں نیزہ اتار کر زمین پر گرا دیا — ”اور زبان حال سے کہا“

ظالم و بے داد کو نیچے گرا سکتا ہوں میں

سرکشوں کے سر قلم کر کے اڑا سکتا ہوں میں

ابن حُر ہوں اور ریاحی نسل کا ہوں نو جوان

دشمن آلِ محمد کو مٹا سکتا ہوں میں

(خضر)

بعد ازاں دشمن کے لشکر سے ایک اور شخص آیا تو ابنِ حُر نے اسے قتل کر دیا — اہم  
 نعیمہ السلام نے بلند آواز سے اسے آفرین کہا اور ساتھ ہی اسے دعا دی — کہ اس کے  
 باپ پر خدا کی آفرین ہو جس نے تیری پرورش کی — اور اس ماں پر جس نے تجھے  
 جنا — آخر سپاہِ یزید نے اسے گھیرے میں لے لیا — اور وہ لڑتا لڑتا جامِ شہادت نوش  
 کر کے اپنے باپ اور چچا کے ساتھ جا ملا —  
 (روضۃ اشہد، ص ۲۸۱)

### حُر کے غلام کی شہادت

حضرت حُر کے غلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) جن کا نام غریب تھا — وہ اپنے آقا کے  
 لیے رو رہا تھا — اور اس کے دل کو جدائی کی آگ نے جھون دیا تھا — اس نے  
 گھوڑے کو دوڑایا اور میدانِ کارزار پہنچ کر زبردست جنگ شروع کر دی اور متعدد دشمنوں کو  
 قتل کر دیا —

جو ڈر کر بھاگتا پیچھے پھرتا دم میں جا لیتا

یہاں تک فوج میں گھس کر بھی اس کا سرا لڑا لیتا

اور پھر حضرت اہم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا — اور عرض کی — اے ابنِ

رسول اللہ! — میں نے گستاخی کی کہ آپ کی اجازت کے بغیر میدان میں کود پڑا —

آپ اپنے کرم سے میرا عذر قبول فرمائیں کہ میں جنگ کے طور طریقوں سے ناواقف

ہوں — مگر اپنے آقا زادے کے فراق میں جھل رہا ہوں — میں چاہتا ہوں کہ آج

آپ کے قدموں پر اپنی جان قربان کر دوں — اہم نے اسے شاباش دی — اور وہ

پورے سرور و انبساط کے ساتھ میدان میں پہنچ گیا، اور گھوڑے ہی عرصہ میں اپنے آقا کے

پاس پہنچ گیا — اور نقدِ شہادت سے متاعِ سعادت جاودانی خرید لی —

(روضۃ اشہد، ص ۲۸۲)



## حضرت زہیر بن حسان اسدی رضی اللہ عنہ

حضرت زہیر بن حسان اسدی رضی اللہ عنہ — قبیلہ بنی اسد سے تھے ان کا قبیلہ کربلا معلیٰ سے زیادہ دور نہ تھا — آپ نے اپنے قبیلے کے تمام لوگوں کو چھوڑا اور امام پاک کی خدمت میں آگئے تھے — یہ نہایت بہادر اور جنگی مہارت رکھنے والے عقل مند انسان تھے — اور جنگ میں فتح یاب ہوتے تھے —

ابن سعد نے سامرازدی نامی ایک بہادر اور جنگ جو شخص کو میدان میں بھیجا — سامر تیز طرار گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں نکلا — اور اپنا نام ظاہر کر کے مبارزت طلب کی — اس موقع پر جناب زہیر بن حسان اسدی — ”جن کا پیچھے تعارف لکھا جا چکا ہے“ نے امام کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر ادب سے عرض کی — اے رسولِ خدا کے بیٹے! — میدان میں آنے والا شخص نہایت دلیر — بہادر — جنگ جو — اور صف شکن ہے — اس کے مقابلے کے لیے مجھے اجازت عطا فرمائیں — تاکہ میں اس کی لاف و گزاف کا پرچم قہر کی تیز ہواؤں کے ساتھ سر میدان ٹکڑے ٹکڑے کر دوں —

امام نے اجازت فرمائی — جناب زہیر غضبناک ہو کر نکلے، اور سامرازدی کو روک کر اس کے سامنے آئے سامر خبیث نے جب حضرت زہیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو تھر تھر کانپنے لگا — اور انہیں نصیحت کے انداز میں کہنے لگا — اے میدان کے شہسوار! تجھے شرم نہیں آتی کہ اپنے مال و متاع اور اہل و عیال کو چھوڑ کر حسین علیہ السلام کو تقویت پہنچانے کے لیے میدان میں نکل آیا ہے —

جناب زہیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا — او بزدل کمینے! شرم تجھے آنی چاہئے

تھی — کہ تو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کی آل پر تلوار اٹھاتا ہے اور فانی دنیا کی خاطر آخرت کو برباد کر رہا ہے — سامرازدی — کوئی اور بات کرنا چاہتا تھا کہ جناب زہیر رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ پر نیزہ مارا جس کی نوک اس کی گدی سے پار ہو گئی — اور وہ اسی وقت جہنم رسید ہو گیا۔

بعد ازاں جناب زہیر نے ابن سعد کے سامنے آ کر بلند آواز سے کہا — اے اہل عراق! جو جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں وہ جان لے کہ میں زہیر بن حسان اسدی ہوں، تم میں کون ہے — جو باہر آ کر میرے ساتھ مقابلہ کرے — اہل شام و عراق نے جناب زہیر کا شہرہ آفاق نام سن رکھا تھا — اور تھوڑی دیر پہلے اس کی بہادری اور دبدبے کا مظاہرہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے — اسی لیے انہوں نے سر جھکا دیئے — اس پر ابن سعد نے اپنی فوج کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا — یہ کیسی بزدلی اور بے ہمتی ہے جو تم لوگوں نے اختیار کی ہے۔

### نصر بن کعب میدان میں آیا

بالآخر ایک شخص میدان میں آیا — جس کا نام نصر بن کعب نخعی تھا — وہ روسائے کوفہ اور سرداران عرب میں سے ایک بہادر شخص تھا — اور اسے ایک سو بہادروں کے برابر سمجھا جاتا تھا — اس نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور زہیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا — اے شجاع عرب! — تو نے خود کو نعمتوں سے الگ کر لیا ہے — اپنے قبیلے اور چچا زاد بھائیوں کو چھوڑ دیا ہے — آمیرے ساتھ — میں تجھے ابن زیاد کے پاس لے چلوں تاکہ تو مصیبتوں کے خارزار سے راحت و بہجت کے گلزار میں پہنچ جائے —

○ حضرت زہیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا — اوعین! — ابن زیاد خبیث کی غلامی میں بدعت کے کانٹے دین کے دامن میں الجھ جاتے ہیں — اور امام پاک کی غلامی کے گلستان میں ہر وقت حقیقت کی نہر کی گود سے معرفت کی شاخیں پھوٹی ہیں — میں اس وقت امام کی محبت کے گلشن سے مرادوں کے پھول چن رہا ہوں —

نصر بن کعب — حضرت زہیر رضی اللہ عنہ کو باتوں میں الجھا کر حملہ کرنے کی کوشش میں تھا — کہ آپ اس کے ارادے کو بھانپ گئے اور اس کی دوسری بات کا جواب دینے کی بجائے نیزے کے ایک ہی وار سے اسے صحرائے عدم میں بھیج دیا۔

پھر نصر کا بھائی صالح بن کعب میدان میں آیا

نصر کا بھائی صالح بن کعب میدان میں آیا — جناب زہیر نے اس کی طرف نیزہ چلایا جس سے اس کا گھوڑا زخمی ہو گیا اور بھاگتے ہوئے اسے اپنی پشت سے گرا دیا — گھوڑے سے گرتے وقت صالح بن کعب کا پاؤں رکاب میں الجھ گیا — اور گھوڑا دوڑنے لگا اور گھوڑے نے دوڑتے دوڑتے ایک ایسی دوتی جھاڑی جس سے وہ دشمن آل رسول جہنم رسید ہو گیا —

○ پھر نصر کا بیٹا کعب بن نصر جو اپنے باپ سے زیادہ بہادر اور طاقت ور تھا — وہ اپنے باپ اور چچا کا انتقام لینے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر نعرے لگاتا ہوا آیا — اور حضرت زہیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے سامنے آیا — ابھی وہ اپنی سانسیں ہی درست کر رہا تھا کہ زہیر رضی اللہ عنہ نے اس کی ناف پر نیزہ مارا جو اس کی پشت سے پار ہو گیا — بس پھر کیا تھا — جو بھی سامنے آیا خون میں ڈوبتا چلا گیا اور آپ نے ایک ہی ساعت میں ستائیس ۲۷ سرداروں کو خاک میں ملا دیا مفسر قرآن علامہ حسین کاشفی کہتے

ہیں کہ حضرت زہیر نے پچاس سواروں کو گرا دیا — اور آپ کے جسم پر نوے زخم لگے —

آخر کار ابن سعد اور حجر بن حجار کی ایک بزدلانہ چال سے تین سو سواروں کے گھیرے میں آگئے — اور شیت بن ربیع نے پیچھے سے نیزے کا وار کیا — جس سے آپ کی زرہ کی کڑیاں ٹوٹ گئیں — اور نیزہ آپ کے کندھے سے پار ہو گیا — آپ نے نیزہ پھینک دیا — تلوار کھینچ کر دائیں بائیں دشمنوں پر وار کرتے رہے۔

شہادت کا جام — وہ بھی — ساقی کے قدموں میں

امام عالی مقام علیہ السلام نے اس حال کا مشاہدہ فرمایا تو اپنے خدام کو حکم دیا کہ زہیر رضی اللہ عنہ کو یہاں میرے پاس لایا جائے — چنانچہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے غلام سعد — دس سواروں کے ساتھ میدان میں گئے — اور زہیر رضی اللہ عنہ کو گھیرنے والے سواروں پر حملہ کر دیا — اور جناب زہیر رضی اللہ عنہ کو ان کے درمیان سے نکال لائے — جناب زہیر کے جسم سے بارش کے قطروں کی طرح خون ٹپک رہا تھا — امام اس کی یہ حالت دیکھ کر گھوڑے سے اتر آئے اور زہیر رضی اللہ عنہ کے سر ہانے کھڑے ہو گئے — کچھ دیر کے بعد زہیر رضی اللہ عنہ نے آنکھ کھولی تو تمام قوت کو جمع کر کے اپنا چہرہ امام کے قدموں میں رکھ دیا —

امام نے فرمایا — اے زہیر! بات کر اور جو تیرے دل میں ہے اسے ظاہر کر — تاکہ اس کے مطابق تیرا حق خدمت ادا کروں، زہیر نے عرض کیا — اے ابن رسول! — میرے لیے مصفیٰ اور شیریں پانی کا ایک جام لایا گیا ہے — آپ تھوڑی دیر توقف فرمائیں تاکہ میں پانی پی لوں —

امام نے فرمایا — جنت کے لوگ زہیر پر نمودار ہوئے ہیں — اور بہشت کی شراب طہور اس کے سامنے ظاہر کی گئی ہے —

پھر کیا تھا — جناب زہیر نے منہ کھولا اور کسی نے کوئی چیز اس کے منہ میں ڈال دی — اور اسی وقت اس کی روح کا طائرِ خلد بریں کی طرف پرواز کر گیا — اور امام حسین یہ منظر دیکھ کر رونے لگے — اور فرمایا زہیر کو مبارک ہو — کہ وہ اس جہان میں میرا ہمسایہ ہوگا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(روضۃ الشہداء ص ۲۸۳ — تا — ۲۸۷ مطبوعہ خیابان بوذر تہران)

### حضرت بریر بن خضیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت بریر بن خضیر ہمدانی رضی اللہ عنہ جو ایک عمر رسیدہ — زاہد — اور پاکیزہ طبیعت کے بزرگ تھے — حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہو کے اجازت طلب کرنے کے بعد میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے۔ رجز پڑھتے ہوئے نہایت کرو فر — اور رعب دار آواز میں فرمانے لگے اے مسلمانوں کو قتل کرنے والو — اور پیغمبر آخر الزماں کی اولاد کا خون بہانے والو! — آگے بڑھتا کہ میں تمہیں تمہارے کیے کی سزا دوں — چنانچہ جو بھی ان کے سامنے آتا اپنا سر کٹوا بیٹھتا —

### مباہلہ

دورانِ جنگ جب یزیدی ان سے تنگ آ گئے — تو انہوں نے یزید بن معقل کو آپ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا — یزید بن معقل اسلحہ سے آراستہ ہو کر میدان میں آیا — اور حضرت بریر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا — اے بریر! میرا گمان ہے کہ تو جملہ گمراہوں میں سے ایک ہے — آپ نے فرمایا — آ، تاکہ مباہلہ کریں — اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں —

تاکہ جو جھوٹا ہے وہ حق والے کے ہاتھ سے قتل ہو جائے۔ ابن معقل اس بات پر رضامند ہو گیا۔ اور دونوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ الہی! ہم دونوں میں سے جو حق پر ہے۔ اسے فتح سے ہمکنار کر۔ اس کے ساتھ ہی یزید بن معقل نے حضرت بریر پر تلوار کا وار کیا جسے خالی دے کر حضرت بریر رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر تلوار ماری۔ جو اسے سینے تک چیرتی چلی گئی۔ یزید بن معقل کو قتل کرنے کے بعد جناب بریر سیدنا امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت امام نے انہیں جنت کی بشارت دی۔ اور وہ پاک اعتقاد بزرگ اس بشارت سے خوش ہو کر میدان میں آگئے۔ اور ابن اوس کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت امام نے ان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہوئے۔ ”ان الفاظ میں ارشاد“ فرمایا۔

إِنَّ بُرَيْرًا مِّنْ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ

بے شک بریر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے ہے۔

○ حضرت بریر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے بحیر بن اوس کا چچا زاد بھائی عبد اللہ بن جابر اس کے پاس آیا۔ اور کہا۔ اے بحیر! تو نے بریر کو قتل کر دیا ہے۔ خدا کی قسم، وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب، متقی اور پاکباز بندے تھے۔ (یہ سن کر) ابن اوس پشیمان ہو کر لشکر گاہ سے باہر نکل آیا۔ اور اس پر خوف طاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ فریاد کرتا ہوا مر گیا۔ اور خون ناحق عرصہ قیامت میں اپنے ساتھ لے گیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۸۹ مطبوعہ تہران)

وہب کی شہادت

”ام وہب کی بہادری“ کے عنوان کے تحت طبری کے حوالے سے مختصر ذکر ہو چکا

ہے غالباً یہ عبداللہ بن عمیر کلبی کے فرزند تھے واللہ اعلم — اس مقام پر علامہ حسین کاشفی حنفی نے وہب کی شہادت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

وہب نہایت حسین نوجوان تھے کہ ان کی شادی کو صرف سترہ دن ہوئے تھے کہ ان کی والدہ نے کہا کہ جاؤ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان نچھاور کرو۔ وہب نے جب اپنی نوبیاہتا دلہن سے بات کی کہ میں چاہتا ہوں شہزادہ کونین پر اپنی جان قربان کروں وفا شعار بیوی نے جواب دیا۔ کاش شریعت میں عورتوں کو جنگ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بھی شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان نثار کرتی۔ مجھے یقین ہے کہ جو بھی آج امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان قربان کرے گا۔ اسے بہشت بریں میں داخل کیا جائے گا۔ آج میرے ساتھ چل کر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو میرے ساتھ عہد کرو کہ میرے بغیر بہشت میں قدم نہیں رکھو گے اور وہاں میرے رفیق و غمگسار شوہر کی حیثیت سے رہو گے۔ دونوں میاں بیوی نے زاری کرتے ہوئے امام کی بارگاہ میں عرض کی۔ اے رسول خدا کے بیٹے میں نے سنا ہے کہ فردوس کی حوریں اپنی آغوش کو شہیدوں کے سروں کا تکیہ بناتی ہیں اور قیامت کے دن ان کی بیویاں ہوتی ہیں، یہ میرا شوہر آپ پر فدا ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ غریب پرور میرا اس کے سوا یہاں کوئی نہیں، میں چاہتی ہوں کہ میرا شوہر عرصہ محشر میں مجھے تلاش کرے اور میرے بغیر بہشت میں نہ جائے، اور مجھ غریب زدہ کو آپ کے سپرد کر دے، اور آپ مجھے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے سپرد کر دیں تاکہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیزوں میں جگہ پاؤں اور میں یقین رکھتی ہوں کہ میرا پردہ عصمت میں میرے دامن عفت تک کسی نامحرم کا ہاتھ نہیں پہنچے گا۔ امام علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اس خاتون کی باتیں سن کر رونے لگے۔ حضرت وہب بن عبداللہ کلبی نے امام کے روبرو اپنی اس دلہن

سے عہد کیا اور پھول کی طرح شگفتہ اور چاند کی طرح چمکتے چہرے کے ساتھ یہ رجز کرتے ہوئے میدان کا رخ کیا۔

أَمِيرِي حُسَيْنٌ وَنِعْمَ الْأَمِيرُ  
لَهُ لَمْعَةٌ كَالسِّرَاجِ الْمُنِيرِ

میدان کارزار میں وہب نے تیغ بے دریغ کے ایسے جوہر دکھائے کہ آسمان دنیا کی نگاہیں حیرت میں ڈوب گئیں لڑتے لڑتے شہادت کا جام نوش فرمایا وہب کی دلہن نے اپنے شوہر کی شہادت کے بعد ان کا سراپنی گود میں رکھا اور اپنی جان کو بھی خلیل اجل کے سپرد کر دیا۔ (روضۃ الشہداء ص ۲۹۱)

مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ اس وقت زخمی ہو کر گرے۔ جب عمرو بن حجاج نے امام علیہ السلام کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ امام نے دیکھا کہ مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ عنہ زمین پر پڑے ہیں تو آپ ان کے پاس آگئے اور فرمایا۔

رَحِمَكَ رَبُّكَ يَا مُسْلِمٌ

اے مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ خدا تم پر رحم کرے۔

پھر حضرت حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مسلم اسدی کے پاس آئے اور کہا، اے مسلم! مجھے تمہارے قتل ہونے کا بہت دکھ ہے۔

”أَبَشِرُ بِالْجَنَّةِ“ — تمہیں جنت کی بشارت ہو۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے نحیف آواز میں جواب دیا۔



”بَشِّرْكَ اللَّهُ بِغَيْرٍ“ — خدا تعالیٰ تجھے بھی خیر کی بشارت عطا کرے —  
 حضرت حبیب نے کہا میں جانتا ہوں کہ میں بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں — ورنہ میں  
 آپ سے کہتا کہ مجھے کوئی وصیت کرو جس کو میں پورا کروں — حضرت مسلم رضی اللہ عنہ  
 نے یہ بات سن کر —

”وَأَهْوَىٰ بِيَدِهِ إِلَى الْحُسَيْنِ، أَنْ تَمُوتَ دُونَهُ“ —  
 ”امام حسین علیہ السلام کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا ان پر اپنی جان قربان کر  
 دینا“ —

یہی میری وصیت ہے — حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ نے کہا —  
 ”أَفْعَلْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ“ — خدا کی قسم میں ایسا کروں گا —  
 آخری بات پر آپ کی روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی — مسلم بن عوسجہ رضی  
 اللہ عنہ کے قاتل کے نام مسلم بن عبد اللہ ضبابی اور عبد الرحمان بجلی ہیں۔ (طبری ج ۶ ص ۲۳۹)

امام کے خیموں پر حملہ

ابن سعد نے پیادوں کو بھیجا کہ داہنی اور بائیں طرف سے خیموں پر حملہ کر کے خیموں  
 کو اکھاڑ دو تا کہ وہ گر جائیں — امام کے تین یا چار مجاہد خیموں کے درمیان آگئے جسے  
 دیکھتے کہ خیمے اکھاڑ رہا ہے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیتے ان کو ہلاک ہوتے دیکھ کر ابن سعد  
 نے کہا کہ خیموں کے اندر جا کر اکھاڑنے کا قصد نہ کرو —

أَحْرِقُوهَا بِالنَّارِ — ان سب خیموں کو آگ لگا دو —  
 فَجَاءُوا بِالنَّارِ — فَأَخَذُوا يُحْرِقُونَ  
 خیموں کو آگ لگا دی گئی — خیمے جلنے لگے —

خیال رہے کہ اُمّ وہب کی شہادت کے بعد شمر لعین نے بھی ان الفاظ میں اعلان کیا

تھا —

وَنَادَى عَلِيًّا بِالنَّارِ حَتَّى أُحْرِقَ هَذَا الْبَيْتَ عَلَى أَهْلِهِ

آگ لاؤ کہ میں اس خیمہ اور ان لوگوں کو جو اس خیمے میں ہیں جلا

ڈالوں — شمر کے اس اعلان کو سن کر —

فَصَاحَ النِّسَاءُ وَخَرَجْنَ مِنَ الْقُسْطَاطِ —

پاک مستورات چیختی ہوئی خیموں سے باہر نکل آئیں —

امام حسین علیہ السلام نے آواز دے کر شمر سے کہا — اوزی الجوشن کے بیٹے تو

آگ منگوار ہے کہ میرے گھر اور اہل بیت کو جلا ڈالے فرمایا —

حَرَّقَكَ اللَّهُ بِالنَّارِ —

خدا تجھے آگ میں جلانے —

حمید بن مسلم کے شرم دلانے پر شمر واپس لوٹ آیا۔

(طبری ج ۶ ص ۲۳۹ تا ۲۵۱)

### حبیب ابن مظاہر کی شہادت

انہی لمحوں میں جناب ابو ثمامہ عمرو بن عبد اللہ صاعدی نے عرض کیا — یا امام!

آپ پر میری جان فدا ہو، میرا دل چاہتا ہے کہ نماز کا وقت قریب ہے، نماز ادا کر کے

شہادت کا جام نوش کروں۔ امام نے فرمایا، ہاں نماز کا اول وقت ہے — ان لوگوں سے

پوچھ لو کہ اگر وہ ہمیں اتنی مہلت دیں کہ ہم نماز ادا کر لیں، یہ بات سن کر حصین بن تمیم نے کہا

کہ نماز نہیں ہوگی حضرت حبیب بن مظاہر نے جواب دیا —

لَا تُقْبَلُ زَعْمَتُ الصَّلَاةِ مِنْ آلِ رَسُولِ اللَّهِ لَا تُقْبَلُ وَتُقْبَلُ

مِنْكَ يَا حِمَارٍ —

تیرے گمان میں آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تو قبول نہ ہوگی اور  
تیری نماز قبول ہوگی اوگدھے!

ابن تمیم نے یہ سن کر حبیب پر حملہ کر دیا آپ نے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے منہ پر  
تلوار ماری جس سے وہ الف ہوا اور ابن تمیم گھوڑے سے گز پڑا، اس کے ساتھی دوڑتے  
ہوئے آئے اور اس کو بچا کر لے گئے۔ حبیب رجز پڑھتے جاتے تھے اور شمشیر براں  
سے سروں کے فصل کاٹتے جاتے تھے۔ کہ بنی تمیم کے ایک شخص نے بڑھ کر برچھی کا وار  
کیا جس سے آپ گر پڑے اور اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے آپ کے سر پر تلوار  
ماری، جس سے آپ بے ہوش ہو گئے اور برچھی کا وار کرنے والے تمیمی نے گھوڑے سے اتر  
کر آپ کا سر اتار لیا۔ (طبری ج ۶ ص ۲۵۱)

زہیر بن قین کی شہادت

حبیب بن مظاہر کی شہادت کے بعد امام عالی مقام کے دل میں بہت صدمہ  
پہنچا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے آپ کو اور اپنے اصحاب کو خدا کے حوالے کیا  
اور پھر کیا تھا۔ گھمسان کارن پڑا۔ لشکریوں نے ایک دوسرے پر بھرپور حملہ کیا،  
ابو ثمامہ صاعدی نے اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کر دیا جو امام کے دشمنوں کے ساتھ تھا اور زہیر  
بن قین نے بڑی شدت اور طوفانی انداز میں شمشیر زنی کی۔ اور ان الفاظ میں رجز  
پڑھتے جاتے تھے۔

أَنَا زُهَيْرٌ وَأَنَا ابْنُ الْقَيْنِ  
أَذُوْدُهُمْ بِالسَّيْفِ عَنِ حَسَيْنِ

میں زہیر ہوں، قین کا بیٹا — میں تم کو تلوار کے ساتھ پرے ہانکتا ہوں۔  
امام حسین علیہ السلام کے شانہ اقدس پر تھکی دے کر یہ اشعار پڑھ رہے تھے —

أَقْدِمُ هُدَيْتَ هَادِيًا مَهْدِيًّا  
فَالْيَوْمَ تَلْقَى جَدَّكَ النَّبِيًّا  
وَحَسَنًا وَالْمُرْتَضَى عَلِيًّا  
وَذَالَجَنَاحِينَ الْفَتَى الْكَمِيًّا  
وَأَسَدَ اللَّهِ الشَّهِيدَ الْحَيًّا

اے ہادی و مہدی آگے بڑھیے اپنے نانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،  
حسن مجتبیٰ، علی المرتضیٰ، اپنے چچا جعفر طیار اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے  
ملاقات کیجئے —

اسی دوران کثیر بن عبداللہ شعمی اور مہاجرین اوس نے مل کر حملہ کیا اور آپ کو شہید کر

دیا —

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۴ طبری ج ۶ ص ۲۴۹)

نافع بن ہلال

حضرت نافع بن ہلال حمہلی نے تیروں کے سو فاروں پر اپنا نام لکھا تھا — زہر میں  
بکھے ہوئے تیر چلاتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ یہ کہتے جاتے تھے —

أَنَا الْجَمَلِيُّ أَنَا عَلِيٌّ دِينِ عَلِيٍّ — میں حمہلی ہوں اور علی کے دین پر ہوں۔

مزاحم بن حریش ان سے مقابلہ کرنے کے لیے یہ کہتا ہوا آیا —

أَنَا عَلِيٌّ دِينِ عُثْمَانَ — میں دین عثمان رضی اللہ عنہ پر ہوں —

حضرت نافع نے فرمایا — ”نہیں ہرگز نہیں“ — بلکہ اَنْتَ عَلِيٌّ دِينِ

شیطان — تو شیطان کے دین پر ہے اور ساتھ ہی فوراً حملہ کر کے اسے قتل کر دیا —  
 حضرت نافع لڑتے لڑتے شدید زخمی ہو گئے اور آپ کے دونوں بازو ٹوٹ گئے اور آپ زندہ  
 گرفتار ہوئے۔ شمر لعین اور اس کے لعنی ساتھی نافع رضی اللہ عنہ کو دھکیلتے ہوئے ابن سعد کے  
 پاس لائے — ابن سعد نے پوچھا — نافع تو نے یہ کہا! آپ نے جواب دیا، میں نے  
 جو کچھ کہا خدا سے خوب جانتا ہے — اور اس وقت آپ کی داڑھی مبارک پر خون بہتا جاتا  
 تھا اور آپ کہہ رہے تھے اے ابن سعد میں نے زخموں کے علاوہ تمہارے بارہ شخصوں کو قتل کیا  
 ہے اور مجھے ذرا بھر بھی پشیمانی نہیں ہے — اگر میرے بازو ٹوٹ نہ گئے ہوتے تو تم مجھے  
 اسیر نہ کر سکتے — شمر نے ابن سعد کو کہا اس کو قتل کر دیں — ابن سعد نے کہا تو ہی ان کو  
 لے کر آیا ہے اور اب قتل بھی تو ہی کر — شمر تلوار سونت کر اٹھا — حضرت نافع نے  
 فرمایا —

أَمَّا وَاللَّهِ يَا شَمْرُ — لَوْ كُنْتَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَعَظَمُ  
 عَلَيْكَ — أَنْ تَلْقَى اللَّهَ بِدِمَائِنَا — فَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
 جَعَلَ مَنَائِنَا عَلَى يَدَيْ شَرَارِ خَلْقِهِ —

اے شمر خدا کی قسم — اگر تو مسلمانوں میں سے ہوتا تو ہمارے خون کے  
 ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا تجھے گوارا نہ ہوتا — اس خدا الم یزال کا  
 شکر ہے، جس نے ہماری موتیں اپنی مخلوق کے بدترین لوگوں کے ہاتھوں  
 مقدر کی ہیں — پھر آپ کو شمر نے شہید کر دیا —

شدید حملہ

پھر شمر لعین نے بہت سی فوج لے کر امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا

یہاں تک کہ وہ امام کے قریب پہنچ گئے۔ — جب امام کے اصحاب نے دیکھا کہ ان پر شدید دباؤ ہے۔ — اور یہ کہ اب نہ وہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں اور نہ امام علیہ السلام کی حفاظت۔ — تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ سب کے سب نواسہ رسول کی حفاظت میں لڑتے لڑتے ان کے سامنے شہید ہو جائیں۔ — چنانچہ جناب عزہ غفاری کے دو بیٹے حضرت عبدالرحمن اور عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ — امام کی خدمت میں پیش ہوئے۔ — عرض کی۔ — اے ابو عبداللہ! آپ پر سلام ہو، دشمنوں نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ — اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا دفاع کرتے ہوئے آپ کے سامنے شہید ہو جائیں۔ — آپ نے ان دونوں کے لیے فرمایا مرحبا۔ — میرے قریب ہو جاؤ۔ — وہ دونوں آپ کے قریب ہو گئے اور برسر پیکار ہو گئے۔ — اور اس مضمون کے شعر پڑھنے لگے۔

بنو غفار نے واقعی جان لیا ہے۔ — اور بنو نزار کے بعد۔ — بنی خندف نے بھی کہ ہم فاسق و فاجر گروہ کو۔ — ہر شمشیر براں کے ساتھ ضرور قتل کریں گے۔ — اے لوگو! — پاک لوگوں کی اولاد کا مشرفی تلواروں۔ — اور لہراتے ہوئے نیزوں کے ساتھ دفاع کرو!

اس کے بعد آپ کے جان نثار ایک ایک، دو، دو کر کے آپ کے پاس آتے اور آپ کو سلام کرتے اور جنگ میں کود پڑتے۔ — یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کر جاتے۔ —

○ پھر عابس بن ابی شعیب رضی اللہ عنہ حضور امام کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا۔ — یا امام! خدا کی قسم اس روئے زمین پر کوئی قریب اور دور کا رشتہ دار مجھے آپ سے زیادہ پیارا نہیں۔ — ”میدان جنگ میں روانہ ہونے سے پہلے عرض کرتے ہیں“

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ إِشْهَدْ لِي أَنِّي عَلَى  
هَدْيِكَ —

اے ابو عبد اللہ (امام حسین علیہ السلام کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اس لئے آپ کو کنیت سے پکارا جاتا تھا)

آپ پر سلام ہو، گواہ رہنا کہ میں آپ کی ہدایت پر قائم ہوں —

پھر تلوار سونت کر میدان میں چلے گئے — ان کی پیشانی پر زخم کا نشان تھا — وہ

ایک بہادر شخص تھے — انہوں نے میدان میں جا کر لاکارا — کہ ہے کوئی آدمی جو

میرے مقابلے میں آئے — ہے کوئی مبارزت قبول کرنے والا — لیکن یزیدیوں

نے انہیں پہچان لیا — اس لیے کوئی ان کے مقابلے میں نہ نکلا — ابن سعد نے حکم دیا

کہ اس پر پتھر برسائو — چنانچہ ہر جانب سے پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی — جب

جناب عابس نے یہ حالت دیکھی تو اپنی زرہ خود ہی اتار کر پھینک دی — اور یزیدی فوج

پر حملہ کر دیا — اور دوسو سے زائد آدمیوں کو اپنے سامنے سے پیچھے دھکیل دیا — پھر ہر

طرف سے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور آپ شہید ہو گئے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان سن اشاعت ۲۰۰۵ء)

### جابر بن جویان

حضرت سیف بن حارث بن شریح — اور مالک بن عبد بن شریح — دونوں

آپس میں چچا زاد تھے — اور ماں دونوں کی ایک تھی — یہ دونوں جابر بن جویان روتے

ہوئے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے — آپ نے فرمایا — اے بچو!

کیوں روتے ہو؟ — واللہ میں جانتا ہوں کہ اب تھوڑی دیر کے بعد تم بہت خوش ہو جاؤ

گے — انہوں نے جواب دیا — ہم آپ پر قربان ہو جائیں — حضور! اپنے لیے

نہیں روتے — آپ کے حال پر رونا آتا ہے — ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ اس وقت

گھیرے میں ہیں — اور ہم آپ کو بچا نہیں سکتے — (امام نے ان دونوں کے لیے ان الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی) — اور فرمایا:

جَزَاكُمْ اللَّهُ يَا ابْنِي أَخِي بِوَجْدٍ كَمَا مِنْ ذَالِكَ وَمَوَاسَاتِكُمْ  
إِيَّايَ بِأَنْفُسِكُمْ أَحْسَنَ جَزَاءِ الْمُتَّقِينَ

اے بھائی کے فرزندو! میری حالت پر مغموم ہونے کی — اور میرے ساتھ ہمدردی کی اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ایسا ثواب عطا فرمائے جو نیک بندوں کو عطا کرتا ہے —

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۵۳ — ۲ — ۲۵۴ دارالفکر)

○ دونوں جابری نوجوان آگے بڑھے — اور مڑ مڑ کر حضرت امام کی طرف دیکھتے اور کہتے جاتے تھے —

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ

”اے اللہ کے رسول کے بیٹے آپ پر سلام ہو۔“

حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام جواباً فرماتے۔

وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ

”تم دونوں پر سلام اور خدا تعالیٰ کی رحمت ہو۔“

دونوں نے سخت جنگ کی اور امام کے حق میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے —

(طبری ج ۶ ص ۲۵۴)

### گیارہ سال کا بچہ

ایک خاتون اپنا گیارہ سالہ اکلوتا بیٹا لے کر کربلا معلیٰ کے میدان میں حاضر ہوئی — وہ بچہ بھی اپنی ماں کے ساتھ امام علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا — اور



عرض کی — اے رسولِ خدا کے بیٹے! یہ میری ماں ہے — اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم آلِ رسول کے نام پر اپنی جان قربان کر دو — یا امام مجھے بھی جامِ شہادت نوش کرنے کی اجازت فرمائیں — امام علیہ السلام ان ماں، بیٹے کے جوشِ عقیدت اور جذبہٴ محبت سے بہت خوش ہوئے —

پھر ماں نے عرض کی — اے نواسہ رسول! میرا یہ ایک ہی بیٹا ہے — اور اس کا باپ فوت ہو چکا ہے — میں یہ چاہتی ہوں کہ میرا یہ بیٹا آپ پر اپنی جان قربان کر دے — تاکہ میرے بھی دونوں جہان سنور جائیں — میرا یہ بچہ آپ پر فدا ہو جائے تو میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں —

ماں، بیٹے کے جذبہٴ جہاد — شوقِ شہادت — آلِ رسول کے ساتھ نیاز مندی — اور بار بار اصرار کو دیکھ کر امام علیہ السلام بہت خوش ہوئے — اور ساتھ ہی اس بچے کی نوعمری دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھی آگئے — آپ نے بچے کو پیار کیا — اجازت فرمائی اور میدانِ کارزار میں بھیج دیا — یہ گیارہ سالہ بچہ امام سے اجازت لے کر، آپ علیہ السلام، اور ماں کو سلام کر کے ہاتھ میں خنجر لے کر میدانِ جنگ میں وارد ہوا — اور ظالموں سے خود مقابلہ کیا — چند شہریوں کو مار ڈالا — اور خسرو کٹا کر سرخ ہوا — اس کی ماں نے اپنے بچے کا سراٹھایا اور چوم کر کہنے لگی —

أَحْسَنْتَ يَا سَرُورَ وَيَا قُرَّةَ عَيْنِي

شاباش، اے میرے دل کے سرور، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک! —

اور پھر حضرت امام کے بلانے پر واپس خیموں میں آگئی۔

(حیاتِ اٹلی ج ۲ ص ۲۶۷ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابراہیم ص ۷۵۶)

خیال رہے سیدنا امام حسین علیہ السلام کے فدائی کر بلا میں نہایت قلیل تھے —  
جب کہ بمقابلہ تیس ہزار سے زائد کا لشکر موجود تھا — ایسا کیوں تھا یہ طویل داستان  
ہے — لیکن امام حسین کا ایک فدائی میدان میں نکلتا اور فوج اشقیاء کے چھکے چھڑا دیتا۔

ہزاروں کے مقابلہ اک فدائی رن میں جاتا تھا  
امامت کی مصدق تیغ کے جوہر دکھاتا تھا  
مگر جو بھی نکلتا تھا، قضا بن کر نکلتا تھا  
بالفاظِ دگر قہرِ خدا بن کر نکلتا تھا  
کہ جس پر ٹوٹ پڑتا بس زبر سے زیر کر دیتا  
مقابلہ آنے والے ہر عدو کو ڈھیر کر دیتا  
جو ڈر کر بھاگتا پیچھے لپکتا دم میں جا لیتا  
یہاں تک فوج میں گھس کر بھی اس کا سراڑا لیتا

(حضرت گلزارِ نامد)

عبداللہ بن مسلم

حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہم) نے بارگاہِ امام میں  
حاضر ہو کر میدان میں جانے کی اجازت چاہی — تو آپ نے فرمایا، بیٹا! ابھی تو تیرے  
باپ مسلم کی جدائی کا داغ آسودہ نہیں ہوا — اور تیرے ننھے بھائیوں کا غم پیوستہ دل  
ہے — اس وقت تو اپنی جدائی کے سوز سے مجھے آتشِ ہجران میں نہ ڈال — کہ تو مسلم  
بن عقیل کی یادگار ہے — حضرت عبداللہ نے عرض کی یا ابنِ رسول اللہ! آپ کو اس معبود  
برحق کی ذات کی قسم — جس نے آپ کے نانا جان کو حق کے ساتھ اپنی مخلوق کی طرف  
مبعوث فرمایا — مجھے میدان میں جانے دیں — تاکہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ

جنگ کروں — اور اپنے باپ کے پاس پہنچ کر آپ کا سلام پیش کروں — جنہوں نے سب سے پہلے آپ پر جان قربان کی۔

حضرت امام عالی مقام نے عبداللہ کو اپنی آغوش میں لے کر فرمایا — اے میرے چچا کے بیٹے کی یادگار! — دنیا سے ہماری مصاحبت ختم ہو چکی ہے — جاؤ اجازت ہے — خدا تمہارا حامی و ناصر ہو، حضرت عبداللہ نے میدان میں جا کر جب مبارزت طلب کی — تو ابن سعد نے، قدامہ بن اسد فزاری کو مقابلے کے لیے بھیجا — قدامہ فن حرب میں بہت ماہر تھا — اور بہادری میں نام رکھتا تھا — اس نے حضرت عبداللہ بن مسلم کے سامنے آ کر چالبازی سے کام لیا — اور آپ کے آگے گھوڑا دوڑانے لگا — چونکہ آپ کا گھوڑا پیاسا تھا اس لیے آپ نے نیزہ پھینک دیا اور تلوار سونت کر ایک طرف کھڑے ہو گئے —

قدامہ نے دیکھا کہ مسلم کے بیٹے کے ہاتھ میں نیزہ نہیں ہے تو وہ خوش ہو کر اپنے گھوڑے کو چھیڑتا ہوا ہاشمی نوجوان کے سامنے آ کر آپ کو نیزہ مارا — آپ نے اس کا وار خالی کر دیا — قدامہ نے دوبارہ حملہ کرنا چاہا — لیکن آپ نے اس کے (بدنما) چہرے پر تلوار کا وار کیا جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا — پھر آپ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کمر بند سے پکڑ کر اٹھایا اور زمین پر دے مارا — جس سے وہ ظالم مر گیا — اور آپ نے اپنا گھوڑا غلام کے سپرد کیا — اور قدامہ کے گھوڑے پر سوار ہو گئے — اور زمین پر سے اپنا نیزہ اٹھالیا — علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ قدامہ نے جب عبداللہ بن مسلم کی شجاعت دیکھی — تو ابن سعد سے کہنے لگا — اے سالار لشکر یزید! میں نے بڑے بڑے بہادروں کو دیکھا ہے — لیکن اس ہاشمی لڑکے جیسا بہادر کوئی نہیں دیکھا، قدامہ کی

زبان سے نکلنے والے یہ آخری الفاظ تھے، پھر وہ مارا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسلم نے قدامہ — نہروان کے خارجی حمیر، حمیری اور اس کے بیٹے کامل بن حمیر — اور عمرو بن صبیح صیداوی کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے کئی سواروں کو قتل کیا — اور بڑے بڑے شہزادوں کو زخمی کیا۔

آپ کے قاتلوں میں دوکانام آتا ہے، بعض نے نوفل بن مزاحم حمیری اور عمرو بن صبیح صیداوی کو عبداللہ بن مسلم کے قاتل قرار دیا ہے۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۱۳ — فردوس آسیہ ص ۳۲۶ مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی)

### جعفر بن عقیل

حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما — جو امام حسین علیہ السلام کے چچازاد تھے — آپ نے اپنے بھتیجے کو جام شہادت نوش کرتے ہوئے دیکھا — تو امام کی بارگاہ میں اجازت کے لیے حاضر ہوئے، اجازت ملنے پر رجز پڑھتے ہوئے میدان میں وارد ہوئے، جو بھی آپ کے مقابلے میں آتا قتل ہو جاتا یا زخمی ہو کر میدان سے بھاگ جاتا — جب وہ دنیا کے گتے میدان جنگ میں بے بس ہو گئے — تو ایک دم آپ کو گھیرے میں لے لیا اور چاروں طرف سے تیر برس آنے لگے — پھر ایسا ہوا کہ فرزند عقیل اپنے ہی خون سے نہا کر — عبداللہ بن عزرہ حشمی کے تیر سے جام شہادت نوش فرما گئے۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۱۳ — فردوس آسیہ ص ۳۲۶)

### عبدالرحمن بن عقیل

مولاعلیٰ کے بھائی حضرت عقیل کے ایک اور فرزند حضرت عبدالرحمن بن عقیل (رضی اللہ عنہم) نے جب اپنے بھائی کو میدان جنگ میں بسمل کی صورت میں تڑپتے دیکھا تو بے تاب ہو کر شیر ببر کی طرح میدان جنگ میں کود پڑے — اور ایسے ایسے بہادری و

شجاعت کے جوہر دکھائے کہ دشمنوں کے خون سے میدان کو سرخ کر دیا، اور آخر کو عثمان بن خالد — اور بشیر بن سوط ہمدانی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۱۳ — فردوس آسیہ ص ۳۲۶)

### عون و محمد رضی اللہ عنہما

حضرت محمد اور حضرت عون علیہما السلام — امام حسین کی ہمیشہ حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے فرزند ہیں — جناب امام کے بھانجے — علی مولا مرتضیٰ کے نواسے — مولا علی کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیار کے پوتے — حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے بیٹے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) — ان دونوں صاحبزادوں کی عمروں میں مورخین میں اختلاف ہے — کسی نے لکھا ہے کہ ان کی عمریں اٹھارہ اور پندرہ کے درمیان ہیں — کوئی کہتا ہے — نو اور دس کے درمیان تھیں — بہر حال وہ صاحبزادے نوزیر تھے (واللہ اعلم)

جب حضرت عبدالرحمان بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت ہوئی تو حضرت محمد بن عبداللہ — حضرت سیدہ زینب کے بیٹے — اپنے ماموں جان امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے — اور عرض کی —

اے اوج ولایت کے شہباز بلند پرواز مجھے بھی جنگ کی اجازت عطا فرمائیں — تاکہ اپنے دل کا مدعا اور آرزو حاصل کر سکوں — اور اپنے دادا جان جناب جعفر طیار کے ساتھ بہشتی فضاؤں میں پرواز کروں — اور شہادت کے پروں پر سوار ہو کر آشیانہ سعادت میں پہنچوں۔

○ خیال رہے کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ دونوں صاحبزادے اکٹھے میدان

کارزار میں نکلے تھے۔ اور سیدہ زینب نے امام سے سفارش کی تھی کہ میرے بچوں کو میدان میں جامِ شہادت نوش کرنے کی اجازت عطا کی جائے۔ اس منظر کو، فردوسِ آسیہ اور کچھ دوسری کتب میں اس طرح بیان کیا ہے، کہ سیدہ زینب نے اپنے بچوں کو اپنے قریب بلا کر فرمایا۔

اے میری آنکھ کے تارو، مرے جگر پارو!  
تم اپنی جانوں کو ابنِ رسول پر وارو  
تمہاری جانوں سے پسر رسول پیار ہے  
ہر ایک چیز سے دین رسول پیارا ہے  
عزیز تر ہے جہاں سے مجھے مرا بھائی  
رلاتی خون کے آنسو ہے اس کی تنہائی

بچوں نے گردنوں کو جھکا کر عرض کی امی جان ہم اپنے ماموں پر اور دینِ اسلام پر اپنی جانیں نثار کرنے کے لیے بہت بے تاب ہیں۔ لیکن ماموں جان۔۔۔ امام زینب سے اجازت لے کر آپ دیں۔ اور ہماری سفارش فرمائیں۔ امامِ عالی مقام اپنی بہن زینب علیہ السلام کے خیمہ کے سامنے کھڑے تھے۔ بہن نے بھائی کو اپنے پاس بلایا۔ اور تمام آداب ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کرتی ہیں۔ اے بھائی!۔۔۔ اے مظلوم کر بلا!

اس بات کی حضرت گلزار احمد نادم صابری رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار میں یوں منظر کشی کی ہے۔ لکھتے ہیں۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے پکار کر عرض کی۔

پکاری تھام کر دامن میرے وارث میرے بھائی  
سوالی ہے تیرے در پر تیری مجبور ماں جانی

ہمیشہ اپنی بہنوں کا برادر مان رکھتے ہیں  
 بہن کی ہر تمنا کو عزیز ازجان رکھتے ہیں  
 سخی ماں کے سخی بیٹے! میرا دامان دل بھر دے  
 مجھے بھی اس جہاں میں جانِ خوہر سرخ رُو کر دے  
 کہا بنتِ علی نے التجا ہے بس یہی میری  
 کہ اب حق پر فدا ہو کر بلا میں زندگی میری  
 سوئے میدان میں اپنے جگر پاروں کو بھیجوں گی  
 برادر! اب تیرے ننھے وفاداروں کو بھیجوں گی

بھائی جان! میری اک التجا ہے اسے شرف قبولیت عطا ہو۔ امام نے فرمایا بہن کھل کر

بات کرو۔۔۔ کیا چاہتی ہو۔۔۔ عرض کی بندہ نواز میرے بچوں کی طرف دیکھئے!

ذرا دیکھو تو کیسے باندھ کر ہتھیار پھرتے ہیں  
 صبح سے بس یونہی رن کے لیے تیار پھرتے ہیں  
 بنام مصطفیٰ ﷺ، ان پر بھی اپنا ہاتھ رکھ لیجئے  
 اجازت دیجئے بچے ہیں ان کی بات رکھ لیجئے

بھائی جان!۔۔۔ ماں زہراء ہوتی تو ان سے سفارش کراتی۔۔۔ اے میرے

مسافر و بے وطن بھائی! میرے بچوں کو اجازت مرحمت فرمائیں،

کہ اب یہ رن میں جا کر اپنی ماں کا حق ادا کر دیں  
 رہ توحید میں ننھی سی دو جانیں فدا کر دیں

میری اس آرزو کو آرزوئے بے ریا سمجھو

میرے بچوں کو بھیا صدقہ آلِ عبا سمجھو

امام علیہ السلام نے بہن کی بات سنی تو بچوں کی طرف دیکھا — تو وہ اپنے ماموں

کے چہرے کی طرف اس طرف دیکھ رہے تھے — جس طرح کوئی سوالی سوال کرنے کے

بعد سخی کے منہ کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھتا ہے — امام نے فرمایا — بہن!

آج میرے ایک دل پر ہزاروں زخم ہیں — صبح سے ان ہاتھوں سے پیاروں کے لاشے

اٹھا رہا ہوں — اب تم کہتی ہو کہ تیرے بچوں کو میدان میں بھیجوں نہیں بہن نہیں —

نہیں ہرگز نہیں زینب علیہا السلام یہ دل پتھر نہیں، دل ہے

خدارا لائق نشر نہیں، مرحم کے قابل ہے

تیری بربادیوں کا آج خود سامان کروں کیسے

بہن کی گود اپنے ہاتھ سے ویراں کروں کیسے

حضرت سیدہ زینب علیہا السلام نے اصرار کیا — اور کچھ روٹھ جانے کے انداز

میں دوبارہ التجا کی —

خدا کے نام پر اب دے اجازت شاد کر بھیا

بہن کی گود بھی اپنی طرح آباد کر بھیا

خدا رکھے سلامت اب علی کے جانشین تم ہو

تمہیں سے مانگتی ہوں میں میرے سب کچھ تمہیں تم ہو

اس التجا و درخواست پر امام علیہ السلام خاموش ہو گئے — امام کی خاموشی کو رضا

سے تعبیر کرتے ہوئے — سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے صاحبزادوں کو خیمہ میں



لے جا کر نئے کپڑے پہنائے — اور ہتھیار سجائے — اور میدان کارزار کی طرف  
روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا — اے بیٹو! جاؤ — اپنی جانوں کے نذرانے پیش

کر و خدا تمہارا حامی و ناصر ہو

مگر واری ذرا ہمت سے لینا کام میداں میں  
کہیں بھولے سے پانی کا نہ لینا نام میداں میں  
اگر پوچھے تمہیں سالار لشکر کس کے بیٹے ہو  
پدر کا نام کیا ہے، اور کس کی گود لیٹے ہو  
تو تم کہنا ہماری ماں کنیر بنت حیدر علیہ السلام ہے  
ہمارا باپ بچپن سے غلام سبط اصغر ہے  
نہ کرنا بھول کر بھی تذکرہ اپنی نجابت کا  
کہ تم ہونی الحقیقت آج سر صدقہ امامت کا  
”اٹھو اب“ شوق سے بچو! تمہیں رخصت کیا میں نے  
جو مجھ پر قرض باقی تھا وہ پورا کر دیا میں نے

دعائے سیدہ زینب علیہا السلام

ہر ماں اپنے بچوں کے لیے یہی دعا کرتی ہے — کہ اے رب کریم! —  
میرے بچے جنگ کے لیے جا رہے ہیں — خیر و عافیت سے واپس آئیں — اس  
لیے کہ ماں کی مامتا کا رشتہ ہی کچھ ایسا ہے جس کو پورے طور لکھنا مشکل ہے — لیکن یہ  
ماں سیدہ زینب، ثانی زہراء سلام اللہ علیہا — رسول خدا کی نواسی بتول پاک کی  
دختر — اور علی شیر خدا — سیف اللہ کی بیٹی ہے — اس شیر دل خاتون نے میدان

میں بچوں کو بھیجتے ہوئے جو دعا فرمائی — وہ بقول حضرت گلزار نادم رحمۃ اللہ علیہ کچھ اس طرح ہے — بارگاہ خداوندی میں عرض کرتی ہیں — اے میرے خالق و مالک — خدائے لایزال یہ میرے بچے میدان کی طرف نکل رہے — انہیں —

متاع زندگی رن میں لٹا دینے کی ہمت دے  
 جہاد زندگی میں سر کٹا دینے کی ہمت دے  
 اگر آئیں تو بن کر کشتہ تیغ یزید آئیں  
 میرے بچے نہ آئیں، یا خدا ہو کر شہید آئیں  
 پس اے ننھے شہیدو! اب چلے جاؤ خدا والی  
 کہ دشمن ہنس رہا ہے دیکھ کر میدان کو خالی

شہزادوں نے ماں کو آخری سلام کیا — اور دونوں نو عمر مجاہد خیمہ سے نکل کر میدان کی طرف آئے —

در خیمہ کی چلمن سے حرم کی دلربا نکلے  
 سوئے میدان، سبطین علی المرتضیٰ نکلے  
 فضائے غینوا پھر صوت پر تاثیر سے گونجی  
 زمین کربلا پھر نعرۂ تکبیر سے گونجی  
 یہ ننھے صف شکن ہیں، جعفر طیار کے پوتے  
 نبی ﷺ کے منتخب جید سپہ سالار کے پوتے  
 ہزاروں کے مقابل دو۲ فدائی خورد سال آئے  
 فدائی کیا، ارے خود ثانی زہراء کے لال آئے

(حضرت نادم صابری)

دونوں صاحبزادے جب میدان میں نکلے تو پھر فوجِ اشقیاء کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ حضرت محمد نے دس۔ اور حضرت عون نے تین دشمنوں کو قتل کیا۔ بعض نے زیادہ تعداد لکھی ہے۔ پھر ان کے گرد دشمن کی فوج کا ایک بڑا ہجوم ہو گیا تو دونوں شہزادے آسمانِ شہادت پر ستاروں کی طرح چمکنے لگے۔ عامر بن نشل نے حضرت محمد کو۔ عبداللہ بن قطبہ طائی نے جناب عون کو شہید کیا۔

باغِ زہراء علیہا السلام کے گرے پھول زمیں پر جس دم  
عالم کون پہ طاری ہوا ہو کا۔ عالم  
سن کے بیٹوں کی شہادت کا تھا زینب علیہا السلام نے کہا  
رب عالم نے سنی میری تمنا کی صدا  
سن کے شبیر نے فرمایا: اے کربل! سن لے  
دیکھ لے تو بھی فلک، تو بھی اے مقلل سن لے  
اب کے پھر اٹھتا ہوں لاشوں کو اٹھانے کے لیے  
آبرو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بچانے کے لیے

(خضر)

وہ کیسا منظر ہوگا، جب امام حسین علیہ السلام اپنے عزیز ترین بھانجوں کے لاشے اٹھانے کے لیے میدان میں گئے ہوں گے۔ زمین کانپ اٹھی ہوگی۔ فلک پر لرزا طاری ہو گیا ہوگا۔ کربلا کے ریتلے ٹبوں کے تپتے ہوئے ذرے بھی چیخ اٹھے ہوں گے، جب امام نے نو عمر خوبصورت بچوں کے لاشے دیکھ کر فرمایا ہوگا، اے میری بہن کے فرزند!۔ اے جعفر طیار کے دل بندو!۔ اٹھو! تجھے تمہاری ماں خیمہ میں بلاتی ہے۔ اٹھو!۔

اٹھو! شہزادی عالم کے نواسو اٹھو!  
 اٹھو! اے مالکِ کوثر کے پیاسو اٹھو  
 کون آیا ذرا دیکھو اٹھانے تجھ کو  
 نیمہ ثانی زہراء علیہا السلام میں لے جانے تجھ کو  
 گلشنِ دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نکھار آیا ہے  
 دوشِ مختارِ دو عالم کا سوار آیا ہے

(خضر)

امام حسین اپنے پیارے بھانجوں کے لاشے اٹھا کر خیموں کے پاس لاتے  
 ہیں۔۔۔ وہ منظر کس قدر المناک ہوگا۔۔۔ کہ ایک بھائی اپنی وفا شعار۔۔۔ اور شب  
 زندہ دار بہن کا سرمایہ افتخار لاشوں کی صورت میں اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے چل رہا  
 ہے۔۔۔ سیدہ زینب علیہا السلام کے ان پاک باز بچوں کے لامزاروں پر تاقیامت انوار کا  
 مینہ برستار ہے۔۔۔ جو۔۔۔

گئے مقتل میں پیدل، دوش پر ہو کر سوار آئے  
 قبا پہنے لہو کی، ہو کے ماموں پر نثار آئے  
 جو لکھا واقعہ عون و محمد کی شہادت کا  
 خضر کی پر خطا آنکھوں میں آنسو بار بار آئے

(خضر)

عبداللہ بن حسن

حضرت سیدنا امام حسین کے بھانجوں کی شہادت کے بعد۔۔۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ  
 السلام کے جواں سال بیٹے۔۔۔ مظلومِ کربلا کے بھتیجے حضرت عبداللہ بن حسن۔۔۔ اپنے

بزرگ چچا کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ نہایت خوبصورت جوان تھے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا، جیسے چاند کا ٹکڑا زمین پر اتر آیا ہو۔ آپ نے حضرت امام کی بارگاہ میں عرض کی۔ اے خلاصہ خاندان رسالت۔ اے فخرِ دو دمانِ ولایت۔ مجھے میدانِ کربلا میں جانے کی اجازت عطا فرمائیں۔ کیونکہ اب اپنے پیاروں کی جدائی برداشت نہیں۔ امام نے فرمایا: اے میرے بھائی کی یادگار!۔ تو میرے نزدیک میری جان کے برابر ہے۔ تجھے میدان میں جانے کی اجازت کیسے دوں۔ حضرت عبداللہ بن حسن نے امام حسین کو قسم دی اور اجازت لے کر میدانِ جنگ میں پہنچ گئے اور یوں فرمایا۔

أَنْ تُنْكِرُونِي وَأَنَا فَرَعُ الْحَسَنِ  
سِبْطِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى وَالْمُؤْتَمَنِ

تمہیں ماننا پڑے گا کہ میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ امام حسن مجتبیٰ کا بیٹا ہوں۔

جب حضرت عبداللہ میدان میں پہنچے تو مبارزتِ طلبی کے لیے آپ نے توقف نہ فرمایا۔ اور تیزی کے ساتھ ابنِ سعد کے لشکر کے درمیان پہنچ گئے۔ اور بائیس ۲۲ یزیدیوں کی گردنیں اتار کر فنا کے حوالے کر دیں۔ اور ابنِ سعد کے قریب پہنچ گئے۔ ابنِ سعد نے شہزادہ حسن کی تیغ براں سے ڈرتے ہوئے اپنے گھوڑے کی باگ موڑ دی۔ اور بھاگ کر اپنی فوج کے سواروں کے درمیان پہنچ گیا۔ حضرت عبداللہ میدان میں واپس آ گئے۔ اور کچھ عرصہ خود کو آسودہ کرنے کے بعد مقابلے کی دعوت دی۔

ابن سعد نے جب دیکھا کہ جناب عبداللہ واپس میدان میں چلے گئے ہیں تو اپنے لشکر کی پہلی صف میں آ کر لوگوں کو اس ہاشمی جوان کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے انعام و دولت کا وعدہ کرنے لگا۔ — بختری بن عمرو شامی نے اس کے سامنے آ کر کہا — اے ابن سعد! تو لشکر سپہ سالاری کس منہ سے کرتا ہے جب کہ تو اس ہاشمی جوان کی تلوار سے ڈر کر بھاگتا پھرتا ہے۔ — ابن سعد نے نادم (شرمندہ) ہو کر کہا — اے بختری! جان پیاری ہے۔ — اور عمر کا بدل نہیں۔ — اگر میں نہ بھاگتا تو اس کے ہاتھ سے جان نہ بچا سکتا۔ — اور عمر عزیز کو رخصت کر دیتا، اگر تو چاہتا ہے کہ سچی بات کہوں تو ابھی یہ نو جوان میدان میں کھڑا ہے۔ — اور اس کی چشم انتظار مقابلہ کرنے والے کا راستہ دیکھ رہی ہے اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے چلا جا۔ — تاکہ ہاشمیوں کی گرفت کو دیکھ سکے۔ — اور درخت کا رزار۔ — اور ان کے حرب و پکار کی شاخ سے ناکامی۔ — اور بے فرجانی کا پھل چن سکے۔ —

بختری ابن سعد کی بات سن کر شرمندہ ہو گیا۔ — اور اس کی آتش غضب بھڑک اٹھی۔ — چنانچہ وہ اپنے پانچ سواروں کو ساتھ لیکر حضرت عبداللہ بن حسن علیہما السلام کے سامنے آ گیا۔ — امام حسین علیہ السلام کی صفوں سے امام حسن علیہ السلام کے غلام پیروان۔ — اور جناب محمد بن حسن۔ — اور حضرت اسد بن ابی دجانہ رضی اللہ عنہم۔ — شہزادہ حسن علیہ السلام کی امداد کے لیے نکلے۔ — گھمسان کا رن پڑا، شہزادہ حسن، پیروان، اور محمد بن اسد کے حملے اس قدر تیز و شدید تھے کہ بختری کے پانچ سواروں کو مار بھگایا۔ — یہاں تک کہ دشمن کے لشکر کے درمیان پہنچ گئے۔

شیث بن ربیع، پانچ سو سواروں کے صف لشکر سے نکلا اور بختری آوازہ کتے ہوئے

کہنے لگا — تجھے شرم آنی چاہئے کہ تیرے یہ پانچ سو جنگ جو چار آدمیوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔

پیروان رضی اللہ عنہ نے دوسری بار بختری پر حملہ کیا اور اس کے لشکر کو زیر کر دیا — ابن سعد کہا کرتا تھا کہ میں نے اس روز پیروان رضی اللہ عنہ کی جنگ کو دیکھا — خدا کی قسم اگر اسے پانی کا ایک پیالہ مل جاتا تو وہ ہمارے پورے لشکر کے لیے کافی تھا — اس نے ایک سو اسی افراد کو نیزے — اور بیس کو تلوار کے ساتھ ہلاک کر دیا — یہ چاروں سوار لڑتے لڑتے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ ”رضوان اللہ علیہ“

(روضۃ الشہداء ص ۳۱۶ — تا — ۳۲۰۔ مطبوعہ تہران خیابان بوذر)

ان چاروں کی بہادری چار دانگ عالم میں مشہور ہے جنہوں نے تیس ہزار فوجیوں کے چھکے چھڑا دیئے — سلام ہو ان کے ہر ہر کارنامے پر۔

السلام اے غازیان دین و ملت السلام  
السلام اے صاحبان شان و عظمت السلام  
السلام اے جاں نثاران امامت السلام  
السلام اے ہم صفیران طہارت السلام

(خضر)

## شہادت قاسم بن حسن علیہما السلام

ہے نورِ مصطفیٰ ﷺ، زورِ علیؑ، پورِ حسنؑ، قاسمؑ علیہما السلام  
 نبی ﷺ کے نورِ اطہر کی ہے پاکیزہ کرنِ قاسمؑ علیہ السلام  
 جلالِ حمزہؑ و عباسؑ، گلِ ”زہراؑ“ کے گلشن کا  
 جنابِ جعفرِ طیار کی پوری پھبنِ قاسمؑ علیہ السلام  
 جواںِ قاسمؑ علیہ السلام، حلیمِ آلِ پیغمبر کا بیٹا ہے  
 علی کا شیر، رن میں آ گیا سمیں بدنِ قاسمؑ علیہ السلام  
 خدایا فضل فرمانا، یہ زینب نے دعا مانگی  
 ہزاروں کے مقابل ہے کھڑا اک بے وطنِ قاسمؑ علیہ السلام  
 پاسِ خاطرِ شمس و قمر، اے قاتلِ اُزرق! اے  
 خضر کو بھیک مل جائے برائے نچتینِ قاسمؑ علیہ السلام!

(خضر)

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے حضرت سیدنا قاسم علیہ السلام  
 نے اپنے بھائی عبداللہ بن حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد میدانِ جنگ میں اترنے کا  
 ارادہ فرمایا۔ لیکن بار بار عرض کرنے کے باوجود جنگ کی اجازت نہ ملی۔ جناب

۱۔ اُزرق — غلط ہے — اس بے ایمان کا نام — اُزرق ہے (المنجد — روضۃ الشہداء)



قاسم نے اپنی والدہ سے سفارش کرانے کا ارادہ کیا — اور عرض کی اے امی جان! —  
آپ کے دو دلبروں کا ایک بھائی اور بھی ہے — اور وہ میں ہوں قاسم — میں وہی  
قاسم ہوں —

وہی جس کو کہا کرتی ہو صابر باپ کا بیٹا  
سوالی بن کے آیا ہے وہ قاسم آپ کا بیٹا  
اسے بھی شوق سے قربان کر دیجئے  
خدارا بے مجبور پر احسان کر دیجئے  
رہ توحید میں، میں بہت پُر جوش ہوں امی  
مگر اپنی یتیمی دیکھ کر خاموش ہوں امی

(نادم صابری رحمۃ اللہ علیہ)

مگر اجازت پھر بھی نہ ملی — حضرت قاسم خیمہ میں تشریف لائے — اور  
پریشانی کے عالم میں زنانوں پر سر رکھ کر سوچنے لگے کہ — اچانک انہیں یاد آیا کہ ان کے  
والد محترم (امام حسن علیہ السلام) ان کے بازو پر ایک تعویذ باندھ کر فرمایا تھا — کہ جس  
مقام پر تجھے بہت زیادہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے — اور مصائب و آلام کی  
آندھیوں میں گھر جائے تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا — اور جو اس پر لکھا ہو اس پر عمل  
کرنا — حضرت قاسم علیہ السلام نے سوچا کہ اس سے زیادہ مصائب کبھی نہیں دیکھے، چلو  
تعویذ کو پڑھ کر دیکھیں — کہ اس میں کیا لکھا ہے —

پھر آپ نے اس تعویذ کو الگ کیا — دیکھا تو اس پر امام حسن علیہ السلام نے  
”اپنے بیٹے“ قاسم کے نام ایک حکم لکھا تھا — وہ یہ کہ جب تو میرے بھائی اور اپنے چچا  
حسین کو — دھوکے ناز شامیوں، اور بے وفا کوفیوں کے درمیان صحرائے کربلا میں گھرا

ہوا پائے تو فوراً اپنا سر ان کے قدموں پر رکھ دینا — اور اپنی جان ان پر نثار کر دینا —  
 وہ ہر چند تجھے جنگ سے باز رکھیں گے — مگر تو مسلسل گزارشات اور منت و سماجت  
 کرتے رہنا — کیونکہ حسین پر جان قربان کر دینا شہادت کے دروازے کی کنجی  
 ہے — اور ادراک اقبال کا وسیلہ اور سعادت ہے۔

حضرت قاسم علیہ السلام نے، جب اس وصیت نامہ کو پڑھا، تو وہ نہیں جانتے تھے کہ  
 وہ خوشی میں کیا کر رہے ہیں، تیزی سے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی — اور امام علیہ السلام  
 کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بوسیدہ خط کو امام کے سامنے پیش کر دیا — جب شاہ  
 شہیداں نے اس مکتوب گرامی کو دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے —

(روضۃ الشہداء ص ۳۲۱)

جو دیکھی سرور ﷺ مجبور نے تحریر بھائی کی  
 تو آنکھوں میں یکا یک پھر گئی تصویر بھائی کی  
 اٹھے بے تاب ہو کر لے لیا قاسم ﷺ کو بانہوں میں  
 بدل کر رہ گئی غم کی فضا اشکوں میں آہوں میں  
 میرے رنجور دل کو اور بھی رنجور کر ڈالا  
 حسن! تیری وصیت نے مجھے مجبور کر ڈالا  
 وگرنہ حشر تک پاتا نہ دشمن روئے قاسم ﷺ کو  
 میں اپنی جان دے دیتا، نہ دیتا موئے قاسم ﷺ کو

(نادم صابری)

فرمایا بیٹا! لوگوں کو کیا پتہ کہ تجھے اجازت کیوں نہ ملتی تھی۔ ارے! تیرے جمال میں  
 جمال حسن علیہ السلام کا عکس ہے — تجھے دیکھ کر — گویا امام حسن علیہ السلام کی

زیارت کر لیتا — تجھے دیکھتا تو جلتے ہوئے جگر کی ٹھنڈک محسوس کرتا — اب جانِ عم  
— جا — اور اپنے باپ کی وصیت کی تکمیل کر — اور ساتھ ہی فرمایا —

اٹھو زینب اٹھو! دلہند رخصت ہونے والا ہے  
حسن کا لاڈلا فرزند رخصت ہونے والا ہے  
اٹھو! تا غازی اسلام کو رخصت کریں مل کر  
یہ سارے گھر کی رونق ہے انہیں ہتھیار دیں مل کر  
اٹھو! جلدی کہ سورج ڈھل چکا ہے کام باقی ہے  
کرو ہمت ابھی کچھ خدمت اسلام باقی ہے

(تادم)

### چاند کا ٹکڑا

سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے بیان کیا ہے — وہ کہتے ہیں:  
خَرَجَ إِلَيْنَا غُلَامٌ كَأَنَّ وَجْهَهُ شَقَّةُ قَمَرٍ فِي يَدِهِ السَّيْفُ عَلَيْهِ  
قَمِيصٌ وَإِزَارٌ وَنَعْلَانِ، قَدْ انْقَطَعَ شِسْعَ أَحَدِهِمَا مَا أَنْسَى  
أَنَّهَا الْيُسْرَى —

جب وہ نو عمر میدان میں ہماری طرف نکلا ”تو ایسے دکھائی دیتا تھا“ جیسے چاند  
کا ٹکڑا ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے میدان کی طرف بڑھ رہا ہے — اور  
قمیص، تہہ بند — اور جوتے پہنے ہوئے تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ  
اس کے بائیں پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا —

(تاریخ طبری (ابو جعفر محمد بن جریر) ج ۶ ص ۲۵۶۔ مطبوعہ دار الفکرین اشاعت ۱۹۷۹ء بمطابق ۱۳۹۹ء)

حضرت قاسم علیہ السلام نے میدان میں پہنچ کر رجز کے اشعار پڑھے۔ جن کا اردو زبان میں مفہوم کچھ اس طرح ہے۔

خدا کے باغیو! میں آ گیا ہوشیار ہو جاؤ  
اجل سے جنگ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ  
جسے ہر اک پڑھ سکتا ہے، وہ حرف جلی ہوں میں  
ارے اندھو! جگر بندِ حسن علیہ السلام ابن علی علیہ السلام ہوں میں  
میں اک ادنیٰ سپاہی ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کا  
طریقہ مجھ کو آتا ہے سرِ باطل اڑانے کا  
ارے قاسم علیہ السلام ہوں میں تم کو ابھی تقسیم کر دوں گا  
جو سالم رو برو آئے گا میں دو نیم کر دوں گا

زیاد اور ابن زیاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ گلزارِ نادم صابری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کے ایک پورے باب کو ایک مصرع میں سمو دیا ہے۔

بنو ہاشم کبھی مروانیوں سے ڈر نہیں سکتے  
زنا زادے کبھی ان پر حکومت کر نہیں سکتے

(نادم)

اور پھر آپ نے مبارزت طلب کی جنگ چھڑنے پر آپ نے بہت سے سرتن سے  
جدا کر دیئے۔ اور نامور بہادروں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور لشکرِ اُغیار میں کھلبلی مچا  
دی۔ تھوڑی دیر پیچھے ہٹ کر دم آراستہ کیا۔ پھر آگے بڑھے۔ اور فرمایا۔  
اے یزید یو! میں ہاشمی ہوں۔ اور ہاشمی جوانوں کی شان یہ ہے۔

خدا کا قہر بن جاتے ہیں یہ میدان میں آ کر  
 درِ خیبر الٹ دیتے ہیں یہ نان حویں کھا کر  
 یہ دو لمحوں میں ہر غالب کا غلبہ توڑ سکتے ہیں  
 اگر چاہیں تو تنہا فوج کا منہ موڑ سکتے ہیں  
 نہ یہ مغلوب ہوتے ہیں، نہ یہ محصور ہوتے ہیں  
 خدا کا حکم آ جائے تو پھر مجبور ہوتے ہیں

(حضرت نادم)

### دوسرا حملہ

یہ کہہ کر آپ نے مبارزت طلب کی۔۔۔ جب کوئی مقابل نہ آیا تو آپ نے قلب  
 لشکر پر حملہ کر دیا۔۔۔ حملہ اس قدر شدید تھا جس کو لفظوں میں بیان کرنا آسان نہیں۔۔۔  
 ”اے خدائی طاقت۔۔۔ اور امام حسین کی دعا کا نتیجہ ہی کہا جاسکتا ہے۔۔۔ کہ چودہ  
 سال کے لڑکے نے میدان کارزار میں تہلکہ مچا دیا۔“

غرض اک برق سی لہرا کے کوندی جا بجا رن میں  
 سوا اس کے نہیں دیکھا کسی نے کیا ہوارن میں  
 بہادر بزولی کی داستاں کہتے ہوئے بھاگے  
 ستمگر الحفیظ والاماں کہتے ہوئے بھاگے  
 نہ اب تھا میمنہ، نہ میسرہ ہی اپنی جا پر تھا  
 سپہ کے ساتھ، خود سالار بھی دوش ہوا پر تھا

آپ نے سنبھل کر ابن سعد کو آواز دی۔۔۔ اور فرمایا، اے سالار لشکر!۔۔۔

۱۔ میمنہ دائیں طرف کی فوج۔۔۔ اور میسرہ بائیں طرف کی فوج کو کہتے ہیں۔

تیرے لشکر کو کیا ہو گیا ہے؟ — کہ یہ مرد میدان کس طاقت سے خوف زدہ ہو کر بھاگے ہیں؟ — وہ کون سی چیز ہے جس نے تیری فوج کو ہراساں کر دیا ہے — اے کم نظر! بتا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ — ارے نادان تو کار قدرت کیا سمجھے گا، سن میں بتاتا ہوں۔

تو سمجھا ہے جسے شاید میری شمشیر کے جلوے وہ جلوے تھے حقیقت میں غم شبیر کے جلوے یہ تھی بس اک ذرا سی بندۂ رحمان کی قوت بدی کے بالمقابل نیکی و ایمان کی — طاقت مگر خائف نہ ہو، اے بے خبر! ہم جانے والے ہیں نہ گھبرا ہم کوئی دم میں شہادت پانے والے ہیں غرض، المختصر جلدی کسی کو بھیج دے رن میں تمنا ہو تو خود آ کر تماشا دیکھ لے رن میں

(نادم)

الغرض ابن سعد نے شامی لشکر کے ایک سپہ سالار ازرق نامی پہلوان سے کہا — اے ازرق! — تو سالانہ یزید سے دس ہزار لیتا ہے — اور اپنی شجاعت کی آواز شام و عراق کے بہادروں تک پہنچاتا ہے — کیا تو میدان میں جا کر اس جوان کا کام تمام نہیں کر سکتا؟ —

ازرق نے کہا — اے ابن سعد! تو یہ بات اس شخص سے کہہ رہا ہے، جو مصر و شام کی ولایت میں ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا ہے — نہیں ہرگز نہیں — میرے لیے اس لڑکے کے ساتھ جنگ کرنا باعث ننگ و عار ہے۔

ابن سعد نے اس پر آوازہ کتے ہوئے کہا — او بد بخت! تیری زبان بند ہو جائے — یہ لڑکا شیر خدا کا پوتا ہے — حسن مجتبیٰ کا بیٹا — اور نبیرہ رسول خدا ہے — خدا کی قسم اگر یہ پیاسا نہ ہوتا تو اسے ہمارے ساتھ بات کرتے ہوئے عار محسوس ہوتی — جا اس کے ساتھ جنگ کر —

ازرق نے کہا اگر تو میرے جسم کے ٹکڑے بھی کر دے — تو بھی میں اس کے ساتھ جنگ نہیں کروں گا — اگر تو ضد کرتا ہے تو میرے چار بیٹے ہیں — جو سب کے سب شجاعت کے پیکر ہیں — میں ان میں سے ایک کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ اس لڑکے کا سر لے آئے — اور تیرا دل اس کی فکر سے آزاد ہو جائے — پھر اس نے اپنے بڑے بیٹے کو بلایا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر اسے سوار کیا —

○ ازرق کا بیٹا تنگ حلقے کی زرہ — اور فولادی خود پہنے ہوئے میدان کی طرف نکلا — اس نے سونے کا کمر بند باندھا ہوا تھا — بہت مضبوط — اور بہت لمبا نیزہ ہاتھ میں تھامے ہوئے میدان کی طرف آیا — تیر و کمان — اور ترکش اور زہر آلود تلوار جمائل کیے ہوئے دیو کی طرح جھومتا ہوا چودہ سالہ نوجوان کے سامنے آکھڑا ہوا۔

○ دوسری طرف حضرت قاسم بن حسن علیہما السلام کے پاس کیا تھا؟ — تہہ بند باندھے ہوئے — گریبان پھٹا ہوا — اور نعلین کا تسمہ ٹوٹا ہوا — سر پر عمامہ پیوند لگا ہوا — ہاتھ میں آپ کے پاس — نہ تو سن تھا — نہ جوشن (زرہ بکتر) تھا نہ بکتر تھا — نہ خنجر تھا — نہ برچھی تھی — نہ بھالا تھا۔

اس منظر کو حضرت گلزار احمد نام صابری رحمۃ اللہ علیہ نے شاعری کی زبان میں نہایت درد بھرے انداز میں بیان کرتے لکھا ہے — فرماتے ہیں۔

اب اس کے مقابل عاشق رحمان کو دیکھو  
 سخی سلطان، لیکن بے سرو سامان کو دیکھو  
 بلا شک و شبہ ہے عظمتِ دارین پاؤں میں  
 بظاہر ہے، مگر ٹوٹی ہوئی نعلین پاؤں میں  
 بس اک تہہ بند ہے تن پر، گریباں چاک جامہ ہے  
 سرِ اقدس پہ دو گوشہ سیہ رنگت عمامہ ہے  
 نہ کاندھے پر کوئی ترکش، نہ کوئی تیر ہاتھوں میں  
 اگر کچھ ہے، تو بس دو ہاتھ کی شمشیر ہاتھوں میں  
 ازرق کے بیٹے نے آتے ہی نظروں نظروں میں سید قاسم کو تولا۔  
 مقابل آنے والے نے مقابل پر نظر ڈالی  
 وہیں سالار علیہ السلام کی آئی صدا قاسم خدا والی  
 نگاہیں چار ہوتے ہی عدو نے تیغ لہرائی  
 کہا لڑکے! سنبھل سر پر قضا آئی قضا آئی

دشمن نے نیزے کا وار کیا — آپ نے وار خالی دیا — ازرق کے بڑے بیٹے  
 نے نیزہ پھینک کر تلوار تھام لی — تلوار کا وار کیا — قاسم علیہ السلام نے ڈھال آگے  
 کر دی — ازرق کے بیٹے کے وار نے ڈھال کے دو ٹکڑے کر دیئے — اور آپ کے  
 ہاتھ کی پشت پر زخم آ گیا آپ نے دستار پھاڑ کر زخم پر پٹی باندھی — اور اپنے مد مقابل کو  
 آواز دی — ازرق کے بیٹے نے دوسری مرتبہ تلوار کا وار کرنا چاہا تو اس کا گھوڑا تیغ پاہو  
 گیا — اور وہ گھوڑے کی پشت سے نیچے گر پڑا — اس کا خود سر سے اتر گیا، جس سے



اس کے لمبے لمبے بال بکھر گئے۔  
 جناب قاسم علیہ السلام نے سُوڑنے کی پشت سے جھک کر ہاتھ بڑھایا اور اس کے بالوں کو پکڑ کر ہاتھوں میں لپیٹ لیا۔ آپ کا گھوڑا بھڑک اٹھا۔ اور اسے میدان میں دور تک گھسیٹا چلا گیا پھر آپ نے اس کے بال چھوڑ دیتے تو اسے گھوڑے نے لتاڑ ڈالا جس سے اس کا بند بند ٹوٹ گیا۔ جناب قاسم نے اس کی قیمتی تلوار اور نیزے پر قبضہ کر لیا۔ اور کھڑے ہو کر مقابلے کی دعوت دی۔ ازرق نے جب اپنے بیٹے کو ذلت سے قتل ہوتے دیکھا تو وہ زار و قطار رونے لگا۔

### دوسرا بیٹا

ازرق کے دوسرے بیٹے نے اپنے باپ کو دیکھا تو بغیر اجازت کے میدان میں پہنچ گیا۔ اور حضرت قاسم علیہ السلام سے کہا۔ اوڑ کے!۔ تو نے ایسے جوان کو قتل کیا ہے جس کی نظیر پوری ولایت شام میں نہ تھی۔ جناب قاسم علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ کے دشمن! تجھے بھی تیرے بھائی کے پاس ابھی پہنچا دیتا ہوں۔ آپ نے اس کے پہلو پر نیزہ مارا جو اس کے دوسرے پہلو کے پار نکل گیا یہ نیزہ ازرق کے بڑے بیٹے کا تھا اور بہت لمبا تھا جس پر سید قاسم نے قبضہ کر لیا تھا۔

### تیسرا بیٹا

پھر حضرت سیدنا قاسم علیہ السلام نے تیسری بار مبارزت طلب کی۔ تو اس کا تیسرا بیٹا کپڑے پھاڑ کر اور شور مچاتا ہوا اپنے باپ کے پاس جنگ کی اجازت مانگنے آیا۔ ازرق اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس لیے اس کو جنگ کی اجازت نہ

دی — اس نے اپنے باپ کی بات نہ مانی اور گھوڑے کو تازیانہ لگا کر گالیاں دیتا ہوا حضرت قاسم علیہ السلام کے سامنے آ گیا — آپ نے اس کی بے ہودہ باتیں سنیں تو اس کے پیٹ پر نیزہ مارا جو اس کی پشت سے پار ہو گیا —

### ازرق کا چوتھا بیٹا

ازرق کا تیسرا بیٹا بھی جب قتل ہو گیا تو اس نے گھوڑے سے اتر کر سر پر مٹی ڈالی — اور اسلحہ پہن کر حضرت قاسم علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گیا — اس کے چوتھے بیٹے نے باپ کو اس حال میں دیکھا تو باپ سے پوچھے بغیر گھوڑے کو ایڑی لگائی اور قاسم علیہ السلام کے سامنے پہنچ کر گالیاں بکنے لگا — آپ نے گالیاں دینے کی بجائے اسے جنگ کی دعوت دی ازرق کے بیٹے نے آپ پر نیزے کا وار کیا — تو آپ نے تلوار کا وار کر کے نیزے سمیت اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا — وہ شکست کھا کر خون سے لت پت اپنے لشکر کی طرف بھاگ گیا۔ جب وہ لشکر کے قریب پہنچا تو گھوڑے سے گر کر جہنم رسید ہو گیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۲۵ — ۳۲۶)

### حضرت قاسم — اور — ازرق پہلوان

جب شہزادہ قاسم ازرق کے چاروں بیٹوں کا خاتمہ کر چکے — تو سینہ تان کر مبارزت طلب کی — تو ازرق جس کا جہان زندگی تاریک ہو چکا تھا — انتہائی غصے سے میدان کی طرف دیکھا — اسلحہ سنبھالا تازی نژاد گھوڑے پر سوار ہو کر ہاتھی کی طرح چنگھاڑتا ہوا — منہ سے کف اڑاتا ہوا — اور ہڈیاں بکتا ہوا — غصے سے لال پیلا — اور غضب ناک ہو کر میدان میں نکلا۔

عرض بدمست ہو کر رن میں فیل بدخرام آیا  
 عدو کی فوج کا رستم برائے انتقام آیا  
 یکا یک ایک پر ادبار ہیبت چھا گئی رن میں  
 یہ ظالم رن کیا آیا، قیامت آگئی رن میں

ازرق کیا تھا؟ — ایک دیو قیامت پہلوان — ہزار جنگ جو بہادروں کے  
 برابر مانا ہوا — ایک ہیبت ناک پیل تن — مہیب اور بھیانک شکل و صورت کا  
 مالک — جسیم و کجیم، — موٹا تازہ شحیم اندام — طاقت ور — اور جنگ آزمودہ  
 پہلوان تھا — کہتے ہیں کہ

غم و غصہ سے جس دم رن میں آتا تھا  
 زمیں کے ساتھ مل کر آسمان بھی کانپ جاتا تھا

امام عالی مقام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ چودہ سالہ نوجوان کے مقابلے  
 کے لیے آنے والا — دیوپیکر مشہور زمانہ ازرق پہلوان آرہا ہے — تو سجدے میں سر  
 رکھ کر دعا مانگی — الہی! یہ ازرق شامی — بڑا مغرور — اور خود سر — تو انا —  
 جری اور بہت ستم گر اور ظالم ہے۔

اور اس کے بالمقابل قاسم — کیا ہے — ذرا سی جان، نازک اندام، بھوکا،  
 پیاسا — غریب الوطن — مسافر بے سر و ساماں، یتیم کھڑا ہے — خدا یا مدینہ کے  
 اس مسافر کو جام شہادت عطا فرمانے سے پہلے — اس کے مد مقابل پہلوان کے غرور کو  
 خاک میں ملادے — اے رب ذوالجلال — اے خالق موت و حیات میری دعا ہے

کہ

عطا کر بازوئے بے جان میں ایمان کی قوت  
اور اس کے بالمقابل چھین لے شیطان کی قوت  
بھرے میدان میں تیغ علی کی آبرو رکھ لے  
خدائے لم یزل اپنے نبی ﷺ کی آبرو رکھ لے

ازرق میدان میں پہنچ کر جناب قاسم کے سامنے کھڑا ہو گیا — اور کہنے لگا —  
اوسنگ دل لڑ کے! تو نے میرے چاروں بیٹوں کو قتل کر دیا ہے — جن کی مثال پورے  
عراق اور شام میں نہ تھی — آپ نے فرمایا غم نہ کر تجھے بھی ان کے پاس پہنچا دیتا  
ہوں — ازرق نے جناب قاسم علیہ السلام پر نیزے سے حملہ کیا — اور وہ وار پر وار  
کرتا گیا — آپ اس کا ہر وار رد کرتے گئے — یہاں تک کہ ازرق کے بارہ وار خالی  
گئے — پھر اس پلید نے غضبناک ہو کر حضرت قاسم کے گھوڑے کے پیٹ پر نیزہ مارا تو  
گھوڑا گر پڑا —

حضرت قاسم پیادہ ہو گئے — امام حسین علیہ السلام نے یہ دیکھ کر اپنا گھوڑا قاسم  
کے لیے میدان میں فوراً پہنچا دیا — سید زادہ اپنے چچا کے بھیجے ہوئے پر سوار ہوا —  
اور ازرق پر حملہ کے لیے سینہ تان لیا، ازرق جس گھوڑے پر سوار تھا اس پر سونے اور چاندی  
سے آراستہ مغربی زین رکھی ہوئی تھی۔ ازرق نے پھر قاسم پر وار کیا آپ نے اس کے پے  
در پے تین وار خالی کر دیئے —

اور پھر برق سوز ابلح کی مانند تلوار میان سے باہر نکالی اور بجلی کی طرح کڑکتے ہوئے  
نعرہ لگایا کہ اب سنبھل جا — ازرق نے اپنی تلوار جب جناب قاسم کے ہاتھ میں دیکھی تو  
کہنے لگا — اے قاسم! میں نے یہ تلوار ہزار دینار میں خریدی — اور ہزار دے کر اس

پرزہر کی پان چڑھائی — اب اسے تیرے ہاتھ سے کیسے گراؤں گا — حضرت قاسم علیہ السلام نے فرمایا — یہ تلوار تیرے بیٹے کی یادگار ہے — میں چاہتا ہوں کہ تجھے اسی تلوار سے موت کا شربت پلا کر تجھے تیرے بیٹوں کے پاس پہنچا دوں۔

پھر آپ نے فرمایا — ازرق! تو ایک سپاہی شخص ہے — کیا تیرے لیے یہ جائز تھا کہ سوار ہوتے وقت گھوڑے کے تنگ کی احتیاط نہ کرتا — یہاں تک کہ تو اس کی وجہ سے سست ہو گیا ہے اور عنقریب گھوڑے کی زین اس کی پشت سے گرنے والی ہے، ازرق نے جھک کر گھوڑے کے تنگ کو دیکھنا چاہا — تو شہزادہ قاسم نے اس کے جسم کے درمیان تلوار سے پوری طاقت کے ساتھ ایک شدید ترین ضرب لگائی جس نے اسے کاٹ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ امام پاک کی دعا اپنا کام کر گئی۔

دعائے ابن حیدر تھی، کہ حکم ذاتِ باری تھا  
لب سائل سے جو نکلا وہی فرمان جاری تھا  
خدا جانے لب تشنہ سے نکلی تھی دعا پہلے  
کہ بابِ عرش سے نکلی تھی مولا کی رضا پہلے  
ہوا اک آن میں یہ دشمنِ ایمان دو ۲ ٹکڑے  
تن باطل گرا ہو کر سرِ میدان دو ۲ ٹکڑے  
ابابیل حسینی نے یزیدی فیل کو مارا  
بہ تائیدِ الہی فوج کے سرخیل کو مارا

(گلزارِ نادمِ صابری)

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے شعر لکھا ہے فرماتے ہیں۔

اک وار سے عفریت کو دو نیم کیا تھا  
قاسم علیہ السلام نے اسے ضرب سے تقسیم کیا تھا

جناب قاسم علیہ السلام نے ازرق کا کام تمام کرنے کے بعد قلب لشکر میں گھس گئے  
اور تقریباً تیس ۳۰ پیادوں اور پچاس ۵۰ سواروں کو قتل کرتے ہوئے لشکر شام و عراق کو درہم  
برہم کر دیا۔ پھر آپ گھیرا توڑ کر باہر نکلنا چاہتے تھے کہ — عمرو بن سعید ازدی نے  
چھپ کر آپ کے سر پر وار کیا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ شیث  
بن سعد نے آپ پر نیزے کا وار کیا جو آپ کی پشت سے پار ہو گیا جس سے آپ شہید  
ہوئے۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۲۷ — سیدہ کلال — ص ۱۲۲)

### حسین قاسم کے پاس کس طرح آئے

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے — جب قاسم زخم کھا کر منہ کے بل گرے  
اور منہ سے نکلا۔

يَا عَمَّاهُ — اے میرے چچا جان! — یہ آواز سن کر —  
فَجَلَّى الْحُسَيْنُ كَمَا يُجَلَّى الصَّقَرُ — ثُمَّ شَدَّ، شِدَّةً  
لَيْثٍ اَغْضَبَ —

”(امام حسین) اس طرح جھپٹ کر آئے جیسے شاہیں آتا ہے۔ اور آپ نے  
غضب ناک شیر کی طرح حملہ کیا“ —

عمرو بن سعید ازدی پر تلوار سے حملہ کیا — اس نے تلوار کو ہاتھ سے روکا — اس  
کا ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹ گیا — وہ چلاتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا — کوفے کے

سواروں نے اس کو امام کے ہاتھوں سے بچا کر لے جانے کے لیے اپنے اپنے گھوڑے دوڑائے۔ کونے کے سواروں کے گھوڑے اس دشمن رسول کی طرف پلٹ پڑے وہ بد بخت اپنی فوج کے گھوڑوں کے سموں کے نیچے کچل کر مر گیا۔

حمید بن مسلم کا قول ہے۔ کہ جب غبار چھٹا تو میں نے دیکھا کہ حسین اس لڑکے کے سر ہانے کھڑے ہیں اور نو عمر لڑکا تڑپ رہا ہے۔ اور امام فرما رہے ہیں۔ بیٹا! جن لوگوں نے تجھے شہید کیا ہے، قیامت کے دن ان پر تیرے جدا مجد تیرے خون کا دعویٰ کریں گے ”قاسم“ تیرے چچا کے دشمن بہت ہیں اور دوست بہت کم رہ گئے ہیں۔ پھر امام نے قاسم علیہ السلام کو اٹھالیا اور سینے کے ساتھ چمٹا کر لے جا رہے تھے۔

فَكَانِي أَنْظُرُ إِلَى رَجُلِي الْغُلَامِ يَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ

”حمید کہتا ہے“۔ میں نے دیکھا حسین اس لڑکے کو سینے سے لگائے ہوئے ”جا رہے ہیں“ اور لڑکے کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوئے جا

رہے ہیں۔ (طبری ج ۶ ص ۲۵۶ — ۲۵۷ — ۲۵۸)

— علی کے بیٹے —

”مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ کے دوسرے فرزند جو دوسری ازواج کے بطون سے تھے“ نے کمال بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اپنے عظیم بھائی کے عظیم نظریات پر قربان ہو کر جانوں کے نذرانے پیش کیے۔

ترتیب واقعات شہادت

قارئین کرام! مختلف کتب سیر میں واقعات شہادت کی ترتیب مختلف ہے۔

یہاں رقمنے — حضرت عذرا حسین کاشفی حنفی رحمة اللہ علیہ نے جو اپنی کتاب روضۃ  
اشہدء میں لکھا ہے اس کو سامنے رکھ کر اور اس ترتیب پر واقعات شہادت بیان کیے ہیں۔

### ابوبکر بن علی

حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، امامِ عارفانِ مقتدا حضرت حسین علیہ السلام کے  
بھائی تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں۔ اے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم ایک غرض سے چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں کوئی تحفہ پیش کروں، لیکن سمجھ میں  
نہیں آتا تھا کہ کونسا ایسا تحفہ ہے جو آپ کی شان کے لائق ہو جو آپ کی خدمت اقدس میں  
پیش کروں۔ حضور آج میں دیکھ رہا ہوں کہ کوئی تحفہ جان سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ میں چاہتا  
ہوں یہ تحفہ اللہ کے رسول کے بیٹے کی بارگاہ میں پیش کروں۔ امام نے اجازت کے ساتھ  
ان کے لیے دعا فرمائی، وہ میدان میں پہنچے اور شیرزبان کی طرح میدان کو بزدلوں سے  
خالی کر رہے تھے۔ کہ قدامہ موصلی کے نیزے اور زجر بن بدخعی، عبداللہ بن عقیلی غنوی کے  
تیروں کا نشانہ بن کر بازار شہادت میں نقتد جاں کو فروخت کر گئے۔

(روضۃ اشہدء ص ۳۳۰)

### عمر بن علی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر بن علی میدان جنگ میں اپنے بھائی حسین سے  
اجازت لے کر آئے، اور معرکہ قتال میں ہاتھ سے تلوار چلاتے اور زبان سے مناقبِ اہل  
بیت رسول بیان فرماتے جاتے۔ زبردست جنگ کرنے کے بعد عالم ناپائیدار سے  
رخصت سفر باندھ کر گلشنِ رضائے خدائے لم یزل میں قیام فرمایا۔

نوٹ :- بعض مؤرخین کے نزدیک عمر بن علی اس جنگ میں موجود نہ تھے



## عثمان بن علی رضی اللہ عنہ

بعد ازاں۔ حضرت عثمان بن علی سبط علیہ السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے میدان میں وارد ہوئے آپ نے مردانہ وار جنگ لڑی اور دشمنوں کو شوکت و مردانگی سے ٹھنڈا کیا۔ بہت زیادہ زخم کھائے اور یزید ابٹحی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۳۰ — ۳۳۱ — ۳۳۲)

## عمون بن علی

حضرت عثمان کے بعد عمون بن علی جو نہایت خوبصورت، پاک سیرت، پاکیزہ طبیعت کے مالک نوجوان تھے۔ امام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں، بھائی جان میرے پاس مبارز طلبی کا وقت نہیں ہے، میں دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے جلدی میں ہوں۔ اجازت عطا فرمائیں۔ امام نے فرمایا برادر دشمنوں کا لشکر بہت زیادہ ہے جناب عمون نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ، شیر کو لومڑیوں کے ہجوم سے اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ عرض کرنے کے بعد گھوڑے کو ایڑی لگا کر سپاہ دشمن کے قلب پر حملہ آور ہو کر دریائے حرب و ضرب میں طاقت ور بازوں کے ساتھ غوطہ زن ہو گئے۔ ابن الحجار نے دو ہزار سوار و پیادہ کو ان کے ارد گرد پھیلا دیا، حضرت عمون نے شمشیر براں کے ساتھ ان لوگوں کو روند ڈالا اور فوج کا گھیرا توڑ کر خیمہ امام کی طرف عنان موڑ لی۔ امام نے ان کو شاباش دی اور فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت زیادہ زخمی ہو گئے ہو۔ خیمہ میں جا کر زخموں کی مرہم پٹی کر لو۔

حضرت عمون نے عرض کیا اے نواسہ رسول، اپنے نانا جان احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مجھے جنگ سے نہ روکیں کیونکہ میں پیاس کی شدت سے ہلاکت کے نزدیک ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ساقی کو ثر جنت کے شربت کا بھرا ہوا جام اپنے ہاتھوں میں لیے

ہوئے مجھے بلارہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ تیرے بابا علی امیر المومنین نے اپنے عین حیات میں جو ادھم گھوڑا تمہارے سپرد کیا تھا۔ اسے آراستہ کریں اور اس کے گلے میں گانی ڈال کر سوار ہو جائیں۔ حضرت عون نے اس گھوڑے کو تیار کیا، سوار ہوئے، زرہ پہنی اس کے اوپر سفید کپڑا ڈالا، تیغ یمانی جمائل کی، رومی نیزہ ہاتھ میں لیا اور میدان میں پہنچ گئے۔ پھر زمانے کی زبان سے صدا نکلی۔

یہ آفتاب کی صورت نکل کے کون آیا  
کہ گرم ریت کو جس نے ہے اور گرمایا  
یہ شیر! زور ہے، شیرِ خدا کے بازو کا!  
کہ جس کے آنے سے ہر اک جری ہے تھرایا

صالح بن یسار نے آپ کی طرف دیکھا تو کانپنے لگا اور اس کا دیرینہ کینہ جاگ اٹھا اس کی دشمنی کا باعث یہ تھا کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں صالح کو شرابی کی حالت میں جناب مولا علی کی عدالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے بیٹے عون کو فرمایا کہ اسے اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ، تاکہ حق تعالیٰ اسے معاف کر دے۔ حضرت عون نے اپنے والد اور حکم شرع کے مطابق اسے اسی کوڑے لگائے، جس کی وجہ سے اس شقی کے سینے میں آپ کا کینہ چھپا رہا۔

اب حضرت عون رضی اللہ عنہ میدان میں آئے تو صالح بن یسار نے انتقام کے لیے تلوار نیام سے کھینچ لی اور گالیاں بکتے ہوئے حضرت عون پر حملہ کر دیا۔ حضرت عون نے ایک ہی وار سے اسے گھوڑے سے گرا دیا۔ اس کا بھائی بدر بن بسار اپنے بھائی کا بدلہ لینے

کے لیے جناب عمون پر حملہ آور ہوا اور بدکلامی کے لیے منہ کھول ہی رہا تھا کہ آپ نے اس کے منہ پر نیزہ مارا جس کی نوک اس کی گردن کے پار نکل گئی۔ بالآخر ہزاروں سواروں نے آپ پر بیک وقت حملہ کر دیا اور خالد بن طلحہ کے نیزے کے وار سے آپ گھوڑے سے نیچے گر گئے اور زبان سے نکلا۔

”بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔“

(روضۃ الشہداء ص ۳۳۲)

- حضرت عمون بن علی کے بعد حضرت جعفر بن علی جرأت و بہادری اور شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہوئے۔
- اور حضرت جعفر کے بعد حضرت عبداللہ بن علی ایک سو ستر یزیدیوں کو جہنم رسید کرنے کے بعد ہانی بن ثویب حضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

## عملدار کر بلا

یہی عباس ہیں جن کو علمبردار کہتے ہیں  
 انہی کو ہم شبیہ حیدر کرار کہتے ہیں  
 یہی ہیں وہ جنہیں دنیا و فا کا چاند کہتی ہے  
 یہی ہیں وہ جنہیں آلِ عبا کا چاند کہتی ہے  
 یہی وہ ہیں کہ جن پر استقامت ناز کرتی ہے  
 یہی وہ ہیں کہ جن پر خود ”امامت“ ناز کرتی ہے  
 یہ عظمت کا نگینہ ہیں، یہ اُلفت کا خزینہ ہیں  
 یہ جرأت کا سفینہ ہیں یہ سقائے سیکینہ ہیں

(نادم رحمۃ اللہ علیہ)

سقائے آلِ عبا، علمدار کر بلا، حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، نہایت خوبصورت،  
 بہت جری، بہادر، شجاعت کا کوہ گراں، کشور وفا کا تاجدار۔ سلطانِ سلاطینِ محبت، زور  
 بازوئے حیدر، فدائے آلِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور طاقت ور ہاشمی جوان تھے۔ جس پر  
 سلطانِ کر بلا کو فخر و ناز تھا، آپ نے تپتے ہوئے صحرائے کر بلا میں جس طرح جواں مردی کا  
 مظاہرہ فرمایا۔ وہ رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ آپ نے حسینی علم جو در حقیقت سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت و طریقت اور اسلامی و قرآنی احکام کا علم تھا کی جس طرح حفاظت کی اور سر بلند رکھا، اس کائنات ارضی میں نظیر تلاش کرنا آسان نہیں۔

### نام و نسب

آپ کا نام نامی اسم گرامی ”عباس“ ہے۔ اور عباس کا معنی ترش رو شیر کے ہیں

الْعَبُوسُ وَالْعَبَّاسُ . الْكَثِيرُ الْعَبُوسُ — وَهُمَا مِنْ أَسْمَاءِ

الْأَسَدِ — (المنجد)

بہت زیادہ ترش رو۔ اور شیر کے ناموں میں سے ایک نام۔

اس سے معلوم ہوا کہ۔ عباس۔ خطرناک تیور والے شیر کو کہتے ہیں۔ خیال رہے۔

کہ شیر کا بچہ بھی شیر ہوتا ہے۔ عباس علی کا شیر اور علی خدا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیر

ہے۔

کنیت:۔ آپ کی کنیت ابو الفضل۔ اور۔ ابو القاسم ہے۔

والد:۔ ”علی المرتضیٰ، شیر خدا۔ اسد اللہ الغالب۔“

والدہ:۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی کنیت اُمّ البنین (بیٹوں کی ماں) اور نام فاطمہ کلابیہ

ہے۔ آپ کی اہلیہ کا نام۔ لبا بہ۔ ہے۔ اُمّ البنین کے بطن سے آپ کے سگے بھائیوں کے

نام۔ عبد اللہ، جعفر، عثمان۔ اور آپ کے بیٹوں کے نام۔ فضل، قاسم، عبید اللہ ہیں۔

القاب:۔ سقا۔ (ماشکی) اور قمر بن ہاشم۔ عملدار کر بلا۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ اُمّ البنین (فاطمہ) بنت حزام بن

خالد بن ربیعہ بن لوی بن غالب بن کعب بن عامر بن کلاب۔ آپ کی نانی کا نام لیلیٰ بنت

۱۔ میرے شیخ طریقت، شیخ الاسلام و المسلمین جو شیخ الاولیاء ہیں۔ حضرت عبید اللہ بن عباس بن علی (رضی اللہ عنہم) کی اولاد

سے ہیں۔ عباس عملدار کر بلا کے ساتھ عقیدتوں کا سینے میں ایک جہاں آباد ہے، اس کا ایک سبب یہ ایک نسبت بھی ہے۔

شہید ہے۔ اور دادی کا نام فاطمہ بنت اسد، اور دادا ابو طالب ہیں۔

ولادت:- آپ کی ولادت ۴ شعبان ۲۶ھ۔ بروز منگل۔ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ کون

عباس۔ وہ عباس۔

جس پہ شبیر کی تھی نگاہ کرم  
جس کے ہاتھوں میں تھا کربلا کا علم  
وہ تھا عباس، عباس مولا علی  
اس کو ہر چاند کہتا تھا ماہ حرم  
مان زینب علیہ السلام کا، تھا فخر سجاد کا  
جس نے توڑا تھا ہر دام صیاد کا  
جس نے دشمن کے چھکے چھڑا کے کہا  
ماشکی ہوں محمد ﷺ کی اولاد کا

نوٹ:- حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کافی دفعہ میدان کارزار میں گئے۔ کبھی کسی مجاہد کی مدد کے لیے، کبھی امام کا پیغام لے کر کبھی مجاہدین اسلام کو بے وفا اور دغا باز کو فیوں کے چنگل سے چھڑانے کے لیے اور آخری بار آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پانی کا مشکیزہ لانے کیلئے۔

امام علیہ السلام سے اجازت طلبی

حضرت عباس نے امام کی بارگاہ میں کئی مرتبہ جنگ کرنے کی اجازت چاہی لیکن امام نے انکار فرمایا۔ جب آپ کے بھائی جعفر کی شہادت ہوئی تو پھر آپ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں علم اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے۔ اور علم کو آپ کے سر ہانے کھڑا

کرتے ہوئے عرض کی اے نواسہ رسول! میری علم داری کو قیامت تک اٹھار کھیں اور مجھ پر نظر کرم عنایت فرمائیں اور میدان میں جانے کی اجازت فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے برادر تو میرے لشکر کا نشان ہے اگر تو چلا گیا تو ہر چیز بکھر جائے گی۔ حضرت عباس نے عرض کیا۔ اے ابن رسول اللہ! میری جان آپ پر قربان ہو۔ میرا دل اس دنیا سے تنگ آچکا ہے۔ اور اغیار کی ریشہ دوانیوں کے غبار سے میرے سینے کا آئینہ زنگ آلود ہو چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ستم گروں سے اپنے قریبیوں کا بدلہ لوں اور کوفے کے بد نصیبوں اور شام کے منکروں کو تیغ انتقام سے بے جان کر دوں۔ امام حسین نے فرمایا اگر تمہاری مراد یہی ہے کہ میدان جنگ میں جائیں تو پہلے ان لوگوں پر حجت قائم کر لیں اور جو کچھ میں تجھے بتاؤں وہ کہہ دیں اور اگر وہ تمہاری بات نہ سنیں تو پھر ان سے جنگ شروع کر دیں۔ پھر امام نے انہیں چند باتیں بتا کر اجازت عطا فرمادی۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۳۳)

○ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت عباس اجازت طلبی کے لیے حاضر ہوئے تو امام نے فرمایا بھائی عباس جانے سے پہلے خیمہ میں جا کر سب اہل خانہ سے مل لو۔ حضرت عباس جب خیمہ میں داخل ہوئے تو سب کا حال پیاس سے بے حال تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے پیاس، پانی، پانی کی صدا میں بلند کرنے لگے۔ آپ نے ان سب سے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ تھوڑی دیر صبر کرو۔ میں تمہارے لیے پانی لانے کے لیے جاتا ہوں۔ ابھی آپ بچوں سے باتیں کر رہے تھے کہ خیمہ کے باہر سے امام عالی مقام نے آواز دی۔

يَا عَبَّاسُ اَدْرِ كُنْبِي . اے عباس میری مدد کو پہنچو!

یہ سننا تھا کہ حضرت عباس خیمہ سے دوڑ کر باہر نکل آئے، دیکھا تو دشمن امام پر حملہ کرنے کے لیے آپ کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ حضرت عباس نے ان دشمنوں کو وہاں سے بھگایا۔ اس کے بعد آپ ایک تند و تیز گھوڑے پر سوار ہو کر مصری تلوار۔ مکی ڈھائی اور رومی خود کے ساتھ میدان میں جلوہ گر ہوئے۔ ابن حیدر کے تیور کو دیکھ کر لشکرِ اخیار میں کھلبلی مچ گئی۔ میدان میں یہ کون آتا ہے۔ کربلا کے ریگزار تم بھی دیکھو۔ فرات کے کنارو تم بھی دیکھو۔ کون آتا ہے۔

سینہ تانے ہوئے سلطانِ وفا آتا ہے  
چاند کہتی ہے جسے آلِ عبا، آتا ہے  
لوگ کہتے تھے مدینے کا نگینہ آیا  
بولی تقدیر کہ سقائے سکینہ آیا

جب آپ میدانِ جنگ میں پہنچے تو گھوڑے کی لگام کھینچ کر فرمایا۔ اے لوگو! تمہارے لیے ایک پیغام ہے۔ وہ یہ کہ۔ سلطانِ دو عالم، سید و سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی یومِ الحشر کے لختِ جگر فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بھائیوں، قریبیوں دوستوں اور بہی خواہوں کو قتل کر دیا ہے اور صحابہ کرام و تابعین کی جماعت کے کچھ بزرگانِ دین کا خون بھی خاکِ ہلاکت پر بہا دیا ہے۔ اب ہمیں تھوڑا سا پانی دے دو تا کہ بچے اور عورتیں پی لیں۔ اور ان کی پیاس کی شدت میں کمی آجائے۔ اور میرے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کرو۔ یہ جنگ کا سلسلہ بند کرو، مجھے چھوڑ دو تا کہ میں باقی ماندہ بچوں کو لے کر روم یا بلادِ ہند کی طرف چلا جاؤں۔ اگر میری بات مان لو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ قیامت کے دن تمہارے ساتھ جھگڑا نہیں کروں گا اور تمہارے اس فعل کو خدا کے سپرد کر دوں گا وہ جو چاہے



تمہارے ساتھ کرے۔

حضرت عباس نے ”بطور اتمام حجت“ یہ جگرسوز پیغام سنایا تو ابن زیاد کی فوج سے شورا اٹھا اور تمام لوگ خاموش ہو گئے۔ بعد ازاں کچھ لوگوں نے گالیاں دینا شروع کر دیں اور کچھ پشیمان ہو گئے اور ایک گروہ زار و قطار رونے لگا۔ لشکر یزید سے شمر بن ذی الجوشن، شیث بن ربیع اور حجر بن الاحجار تین اشخاص آپ کے سامنے آئے اور کہا اے ابوتراب کے بیٹے اپنے بھائی سے کہہ دے کہ اگر تمام روئے زمین پانی ہو جائے اور وہ ہمارے تصرف میں ہو تو ہم اس میں سے تمہیں ایک قطرہ بھی نہیں دیں گے مگر اس وقت تک جب تو یزید کی بیعت کرے اور ابن زیاد کا اطاعت گزار ہو جائے حضرت عباس نے ان پر نفرین کی اور واپس آ کر امام علیہ السلام کی خدمت میں جو کچھ ملعونوں سے سنا تھا عرض کر دیا۔

### عباس فرات کی طرف

امام حسین نے سر مبارک جھکا لیا اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اچانک خیموں سے فریاد و فغاں کی آواز اور پانی، پانی کی صدا میں بلند ہوئیں۔

کوئی کہتا تھا نواسہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی  
رو کے کہتا تھا کوئی ساقی کوثر پانی  
تھام کر دامن عباس سکیںہ نے کہا  
چچا اک گھونٹ ہی دے دو مجھے لا کر پانی

حضرت عباس نے اہل بیت کی چیخ و پکار اور فریاد و فغاں کو سنا تو نڈھال ہو کر امام

حسین کی جناب میں کچھ اس طرح کی عرض کنا ہوئے۔ یا امام

مجھ میں قوت نہیں، بچوں کو تڑپتے دیکھوں  
 پیاس کی حدت و شدت میں سلگتے دیکھوں  
 ہوں تو حیدر کا پسر، پر نہیں ہمت مجھ میں  
 جا کے خمیے میں سیکنہ ” کو بلکتے دیکھوں  
 ابن زہرا علیہ السلام مجھے اب دے دو اجازت تاکہ  
 خود پہ نیزوں کی سانوں کو برستے دیکھوں

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مشکیزہ اور دو لوٹے اٹھائے اور نیزہ تان کر  
 دریائے فرات کی طرف رخ کر لیا۔ خیموں کے پاسبان اور اپنے علمدار بھائی کو قتل کی  
 طرف جاتے دیکھ کر امام حسین نے فرمایا ہوگا۔

رک جا اے آل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سکندر رک جا  
 آگ سے مانگ نہ پانی اے برادر رک جا  
 وعدہ کرتا ہوں نہ مانگے کی سیکنہ پانی  
 واپس آ جا مرے بھائی مرے دلبر رک جا

مفسر قرآن، ہرات کے حنفی بادشاہوں کے خطیب ملا حسین کاشفی روضۃ الشہداء  
 کے صفحہ ۳۳۳ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عباس نے جواباً عرض کیا۔

”گفت میردم تا آ بے بروئے کار باز آرم، یاد در دریائے خون غرقہ کردم و از  
 تشنہ بودن و تشنہ دیدن و انفاں تشنگان شنیدن باز رہم۔“  
 یعنی

”میں جاتا ہوں۔ یا تو پانی لے کر واپس آؤں گا یا دریائے خون میں غرق ہو

جاؤں گا تا کہ پیاسوں کی فریاد و فغاں سننے سے بچ جاؤں۔“

یا تو اب پانی سکینہ کے لیے لاؤں گا

یا پھر اس خون کے دریا میں اتر جاؤں گا

جب آپ فرات کے قریب پہنچے تو نہر فرات پر چار ہزار افراد کا پہرہ تھا اور دو ہزار

لشکر یوں نے راستہ روک رکھا تھا۔ آپ نے انہیں فرمایا۔ اے لوگو! تم مسلمان ہو یا کافر؟

لوگوں نے کہا ہم مسلمان ہیں۔ حضرت عباس نے فرمایا۔ مسلمانی میں یہ کہاں جائز ہے کہ

کتے، سور، درندے اور چرند، پرند تمام پانی پیئیں اور تم لوگ اولاد رسول اور زہراء بتول کے

جگر کے ٹکڑوں کو پانی سے محروم کر دو۔ مدینے کے مسافروں کو پانی سے روکنے والو۔ قیامت

کی پیاس سے ڈرو۔

فرات کے محافظوں نے آپ کے یہ کلمات سننے تو ان میں سے پانچ سو سواروں اور

پیادوں نے آپ پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ اس پر جناب عباس نے منہ کے سامنے

ڈھال کر لی اور نیزے کو گھوڑے کی کنوتیوں پر سیدھا کر لیا اور فوج یزید پر حملہ کر دیا۔ اور

پہلے ہی حملے میں اسی ۱۸۰ افراد کو ڈھیر کر دیا اور باقی ماندہ لشکر کو مار بھگا یا اور اپنا گھوڑا پانی میں

اتار دیا۔ اسی اثناء میں یزیدی لشکر کے سواروں نے واپس آ کر آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے

گھوڑا پانی سے باہر نکالا اور رجز خوانی کرتے ہوئے ان پر بھرپور حملہ کر دیا۔

لوگ آپ کے نیزے سے ڈرنے لگے اور آپ کی تلوار سے خوف زدہ ہو گئے آپ

نے دوسری مرتبہ گھوڑے کو ایڑی لگائی اور فرات کی طرف منہ کر لیا۔ یزیدیوں نے دوسری

مرتبہ ایک ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ پھر کیا تھا۔ آپ جس طرف رخ کرتے یزیدی

ادھر سے ادھر بھاگ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ فرات کے کنارے پہنچ کر رک گئے

اور گھوڑے سے اتر کر مشک کو پانی سے بھر لیا۔ اور پھر آپ نے خود پانی پینا چاہا تو آپ کو امامِ عالی مقام کے بچوں اور عورتوں کی پیاس یاد آگئی اور آپ پانی پئے بغیر گھوڑے پر سوار ہو گئے اور مشک کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ یزیدی سواروں نے آپ کا راستہ روکا۔ آپ نے ان سے جنگ شروع کر دی اور مشک کی حفاظت بھی۔ اچانک نوفل بن ازرق چھپ چھپا کر بے خبری میں آپ تک پہنچ گیا۔ آپ اس وقت دوسروں کے ساتھ مصروف کارزار تھے کہ اس بد بخت نے آپ پر وار کیا جس سے آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ حضرت عباس نے انتہائی جرأت و مردانگی سے کام لیتے ہوئے بائیں کاندھے پر مشک ڈال لی آپ پر لاتعداد تیر برس رہے تھے کہ عبد اللہ بن شہاب کلبی بقول بعض حکیم بن طفیل نے حملہ کر کے آپ کا بائیں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ ابی مخنف نے عبد اللہ بن یزید شیبانی کا نام لکھا ہے۔ جب آپ کا بائیں ہاتھ بھی کٹ گیا تو آپ نے مشک دانتوں میں تھام لی۔ اچانک مشک پر ایک تیر آگیا اور مشک میں سوراخ ہونے کی وجہ سے تمام پانی زمین پر بہ گیا۔ حضرت عباس نے زبان حال سے کہا۔۔۔۔۔ کیا حکمت ہے کہ پانی ہمارے پیاسوں کے حلق تک نہیں پہنچ سکا۔ منادی نے غیب سے آواز دی۔ کہ آپ لوگوں کے لیے بہشت کا شربت تیار کیا گیا ہے۔ مناسب نہ تھا کہ آپ پانی سے ہونٹ تر کرتے۔

○ ادھر سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا یہ دعا مانگتی ہوئی ۔

سدا زندہ رہے مولا مرا چچا علم والا  
سلامت لوٹ کر خیموں میں آجائے حرم والا

(نادم صابری)

لیکن میدان کارزار میں یہ تھا کہ ۔

صراحی چین کی ضرب قضا نے توڑ کر رکھ دی  
کمر ابن علیؑ کی ماشکی نے توڑ کر رکھ دی

(دائم اقبال)

وہ کیسا المناک منظر تھا کہ بازو کٹ چکے ہیں۔ مدافعت کر نہیں سکتے۔ خیمہ گاہ کی طرف بھاگنا بھی نہیں چاہتے۔ حسینی علم کو سینے سے چمٹا لیا اور میدان میں ٹھہرے رہے۔ جب زخم پہ زخم کھا کر زمین پر گرے۔ تو کہا:

يَا أَخَاهُ أَدْرِكُ أَخَاكَ . (روضۃ الشہداء ص ۳۳۶)

اے بھائی ”حسین رضی اللہ عنہ“ اپنے بھائی کی امداد کو پہنچو۔ حضرت عباس کی آواز جب امام کے کانوں تک پہنچی تو آپ جان گئے کہ عباس شہادت کا جام پینے والے ہیں۔ امام حسین نے یہ سن کر ایک آہ کھینچی کہ اس کی ہیبت سے زمین کر بلا کانپ اٹھی۔ اور فرمایا!

”أَلَا نَأْنَسَرَ ظَهْرِي وَقُلْتُ حِيلَتِي“ (روضۃ الشہداء ص ۳۳۶)

اب میری کمر ٹوٹ گئی اور چارہ جوئی میں کمی آگئی۔

جب امام حسین اپنے بھائی کی طرف چلے تو رستے میں بھائی کے کٹے ہوئے ہاتھوں پر نظر پڑی تو آپ نے ان کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ جب زخموں سے چور بھائی کے قریب پہنچے تو فرمایا۔

وَأَخَاهُ — اے بھائی —

وَأَعْبَاسَاهُ — ہائے میرے عباس۔

اے میرے دل کے سکون — اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک — اے بے

یار و مددگار —

يَعِزُّ عَلَيَّ فِرَاقُكَ —

ارے تیری جدائی میرے لیے سب کی جدائی سے زیادہ شاق ہے —

كَسَرُوا بِقَتْلِكَ ظَهْرَ سِبْطِ مُحَمَّدٍ . (ذکر العباس ص ۲۹۴/۲۹۵)

اے عباس! دشمنوں نے تجھے قتل کر کے سبط محمد (حسین رضی اللہ عنہ) کی کمر توڑ دی۔

اس کے بعد آپ نے ارادہ فرمایا کہ عباس کو اٹھا کر خیمے میں لے جاؤں۔ پھر جناب عباس کو محسوس ہوا کہ مجھے اٹھایا جا رہا ہے۔ آپ نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور ادب سے پوچھا میرے سرور، میرے بھائی یہ آپ کیا کرنے لگے ہیں۔ امام نے فرمایا ارادہ ہے، مرے بھائی اٹھا کر لے چلوں تجھ کو طرف خیموں کی کندھوں پر بٹھا کر لے چلوں تجھ کو تاکہ مدینے کے تاجدار کی بیٹیاں، اور حرم رسول کی مخدرات بھی تجھے اس حالت میں دیکھ لیں کیا بتاؤں اے عباس کہ

برادر جب سکینے رو کے تیرا نام لیتی ہے  
تو خیمے میں کھڑی ہو کر کٹورا تھام لیتی ہے

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے امام کی خدمت میں عرض کیا۔ اے میرے عظیم بھائی۔ میں آپ کو آپ کے نانا جان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ مجھے خیمہ میں نہ لے جائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا بھائی وہ کیوں۔ جناب عباس نے عرض کی۔

لَا اِنِّي مُسْتَحْيٍ مِنْ ابْنَتِكَ سَكِينَةَ — (ذکر العباس ص ۲۹۴، ۲۹۵)

اس لیے کہ مجھے آپ کی بیٹی سکینے سے حیا آتی ہے۔

کیونکہ میں اس سے وعدہ کر کے آیا تھا۔ کہ تیرے لیے پانی لاؤں گا۔ چونکہ میں وعدہ پورا نہیں کر سکا۔ اس لیے میں اس کے سامنے جانا نہیں چاہتا۔ اسی دوران عباس

دارفانی سے داربقا کی طرف کوچ کر گئے۔

فَبَكِيَ الْحُسَيْنُ لِقَتْلِهِ الْعَبَّاسَ بُكَاءً شَدِيدًا .

(حیات النبیؐ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار ص ۸۰۸)

پس امام حسین شہادت عباس پر پھوٹ پھوٹ کر روئے۔

اور آپ کے ساتھ ساتھ کربلا کی زمین بھی روئی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے

جانباز اور وفادار بھائی کی نعش نہر فرات کے کنارے چھوڑ کر اور کمر پر ہاتھ رکھ کر واپس آ گئے۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ امام حسین علیہ السلام حضرت عباس کے جسم اطہر کو جس کا بند بند

جدا تھا کو میدان میں چھوڑ کر آستین سے آنسو پونچھتے ہوئے خیمہ میں واپس آئے۔ جیسے ہی

آپ خیمہ کے قریب پہنچے تو جناب سکینہ دوڑ کر آئیں اور قریب آ کر کہنے لگیں۔ باباجان! —

هَلْ لَكَ عِلْمٌ بِعَمِّي الْعَبَّاسِ . (ذکر العباس ص ۲۹۹)

آپ کو میرے چچا عباس کا علم ہے کہ وہ کہاں ہیں؟

اباجان میں نے ان کو پانی لانے کو کہا تھا وہ اب تک پلٹ کر نہیں آئے بابا —

وہ تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے تھے — یہ سن کر امام حسین بے ساختہ رو پڑے اور

فرمایا۔

اے سکینہ ”دیکھ مقتل کی طرف رخ موڑ کر

چل بسا عباس بھی مجھ کو اکیلا چھوڑ کر

تھے ترے چچا کے بیٹی، منتظر شیر خدا

جانب جنت گیا میری کمر کو توڑ کر

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

۱۔ بوقت شہادت حضرت عباس کی عمر شریف ۳۴ سال تھی۔

## شبیبہ رسول — علی اکبر

علی اکبر، امام الاولیاء کا نوجواں بیٹا  
 علی اکبر، شہیدِ کربلا کا پاسباں بیٹا  
 علی اکبر، دلِ حیدر، جگر بند نبی اکرم ﷺ  
 علی اکبر، دمِ زہراء شبیبہ سرورِ عالم ﷺ  
 علی اکبر، گلستانِ نبی ﷺ کا بہترین غنچہ  
 علی اکبر، ریاضِ خلد کا سب سے حسین غنچہ  
 علی اکبر، مبشرِ کربلا کے جانبازوں کا  
 علی اکبر، مؤذنِ عشقِ آسودہ نمازوں کا

(حضرت گلزار احمد نام صابری رحمۃ اللہ علیہ)

### علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت

خیال رہے کہ بعض مؤرخین نے حضرت علی اکبر بن حسین کی شہادت سب سے پہلے  
 لکھی ہے۔ لیکن میں علامہ حسین کا شفی رحمۃ اللہ علیہ کی ترتیب کے مطابق حضرت عباس کی  
 شہادت کے بعد حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت لکھ رہا ہوں۔



علی اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت علی اکبر امام حسین علیہ السلام کے بڑے فرزند ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام اُمّ لیلیٰ بنت مرہ ہے (یا صرف لیلیٰ بنت مرہ ہے) آپ نہایت خوبرو، اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک اور ہم شکل رسول، شبیہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القاب سے مشہور تھے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ حضرت عباس کی شہادت کے بعد امام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ دوستوں، بھائیوں اور اقرباء میں سے کوئی شخص باقی نہیں رہا تو آپ نے مسلح ہو کر میدان میں جانا چاہا تو علی آگے بڑھ کر آپ کے ساتھ لپٹ گئے اور عرض کی ابا جان آپ مقتل کی طرف ہرگز نہ جائیں۔ کیونکہ میں آپ کے بغیر ایک دن اور ایک ساعت بھی اس دنیائے ناپائیدار میں رہنا گوارا نہیں کرتا اور میری موجودگی میں آپ رن میں جائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں بھی شہادت کی تمنا رکھتا ہوں کہ دین رسول کی سر بلندی کے لیے، اسلام کی آبرو، قرآن کی عظمت و صداقت کا علم بلند رکھنے کے لیے جان کا نذرانہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں مجھے پیش کرنے کی اجازت فرمائیں۔

مری یہ حسرتیں ہونے نہ دو پامال رک جاؤ  
تمہیں ناموس حیدر علیہ السلام کی قسم فی الحال رک جاؤ

(نادم صابری)

بابا جان! آج آپ کا منصب جام شہادت کے ساقی کا ہے۔ بندہ پرور۔  
مے پر کیف بھر بھر کے پلانا کار ساقی ہے  
جو گر جائے اسے بڑھ کے اٹھانا کار ساقی ہے

(نادم صابری)

اے ساقی کوثر کے ساقی بیٹے، پہلے ہمیں جام شہادت پینے کی اجازت دو۔

نہ ہم جب تک فدا ہوں آپ کا جینا مناسب  
پلا کر سب کو پھر سرکار کا پینا مناسب

(نادم صابری)

آپ تھوڑی دیر کے لیے رک جائیں تاکہ میں اپنی جان آپ کے قدموں پر قربان کر  
دوں۔ علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ جب باپ بیٹے کے درمیان یہ بات ہو رہی تھی تو آپ کی  
ہمشیرگان اور بیٹیاں خیموں سے باہر نکل آئیں اور علی اکبر سے لپٹ کر جنگ سے روکنے کے  
لیے منت سماجت کرنے لگیں، امام حسین نے جب محذرات عصمت و طہارت کا یہ حال دیکھا  
تو اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت علی نے جب یہ دیکھا تو زار و قطار روتے ہوئے  
اپنے والد مکرم کو بہت بڑی قسم دی۔

کہا روتے ہوئے بابا! اجازت دو اجازت دو  
بنام احمد رضی اللہ عنہ مرسل مجھے اذن شہادت دو  
میں رن کی سختیوں سے ڈر کے اپنا منہ نہ موڑوں گا  
رضا و صبر کا دامن قیامت تک نہ چھوڑوں گا

(نادم صابری)

سیدنا امام عالی مقام نے اپنے بیٹے کا حد سے بڑھ کر اصرار دیکھا تو اپنے ہاتھوں  
سے انہیں مسلح کیا اور اپنے گھوڑے عقاب پر سوار فرمایا۔ جناب علی اکبر کی والدہ محترمہ اور  
بہنیں ان کی رکاب اور عنان سے لپٹ کر رونے لگیں۔ یہ دیکھ امام علیہ السلام نے فرمایا اس  
سے اپنے ہاتھ ہٹالو۔ کیونکہ یہ سفر آخرت کا عزم کر چکا ہے۔ جب شہزادہ علی اکبر تیار ہو کر  
میدان کی طرف چلے تو امام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔ اے میرے خدائے لم  
یزل میں اپنے اس بیٹے کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ جو رفتار و گفتار اور سیرت و صورت میں

تیرے رسول کے مشابہ ہے۔

وَ كُنَّا إِذَا اسْتَقْنَا إِلَى زِيَارَةِ نَبِيِّكَ نَنْظُرُنَا إِلَيْهِ أَيْ وَجْهَهُ .

جب ہم تیرے رسول کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو اس کے رخ انور

کی طرف دیکھ لیتے ہیں۔ (الحیات النبی ج ۲ ص ۲۹۳)

سیدنا علی اکبر نے سب کو الوداع کہا اور میدان جنگ کی طرف تشریف لے گئے،

علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ آپ اٹھارہ سالہ نوجوان تھے۔ آپ کا رخ انور آفتاب کی مانند اور

زلفیں مشک ناب کی طرح تھیں۔ خَلْقٌ وَ خُلُقٌ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

ان سے زیادہ مشابہ کوئی نہ تھا۔ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے تو مقام معرکہ آپ کے

رخساروں کی شعاعوں سے منور ہو گیا۔

ابن سعد کے لشکر نے علی اکبر کے حسن و جمال سے حیران ہو کر ابن سعد سے پوچھا۔

یہ پیکر حسن جمال نوجوان کون ہے؟ جس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تو ہمیں یہاں لے

کر آیا ہے۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۳۷)

یہ آ رہا ہے، جو بن سنور کے

یہ کون میدان میں آ رہا ہے

یہ چاند کس کا ہے دیکھ کر

جس کو چاند چہرہ چھپا رہا ہے

جبیں اقدس دمک رہی ہے

سنان نیزہ چمک رہی ہے

لرز رہی ہے زمین کربل  
یہ کون نعرے لگا رہا ہے  
یہ کون مرد مدینہ آیا؟  
رخِ قضاء پہ پسینہ آیا؟  
یہ کون صفا ہے تانے سینہ؟  
جلالِ حیدر دکھا رہا ہے

عمر بن سعد نے اپنے بعض لشکریوں کے بار بار پوچھنے پر ندامت اور شرمندگی کے ساتھ کہا، یہ حسین کا بیٹا ہے۔ جو شکل و شمائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتا ہے۔ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل مدینہ پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شوق غالب آتا تو وہ شہزادہ علی اکبر کو دیکھ کر آنکھوں کی پیاس بجھا لیتے اور جب سرکار علیہ السلام کی گفتگو کا شوق ہوتا تو علی اکبر کی میٹھی میٹھی باتیں سن لیا کرتے تھے۔ (روضۃ الشہداء، ۳۳۷)

ہاں! تو بات یہ چل رہی تھی کہ عمر بن سعد نے ان کو بتایا کہ یہ نوجوان امام کا لخت جگر ہے تو میدان میں سناٹا چھا گیا۔ کئی نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔

کربلا کی فضاؤں نے پورے حسین کو دیکھ کر اس طرح کا نغمہ سنایا ہوگا۔

اے جمال رسول ﷺ کہیے  
علیؑ کے گلشن کا پھول کہیے  
چراغِ حرم بتول کہیے  
جو دن میں برچھی ہلا رہا ہے

جوان و دلبر، دلیر ہے یہ  
 علیؑ کے جنگل کا شیر ہے یہ •  
 اجل کی آنکھوں میں آنکھ ڈالے  
 نبی کا پرچم اڑا رہا ہے  
 جو وار ہو گا شدید ہو گا  
 وہ اپنے رنگ میں جدید ہو گا  
 زبان پہ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ہو گا  
 اٹھا کے نیزہ وہ آ رہا ہے

جب حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر جولانیاں دکھاتے ہوئے میدان میں

وارد ہوئے تو آپ کی زبان پر یہ رجز یہ اشعار تھے۔

أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ

نَحْنُ وَبَيْتِ اللَّهِ أَوْلَىٰ بِالنَّبِيِّ

(لوگو! سن لو) میں علی (اکبر) بن حسین بن علی المرتضیٰ ہوں۔ بیت اللہ

شریف کی قسم ہم لوگ رسول دو جہاں کے بہت زیادہ قریبی ہیں۔

تَاللَّهِ لَا يَحْكُمُ فِينَا ابْنُ الدَّاعِي

كَيْفَ تَرَوْنَ الْيَوْمَ سَتْرِي عَنْ أَبِي

خدا کی قسم! حرامی کا بیٹا ہم پر حکومت نہ کرے گا، تم دیکھو گے آج میں اپنے

باپ کا دفاع کیسے کرتا ہوں۔

مفسر قرآن علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سوانح  
کربلا کے صفحہ نمبر ۱۱۵ پر رجز کا پہلا شعر اس طرح لکھا ہے۔

أَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ

نَحْنُ أَهْلُ الْبَيْتِ أَوْلَىٰ بِالنَّبِيِّ

میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ ہم اہل بیت نبی کے زیادہ قریب ہیں۔

طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۶ پر رجز کے پہلے شعر مصرعہ ثانی پر اس طرح ہے۔

نَحْنُ وَرَبِّ الْبَيْتِ أَوْلَىٰ بِالنَّبِيِّ .

رب کعبہ کی قسم ہم نبی علیہ السلام کے قریب تر ہیں۔

اس رجز میں ایک شعر جو تمام کتب میں موجود ہے۔

تَاللَّهِ لَا يَحْكُمُ فِينَا بِنُ الدَّعَى .

خدا کی قسم! ہمارے بارے میں فیصلہ حرام زادے کی اولاد ہرگز نہیں کر سکتی۔

یعنی ہم پر حرامی لوگ حکومت نہیں کر سکتے۔

### الدعی کا معنی

الدَّعَى . الْمُتَّهَمُ فِي نَسْبِهِ . الَّذِي يَدَّعَى . إِلَىٰ غَيْرِ أَبِيهِ —

(النجد: ص ۲۱۶۔ مطبوعہ بیروت لبنان)

الدعی۔ جس کے نسب میں تہمت لگائی گئی ہو۔ باپ کے علاوہ کسی اور کی

طرف منسوب ہونے کے معنوں میں آتا ہے۔

سیدنا علی اکبر کا یہ انداز رجز، دوسرے شہدائے کربلا سے ذرا الگ ہے دوسرے

شہداء کے رجز میں عرب کے بہادروں کے معمول کے مطابق اپنی شجاعت کا اظہار اور امام

علیہ السلام سے اپنے پیمان وفا کی تجدید اور اقرار پر قائم رہنے کا اعلان کیا تھا، لیکن علی اکبر

کے اشعار رجز میں ایک خاص قسم کو فیوں کے دل و دماغ جو دنیا مردار کی بدبو سے مفلوج ہو چکے نہ سمجھ سکے۔ بات تو صرف اتنی تھی کہ مجہول النسب لوگ دین اسلام کی شوکت کو مٹا کر رکھ دیں گے۔ اور روایت میں آتا ہے کہ آپ یہ رجز بار بار پڑھتے تھے۔ جب بھی حملہ کرتے آپ کی زبان پر یہی رجز کے اشعار ہوتے۔ اور الداعی سے مراد عبید اللہ بن زیاد ہے اور اس کی طرف اشارہ ہے۔

مفسر قرآن مراد آبادی سید فرماتے ہیں۔ عالی وقار شہزادے نے جب مبارز طلب فرمایا تو دشمنوں کی صف میں کسی کو جنبش نہ ہوئی اور نہ کسی بہادر کا قدم آگے بڑھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا گلہ ہے۔ جو دم بخود اور ساکت ہے۔ حضرت علی اکبر نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا: اے ظالمانِ جفاکش اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو، زور بازو علی دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ۔ مگر کس کو ہمت تھی کہ آگے بڑھتا۔ کس کے دل میں تاب و تواں تھی شیرِ ثیاں کے سامنے آتا۔

(سوانح کربلا ص ۱۱۶، ۱۱۷)

### پہلا حملہ

علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ شہزادے نے ہر چند مقابلے کی دعوت دی، لیکن کوئی شخص مقابلے کے لیے نہ آیا تو آپ نے دشمنوں کے لشکر پر حملہ کر دیا اور پھر ایسے تابڑ توڑ حملے کیے کہ دشمنوں کے لشکر میں شور برپا ہو گیا اور یزیدی فوج کو تھکا کر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے آپ اپنے والد ذی وقار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

يَا اَتَبَاهُ ذَبَحْنِي الْعَطَشُ وَ اَثْقَلَنِي الْحَدِيدُ . فَهَلْ اِلَى شُرْبَةِ مَاءٍ

مِنْ سَبِيلٍ . (روضۃ الشہداء ص ۳۲۸)

اے ابا جان مجھے پیاس نے ہلاک کر دیا۔ اور آہنی اسلحہ مجھ پر بوجھ بن گیا ہے۔ آپ کسی طرح مجھے پانی پلا سکتے ہیں؟

اگر پانی کا ایک قطرہ میرے حلق میں پہنچ جائے تو میں اس فوج کو ہلاک کر دوں۔ امام نے شہزادے کو اپنے قریب کر کے ہونٹوں اور چہرے کا غبار صاف کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی مبارک ان کے منہ میں رکھ دی، جسے چوسنے سے ان کی پیاس بجھ گئی اور سکون حاصل ہو گیا۔

### دوسرا حملہ

آپ جب دوسری مرتبہ حملہ آور ہوئے تو عمرو ابن سعد نے طارق بن شیت سے کہا۔ جا کر ابن حسین کا کام تمام کر دے۔ میں ابن زیاد سے تجھے رقعہ اور موصل کی حکومت لے دوں گا۔ طارق نے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو قتل کر دوں اور تو اپنا وعدہ پورا نہ کرے؟ ابن سعد نے کہا! میں قسم کھاتا ہوں کہ اس قول سے نہیں پھروں گا۔ اور یہ میری انگوٹھی لے کر پہن لے۔ طارق نے انگوٹھی پہنی، رقعہ اور موصل کی حکومت کی امید پر مسلح ہو کر علی اکبر سے جنگ کے لیے میدان میں آ گیا اور آتے ہی علی اکبر پر نیزے کا وار کیا۔ آپ نے وار خالی دیا اور اپنا نیزہ اس کے سینے میں مارا جس کی نوک دو بالشت اس کی پشت سے پار نکل گئی وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا عمر بن طارق میدان میں آیا اور علی اکبر کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا دوسرا بیٹا طلحہ بن طارق اپنے بھائی اور باپ کے غم میں جلا ہوا میدان میں آیا اور علی اکبر کے سامنے پہنچ گیا۔ آپ نے اسے گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو وہ گھوڑے سے الٹ گیا۔ شہزادے نے ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن کو پکڑ کر اس طرح مروڑا دیا کہ اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ



گھوڑے سے گر کر مر گیا۔

○ علی اکبر کی شجاعت دیکھ کر ابن سعد کے لشکر میں شور مچ گیا۔ ابن سعد نے خوف زدہ ہو کر ایک بہت بڑے پہلوان مصرع بن غالب کی منت کی کہ اس ہاشمی جوان کو روک۔ مصرع لعین آپ کے سامنے آیا اور گرما گرم آپ پر نیزے کے ساتھ حملہ کیا۔ علی اکبر نے اپنے آباء سے میراث میں ملنے والی شجاعت سے نعرہ لگایا تو یزیدی فوج آپ کے ہولناک نعرے سے ڈر گئی۔ آپ نے مصرع کے نیزے پر تلوار کا وار کر کے اسے قلم کر دیا مصرع نے چاہا کہ آپ پر تلوار کا وار کرے اتنے میں آپ نے خدا کو یاد کیا اور رسول خدا پر درود بھیجا اور اس کے سر پر تلوار کی ایسی ضرب لگائی جو اسے زین سمیت دو حصوں میں تقسیم کر گئی۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۳۸)

○ طبری، البدایہ، تاریخ کامل میں یہ روایت آئی ہے کہ مرہ بن منقذ عبدی نے شہزادہ علی اکبر کی طرف دیکھ کر کہا کہ جوان میری طرف اسی طرح لڑتا ہوا اور یہی رجز پڑھتا ہوا گزرے اور میں اس کے باپ کو اس کے غم میں نہ رلاؤں تو سارے عرب کی مجھ پر پھٹکار ہو۔! علی اکبر اسی طرح شمشیر زنی کرتے ہوئے اس کے قریب سے گزرے تو مرہ نے سامنے آ کر (بعض نے پیچھے سے لکھا ہے) برچھی ماری جس سے آپ گر پڑے۔

فَقَطَعُوهُ بِأَسْيَافِهِمْ - (طبری جلد ۶ ص ۲۵۶)

”دشمنوں نے آپ کو گھیر کر“ تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

○ حمید بن مسلم ازدی کہتا ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ امام حسین کہہ رہے

تھے۔ اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو فنا کرے۔ جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ یہ لوگ

اللہ اور رسول کی حدود کو توڑنے اور اس کی حرمتوں کو پامال کرنے میں کتنے بے باک

ہیں۔

عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَاءُ . (طبری جلد ۶ ص ۲۵۶)

بس تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔

بقول حمید بن مسلم۔ کہ ایک نورانی چہرے والی بی بی بی دوڑ کر خیمے سے باہر نکل آئیں۔  
اور وہ روتی ہوئی یہ کہہ رہی تھیں۔

يَا اٰخِيَاهُ وَيَا ابْنَ اٰخَاهُ . (طبری جلد ۶ ص ۲۵۶)

ہائے میرے بھائی ہائے میرے بھتیجے۔

پوچھنے پر معلوم ہوا یہ پاک بی بی زینب بنت فاطمہ بنت رسول خدا ہیں۔

فَجَاءَتْ حَتَّى أَكْبَتْ عَلَيْهِ . (طبری جلد ۶ ص ۲۵۶)

وہ آئیں اور علی اکبر کی لاش پر گر پڑیں۔

یہ دیکھ کر امام حسین علیہ السلام ان کے ہاتھ تھام کر خیمہ میں لے گئے۔

○ علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ جب آپ گریے تو امام نے ان کا سراپنی گود میں لے کر فرمایا۔ بیٹے اپنے باپ سے کوئی بات کرو۔ علی اکبر نے آنکھیں کھول کر اپنے سر کو باپ کی آغوش میں دیکھا تو کہا۔ ابا جان میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور حوریں شربت کے جام ہاتھوں میں لیے مجھے بلارہی ہیں۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۶۰)

○ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ امام حسین اپنے بیٹے کی جنگ دیکھ رہے تھے۔ جب علی اکبر دشمن کے درمیان گھر گئے اور امام کی نظروں سے غائب ہوئے تو امام حسین ان کا حال جاننے کے لیے ان کے پیچھے آئے اور علی اکبر کو آواز دی۔ علی اکبر نے کہا:

”يَا اَبْتَاهُ اَدْرِ كُنِي“ (روضۃ الشہداء ص ۳۶۰)

اے بابا جان میری امداد کو پہنچو۔

امام حسین نے اپنا گھوڑا اس آواز کے پیچھے دوڑایا۔ اور علی اکبر کو آواز دی۔ علی اکبر

نے پھر یہی کہا۔ اے ابا جان۔

اَدْرِ كُنِي ۔

امام حسین جدھر سے آواز آتی تھی ادھر گئے، لیکن حضرت علی اکبر نظر نہ آئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے سر پر زخم لگا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ گھوڑے پر اوندھے ہو گئے تھے اور زین کو تھام کر لگام چھوڑ دی تھی۔ گھوڑا آپ کو ایسی جگہ پر لے گیا تھا جو امام کی لشکرگاہ سے ہٹ کر تھی، جب گھوڑا تھوڑی دور گیا تو جناب علی اکبر نیچے گر پڑے اور گھوڑا میدان کی طرف چلا گیا۔ ادھر امام نے علی اکبر کو آواز دی جو اب نہ آیا تو ٹڈیال ہو گئے۔ پھر آپ نے صف لشکر کو چیر ڈالا۔ مگر علی اکبر نظر نہ آئے۔ امام کے گھوڑے نے ابن سعد کے لشکر سے ہٹ کر صحرا کی طرف رخ کر لیا۔ امام نے اسے ہر چند اس کی لگام کھینچ کر روکا۔ مگر گھوڑا نہ رکا۔ یہاں تک میدان سے تھوڑی دور جا کر آپ نے علی اکبر کو پھر آواز دے کر پکارا۔ اور زبان

حال سے فرمایا

مرے پسر، مرے لخت جگر علی اکبر

کہاں گرے ہو، پڑے ہو کدھر علی اکبر

پکارو! بابا کو پھر سے یہ کہہ کے اَدْرِ كُنِي

میں آ گیا ہوں اے نور نظر علی اکبر

اسی اثناء میں امام علیہ السلام کی نظر علی اکبر کے گھوڑے پر پڑ گئی۔ مگر حضرت علی اکبر

نظر نہ آئے۔ آپ نے گھوڑے کو پکڑنا چاہا تو اس نے صحرا کی طرف رخ کر لیا۔ امام اس کے پیچھے چل پڑے، گھوڑا ایک مقام پر جا کر رک گیا۔ امام عالی مقام نے نگاہ کی تو علی اکبر کو گرے ہوئے پایا۔ امام اسی وقت گھوڑے سے اترے اور علی اکبر کے پاس بیٹھ کر اپنا ہاتھ ان کی پیشانی پر رکھ دیا۔ حضرت علی اکبر نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اپنے والد محترم کو اپنے قریب بیٹھا ہوا پایا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹا کیا چیز دیکھ رہے ہو۔ عرض کی ابا جان مبارک ہو۔ میں نے دیکھا کہ میرے جد امجد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں شراب بہشت کے دو پیالے لیے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک پیالہ آپ نے مجھے عطا کر کے فرمایا پی لے۔ میں نے عرض کی کہ دونوں پیالے مجھے عطا فرمادیں میں بہت پیاسا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے علی تو یہ پیالہ پی لے۔ کیونکہ دوسرا تیرے ابا جان کے لیے ہے۔ وہ بھی تشنگی کے عالم میں میرے پاس آرہا ہے۔ علی اکبر نے یہ بات مکمل کی اور جان، جان آفریں کے سپر کردی۔ امام حسین نے انہیں عقاب گھوڑے پر باندھا اور خیموں کی طرف چل پڑے۔ امام کو اس حالت میں آتا دیکھ کر محذرات حجرات عصمت و طہارت پر کیا گزری ہوگی۔

کہا ماں اُمّ لیلیٰ نے شبیہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا  
 کہا زینبؓ نے سر پر سرخ سہرے کو سجا آیا  
 سکیں کہہ رہی ہو گی میرے بھائی علی اکبر  
 میں واری کس شقی نے گرز ماری ہے، تیرے سر پر  
 مدینے میں تیری ہمیشہ صغریٰ رو رہی ہو گی  
 وہ دامن، پاک دامن آنسوؤں سے دھورہی ہو گی

تری اکبر جدائی کا ابھی تک ہے بخار اس کو  
 اب تک یا علی اکبر، ہے تری انتظار اس کو  
 جب امام حسین علیہ السلام نے اپنے حسین ترین صاحبزادے کا لاشہ گھوڑے سے  
 اتار کر خیموں کے سامنے رکھا تو کھڑے ہو کر بارگاہ خداوندی میں زبان حال سے یوں عرض  
 کیا ہوگا۔

”اللہی یہ علی اکبر۔ ہم شکل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم میں سب سے زیادہ حسین، بہادر، سخی اور دلاور و دانا تھا۔ یہ تیری جناب  
 میں حاضر ہے۔ میری اک عرض بے صدا کو قبول فرمائے“

خدایا کر قبول، اک التجا درویش کرتا ہے  
 علی اکبر کا نذرانہ مسافر پیش کرتا ہے  
 تیری مرضی کے آگے یا خدایا یہ سر بھی حاضر ہے  
 علی اکبر بھی حاضر ہے، علی اصغر بھی حاضر ہے

روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب علی اکبر کی نعش کو دیکھا تو تمام بیبیوں نے رونا شروع  
 کر دیا۔ سسکیاں چیخوں میں تبدیل ہو گئیں۔ اس وقت امام نے فرمایا۔ اے پردہ نشینان حرم  
 نبوت صبر سے کام لو، خاموش ہو جاؤ۔ صبر و شکیبائی کو اپنا شعار بناؤ۔ کیونکہ مصیبت کے وقت  
 جزع، فزع کرنا ثواب سے محرومی کا باعث ہوتا ہے۔ جب کہ صبر کا ثواب حق تعالیٰ کے  
 نزدیک بے حد و حساب ہے۔ امام کا ارشاد سن کر فراق زدگان اہلبیت نے زبان نیاز سے یہ  
 سخن ادا کیا۔

دل نہ دارد طاقت بار فراق  
ایں دل است، اے شاہ، سنگ خارا نیست

(روضۃ الشہداء ص ۳۳۲)

”اے شاہ۔ شہیداں۔“ جدائی کا بوجھ اٹھانے کی طاقت دل میں نہیں ہے۔  
یہ دل ہے۔ سنگ خارا نہیں۔“

○ پھر امام علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی جنابہ سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا کو گود میں بٹھا کر اپنی ہمشیرگان کو فرمایا۔ میری سکینہ آج یتیم ہو جائے گی۔ میرے بعد اس کا خیال رکھنا اور اس کے ساتھ بے التفاتی نہ کرنا، کیونکہ یتیموں کا دل بہت نازک ہوتا ہے۔ اور میری شہادت کے بعد ننگے سر نہ کرنا، چہروں پر طمانچے نہ مارنا اور سینہ کو بی نہ کرنا اور کپڑے نہ پھاڑنا کہ یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔ ہاں، میں تمہیں رونے سے منع نہیں کرتا کیونکہ تم غریب الوطن، بے کس و مظلوم اور بے چارگان ہو۔ یہ سن کر مستورات نے نڈھال ہو کر رونا شروع کر دیا۔

## شہادت علی اصغر

امام علیہ السلام نے ان سب کو تسلی دی اور گھوڑے پر سوار ہو کر چاہا کہ میدان کو تشریف لے جائیں کہ اچانک خیمہ سے زبردست چیخ و پکار کا شور آپ کے کانوں تک پہنچا۔ اس کا سبب پوچھا تو اہل بیت نے عرض کیا اے سید و سرور، شیر خوار بچہ علی اصغر پیاس کی شدت سے قریب المرگ ہے۔ امام نے فرمایا اسے اٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا انہیں اٹھا کر امام کی خدمت میں لے آئیں۔ سید الشہداء نے اپنے ننھے معصوم کو آغوش میں لیا۔ اور فوج اشقیاء کی طرف چل پڑے۔

منظر بقول حضرت صائم چشتی کچھ ایسا تھا۔

علی اصغر نون چا کے گود وچ مولا حسین آئے  
تے ویکھن حوصلہ دوہتے دا شاہ مشرفین آئے  
سی اودھر تیر صائم گردن معصوم وچ وجا  
فرشتے گود وچ ایدھر علی اصغر نون لین آئے

حضرت امام علیہ السلام کو یزیدیوں کے کردارِ بد کی وجہ سے علم تھا کہ اس چھ ماہ کے بچے کو پانی نہیں ملے گا اور علی اصغر کو اٹھا کر کوفیوں کے سامنے لے جاتے وقت بھی امام کے نہاں خانہ دل میں یہ امر موجود تھا کہ الہی یہ چھ ماہ کا بچہ بھی تیری بارگاہ میں پیش ہے اسے بھی

اپنی رحمتوں کے صدقے قبول فرما۔

آپ جب معصوم علی اصغر کو مخالفین کی فوج کے روبرو لے کر پہنچے تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! اگر تمہارے گمان میں میں نے کوئی جرم کیا ہے تو اس بچے نے ہرگز کوئی جرم نہیں کیا۔ اسے ایک گھونٹ پانی دے دو، کیونکہ شدت پیاس سے اس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ ان سنگ دل جفاروں نے کہا یہ محال ہے۔ ہم ابن زیاد کے حکم کے بغیر تمہیں اور تمہارے بیٹوں کو ایک قطرہ پانی کا نہیں دے سکتے۔ اس کے ساتھ ہی قبیلہ ازد کے ایک بد بخت شخص حرمہ بن کاہل نے تیر کھینچا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف چلا دیا۔ وہ تیر سیدنا علی اصغر علیہ السلام کے گلے کو چیرتا ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

امام نے معصوم علی اصغر کے گلے سے تیر کو کھینچا اور معصوم کے گلے سے جاری ہونے والا خون اپنے دامن پر مل لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا۔ (روضۃ اشہداء ص ۳۳۳)

○ غلامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام کا یہ معصوم بچہ شہید ہوا —

”فَلَقِيَ حُسَيْنٌ دَمَهُ فِي يَدِهِ وَالْقَاهُ نَحْوَ السَّمَاءِ وَقَالَ إِنَّ تَكُّ  
قَدْ جَبَسَتْ عَنَّا النَّصْرَ مِنَ السَّمَاءِ فَاجْعَلْهُ لِمَا هُوَ خَيْرٌ وَأَنْتَقِمَ  
لَنَا مِنَ الظَّالِمِينَ“

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۶-۱۸۷)

امام حسین نے اس بچے کے خون کو اپنے ہاتھوں میں ڈالا۔ چلو میں لیا، اور اسے آسمان کی طرف اچھال کر فرمایا — اے میرے رب اگر تو نے (کسی وجہ سے) ہم سے آسمانی مدد کو روک لیا ہے۔ تو وہی کر جو تیری مصلحت



ہو اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔

ذبح عظیم کے مصنف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۲ پر علامہ سبط ابن جوزی کے حوالے سے لکھا ہے اور حیات النحی میں بھی مرقوم ہے۔ کہ آپ کے دعا فرمانے کے بعد ہاتف نے ندا دی۔

دَعَا يَا حُسَيْنُ فَإِنَّ لَهُ مَرْضِعَةً فِي الْجَنَّةِ —

اے حسین اس بچے کو رخصت کرو اس کے لیے ایک داعیہ جنت میں مقرر کر دی گئی ہے۔

(حیات النحی ج ۲ ص ۳۲۱ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار ص ۸۱۴)

○ علامہ عبدالسلام رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات النحی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب امام اپنے شیر خوار بچے کو لے کر اشقیاء کے سامنے گئے تو فرمایا! اے لوگو! تم نے میرے اہل خانہ، رفقاء و احباب کو قتل کر دیا ہے اور یہ شیر خوار بچہ باقی ہے، اسے پانی کا ایک گھونٹ دے دو دیکھو! شدت پیاس سے یہ بے حس و حرکت ہے۔ اور فرمایا۔

إِنْ لَمْ تَرَ حَمُونِي فَأَرْحَمُوا هَذَا الْوَلَدَ —

(حیات النحی ج ۲ ص ۳۲۱ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار ص ۸۱۴)

— اگر تم مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر رحم کرو۔

فوج اشقیاء میں بعض لوگوں پر اتنا اثر ہوا کہ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ اگر اس بچے کو پانی دے دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ ابن سعد نے اس حالت میں فوج کو دیکھا تو ایک شخص حرمہ بن کاہل کو حکم دیا۔

يَا حُرْمَلَةَ اقْطَعِ كَلَامَ الْحُسَيْنِ —

(حیات النحی ج ۲ ص ۳۲۱ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار ص ۸۱۴)

اے حرمہ حسین کے اس کلام کو قطع کر دے۔

حرمہ نے سہ شعبہ (تین شاخوں والا) تیر اس زور سے مارا کہ وہ علی اصغر کے نازک نورانی کان پر آ کر لگا۔

تَذْبَحُهُ مِنْ أُذُنِ إِلَى أُذُنٍ .

(حیات النبی ج ۲ ص ۳۲۱ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار ص ۸۱۴)

کہ ایک کان کو چیرتا ہو اور دوسرے کان سے پار ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے اس تیر کو بچے کے جسد نازک سے کھینچا اور خونِ اصغر کو چلو میں لے کر آسمانوں کی طرف اچھال دیا۔

بچہ چھ ماہ کا ہو اور پیاس کی شدت سے جسم زردی مائل ہو گیا ہو اور اس کے حلقوم میں تیر پھنس جائے۔ تیر بھی سہ شعبہ، جس کی ایک نہیں تین نوکیں ہوں ایسے تیر کو ایسے بچے کے گلے سے باہر کھینچنا ہو جو پھول کی طرح نازک ہو۔ تو اتنا مشکل کام بھلا نواسہ رسول کے سوا اور کون کر سکتا تھا۔ یہ اس کا حصہ تھا جس نے شہزادی کو نین کا دودھ پیا تھا۔ یہ ملکہ ملک ولایت کے دودھ کی تاثیر تھی کہ شبیر عالم نے، عالم کون و فساد کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ بچے کو اٹھا کر چلنے کا منظر، تصور کی آنکھوں کو دوا کر کے دیکھیں تو امام کی سماعت سے ٹکرانے والی آوازیں کچھ اس طرح کی ہی ہو سکتی ہیں۔

تیر بولا کہ مجھے، تیر جفا کہتے ہیں

ارض کہتی تھی، مجھے کرب و بلا کہتے ہیں

دیکھ معصوم کے حلقوم کو اور صورت کو

موت کہتے ہیں اسے ضرب قضاء کہتے ہیں

بولے شبیر کہ لبیک، مصیبت! آ جا!  
ابن حیدر ہوں، مجھے کوہ وفا کہتے ہیں  
عرش والوں کا یہ نعرہ تھا حسین ابن علی  
ہم تجھے پیکر تسلیم و رضا کہتے ہیں

امام علیہ السلام ننھے علی اصغر کے لاشے کو اٹھا کر خیموں کی طرف تشریف لارہے تھے تو  
اہل بیت والوں اور ان کی والدہ محترمہ کے دل میں یہ گمان گزرا کہ بچے میں پہلی سی بے  
تابانہ حرکتیں نہیں اور نہ ہی وہ اضطراب و بے قراری ہے، ہو سکتا ہے پانی مل گیا ہو۔ لیکن  
جب امام قریب آئے تو علی اصغر کی والدہ سے فرمایا تو اپنا بیٹا اصغر، دنیائے فانی اور نہر فرات  
کا پانی تو میسر نہیں آسکا، لیکن تیرا بچہ، میرے نانا ساقی کوثر کے ہاتھوں آب کوثر سے سیراب  
ہو گیا ہے۔ والدہ کا دل پاش پاش ہو گیا اور منہ سے ایک بے صدا چیخ نکل گئی۔

(حیات النبی ج ۲ ص ۳۲۱ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار ص ۸۱۴، روضۃ الشہداء ص ۲۴۳)

بعض کتبِ مقاتل میں ہے کہ امام علی اصغر پر نماز جنازہ پڑھی اور خیموں کے قریب  
تھوڑی سی زمین کھود کر آپ کو دفن فرما دیا۔ شاعر اہل سنت نے علی اصغر علیہ السلام کی یاد  
میں مندرجہ ذیل رباعی کہی ہے۔

وفا کا نور کا پیکر حسین علی اصغرؑ

حسینی کان کا در شمیم علی اصغرؑ

نثار تیری شہادت پہ پیاس پر صائم

مثال تیری کہیں بھی نہیں علی اصغرؑ

## عبداللہ بن حسین کی شہادت

حضرت عبداللہ بن حسین علیہما السلام چند سال عمر، اتنے کم سن کہ خیمہ کی ایک چوب ہی اٹھا سکتے تھے۔ بعض کتابوں میں ہے کہ ایک کم سن بچہ خیمہ سے گھبرا کر باہر نکل آیا۔ اس کے کانوں میں دو گوشوارے تھے، وہ بچہ اس ہولناک عالم سے اس قدر متاثر ہو رہا تھا کہ اس کا تمام بدن بید کی طرح لرزاں تھا۔ وہ دہشت زدہ اور حواس باختہ ہو کر ایک قنات سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ ہانی بن ثبیت حضری نے جھپٹ کر اس کو ایک حملہ میں قتل کر دیا۔ بعض مورخین نے اس بچے کا نام عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ کتب کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام عالی مقام کے ایک صغیر السن بچہ عبداللہ تھا۔ اور بعض علماء کا یہ قیاس ہے کہ علی اصغر کا نام عبداللہ تھا۔ لیکن میرے خیال میں یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ اب مختلف کتابوں کے حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

○ کتاب ”الحسین“ میں عمر ابوالنصر مصری نے صرف دو سطر میں اس طرح لکھا ہے۔ اہل بیت کے خیموں میں سے ایک ننھا بچہ نکلا اور خوف زدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ہانی بن ثبیت حضری نے آگے بڑھ کر اسے شہید کر دیا۔

(الحسین مترجم ص ۱۳۵)

○ علامہ طبری لکھتے ہیں کہ ہانی حضری کہتا ہے۔ قتل حسین کے روز میں بھی موجود تھا،

دس سواروں میں سے ایک سوار تھا۔ گھوڑے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔ واللہ میں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ خیمہ کی ایک لکڑی ہاتھ میں لیے ہوئے نکل آیا۔ وہ کرتا اور تہہ بند پہنے ہوئے تھا۔

”يَتَلَفَّتُ يَمِينًا وَ شِمَالًا — فَكَانِي أَنْظُرَ إِلَى ذُرَّتَيْنِ فِي أُذُنَيْهِ

تَذَبِذِبَانِ كُلَّمَا اتَّفَقَتْ —“

وہ سہا ہوا کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف دیکھتا تھا — اس کے کانوں میں بندے تھے۔

جب وہ ادھر ادھر دیکھتا تو بندے ہلتے ہوئے نظر آتے تھے۔ وہ نقشہ ابھی تک میری آنکھوں میں پھرتا ہے۔ ایک شخص گھوڑے کو ایڑی لگاتا ہوا آگے بڑھا۔ جب اس لڑکے کے قریب پہنچا تو گھوڑے پر سے جھکا۔

ثُمَّ أَخَذَ الْغُلَامَ فَقَطَعَهُ بِالسَّيْفِ —

(طبری جلدی ۶ ص ۲۵۸، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۶۔ استشہاد الحسین ص ۱۳۰)

پھر اس لڑکے کو پکڑ کر تلوار سے کاٹ کر رکھ دیا —

ہشام سکونی کہتا ہے اس لڑکے کو ہانی بن عبید اللہ نے خود قتل کیا تھا۔ لیکن لوگوں

کی لعنت و ملامت کے خوف سے اس نے اپنا نام نہیں لیا۔

## بندوں والا ایک اور بچہ

ایک اور بچہ جس کی شہادت کا تذکرہ البدایہ والنہایہ میں ابن کثیر اور تاریخ الامم

والملوک ابن جریر طبری نے کیا ہے۔ مگر اس بچے کا نام نہیں لکھا۔ لکھتے ہیں جب میدان

میں امام علیہ السلام کو دشمنوں نے گھیر لیا تو یہ دیکھ کر ایک لڑکا خیمے سے باہر نکلا اور آپ کے

پاس آنے لگا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:

كَانَهُ الْبَدْرُ وَفِي أُذُنَيْهِ ذُرَّتَانِ - (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۸۷)

چودھویں کے چاند کی طرح تھا اور اس کے کانوں میں بندے تھے۔

جب وہ دوڑتا ہوا خیمہ سے باہر نکلا تو حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا سے واپس

خیمہ میں لے جانے کے لیے اس کے پیچھے آئیں امام نے آواز دے کر فرمایا —

إِحْبِسِيهِ — (طبری جلد ۶ ص ۲۵۹)

”زینب“ اسے روکو۔

لیکن اس نے واپس خیموں میں جانے سے انکار کر دیا۔ اور دوڑتا ہوا پہنچا اور امام

کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ بحر بن کعب بن عبد اللہ نے حضرت امام علیہ السلام پر تلوار اٹھائی

تو اس بچے نے کہا:

يَا ابْنَ الْخَبِيثَةِ اتَّقِلْ عَمِي — (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۹)

اور خبیث (ناپاک) عورت کے بیٹے تو میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے۔

بحر بن کعب نے حضرت پر وار کیا۔ بچے نے اس خبیث کی تلوار کا وار روکنے کے لیے

اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ بچے کا ہاتھ قلم ہو کر لٹک گیا۔ صرف کھال باقی رہ گئی۔

فَنَادَى الْغُلَامُ يَا أُمَّتَاهُ — (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۹)

تو بچہ ہائے اماں ہائے اماں کہہ کر چلا اٹھا —

البدایۃ میں ہے —

يَا أَبَتَاهُ — (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۸۷)

ہائے ابا جان کہہ کر چلایا۔

فَاخَذَهُ الْحُسَيْنَ فَضَمَّهُ إِلَى صَدْرِهِ — (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۹)  
امام حسین علیہ السلام نے اسے سینے سے لپٹا لیا — اور فرمایا —

يَا ابْنَ أَخِي اصْبِرْ — (استشهاد حسین ص ۱۴۱)

اے میرے بھائی کے بیٹے صبر کر۔ اور اپنے حق میں بہتر سمجھ۔ اللہ تعالیٰ اب مجھے  
تیرے بزرگوں سے ملا دے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی المرتضیٰ، حمزہ سید  
الشہداء، جعفر طیار، حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کے پاس پہنچا دے گا۔  
بعض نے اس لڑکے کو عبد اللہ بن حسن کا نام دیا ہے۔ (واللہ اعلم)

## شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام

اب مہمان کربلا، سید الشہداء، راکب دوش مصطفیٰ، نور جان خیر النساء، ابن خیر  
شکمن، برادر امام حسن، حسن باغ زمن، امام ذوالہمنن، حضرت امام حسین علیہ السلام کی  
شہادت کا ذکر ہوگا۔

کون حسین؟

حسینؑ گلشن رحمت کی دل نواز کلی  
حسینؑ، جان پیمبرؐ، حسینؑ نور علیؑ  
حسینؑ راحت زہراء حسینؑ شیر جلی  
حسینؑ حسن ولایت، حسینؑ حق کا ولی  
حسینؑ چرخ کرامت کے چاند کا حالہ  
حسینؑ مہر نبوت پہ کھینے والا  
حسینؑ راکب دوش رسول اکرم ﷺ ہے  
حسینؑ حسن شہادت، شہید اعظم ہے  
حسینؑ ارفع و اعلیٰ ہے فخر آدم ﷺ ہے  
حسینؑ ظل کرامت، پناہ عالم ہے



حسینؑ نام ہے زہراء کے گھر کی خوشبو کا  
 حسینؑ نام ہے حیدرؑ کے زور بازو کا  
 حسینؑ؟ جس نے زمانے کو زندگی بخشی  
 حسینؑ؟ جس نے محبت کو تازگی بخشی  
 حسینؑ؟ جس نے ہے ہر آنکھ کو نمی بخشی  
 حسینؑ؟ جس نے خضر کو ہے روشنی بخشی  
 رضائے حق میں ہے سب کچھ لٹا دیا جس نے  
 حسینؑ وہ ہے کہ دیں کو بچا لیا جس نے

(خضر)

سید شہیداں امامِ عالی مقام عزیز و اقرباء دیگر تمام احباب و انصار کی شہادت کے بعد  
 اکیلے رہ گئے۔ سوائے امامِ علی اوسط زین العابدین رضی اللہ عنہ کے جو سخت بیمار تھے اور خیمہ  
 میں بخار کی حدت اور پیاس کی شدت میں نیم بے ہوشی کی حالت میں، چمڑے کے ایک  
 پھٹے ہوئے بستر پر پڑے ہوئے تھے۔ امام ابھی کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ دشمنوں کی طرف  
 سے مبارز طلبی کی آواز آئی تو آپ فوراً مقابلے اور جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ ہر  
 طرح کے مصائب و آلام کو گلے لگانے والا، صبر و استقامت اور عزم و استقلال کا کوگراں  
 اٹھا اور زبانِ پاک پر یہ شعر تھا۔

إِنْ كَانَ دِينَ مُحَمَّدٍ لَمْ يَسْتَقِمْ

إِلَّا بِقَتْلِي يَا سُؤْفَ خُدَيْبِي

اگر میرے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین میرے قتل کے بغیر

برقرار نہیں رہ سکتا تو میں خونخوار تلواروں کو دعوت دیتا ہوں کہ مجھے پکڑ لو۔

جب امام زین العابدین نے اپنے والد گرامی کو تنہائی کے عالم میں تیاری کرتے دیکھا تو نیزہ لے کر خیمہ سے باہر تشریف لائے مگر شدید بیمار تھے۔ انتہائی کمزوری کی وجہ سے آپ کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اور رنج و الم کی وجہ سے آپ کا بدن مبارک کانپ رہا تھا اور اسی حال میں آپ نے میدان کا رخ کر لیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب انہیں میدان میں جاتے دیکھا، تو تیزی کے ساتھ ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور آواز دے کر فرمایا، بیٹا واپس آ جا اور یاد رکھ میری نسل تجھ سے باقی رہے گی اور تو اہل بیت رسول کے اماموں کا باپ ہوگا اور تیری نسل قیامت تک منقطع نہیں ہوگی۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں۔ خواتین کو تیری نگرانی میں چھوڑتا ہوں۔ اور آباؤ اجداد کی امانتیں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ پہلی چیز قرآن مجید ہے، جو کلام الہی اور مجمع حقائق لا متناہی ہے۔ اور دوسری چیز مصحف سیدہ فاطمہ زہراء ہے۔ علاوہ ازیں۔ جعفر بیض، جامع، جعفر احمر، علم خافت، مزبور (لکھا ہوا، مذکور الصدر علم) اور باقی وہ علوم جن پر سوائے ائمہ اہل بیت کے کسی کو اطلاع نہیں۔

پھر آپ علی زین العابدین کو خیمہ میں لے آئے اور بٹھا کر وہ امانتیں ان کے سپرد کیں۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۴۳) تقویٰ اور رضائے الہی کی وصیت فرمائی۔ پھر آپ نے اسلحہ زیب تن کیا۔ نیچے چست لباس پہنا۔ پھر مصری قبازیب تن کی۔ حضور رسالت مآب کی دستار سر پر رکھی، سید الشہداء حضرت حمزہ کی ڈھال پشت پر ڈالی، ذوالفقار علی جمائل کی اور پھر اپنی پیاری بیٹی سکینہ کو جن سے آپ بے پناہ محبت فرماتے تھے کو آغوش میں لیا۔ یہ دیکھ کر سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا جو اس وقت چھ یا سات سال کی تھیں معصومانہ انداز میں عرض کرتی ہیں۔

يَا ابْتَاهُ اسْتَلَمْتُ لِلْمَوْتِ .

اباجان کیا آپ موت کی تیاری کر رہے ہیں۔ امام نے فرمایا —  
 ”يَا سَكِينَةَ كَيْفَ لَا يَسْتَلِمُ لِلْمَوْتِ مَنْ لَا نَاصِرَهُ وَلَا مُعِينٌ“ —

اے پیاری بیٹی سکینے جس کا کوئی یار و مددگار نہ ہو تو وہ موت کی تیاری نہ کرے  
 تو اور کیا کرے —

سیدہ سکینے نے عرض کیا۔ اچھا اباجان پھر ایسا کریں —

رَدِّنَا إِلَى حَرَمِ جَدِّنَا —

کہ ہم کو ہمارے نانا کے شہر کی طرف بھیج دو —

باپ اور سات سالہ بچی کی گفتگو سن کر تمام پاک بیبیاں رو پڑیں —

فَبَكَى الْحُسَيْنُ —

(حیات خفی جلد ۲ ص ۲۲۳ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار ص ۸۱۷)

امام علیہ السلام بھی رو پڑے۔

آپ نے صبر کی تلقین فرمائی اور سیدہ سکینے کو پیار و دلا سے دیا۔ اور راہ حق میں جنگ کی

مکمل تیاری فرمائی اور اس نعرے کے ساتھ میدان میں نکلے کہ

ہم اہلبیت ہیں بخت وفا سونے نہیں دیں گے

کفر جو چاہتا ہے وہ کبھی ہونے نہیں دیں گے

سکینے کا بھرے دربار میں رونا گوارا ہے

مگر دین نبی ﷺ کو در بدر رونے نہیں دیں گے

(خضر)

## امام رضی اللہ عنہ میدان جنگ کی طرف

اور نکلنے وقت اپنے چہرہ انور اور ریش اقدس پر دونوں ہاتھ پھیرے۔ جیسے دعا کے بعد پھیرے جاتے ہیں اور ساتھ فرمایا:

يَا سَكِينَةَ، وَيَا زَيْنَبُ وَيَا أُمَّ كَلْثُومُ وَيَا حَرَمَاتُ وَيَا عَلِيُّ  
أَوْسَطُ عَلَيْكُمْ مِنِّي السَّلَامُ —

(حیاتِ خفی جلد ۲ ص ۲۲۳۔ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار ص ۸۱۸)

اے سکینہ رضی اللہ عنہا، اے زینب رضی اللہ عنہا، اے اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا،  
اے حرمت (ازواج و خادما) اے علی اوسط (زین العابدین) میری  
طرف سے تم پر سلام ہو۔ اب میں جا رہا ہوں۔

یہ ایک نہایت دردناک اور رقت آمیز منظر تھا۔ کہ جب آلِ رسول کا سردار ہمیشہ  
ہمیشہ کے لیے ان سے جدا ہو رہا ہے۔

تمام اہل بیت کی نگاہیں امام رضی اللہ عنہ کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ یہ میدان کارزار  
کی طرف جانے والا کوئی عام آدمی نہیں۔ یہ رسولِ خدا کا لختِ جگر، سیدہ زہراء کا نورِ نظر، شیر  
خدا کا پسر، حسن مجتبیٰ کا برادر، چرخِ شہادت کا محور، اور عرب کا رہبر ہے، جسے دنیا حسین رضی  
اللہ عنہ، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کا چین کہتی۔ ہاں حسین رضی اللہ عنہ۔ کون  
حسین رضی اللہ عنہ۔:

حسینؑ صورتِ حیدرؑ، حسینؑ خونِ رسول ﷺ  
حسینؑ نازشِ زینبؑ، حسینؑ فخرِ بتولؑ  
حسینؑ اصلِ شہادت، حسینؑ اصلِ اصول  
حسینؑ علمِ کا دریا، حسینؑ عقلِ عقولؑ

جمال حسن محمد ﷺ ، جمال روئے حسینؑ

بے رشک عقد ثریا، غبار کوئے حسینؑ

○ جب امام پاک روانہ ہوئے تو پردہ نشینانِ حجلہ عصمت نے عرض کیا سرکار آپ

نے ہمیں کس حال میں چھوڑا اور غریب الوطن قافلے کو کس کے سپرد کیا۔ امام نے فرمایا میں

نے آپ سب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا ہے۔ اور میری مشکلات میں وہی میرا کفیل ہے۔

وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ○ (سورہ نساء آیت ۸۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کافی ہے کارساز۔

امام جب میدانِ کربلا کے درمیان پہنچے تو آپ نے اپنا نیزہ میدان میں گاڑ دیا۔

اور اپنا نسب بیان کرتے ہوئے آپ نے رجز کے جو فی البدیہہ اشہار کہے ان عربی اشعار کا

ترجمہ علامہ حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد نے فارسی زبان میں کیا، اسی بحر میں ان کا

مفہوم و خیال اردو میں کچھ اس طرح ہے۔

ہے میرا نانا، امام الانبیاء خیر الوری

آفتاب چرخِ عزت، شمعِ بزمِ اصفیاء

میرا والد ہے یقیناً وارثِ شانِ علا

ور درجِ لافتی ہے بدرِ برجِ ہل اتی

ماں میری بنتِ نبی ﷺ، خیر النساءِ زہراءِ بتول

بضعة منی، رسولِ پاک نے جس کو کہا

ہے میرا بھائی حسنؑ، سلطانِ دیں شاہِ زمن

نورِ چشمِ مرتضیٰ سبطِ شہِ ہردو سرا

جانتے ہو میرے چچا جعفر طیار کو  
ہے ہمیشہ کے لیے جو طائرِ خلد خدا  
حمزہ سردار شہیداں جانتے ہو کون ہے؟  
ہے وہ چچا میرے والد حیدر کرار کا  
خاندان مصطفیٰ ہے چشمہ جود و کرم!  
تم ستم گر طالب دنیا، منافق، بے وفا  
قاسم و اصغر کے خون سے بھی نہیں ٹھنڈی ہوئی  
اے دعا بازو تمہاری آتش جور و جفا

(خضر)

### اتمامِ حجت

پھر آپ نے فرمایا: اے دشمنانِ دین و ملت خدا سے ڈرو۔ وہ خدا جو دن کو رات اور  
رات کو دن میں تبدیل کرتا ہے۔ جو زندگی اور موت دیتا ہے۔ اگر تم اللہ کے دین کا اقرار  
کرتے ہو اور میرے نان جان رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو میں اپنی پہلی بات پر قائم  
ہوں اسے دوبارہ بیان کرتا ہوں۔ ابھی وقت ہے مجھ پر ظلم و ستم اور جور و جفا کے تیر نہ چلاؤ۔  
ڈرو اس دن اور وقت سے جب میرے ماں باپ تم سے میرے بارے جھگڑا کریں گے۔  
محشر کی گرمی، حدت اور پیاس کو یاد کرو اور یہ بھی سوچو کہ حوض کوثر کے کنارے کھڑا ہونے  
والا ساقی کوثر کون ہوگا۔ تم خاندان نبوت کو نہایت بے دردی سے شہید کر چکے ہو اور اب  
مجھے قتل کرنا چاہتے ہو، اگر یہ تمام اس ملک کے لیے ہے تو مجھے سر راہ چھوڑ دو، تاکہ میں روم  
جیش یا ترکستان کی طرف چلا جاؤں اور میرے اہل و عیال کے جگر پیاس سے کباب ہو چکے  
ہیں انہیں تھوڑا سا پانی دے دو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو

الْحُكْمُ لِلَّهِ وَرَضِينَا بِقَضَاءِ اللَّهِ - (روضۃ الشہداء ص ۳۳۵)

حکم تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور ہم اللہ کے ہر فیصلے پر راضی ہیں۔

شامیوں نے امام کی جب یہ باتیں سنیں تو بعض لوگ میدان جنگ سے واپس ہو گئے اور بعض نے رونا شروع کر دیا، شمر بن ذالجوشن، شیث بن ربیع اور ان کے ساتھیوں نے جب یہ دیکھا کہ محاذ ان کے ہاتھوں سے نکلتا جا رہا ہے اور ہو سکتا ہے کہ لشکر اپنے ہی سپہ سالاروں پر ٹوٹ پڑے۔ وہ تیزی کے ساتھ امام علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اے ابن ابوتراب اپنی بات لمبی نہ کر اور اپنے نسبی غرور کو چھوڑ کر آ، تاکہ تجھے ابن زیاد کے پاس لے چلیں اور وہاں پہنچ کر یزید کے لیے بیعت کر لے اور اس ہلاکت سے رہائی حاصل کر، بصورت دیگر ہم تجھے اسی حال پر رکھیں گے یہاں تک کہ تو پیا سا ہلاک ہو جائے۔

امام حسین علیہ السلام ان کی بکو اس سن کر خاموش ہو گئے اور میدان میں کھڑے رہے ادھر جب ابن سعد نے اپنے لشکر کو روتا ہوا آہ و فغاں کرتا دیکھا تو وہ خوف زدہ ہو گیا کہ کہیں فوج میں بغاوت نہ ہو جائے۔ اس نے قلب لشکر سے نکل کر پیادوں کو آواز دی کہ اب اگر حسین کے منہ سے کوئی بات بھی نکلے تو اس پر تیروں کی بارش کر دو۔ ابن سعد کی بات سن کر اس کے پندرہ ہزار بد بختوں نے کمانوں پر تیر چڑھائے اور امام کی طرف چلا دیئے خدا کی قدرت کہ آپ اور آپ کے گھوڑے کے جسم پر ایک تیر بھی نہ لگا۔ تیر اندازوں نے اپنے تیروں کو خطا جاتے دیکھا تو شرمندہ ہو کر واپس ہو گئے۔

زعفر نامی جن کا مدد کے لیے آنا

امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ حملہ کریں۔ لیکن اچانک زبردست گرد و غبار چھا گیا۔ اور ایک شخص دوسرے شخص کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسی اثناء میں ایک مہیب و عجیب شکل و

صورت کا شخص ایک عجیب و غریب سواری پر ظاہر ہوا۔ اس کا سر اور ہاتھ گھوڑے کے سر اور ہاتھوں کی طرح تھے اور پاؤں شیر کے پاؤں سے مشابہ تھے۔ اس نے امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا —

السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَىٰ جَدِّكَ وَ عَلَىٰ أَبِيكَ وَ عَلَىٰ أُمَّكَ —

(روضۃ الشہداء ص ۳۲۵)

سلام ہو آپ پر یا امام اور آپ کے نانا پاک پر اور آپ کے والدین پر —  
 امام نے فرمایا: اے نیک بخت تو کون ہے جو اس وقت مظلوموں پر سلام کرتا ہے۔  
 اس نے کہا اے ابن رسول خدا میں جنوں کا سردار ہوں، میں تیرے نانا کا غلام اور باپ کا نوکر ہوں۔ میرا نام زعفر زابد ہے اور میرا لشکر اس بیاباں میں سکونت پذیر ہے۔ آپ کے والد گرامی جب بَرِ الْعِلْمِ کے کنویں سے تشریف لائے تو انہوں نے ضرب ذوالفقار سے جنوں کو مسلمان کیا اس وقت میرا باپ جنوں کا بادشاہ تھا اور اس کے فوت ہونے کے بعد یہ تمام جن میرے زیر فرمان ہیں۔ اجازت فرمائیں تاکہ میں اپنے لشکر کو لا کر ان لوگوں سے جنگ کروں جو آپ کی طرف نیزے تان کر کھڑے ہیں۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۲۶)

### امام کا جواب

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اے زعفر اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ تمہیں نہ یہ لوگ دیکھ سکیں گے اور نہ قتل کر سکیں گے، جب کہ تم انہیں دیکھو گے بھی اور قتل بھی کرو گے اور یہ ظلم ہے۔ تو اپنے گھر اور اپنی مجلس میں واپس چلا جا۔

زعفر نے عرض کیا اے سید و سرور ہم انسانوں کی طرح ان کے سامنے نظر آئیں گے اور جنگ کریں گے۔ اگر ہماری ساری قوم بھی قتل ہو جائے گی تو آپ کی راہ میں شہید ہو



گی۔ امام نے فرمایا۔

جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا يَا زَعْفَرُ

اے زعفران اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرا دل حیات دنیوی سے بھر چکا ہے۔ میں نے علم المناہجہ (خوابوں کا علم) میں دیکھا ہے کہ آج میں اپنے پروردگار سے ملاقات کروں گا تو میرے لیے اس قوم سے تعرض نہ کر اور واپس چلا جا۔ زعفران واپس چلا گیا اور اسی وقت تمام گردوغبار ختم ہو گیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۳۶)

### امام کی شجاعت

حضرت امام نے دیکھا کہ دشمن ہر صورت جدال و قتال کر کے رہیں گے اور عداوت دشمنی سے باز نہیں آئیں گے۔ دوسری دفعہ میدان کارخ کیا اور مقابلے کی دعوت دی۔ شام کے لشکر کا ایک سردار تمیم بن قحطبہ جو اپنی قوم میں بڑا بہادر اور شہ زور گنا جاتا تھا امام کے سامنے آیا اور کہا۔ اے ابن ابوتراب۔ آپ کہاں تک جھگڑا کریں گے؟ آپ کے بیٹوں نے ہلاکت کا زہر پی لیا ہے۔ آپ کے اقرباء اور غلاموں نے فنا کا لباس پہن لیا ہے۔ اور اب بھی آپ جنگ کرنا چاہتے ہیں اور تنہا، اکیلے ہزاروں کے لشکر سے تیغ زنی کریں گے۔

آپ نے فرمایا: اے شامی کیا میں تمہارے ساتھ جنگ کرنے آیا ہوں یا تم۔ میں نے سر راہ تمہیں روکا ہے۔ یا تم نے۔ اور تم لوگوں نے میرے بھائیوں اور بیٹوں کو قتل کر دیا ہے اور اب میرے اور تمہارے درمیان سوائے تلوار کے اور کیا رہ گیا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ میں اکیلا ہزاروں سے کیسے لڑوں گا۔ تو سن!

میری رگ رگ میں خون حیدری کا جوش دیکھو گے  
 ہزاروں لشکری کھو دیں گے اپنے ہوش دیکھو گے  
 ابھی میں دیکھ لیتا ہوں بہادر، سورے، فوجی  
 ابھی ہو گا غرور شامیاں روپوش دیکھو گے

آپ نے فرمایا اوشامی! تو نے بہت باتیں کر لی ہیں۔ اب جو کچھ تیرے پاس ہے،  
 لے آ۔ یہ فرمایا اور اس زور سے نعرہ لگایا کہ یزیدی فوج کا زہرہ اور حوصلہ پسینے کے قطروں  
 کی صورت اختیار کر کے ان کے چہرے پر نمودار ہو گیا۔ تمیم پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور اس  
 کا ہاتھ ناکارہ ہو گیا۔ امام عالی مقام نے اس کی گردن پر اس زور سے تلوار ماری کہ اس کا سر  
 کئی قدم دور جا گرا۔ پھر آپ نے یزیدی فوج پر حملہ کر دیا، سپاہ دشمن آپ کی تلوار کی ضربوں  
 کی تاب نہ لا کر ہراساں ہو کر ایک دم بھاگ نکلی۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۳۶)

حسین ابن علی کے سامنے بے ہنر بھاگے  
 جری، جنگ جو، بہادر چھوڑ کر تیغ و تبر بھاگے  
 وہ بھاگے ذوالفقار حیدری کی دیکھ کر شدت  
 جو تھے رن میں لگے، کشتوں کے پشے دیکھ کر بھاگے

یزید ابطحی

شامی فوج کو بھاگتے دیکھ کر یزید ابطحی نے لشکر کو لاکارتے ہوئے کہا۔ او، بے ہمتو! تم  
 سب کے سب ایک شخص سے کمزور پڑ کے آگے آگے بھاگ رہے ہو۔ اب دیکھو! کہ میں  
 اس کا کس طرح کام تمام کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ مسلح ہو کر عالی مرتبت امام کے سامنے پہنچ گیا۔  
 اس کی جنگی صلاحیتیں تمام شام و عراق میں مشہور تھیں اور اس کی جرأت و بہادری، شجاعت و

دلاوری کے قصے مصر و روم تک معروف تھے۔ ابن سعد کی فوج نے جب یزید ابطحی کو امام حسین کے مقابل دیکھا تو خوشی سے نعرہ بلند کیا۔ اور اہل بیت کے بچوں اور عورتوں کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ سب پریشان ہو گئے۔ مگر امام نے ابطحی کو لکار تے ہوئے کہا۔ کیا تو مجھے نہیں جانتا۔ جو اس گستاخانہ انداز میں میرے سامنے آیا ہے۔ ابطحی نے جواب دینے کی بجائے، امام پر تلوار اٹھائی۔ آپ نے اس کے وار کرنے سے پہلے اس کی کمر پر تلوار چلا دی اور اسے گلڑی (تر) کی طرح چیر کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور فرمایا۔!

اَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ  
الْيَتُّ أَنْ لَا أَنْتِنِي  
أَحْمِي عِيَالَتِ أَبِي  
أَمْضِي عَلَى دِينِ النَّبِيِّ

”میں حسین ابن علی ہوں۔ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ ایک ہی بات پر قائم رہوں

گا میں اپنے والد کے کنبہ کی حمایت کرتا ہوں۔ میں دین رسول پر قائم ہوں۔“

ہاں۔ تو بات چل رہی تھی شبیر عالم کی تیغ صاعقہ باز اور یزید ابطحی کی جو بڑے غرور و

تکبر سے امام کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اب کربلائی رگزاروں پر دو ٹکڑوں کی

صورت میں جہنم کی راہ دیکھ رہا تھا۔ اسے کسی نے بھی یہ بات نہ سمجھائی کہ او بے وقوف، او

اندھیروں کے پرستار۔ رک جا۔

نہ جا تار یک دل یوں صاحب تنویر کے آگے

ٹھہرنا ہے بہت مشکل جری شبیر کے آگے

دریائے فرات پر

حضرت امام نے معاً گھوڑے کا رخ دریائے فرات کی طرف موڑ لیا۔ شمر نے اپنے لشکر کو آواز دی لکار کر کہا خبردار۔ حسین علیہ السلام کو پانی کی طرف نہ جانے دینا۔ اگر اس نے پانی کا ایک پیالہ پی لیا تو پھر ہماری خیر نہیں۔ یہ اعلان سن کر لشکر یزید نے امامِ عالی مقام کا رستہ روکا فرات اور آپ کے درمیان حائل ہو گئے۔ امام نے تلوار کھینچی۔ گھوڑے کو مہمیز لگا کر مشتعل کیا اور دین کے باغیوں پر اس طرح تلوار چلائی، جس طرح موسم خزاں میں درختوں کے پتے زمین پر گرتے ہیں۔

جو گرتا پھر نہ اٹھ سکنے کی طاقت اس میں رہتی تھی

عجب اک خون بے دینی کی ندیا رن میں بہتی تھی

علی! تیغِ پسر کی کاٹ آ کر دیکھ کربل میں

کھڑی اک بے وطن دروازہ خیمہ پہ کہتی تھی

یہاں تک کہ آپ لشکر کی تین صفوں کو چیرتے ہوئے فرات کے کنارے پہنچ گئے،

آپ نے گھوڑے کو فرات میں اتار کر چلو میں پانی لیا اور فوجِ اشقیاء کی طرف دیکھا۔ اس

انداز و ادا کا مطلب یہ تھا کہ کو فیو! دیکھ لو، یہی فرات اور یہی پانی ہے۔ جسے تم نے آلِ رسول

سے روک رکھا تھا۔ نادانو! یہاں آ کر اگر پانی پینا ہی مقصود ہوتا تو آواز دے کر پورا دریائے

فرات قدموں میں بلا لیتا۔ میرا اپنے جدا مجد سے ایک عہد و پیمان ہے، جسے نبھانے کے

لیے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

آپ نہر فرات میں تھے کہ پیچھے سے ایک آواز آئی۔ یا حسین علیہ السلام! آپ

دریائے فرات کے پانی کی اٹھتی ہوئی موجوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ادھر یزیدی لشکر خیموں کو

لوٹ رہا ہے، امام نے پانی چلو سے پھینکا اور تیز ہوا کی طرح خیموں تک پہنچ گئے۔ وہاں پر آپ نے کسی کو نہ دیکھا تو جان لیا کہ یہ بات مکاری سے کی گئی ہے، جب کہ دوست کا منشاء بھی یہی تھا کہ آج کے دن کی پیاس شراب بہشت سے بھائی جائے۔

### آخری بار وصیت

جب آپ خیمہ میں تشریف لے آئے تو سراپردہ میں قدم مبارک رکھا، تمام خواتین اہل بیت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں تو آپ نے انہیں فرمایا۔ اے پردہ دارو۔ چادریں سر پر کر لو۔ اور کمر باندھ کر میری مصیبت کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ دیکھو کپڑے نہ پھاڑنا۔ اور نہ گھبراہٹ کا اظہار کرنا۔ میرے یتیموں کا خیال رکھنا۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے امام زین العابدین کو آغوش میں لیا اور بوسہ دیتے ہوئے فرمایا۔ جب آپ مدینہ منورہ میں پہنچ جائیں تو میرے دوستوں کو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا۔ میرے باپ نے آخری وقت فرمایا تھا۔ اے دوستان ملت، جب کبھی تم غریب الوطنی کے دکھ میں مبتلا ہو جاؤ۔ تو میری غریب الوطنی یاد کر لینا اور جب کسی کو قتل شدہ دیکھو کہ اس کی گردن ناحق کاٹ دی گئی ہے تو مجھے فراموش نہ کرنا۔ اور جب کبھی ٹھنڈا میٹھا پانی پو تو میری پیاس پر غور کر لینا۔

### تلوار برق بار

جب امام علیہ السلام تیسری بار میدان میں تشریف لائے تو میدان میں کھڑے ہو کر مقابلے کی دعوت دی تو ابن سعد نے اپنے لشکر سے کہا، اے لوگو تم جانتے ہو کہ حسین علیہ السلام اکیلے اکیلے حریف کو نہیں چھوڑتے۔ لہذا ایک کے مقابلے میں ایک کے اصول کو ترک کر کے اکٹھے ہو کر حملہ کر دو۔ دیکھو! وہ پیاس کی شدت سے ہلاکت کے قریب پہنچ چکے ہیں! شاباش آگے بڑھو۔ اور حسین رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ لو۔ یہ سن کر یزیدی لشکر گیا اور آپ

کو گھیرے میں لے لیا۔ اور امامِ عالی مقام شیرازیاں کی طرح تیغ براں لیے ہوئے ان کے درمیان —

أَنَا ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ —

(میں رسولِ خدا کا بیٹا ہوں) —

کارِ عدا ساعرہ لگاتے تو زمین کانپ اٹھتی۔ اور جب آپ کی برق نما تلوار کی شعاعوں کی بجلی گرتی تو دشمنوں کی آنکھ کو خیرہ اور چہروں کو تیرہ کر دیتی۔ زمین و آسمان کے درمیان اٹھنے والا غبارِ خون کی بارش سے فرو ہو گیا۔ ناپاک دشمن کے تیرہ بدن میں نزعِ جان کے لیے آپ کی شمشیر حوں نشاں کا حکمِ قطعی فیصلہ کر دیتا۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۴۹)

مثالِ رعد تھا ہر نعرہ تکبیرِ شبیری  
بنا تھا ہر کوئی میدان میں نخبیرِ شبیری  
بھری تھی بجلیاں اس میں کہ وہ برق تپاں خود تھی  
قضاء و موت کا پیغام تھی شمشیرِ شبیری

### مخالف کا اعتراف

عبداللہ بن عمار امام کی مخالف فوج کا ایک جنگ جو لشکری تھا۔ اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام کو دونوں طرف سے پیادوں نے گھیر رکھا ہے آپ ان کے زغہ میں ہیں۔ پھر انہوں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے داہنی اور بائیں طرف سے حملہ کرنے والوں کو منتشر کر دیا۔ عبداللہ کا قول ہے:

فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ مَكْسُورًا قَطُّ قَدِ قُتِلَ وَلَدُهُ وَاهْلُ بَيْتِهِ وَأَصْحَابِهِ

أَرْبَطَ جَاشًا وَلَا أَمْضَى جَنَانًا مِنْهُ وَلَا أَجْرًا مُقَدَّمًا —  
 خدا کی قسم! میں نے کسی ایسے بے کس و مجبور کو نہیں دیکھا، جس کی اولاد، اہل  
 بیت اور اصحاب و انصار سب قتل ہو چکے ہوں۔ حسین کی طرح جرأت و  
 بہادری سے لڑتے ہوئے —

وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ —  
 خدا کی قسم! نہ ان سے پہلے اور نہ بعد کوئی ان کی مثل نظر آیا۔  
 إِنَّ كَانَتْ الرَّجَالَةُ لَتَنْكَشِفُ مَنْ عَنِ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ انْكَشَافَ  
 الْمَعْرِي إِذَا شَدَّ فِيهَا الذَّبُّ .

(طبری جلد ۶ ص ۲۵۹۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۸، الکامل فی التاریخ ابن اثیر جلد ۳ ص ۲۹۵،  
 استشہاد الحسین ص ۱۴۲)

ان کے دائیں اور بائیں طرف کے لوگ اس طرح بھاگ رہے تھے۔ جیسے  
 بھیڑیے کے حملہ کرنے سے بکریاں بھاگتی ہیں۔

امام عالی مقام کی تلوار کی کاٹ، اور ہمت و مردانگی کے قصے آسمان شجاعت پر  
 ستاروں کی مانند چمکتے رہیں گے۔ اللہ رب العزت نے مسافرت اور بے کسی کے عالم میں  
 ایسی قوت و حوصلہ سے نوازا کہ یزیدیت کا غرور خاک میں مل گیا، آپ کی تیغ خارا شگاف کا  
 سینہ ہدف میں اتر کر اسے پیوند خاک کرنا قدرت خداوندی کا ایک شہ و اندک ہے۔

وہ تیغ شبیر، تیغ حق تھی، کہ حق کا سکہ بٹھا رہی تھی  
 جلو میں لے کر وہ بجلیوں کو، دغا کے خرمن جلا رہی تھی  
 سر خباشت اڑا رہی تھی، وہ زور کثرت مٹا رہی تھی  
 زمین کربل کی خاک میں وہ، غرور باطل مٹا رہی تھی

حسین میداں میں لڑ رہے تھے، ادھر تھی سجدے میں ایک بی بی  
بڑے ہی عجز و نیاز میں وہ، خدا سے کرتا رہی تھی  
خدایا رکھ لاج، آج، شمشیر حیدری کی، رن بلا میں  
دعا کی آواز دختر مرتضیٰ، کے خیمے سے آ رہی تھی

(خضر)

### چاروں طرف سے حملہ

جب امام علیہ السلام کی شجاعت و بہادری کے سامنے بڑے بڑے پہلوانوں کے  
حوصلے جواب دے گئے تو سالار لشکر عمرو بن سعد نے اپنی فوج کو پکارتے ہوئے کہا

وَيَلَّكُم تَدْرُونَ لَمَنْ تُقَاتِلُونَ —

اے لشکر شام افسوس ہے تم پر —

جاننے ہو کس سے لڑ رہے ہو؟ —

هَذَا ابْنُ الْإِنزَاعِ الْبَطِينِ — هَذَا ابْنُ قِتَالِ الْعَرَبِ —

یہ انزاع بطن اور عرب کے سب سے بڑے جنگ جو (علی ابن ابی طالب) کا بیٹا

— ہے

نَاْحِمِلُوا عَلَيْهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ —

(حیات النبی جلد ۲ ص ۳۲۲ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار)

اس پر چاروں طرف سے ایک ساتھ حملہ کر دو۔

پھر کیا تھا۔ امام علیہ السلام پر چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔ اس کے  
باوجود آپ نے حوصلہ کو بلند رکھا اور فوج اشقیاء کی صفوں کو چیرتے ہوئے گھوڑے کو پانی  
پلانے کی غرض سے فرات کے کنارے پہنچ گئے۔ اور گھوڑے کو پانی میں ڈال کر فرمایا —



أَنْتَ عَطْشَانٌ وَأَنَا عَطْشَانٌ وَاللَّهِ لَا ذُقْتُ الْمَاءَ حَتَّى تَشْرَبُ —

(حیات النبی جلد ۲ ص ۳۲۲ بحوالہ شہادت نواسہ سیدالابرار)

اے گھوڑے تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ خدا کی قسم میں بھی اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا۔ جب تک تو پانی نہ پی لے۔ جب نواسہ رسول کا یہ کلام سنا تو وفادار گھوڑے نے فوراً اپنا منہ پانی سے اٹھالیا۔ آپ فرات سے باہر نکلے تو حصین بن تمیم خبیث نے تیر چلایا۔ جو آپ کے تالو میں پیوست ہو گیا، جب آپ نے تیر کو کھینچا، تو خون بہہ نکلا۔

فَتَلَقَّاهُ بِيَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا إِلَى السَّمَاءِ وَهُمَا مَمْلُوءَةٌ تَانِ —

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۷)

تو آپ نے اپنے خون کو دونوں ہاتھوں میں لے لیا پھر خون سے بھرے ہوئے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا۔

ثُمَّ رَمَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ

پھر اسے آسمان کی طرف اچھال دیا اور فرمایا

اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تَذَرُ عَلَى الْأَرْضِ مِنْهُمْ

أَحَدًا —

اے اللہ ان کو گن ان کی تعداد کو شمار کر اور انہیں ایک ایک کر کے قتل کر اور ان میں سے کسی کو بھی زمین پر باقی نہ رکھ۔

خیال رہے کہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکریم محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الکامل

فی التاریخ میں رقم طراز ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

فَجَعَلَ يَتَلَقَّى الدَّمَ بِيَدِهِ وَرَمَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ حَمِدَ اللَّهَ

وَإِثْنِي عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ — اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْكُو إِلَيْكَ مَا يُصْنَعُ بِابْنِ

بِنْتِ نَبِيِّكَ — اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاَقْتُلْهُمْ بَدْرًا وَلَا تَبْقَ مِنْهُمْ اَحَدًا .

(اکامل جلد ۳ ص ۲۹۴ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت لبنان)

— بس امام علیہ السلام کے ہاتھ میں ”یعنی چلو میں“ خون آیا اور آپ نے خون کو آسمانوں کی طرف پھینکا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ! میں تیری جناب میں شکایت پیش کرتا ہوں، اس بات کی جو تیرے نبی کی بیٹی کے بیٹے کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ اے اللہ ان کو گن اور ان کو جدا جدا کر کے ہلاک کر دے۔ اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ۔

حصین بن تمیم کا انجام

امام علیہ السلام نے اپنا چہرہ مبارک آسمان کی طرف کر کے جب مندرجہ بالا دعا مانگی۔ تو وہ فوراً قبول ہوئی۔ طبری اور ابن کثیر، ابن اثیر نے لکھا ہے۔ خدا کی قسم! آپ کو تیر مارنے والا شخص ابھی تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پیاس کو اس پر مسلط کر دیا۔ کبھی اس کو ٹھنڈا پانی پلایا جاتا اور کبھی دودھ کی لسی۔ لیکن اس کی پیاس نہ بجھتی تھی اور وہ ان الفاظ میں شور مچاتا تھا —

وَيَلِكُمْ اسْقُونِي قَتَلَنِي الظَّمَاءُ —

(اکامل جلد ۳ ص ۲۹۴ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۷۔ طبری جلد ۶ ص ۲۵۸)

تم ہلاک ہو جاؤ مجھے پانی پلاؤ، مجھے پیاس نے قتل کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ —

فَوَاللّٰهِ مَا لَبِثَ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى اَنْفَذَ بَطْنُهُ اِنْفِذَاذَ بَطْنِ الْبَعِيْرِ —

(اکامل ج ۳ ص ۲۹۴، البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۷، طبری جلد ۶ ص ۲۵۸)

خدا کی قسم کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ اس کا پیٹ پھول کر اونٹ کے پیٹ کی طرح ہو گیا۔

امام گھوڑے سے اترے

علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے زخم پر چادر لپیٹی اور تیروں کی بارش میں گھوڑے سے اس لیے نیچے اترے کہ وہ گھوڑا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا اور آپ نے اپنے نانا کریم کی یادگار کو مزید زخموں سے بچانے کے لیے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے پیدل بھی تلوار کے وہ جوہر دکھائے کہ لشکر یزید میں سے کوئی شخص بھی قریب آنے کی جرأت نہ کرتا۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے جسے طبری نے نقل کیا —

وَهُوَ يُقَاتِلُ عَلِيَّ رَجُلِيهِ

اور وہ پیدل ہو کر اس طرح جنگ کر رہے تھے —

قِتَالَ الْفَارِسِ الشُّجَاعِ، يَتَّقِي الرَّمِيَةَ وَيَفْتَرِصُ الْعَوْرَةَ، وَيَشُدُّ

عَلَى الْخَيْلِ —

جیسے کوئی بہادر شہسوار فاصلہ سے خود بچاتے ہوئے کمین گا ہوں سے اپنا موقع تلاش

کرتے ہوئے، سواروں پر حملہ کرتا جائے — حمید بن مسلم کہتا ہے کہ شہید ہونے سے قبل

میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے —

وَاللَّهِ لَا يَقْتُلُونَ بَعْدِي عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللَّهِ، اللَّهُ أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ

لِقَتْلِهِ مِنِّي —

خدا نے تم کو میرے قتل کے بعد اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی ایسے

بندے کو قتل نہ کرو گے۔ جس کے قتل پر میرے قتل سے زیادہ خدا تم سے ناراض ہو۔  
فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر کے مجھ پر کرم کرے گا۔

ثُمَّ يَنْتَقِمُ لِي مِنْكُمْ مِنْ حَيْثُ لَا تَشْعُرُونَ —

پھر تم سے میرا اس طرح انتقام لے گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ فرمایا تم نے مجھے قتل کیا تو کیا ہوا، خدا کی قسم! خدا تم لوگوں کو آپس کی خون ریزی میں مبتلا کر دے گا اور تمہارے خون کی ندیاں بہا دے گا۔ اور اس پر بھی بس نہ کرے گا۔

حَتَّى يُضَاعِفُ لَكُمْ الْعَذَابَ الْآلِيمَ —

یہاں تک کہ تمہارے لیے دردناک عذاب دگنا کر دے گا۔

(طبری جلد ۶ ص ۲۶۰)

ظہر کی نماز تو آپ نے اپنے اصحاب و احباب کے اصرار پر اور جنگ کی صورت حال کے پیش نظر اول وقت میں صلوٰۃ خوف کی صورت میں ساتھیوں کے ساتھ ادا فرمائی تھی۔ اب نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ امام علیہ السلام کی تلوار نے دشمنوں کے چھلکے چھڑا دیئے تھے۔ آپ جس طرف رخ کرتے فوج یزید آگے سے بھاگ جاتی۔ پھر کیا تھا آپ نے معاشمشیر براں کو نیچے کر لیا اور جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ ہو سکتا ہے کہ شہادت کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے خود کو قضائے خدالم یزال کے سپرد کرنے کا ارادہ فرمایا ہو یا پھر کسی سمت سے ندا گونجی ہو۔ کہ بس کر حسین بس کر۔!

جمال دین رسول ﷺ بس کر، عرب کے ماہ مبین بس کر  
جناب زہرا علیہا السلام کے دل کے ٹکڑے، علی کے درخشاں بس کر  
فلک نے آواز دی میں تجھ پہ، نثار اے ذوالفقار والے  
کہ تیری ہیبت سے کربلا کی، لرز رہی ہے زمین بس کر

رسول اکرم ﷺ بھی آب کوثر کا، جام تھا مے تھے منتظر تھے

بلا رہے تھے علیؑ کہ آجا، نبی کے دیں کے معین بس کر

فوج اشقیاء نے آپ کو پیادہ دیکھا تو دلیر ہو کر آپ پر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک

شخص کا تیر آپ کی پر نور پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے تیر باہر کھینچا تو زخم سے خون کا

فوارہ ابل پڑا۔ آپ نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھ لیا۔ جب آپ کا ہاتھ خون سے لت پت ہو گیا تو

آپ نے اسے چہرے پر مل کر فرمایا، میں اسی حالت میں اپنے نانا جان سے ملاقات کروں

گا۔ اور پھر اسی حالت میں آپ قبلہ رو ہو گئے۔ اور بحضور کبریا اپنا سر سجدے میں رکھ دیا۔

آپ کے قتل کے ارادے سے ایک ایک دو دو آدمی آتے رہے اور جب آپ کو اس حالت

میں دیکھتے تو شرمندہ ہو کر واپس چلے جاتے۔

### آخری لمحات

جب شمر نے اپنی فوج کو دیکھا کہ وہ امام کے قتل سے اغراض کر رہے ہیں تو اس نے

چلا کر کہا۔ یہ تاخیر و توقف کیسا ہے؟ اس کی بات سن کر زرعه بن شریک نے آگے بڑھ کر آپ

کے ہاتھ پر ضرب لگائی۔ اور دس دوسرے آدمی آپ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے اور وہ لوگ

آپ کے قریب آ گئے، ان میں سنان ابن انس نے قریب آ کر امام کی پست یا گردن میں

نیزہ مارا تو آپ پہلو کے بل زمین پر گر گئے۔ خولی بن یزید اصبحی نے گھوڑے سے اتر کر آپ

کا سر قلم کرنا چاہا تو اس کے ہاتھوں میں کپکپی طاری ہو گئی۔

### قاتل کی شناخت

علامہ حسین کاشفی نے امام بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب امام علیہ السلام گر

پڑے تو ایک شخص آپ کا سر اتارنے کی غرض سے آیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اسے دیکھ

کرفرمایا چلا جا تو میرا قاتل نہیں! مجھے افسوس ہوگا کہ تو آتش دوزخ میں گرفتار ہو جائے اس شخص نے جب امام کی زبانی یہ بات سنی تو روتے ہوئے کہنے لگا، اے رسولِ خدا کے بیٹے آپ اس حال میں پہنچ چکے ہیں اور ابھی تک ہمارا غم کھا رہے ہیں کہ ہم دوزخ کی آگ میں نہ جلیں۔ اس شخص نے جس تلوار کو قتلِ امام کے لیے کھینچا تھا اس کو ہاتھ میں جنبش دیتے ہوئے ابنِ سعد کے سامنے آ گیا۔ ابنِ سعد نے پوچھا! کیا تو نے حسین کا کام تمام کر دیا۔ اس نے کہا نہیں، بلکہ میں اس لیے واپس آ گیا ہوں کہ تیرا کام تمام کر دوں اور اس کے ساتھ ہی اس نے ابنِ سعد پر تلوار کا وار کر دیا۔ ابنِ سعد کے نوکروں نے اسے گھیرے میں لے کر اس پر تلواریں چلانا شروع کر دیں۔ اس شخص نے زخمی حالت میں امام علیہ السلام کی طرف رخ کر کے عرض کیا:

يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ - گواہ رہنا مجھے آپ کی محبت کے کوچے میں قتل کر رہے ہیں اور کل قیامت کو مجھے یاد رکھنا اور اپنے شہیدوں کے لشکر کے ساتھ جنت میں لے جانا۔ امام نے اسے آواز دی کہ بے فکر ہو جا تو اپنی خواہش کے مطابق کل قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

### آسمان سے شورا اٹھا

روایت ہے کہ جب امامِ زمن زمین کر بلا پر گرے تو زمین کو لرزا آ گیا اور آسمان سے شورا اٹھا۔ یزیدیوں کے لشکر سے دس آدمی پا پیادہ تلواریں سونت کر آئے اور ہر ایک کی خواہش یہ تھی کہ وہ امامِ عالی مقام کا سر کاٹ لے اور اس کے صلے میں انعام حاصل کرے، لیکن جو بھی شخص آگے بڑھتا امام علیہ السلام آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھتے تو وہ نادام ہو کر واپس لوٹ جاتا۔ ان میں سے سنان بن انس اور شمر بن ذالجوشن باقی رہ گئے، سنان نے چاہا کہ وہ آگے بڑھے مگر شمر لعین پیش قدمی کرتے ہوئے امام کے سینہ اقدس پر بیٹھ

گیا۔ امام علیہ السلام نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور فرمایا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں شمر بن ذی الجوشن ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا، اپنے چہرے سے زرہ کی کڑیاں پیچھے ہٹا۔ جب اس نے اپنا چہرہ ننگا کیا تو آپ نے دیکھا کہ اس کے دانت سور کے دانتوں کی طرح منہ سے باہر نکلے ہوئے تھے آپ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ . پھر آپ نے فرمایا۔

اپنا سینہ ننگا کر، اس نے سینے سے کپڑا ہٹایا تو اس پر برص (برص۔ فساد خون کی وجہ سے سفید و سیاہ

دھبے، سفید کوزھ جذام) کے داغ تھے۔ آپ نے فرمایا —

صَدَقَ جَدِّي رَسُولُ اللّٰهِ —

(علامہ ابن کثیر نے ابن عساکر کے حوالے سے اور انہوں نے محمد بن عمر بن حسن سے روایت بیان کی ہے کہ جب امام نے شمر

کو دیکھا تو فرمایا۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانِي اَنْظُرُ اِلَى كَلْبٍ اَبْقَعَ يَلْعَقُ فِي

دِمَآءِ اَهْلِ بَيْتِي . (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۸) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ میں ایک چتکبرے (ڈبکھو، با، ابلق) کتے کو اپنے اہل بیت کا خون چڑچڑ چانتے دیکھ رہا ہوں۔ لکھتے ہیں كَانَ بِشْمَرٍ

قَبَّحَهُ اللّٰهُ اَبْرَصًا . شمر خدا سے کوزھی کرے ابرص تھا۔)

میرے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا — پھر فرمایا —

میں نے آج رات اپنے نانا جان کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھے میرے قاتل کی جو

نشانیاں بتائیں ہیں وہ سب کی سب تجھ میں موجود ہیں — تو اپنا کام جلدی کر لے وقت

بہت کم ہے — پھر آپ نے فرمایا — میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے پیغمبر حضرت زکریا

علیہ السلام کی روح میرے دائیں ہاتھ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی روح میرے بائیں

ہاتھ میں موجود ہے۔ پھر فرمایا: اے شمر! میرے سینے سے اٹھ جا، کیونکہ نماز کا وقت ہو گیا

ہے۔ پیچھے ہٹ تاکہ میں نماز کے لیے بیٹھ جاؤں اور پھر نماز میں جام شہادت نوش کروں جو

میرے بابا کی میراث ہے۔ شمر لعین آپ کے سینے سے اٹھ گیا اور آپ نے تمام طاقت مجتمع کر کے قبلہ کی طرف رخ کر لیا۔ جب آپ نماز میں مشغول ہو گئے تو سجدے میں سر رکھ لیا تو شمر صبر نہ کر سکا کہ امام کو اپنی نماز پوری کر لینے دے۔

چنانچہ اس نے سجدے کی حالت میں امامِ عالی مقام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا۔

(روضۃ الشہداء)

(إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

کہتی تھی ارض کرب و بلا رو کے کر کے بین  
اے شمر رک جا سجدے میں ہے شاہ مشرقین  
آہ و فغاں تھی، زاری و فریاد ہر طرف  
کربل کی تپتی ریت پہ مارا گیا حسین

○ روضۃ الشہداء میں ہے بوقتِ شہادت امام علیہ السلام۔ ملکوت (ملکوت۔ فرشتوں کی

دنیا) کی عبادت گا ہوں میں شعور مچ گیا۔

جبروت (جبروت۔ آسمانی عظمت و جلال کا عالم) کے باغات سے واویلا کی صدا سنیں آنے لگیں۔

آفتاب عالم افروز کی روشنی ختم ہو گئی۔

ماہ جہاں آرا چاہ محاق (حاق۔ چاند کے گھٹنے کے دن، قمری مہینے کی آخری تین تاریخیں) میں گر پڑا۔

زہرہ (تیرے آسمان پر ایک ستارہ) نے جگر گوشہ زہراء کے لیے مسرت سے ہاتھ اٹھالیا۔

زحل (ساتویں آسمان پر ایک نہایت ست رفتار ستارہ جسے غم خیال کیا جاتا ہے) نے مصیبت زدوں کی

موافقت میں ساتویں آسمان پر تعزیت کا پرچم لہرا دیا۔ فرشتوں نے فضا کے اندر فریاد و فغاں

شروع کر دی۔ نواح کربلا میں سے جنوں کے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ آسمان نے



خون سے دامن بھر لیا۔ زمین خود پر غضب الہی سے لرز نے لگی۔ دریا کی مچھلیاں پانی سے باہر آ کر زمین پر تڑپنے لگیں۔ غرض ہر طرف سے آواز گر یہ اٹھی۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ فغاں کیسی ہے۔ ایضاً

لی بچا آبرو دین اسلام کی  
جان دے کے محمد کے شہباز نے  
سارے عالم کو حیرت زدہ کر دیا  
ابن حیدرؓ کے ہر طرز و انداز نے  
چر گیا غم سے سینہ افلاک بھی  
سسکیاں ارض کربل بھی بھرنے لگی  
عرش اعظم کی ہیبت کو تڑپا دیا  
ایک ندبہ زینبؓ کی آواز نے

غرض ہر طرف ایک شور فغاں تھا۔ نالہ فریاد کی صدائیں تھیں کہ سلطان دوسرا کا دوسرا

نواسہ بھی بنو امیہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

### جنوں کا نوحہ

امام عالی علیہ السلام کی شہادت کے وقت جنات کے نوحے معتبر کتابوں میں موجود

ہیں۔ ان کی تفصیل زیر نظر کتاب صفحہ ۵۱ تا ۸۸ میں گزر چکی بطور نمونہ ایک دو نوحے یہاں لکھ

دیتا ہوں۔ علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سر الشہادتین میں

ارقام فرماتے ہیں۔ کہ ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت بیان کی — قَالَ

سَمِعْتُ الْجَنَّةَ تَنُوحُ عَلَى الْحُسَيْنِ — کہتے ہیں کہ میں نے جنوں کو امام حسین پر

نوح کرتے ہوئے (روتے ہوئے) سنا۔ وہ یہ شعر پڑھ کر روتے تھے

مَسَحَ السَّبِيَّ حَيْنَهُ

فَلَهُ بَرِيْقٌ فِي الْخُدُودِ

أَبَوَاهُ فِي عَلِيٍّ قَرِيْشٍ

وَجَدُّهُ خَيْرَ الْجَدُودِ

ترجمہ:- اس (حسین) کی جبین پونور کو نبی کریم نے چوما تھا۔ اس کا چہرہ کس قدر نورانی اور چمکدار ہے۔ اس کے ماں باپ قریش کی جان اور فخر و نازش تھے۔ اور اس کا نانا تمام جہاں سے بہتر ہے۔

○ سیدہ امّ المؤمنین امّ سلمہ سے روایت ہے۔

قَالَتْ مَا سَمِعْتُ نُوحَ الْجِنِّ مُنْذُ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اللَّيْلَةَ وَمَا أُرِنِي إِلَّا قَدْ قُتِلَ تَعْنِ الْحُسَيْنِ —

ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے انتقال شریف کے بعد جنوں کا رونا نہیں سنا۔ مگر آج کی رات

(جنوں کا رونا سنا) تو میں نے جان لیا کہ میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو

گیا۔

فَقَالَتْ لِجَارِيَّتِهَا أَخْرُجِي فَلَنَسْتَلِي . فَأَخْبَرْتُ إِنَّهُ قَدْ قُتِلَ وَإِذَا

الْجَنَّةُ تَنُوحُ —

پھر امّ المؤمنین نے اپنی خادمہ کو حکم دیا کہ گھر سے باہر نکل کر معلوم کر۔ پھر

معلوم ہوا کہ حسین شہید ہو گئے۔

اور جن ان الفاظ میں نوحہ کناں ہیں۔

أَلَا يَاعَيْنُ فَأَبْتَهْلِي بِجُهْدٍ  
وَمَنْ تَيْكِي عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعْدِي

اے آنکھ جتنا رو سکتی ہے رولے، کون روئے گا شہیدوں کو ہمارے بعد۔

عَلَى رَهْطٍ تَقْوُدُهُمُ الْمَنَايَا  
إِلَى مُتَحَبِّرٍ فِي مُلْكٍ عَهْدِي

ان شہزادگانِ رسول کو موت ظالموں کے پاس کھینچ لائی (افسوس صد افسوس)

مندرجہ بالا نوحہ جو سر الشہادتین کے حوالے سے لکھا ہے۔ یہ صفحہ نمبر ۷۰ پر گزر چکا

ہے جو مجمع الزوائد کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ دراصل یہ شعر پڑھ کر نوحہ کرنے والا جن

نہ تھا بلکہ جننی تھی۔ اس نے کہا ”میرے بعد شہیدوں پر کون روئے گا۔“ اسے کیا خبر تھی کہ

سوائے چند خوارج کے ساری دنیا حسین رضی اللہ عنہ پر روئے گی اور قیامت تک روئے گی

اب اسے عالم تصور میں ہی کہا جاسکتا ہے کہ بی بی آ کے دیکھ! کہ۔

ابھی تک رو رہا ہے قلب مضطر

حسین ابن علیؑ کا نام لے کر

تمہارے بعد بھی روتی ہے دنیا

رسولِ پاک کے لختِ جگر پر

بلا کی دھوپ میں، کرب و بلا میں

تڑپتی تھی نبی ﷺ کی آلِ اطہر

نبی کی آل کے خیموں کا جلنا

ابھی تک ہے نگاہوں میں وہ منظر  
 ابھی تک یاد رکھا ہے خضر نے  
 جفا کا تیر اور حلقومِ اصغر  
 ہیں پچھتاوے کے عالم میں ابھی تک  
 فرات و دجلہ و نیل و سمندر

### سرخ غبار

کاشفی لکھتے ہیں کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت سرخ رنگ کا ایک  
 غبار ظاہر ہوا، جس سے جہان اس قدر تاریک ہو گیا کہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔  
 لوگوں نے گمان کر لیا کہ یہ عذاب خداوندی کا مقدمہ ہے۔ مگر ایک ساعت کے بعد یہ غبار  
 چھٹ گیا اور دنیا روشن ہو گئی۔

### مرکب امام رضی اللہ عنہ

امام کی شہادت کے بعد آپ کا گھوڑا بیقرار ہو کر چاروں طرف بھاگنے لگا پھر کچھ دیر  
 کے بعد واپس آ کر اس نے اپنی پیشانی کے بال خون سے تر کیے اور اپنی آنکھوں سے آنسو  
 بہاتا ہوا اہلبیت کے خیموں کی طرف لوٹ آیا اور اس کا سوار اس پر موجود نہیں تو انہوں نے  
 فریاد کرتے ہوئے گھوڑے کو مخاطب کیا اور کچھ اس طرح فرمایا۔

خالی گھوڑے دی تک کاٹھی روپیاں پردے داراں  
 باہج تیرے ہن بے وطنیاں دیا کون لوے گا ساراں  
 اک پردیس ناں زہراء دالے کے روندی پئی سی  
 ماریا ظلم دے تیر چلا تیرے بچڑے نوں بدکاراں

سکینہ: کون سکینہ۔

امام پاک کی سات سالہ بیٹی۔ جو امام کو سب سے زیادہ پیاری تھی۔ حضرت امام علیہ السلام کو سیدہ سکینہ اور ان کی والدہ رباب سے بے پناہ محبت تھی۔ امام فرماتے ہیں۔

لِعُمْرِكَ اِنِّي لَأَحِبُّ دَارًا  
تُحِلُّ بِهَا سَكِينَةً وَالرَّبَابُ

(رباب:- حضرت رباب کے والد امری القیس ابن عدی بن اوس کلبی حضرت عمر کے زمانے میں ایمان لائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کی قوم کا آمر مقرر فرمایا۔ جب وہ حضرت کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے صرف ایک لڑکی کا رشتہ مانگا۔ انہوں نے ایک ہی وقت میں اپنی ایک بیٹی سلمیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اور دوسری بیٹی رباب رضی اللہ عنہ کا نکاح امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور تیسری بیٹی محیاہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۰)

میں اس گھر کو محبوب رکھتا ہوں جس میں سکینہ اور رباب رہتی ہیں۔

أَحِبُّهُمْ مَا وَابْدُلُ جَلَّ مَالِي  
وَلَيْسَ لِلْأَيْمِي فِيهَا عِتَابُ

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۱۰)

مجھے ان دونوں سے محبت ہے اور میں ان پر مال خرچ کرتا ہوں اور اس میں

کسی ملامت کرنے والے کو مجھ پر ناراض ہونے کا حق نہیں۔

جب اس معصوم سکینہ کو خالی گھوڑا آتا دکھائی دیا ہوگا تو ان کی اس وقت حالت کیا

ہوئی ہوگی۔ ہو سکتا ہے انہوں نے اپنے بابا کی شہادت پر اس قسم کا ندبہ کیا ہو۔

واگاں پھڑ کے بولی گھوڑیا دس اسوار کتھے ای

نیزہ حمزہ دا، حیدر دی دس تلوار کتھے ای

جس نو سر بن ثریا بابل میرا دل مقتل دے  
 جنت دے سردار سخی دی او دستار کتھے ای  
 جناب سکیںہ کی فریاد کے جواب میں گھوڑے نے کیا کہا ہوگا وہ تو بے زبان ہے ناطق  
 نہیں ہو سکتا۔ اس نے اشاروں کی زبان میں کہہ دیا ہوگا — اے مخدومہ اہل وفا۔ اے  
 مظلومہ کرب و بلا

کربل دی پچھ دھرتی کولوں حال پتہ اس شہ دا  
 دین بچاون لئی جس واریا کنبہ ماں زہراء دا  
 وجیا تیر پیشانی تے جد، اتنا یاد رہیا اے  
 ایناں پڑھدا، ڈگ پیا تھلے، منبع جود و سخا دا  
 ○ علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ اہل بیت کرام نوحہ کناں تھے اور گھوڑا گردن جھکائے رو  
 رہا تھا — لکھتے ہیں:

وروئے خود را بر پائے امام زین العابدین علیہ السلام میمالید —

(روضۃ الشہداء ص ۲۵۲)

اور اپنے چہرے کو امام زین العابدین کے پاؤں پر مل رہا تھا۔  
 ابوالمؤد خطیب خوارزمی کی روایت کے مطابق۔ اس گھوڑے نے تھوڑی دیر زمین پر  
 اپنا سر مارا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ بقول ابوالمفاخر۔ وہ گھوڑا صحرا کی طرف نکل گیا اور  
 پھر کسی شخص کو اس کا نشان نہ مل سکا۔ (روضۃ الشہداء ص ۲۵۲)

خیموں پر حملہ اور لوٹ مار

شہادت امام کے بعد خیام حسینی کو لوٹ کر آگ سے جلا دیا گیا۔ ظالموں نے ظلم کی

انتہا کر دی۔ بے وطن مسافروں کے ساز و سامان کو بے دردی سے لوٹ لیا گیا۔ آج کے خوارج کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا، ان کی اس بات کے جواب میں فقط اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ عادی چور اور ڈاکو۔ چوری اور ڈاکے کے بعد اعتراف نہیں کرتے۔

علامہ ابن کثیر جو ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے کے ناطے سے نظریاتی طور پر خارجیوں کے زیادہ قریب ہیں اور تمام خارجی انہیں ثقہ تسلیم کرتے ہیں۔ وہ اپنی تاریخ ”البدایہ والنہایہ“ میں لکھتے ہیں —

وَآخَذَ سَنَانٌ وَغَيْرُهُ سَلْبَهُ وَتَقَاسَمَ النَّاسَ مَا كَانَ مِنْ أَمْوَالِهِ  
وَحوَاصِلِهِ، وَمَا فِي خِبَائِهِ حَتَّى مَا عَلَى النِّسَاءِ مِنَ الثِّيَابِ  
الطَّاهِرَةِ —

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۸)

حضرت امام علیہ السلام کے خیموں میں جو مال و اسباب تھا وہ سارے کا سارا سنان بن انس اور دوسرے لوگوں نے لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ برتنوں اور عورتوں کے پہننے والے پاک و طیب کپڑے تک انہوں نے مل کر آپس میں بانٹ لیے۔

○ مولانا عبدالرب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(جب یزیدی فوج کے لوگ مال و اسباب لوٹنے کی غرض سے خیموں کے قریب پہنچے) تو سیدہ زینب اور سیدہ اُمّ کلثوم نے فرمایا۔ تم لوگ ہم سے دور رہو۔ جو کچھ ہمارے پاس زیورات ہیں وہ ہم خود اتار کر تمہیں دے دیتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم شیر خدا اور فاطمہ الزہراء کی بیٹیاں ہیں۔

کوئی امام حسین کے خیموں کا سامان لوٹ رہے تھے اور حرم کی مظلوم شہزادیاں آہ و  
 فغاں کر رہی تھیں کہ اتنے میں سالار لشکر ابن سعد وہاں خیموں کے پاس پہنچ گیا اور اس نے کہا  
 خبردار کوئی ان عورتوں کے قریب نہ جائے۔

وَمَنْ أَخَذَ مِنْ مَتَاعِهِمْ شَيْئًا فَلْيُرُدَّهُ عَلَيْهِمْ —

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۸)

اور جس نے ان کے مال و متاع میں کوئی چیز لوٹی ہو تو وہ انہیں واپس کر دے۔ علامہ  
 ابن کثیر لکھتے ہیں —

فَوَاللَّهِ مَا رَدَّ أَحَدٌ شَيْئًا —

خدا کی قسم کسی نے بھی کوئی چیز واپس نہ کی۔

لباس حسین رضی اللہ عنہ

امام پاک نے بوقت جنگ جو لباس زیب تن کیا تھا۔ وہ بھی لوٹ لیا گیا۔ عمر بن یزید  
 نے حضرت امام علیہ السلام کا عمامہ لے لیا، یزید بن سہل آپ کی چادر لے گیا۔ سنان ابن  
 انس نخعی نے آپ کی انگوٹھی اور زرہ اتار لی۔ ابن اشعث نے جو باقی کپڑے بچے تھے وہ اتار  
 لیے۔ طبری میں ہے کہ بحر بن کعب لعین نے جو آپ کا چست پاجامہ جو آپ نے نیچے پہنا تھا  
 وہ اتار لیا اور حضور امام کو برہنہ کر دیا۔

ابن کعب کا انجام

لکھا ہے —

فَسَلَبَهُ أَيَّاهُ فَتَرَكَهُ مُجَرَّدًا —

بحر بن کعب نے اس پاجامہ کو اتار کر آپ کو برہنہ چھوڑ دیا۔ اس گستاخی کی سزا بحر بن



کعب کو اس صورت میں ملی

إِنَّ يَدَيَّ بِحَرِّ بَنِ كَعْبٍ كَانَتَا فِي الشِّتَاءِ يَنْبَصِحَانِ الْمَاءَ وَفِي

الصَّيْفِ يَبَانُ كَانَهُمَا عُوْدٌ . (طبری جلد ۶ ص ۲۵۹)

اس مردود ”بحر بن کعب“ کے ہاتھ اس طرح ہو گئے تھے کہ سردیوں میں دونوں ہاتھوں سے (پیپ کی شکل میں) پانی ٹپکتا رہتا تھا اور گرمیوں میں لکڑی کی طرح سوکھ جاتے تھے۔

### ظلم کا طوفان

امام ابن جریر طبری نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر لکھا ہے کہ آپ کا لباس بھی ان ظالم درندوں نے لوٹ لیا۔ لکھتے ہیں۔ بحر بن کعب نے پاجامہ لیا قیس بن اشعث نے حضرت کی چادر اتار لی۔ جس کی وجہ سے اس بد بخت کا نام

قَيْسُ قَطِيفَةَ (؟؟ چادر والا) پڑ گیا۔

اسود نے حضور کی نعلین اتار لیں۔ بنی نہشل بن دارم کے ایک شخص نے سرکار حسین کی تلوار نکال لی۔ اس کے بعد وہ تلوار حبیب بن بدل کے خاندان میں آ گئی۔ پھر یہ لوگ مال و اسباب پوشاک و زعفران وغیرہ کی طرف دوڑے آپ کے اونٹوں اور دیگر تمام چیزوں کو لوٹ کر لے گئے۔ پھر یہ لوگ اہل حرم کی طرف گئے۔ اور پھر یہ حال تھا

وَمَالَ النَّاسِ عَلَى نِسَاءِ الْحُسَيْنِ وَثَقْلِهِ وَمَتَاعِهِ فَإِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ

لِتَنَازِعَ ثَوْبَهَا عَنْ ظَهْرِهَا حَتَّى تَغْلِبَ عَلَيْهِ فَيَذْهَبُ بِهِ مِنْهَا .

(طبری جلد ۶ ص ۲۵۹)

اور پھر وہ لوگ امام حسین علیہ السلام کی مستورات اور مال و متاع کی طرف

بڑھے۔ حال یہ تھا۔ اگر کوئی شخص کسی پاک بی بی پر سے چادر اتارتا تو دوسرا اس سے چھین کر بھاگ جاتا۔

### جنگ کربلا کا آخری شہید

جب امام حسین شہید ہو چکے تو لوگ آل رسول کے خیمے لوٹنے میں مصروف تھے اسی اثنا میں کسی طرف سے یہ آواز آئی کہ حسین قتل ہو گئے۔ یہ آواز سوید بن عمرو کے کانوں میں پڑی۔ سوید امام کے جاں نثاروں میں سے تھے اور دوران جنگ شدید زخمی تھے۔ اور زخموں میں چور لاشوں کے درمیان بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔ جب امام کی شہادت کا سنا تو تمام طاقت مجتمع کر کے اٹھے اور تلوار اٹھانے کا ارادہ کیا دیکھا ان کی تلوار کوئی اٹھا کر لے گیا تھا۔ مگر ایک چھڑی ان کے پاس موجود تھی۔ اس چھڑی سے اٹھ کر لڑنا شروع کر دیا آخر عمرو بن بطار تغلمی اور زید بن رقاد جنبی نے مل کر انہیں شہید کیا یہ امام کے مجاہد سب سے آخر میں شہید ہوئے۔

(طبری ایضاً)

### امام کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے

شہادت امام کے بعد ابن سعد نے اپنے لشکر میں منادی کرادی اور اعلان کیا  
مَنْ يَنْتَدِبُ لِلْحُسَيْنِ كُونَ هُوَ بِيَدِ حُسَيْنٍ كَمَا لَمْ يَكُنْ  
لاش کی طرف —

وَيُؤْتِيهِمْ فَرَسَهُ —

اور اس کا گھوڑا حسین کو روند ڈالے

فَانْتَدَبَ عَشْرَةَ مِنْهُمْ —

یہ سن کر دس آدمی ان میں سے آگے بڑھے اور ان لوگوں میں اسحاق بن حیوٰة

الحضری بھی تھا، جس نے امام پاک رضی اللہ عنہ کا کرتہ اتار لیا تھا اور آخر میں کوڑی ہو کر  
مرا۔ اور ان لوگوں میں اجبش بن مرشد حضری بھی تھا۔

فَاتُوا فِدَاسُوا الْحُسَيْنَ بِخِيُولِهِمْ —

پس وہ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئے اور امام کی نعش روندنے لگے۔ یعنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے پر گھوڑے دوڑانے لگے

حَتَّى رَضُوا ظَهْرَهُ وَصَدْرَهُ

یہاں تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سینہ مبارک اور پیٹھ کو انہوں نے چور

چور کر دیا۔ اس کے بعد امام کی ایک کرامت ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ۔ اجبش حضری کو ایک تیر

کہیں سے آ کر لگا۔ وہ ابھی میدان میں ہی موجود تھا کہ تیر اس کے دل میں آ کر پیوست ہو

گیا۔ جس سے وہ مردود مر گیا۔

ذرا غور کریں کہ جس جسد اطہر کو گھوڑوں کے سمون سے روندنا جا رہا ہے۔ یہ کونھ

ہے؟ یہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جسے اللہ کا رسول کندھوں پر بٹھا کر خوش ہوتا

تھا۔ آج وہ دین متین کی خاطر کن مراحل سے گزر رہا ہے۔ وہ لمحات کس قدر دردناک تھے۔

کہ جب چشم عالم نے یہ منظر دیکھا ہوگا۔ کہ خیموں کو جلایا جا رہا ہے اور ذریتِ مصطفیٰ کی

نعشوں پر گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں۔

گھر لٹ گیا ہے دشت میں زہراء بتول کا

لاشہ پڑا ہوا ہے محمد ﷺ کے پھول کا

کربل کی خاک پر جسے روندنا گیا وہ ہے

جسم حسین، حصہ ہے جسم رسول ﷺ کا

اولاد والو! جب امام علیہ السلام کے جسدِ اطہر کو کچلنے کا عمل جاری تھا تو اس وقت مخدرات عفت، کشور جو دو سخا کی شہزادیاں یہ منظر اپنی پر نور نگاہوں سے ضرور دیکھ رہی ہوں گی اور ان کے دلوں پر کیا گزر رہی ہوگی۔ امام کی سب سے چھوٹی صاحبِ زادی سیکینہ سلام اللہ علیہا نے رو کر کہا ہوگا۔

بکھرا ہوا صحرا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چمن ہے  
اے کو فیو! بابا مرا سلطانِ زمن ہے  
رک جاؤ نہ پامال کرو دینِ نبیؐ کو!!  
یہ نعش نہیں نور رسالت کی کرن ہے  
محبوبِ خدا پیار سے اک دن میں کئی بار  
تھے جس کو صدا چومتے یہ وہ ہی بدن ہے

### امام زین العابدین کے قتل کا ارادہ

جب خیامِ امام کو لوٹا جا رہا تھا ہر طرف ایک طوفانِ بدتمیزی تھا اسی دوران میں شمر لعین نے ”امام زین العابدین، جو اس وقت سخت بیماری کی حالت میں گرم زمین کے اوپر بچھے ہوئے ایک بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔“ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور آواز دی

اُقْتُلُوا عَلِيَّ فَرَّاشَهُ (روضۃ الشہداء ص ۳۶۰)

یعنی یہ جس بستر پر لیٹے ہوئے ہیں اسی پر قتل کر دو۔

مگر حمید بن مسلم نے جو شمر کے ساتھیوں میں سے تھا۔ اسے روک دیا۔ اور کہا یہ ابھی چھوٹا لڑکا ہے۔ اسے قتل نہیں کرنا چاہئے۔

حمید کہتا ہے پھر جس کو میں ان کی طرف آتے دیکھتا تھا۔ اسے ٹال دیتا تھا۔ پھر امام

زین العابدین نے فرمایا:

جُزِيتَ مِنْ رَجُلٍ خَيْرًا (طبری جلد ۶ ص ۲۶۰)

اے شخص تجھے جزائے خیر ملے۔

حضرت امام زین العابدین کی اس وقت عمر ”طبقات ابن سعد“ کے مطابق ۱۳

سال۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ۱۱ سال تھی۔ بقول امام نووی رحمۃ اللہ علیہ،

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور امام زین العابدین دونوں ایک ہی سال ۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔

(تہذیب الاسماء واللغات جلد ۱ ص ۳۲۳ بحوالہ پوربتول ۱۳۷)

خیال رہے کہ امام ابن شہاب زہری سیدنا امام زین العابدین کے شاگردوں میں

سے ہیں۔ امام زین العابدین سے روایت کرنے والوں میں سے نمایاں تھے۔

### چمڑے کا گدا

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس وقت خیمہ میں کھڑی تھی کہ ایک شخص کنجی (نیلی) آنکھوں والا (خولی) خیمہ میں داخل ہوا اور جو کچھ اسے ملا سب لوٹ لیا۔ پھر اس کی نگاہ زین العابدین پر پڑی وہ دباغی (رنگے ہوئے) چمڑے کے ایک گدے پر بیماری کی حالت میں لیٹے ہوئے تھے۔ اس نے وہ گدا ان کے نیچے سے کھینچ لیا اور آپ کو زمین پر گرا دیا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور میرے سر سے چادر اتار لی۔ پھر اس کی نظر میری بالیوں پر پڑی اور وہ میرے کانوں سے گوشوارے اتارنے لگا، ساتھ ساتھ روتا جاتا تھا۔ میں نے کہا زینور بھی اتار رہے ہو اور روتے بھی ہو۔ تو اس نے کہا رونا تم اہل بیت کی مصیبت پر ہے۔ فرماتی ہیں۔ میں نے کہا خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کر دے اور آخرت کی آگ سے پہلے ہی تجھے دنیا کی آگ میں جلا ڈالے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ مختار ثقفی نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے آگ میں جلا دیا۔

(مقتل الحسین مترجم ص ۱۲۲)

## سنان بن انس نے سونے چاندی کا سوال کیا

تمام کتب سیر میں ہے کہ شہادت امام کے بعد سنان بن انس کو فی نے عمرو بن سعد کے خیمہ کی طرف جاتے ہوئے اس طرح شعر کہے۔

أَوْ قَرَّرِ كَغَابِي فِضَّةً وَذَهَبًا  
إِنِّي قَتَلْتُ السَّيِّدَ الْمُحَجَّبَا

میری سواریوں کو چاندی اور سونے سے لاد دو کہ میں نے پردے میں رہنے والے سید کو قتل کیا ہے۔

قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ أُمَّا وَ أَبَا  
وَ خَيْرَهُمْ إِذْ يَنْسُبُونَ نَسَبًا

(کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۲۹۶۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۹۔ ابن عساکر جلد ۵ ص ۳۳۵ مطبوعہ لبنان بیروت۔ طبری جلد ۶ ص ۲۶۱)

میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو ماں اور باپ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر تھا۔ اور جب وہ نسب بیان کرتے تھے تو ان سے بہتر تھا۔

ابن سعد نے اسے خیمہ کے اندر بلا کر کوڑا مارا اور کہا اگر یہ بات ابن زیاد سن لیتا تو تجھے قتل کر دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ جنگ کرنے والوں کے پیش نظر دنیوی مال و زر کا حصول اور حکومتی عہدوں کا لالچ تھا اور انہوں نے دنیا کی خاطر دین و ایمان کا سودا کیا تھا۔ آج جو لوگ بھی قتل و غارت گری میں مشغول ہیں وہ بھی دنیا کی خاطر اپنے دین و ایمان کا بیڑہ غرق کر رہے ہیں اور اتحاد و یگانگت کا شیرازہ بکھیر رہے ہیں۔

ندبہ زینب

عمرو بن سعد نے خاندان نبوت کی پاک عورتوں کو ابن زیاد کی طرف قیدی بنا کر بھیجا

تو جب یہ لٹا ہوا قافلہ میدان کربلا سے گزرا تو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ نو اسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے سر لاشہ کو زمین پر بکھرے ہوئے اعضاء کے ساتھ دیکھا تو کونین کی شہزادیوں کی چیخیں نکل گئیں۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی اور ان کی اولاد پر جو ندبہ (بین) کیا۔ علامہ ابن کثیر نے وہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

يَا مُحَمَّدَاهُ، يَا مُحَمَّدَاهُ —

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دہائی ہے آپ کی۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دہائی ہے آپ کی

صَلَّى عَلَيْكَ اللَّهُ . وَمَلَكُ السَّمَاءِ .

اللہ تعالیٰ اور آسمان کے فرشتے آپ پر درود بھیجیں —

هَذَا حُسَيْنٌ بِالْعَرَاهُ —

یہ حسین چٹیل میدان میں

مُزْمَلٌ بِالذَّمَاهُ

خون میں لت پت پڑے ہیں

مَقْطَعُ الْأَعْضَاءِ، يَا مُحَمَّدَاهُ —

کٹے ہوئے اعضاء کے ساتھ — ہائے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم —

وَبَنَاتِكَ سَبَايَا —

(دیکھو) آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں —

وَذُرِّيَّتِكَ مَقْتَلَةٌ اور آپ کی اولاد قتل ہوئی پڑی ہے —

تُسْفَى عَلَيْهَا الضَّبَا

جس پر ہوا خاک اڑا رہی ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۳، طبری جلد ۶ ص ۲۶۲، الکامل لابن اثیر جلد ۳ ص ۲۹۶ مطبوعہ بیروت)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ جب سیدہ زینب نے ان الفاظ میں ندبہ کیا تو —

فَابْكَتْ وَاللَّهِ كُلَّ عَدُوٍّ وَصَدِيقٍ —

خدا کی قسم ”زینب کے ندبہ نے ہر دوست اور دشمن کو رلا دیا۔“

حسین پر رونا

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان ہے —

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَ لْيَبْكُوا كَثِيرًا

(پارہ ۱۰ سورہ توبہ آیت: ۸۲)

تو انہیں چاہئے کہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں۔

خیال رہے کہ رونا صبر کے ہرگز منافی نہیں۔ حسین وہ ہستی ہے جس پر رونا، درد کی علامت، محبت کی دلیل اور سعادتوں کا نشان ہے۔ نواسہ رسول اور اس کے بچوں کی شہادت کو یاد کر کے رونا اور مخدرات طہارت کے مصائب و آلام پر رونا ایمان کی نشانی اور ایک طرح سے سنت رسول ہے۔ حسین جس پر جن وانس روئے، حجر و شجر روئے، بحر و بر روئے، افلاک و فلک روئے، آسمان خون کے آنسو رویا۔ جب امام عالی مقام حسین علیہ السلام ظلم کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے تو پھر خداوند و عام کی طرف سے —

وَضَبَطَ عَلَيَّ قَبْرِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ لَمَّا أُصِيبَ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلِكٍ

يَبْكُونَ عَلَيْهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ —

(ذخائر العتقی ص ۱۵۱ — و شہادت نواسہ سیدالابراہ ص ۸۴۳)

اور مقرر کر دیئے گئے حسین ابن علی کی قبر پر ستر ہزار فرشتے، جو قیامت تک



ان کی قبر پر روتے رہیں گے۔

میدان کربلا میں گلشن مصطفیٰ کریم کے پھول اس طرح بکھرے پڑے تھے۔ جیسے سرخ پھولوں کی پتیاں صحرا میں بکھیر دی ہوں۔ ابن سعد کے حکم سے تمام شہداء کے سرتنوں سے کاٹ کر جدا کر دیئے گئے اور انہیں مختلف قبائل میں تقسیم کر دیا گیا۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ ابن سعد نے امام علیہ السلام کا سر مبارک خولی بن یزید اصبہی کے سپرد کیا اور کہا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر ابن زیاد کے پاس لے جا اور خود کربلا میں رک گیا۔ اور پھر اس نے اپنے لشکر کے مقتولوں کو جمع کر کے ان ملعونوں پر نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کر دیا۔ مگر امام عالی مقام اور دیگر تمام شہیدوں کے جسم ویسے ہی خاک پر پڑے ہوئے چھوڑ دیئے۔

### سروں کی تقسیم

ابن سعد نے شہداء آل رسول اور دیگر نامور سرداروں کے سر اس طرح تقسیم کیے۔  
 بائیس ۲۲ سر قبیلہ ہوازن کو دیئے۔ چودہ ۱۴ سر بنی تمیم کو دیئے جس کا سردار حصین بن نمیر تھا۔ تیرہ ۱۳ سر قبیلہ کندہ کو دیئے جس کا سردار قیس بن اشعث تھا۔ چھ ۶ سر بنی اسد کو دیئے جس کا سردار ہلال بن اعور تھا۔ پانچ ۵ سر قبیلہ ازد کے سپرد کیے اور بارہ ۱۲ سر بنی ثقیف کے حوالے کیے اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

### امام کا سر

حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر خولی کے سپرد تھا، وہ ملعون سر لے کر کوفہ کو جا رہا تھا اور اس کا گھر کوفہ سے ایک فرسخ (کوس) پہلے پڑتا تھا۔ لہذا وہ پہلے گھر آ گیا اس کی بیوی انصار میں سے تھی اور اہل بیت رسول کی محبت بھی اس کے دل میں موجود تھی۔ خولی نے اس

سے ڈرتے ہوئے امامِ عالی مقام کا سر اپنے گھر کے تنور میں چھپا دیا اور اپنی جگہ پر آ کے بیٹھ گیا۔ اس کی بیوی نے پوچھا اتنے دن کہاں رہا ہے؟ اس نے کہا! ایک شخص نے یزید سے بغاوت کی تھی میں اس کے ساتھ جنگ کرنے گیا ہوا تھا۔ خاتون نے مزید کوئی بات نہ کی اور کھانا لے کر آگئی۔ خولی نے کھانا کھایا اور سو گیا۔ اس خاتون کی عادت تھی کہ نماز تہجد کے لیے رات کو اٹھتی اور تہجد ادا کرتی۔ اس رات کو وہ اٹھی تو دیکھا کہ جہاں اس کا تنور بنا ہوا تھا۔ وہاں اس قدر روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ گویا کہ لاکھوں شمعیں اور چراغ ایک ساتھ جل رہے ہوں۔ اس نے یہ منظر دیکھا اور کہا سبحان اللہ۔ نہ میں نے خود اس تنور میں آگ جلائی تھی۔ نہ کسی دوسرے کو کہا تھا یہ روشنی کہاں سے آگئی ہے۔ اسی عالم تحریر میں اس نے دیکھا کہ وہ نور آسمان کی طرف جا رہا ہے۔ اس سے اسے اور تعجب ہوا۔ اچانک کیا دیکھتی ہے کہ آسمان سے چار خواتین نے نزول اجلال فرمایا اور اس تنور کے ارد گرد جمع ہو گئیں۔ ایک خاتون نے اس تنور سے ایک سر نکالا اور اسے چوم کر اپنے سینے سے لگا لیا اور روتے ہوئے فرمایا۔ اے شہید و مظلوم حق تعالیٰ نے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے۔ میں تیرے قاتلوں سے بدلہ لوں گی۔ جب تک مجھے تیرا خون بہا نہ دیا گیا، قائمہ عرش سے میں ہاتھ نہیں اٹھاؤں گی۔ اس خاتون کی موافقت میں دوسری خواتین نے بہت گریہ زاری کی اور پھر اس سر کو تنور میں رکھ کر غائب ہو گئیں۔ خولی کی بیوی نے سر مبارک کو تنور سے نکالا اور جب اس نے سر مبارک کو دیکھا تو آہ غم کھینچی اور بیہوش ہو کر گر پڑی۔ کیونکہ اس نے امام حسین علیہ السلام کی متعدد بار زیارت کی تھی۔ بے ہوشی کے عالم میں اسے ہاتف نے آواز دی کہ اٹھ جا، کہ تجھ سے تیرے شوہر کے گناہ کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ خاتون نے ہاتف سے پوچھا تنور پر آ کر گریہ زاری کرنے والی چار بیبیاں کون تھیں؟ ہاتف نے ندادی کہ وہ خاتون جس نے سر کو سینے سے لگایا تھا وہ

فاطمۃ الزہراء دوسری خاتون خدیجہ الکبریٰ تھی۔ تیسری مریم اور چوتھی آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن تھیں۔ خولی کی بیوی نے سر مبارک کو سینے سے لگایا اور چوم کر مشک و گلاب سے خون مبارک دھویا اور عالیہ (ایک مرکب خوشبو) اور کافور لا کر چہرہ مبارک پر ملا اور امام کی مبارک زلفوں میں کنگھی کی اور سر کو پاک جگہ پر رکھ کر واپس آگئی اور خولی کو جگایا اور کہنے لگی اے ملعون دُون اور اے مطعون زبول تو نے یہ کس کا سر لا کر تنور میں رکھا ہے؟ آخر یہ فرزند رسول کا سر ہے اٹھ کر دیکھ کہ زمین سے آسمان تک شور و فغاں اٹھ رہا ہے اور ملائکہ گروہ درگروہ اس کی زیارت کے لیے آرہے ہیں اور گریہ کرتے ہیں اور تم پر لعنت کرتے ہوئے آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ میں تجھ سے دونوں جہانوں سے بیزار ہوں پھر اس نے چادر سر پر ڈالی اور گھر سے باہر نکل آئی۔

خولی نے کہا! اے عورت تو کہاں جا رہی ہے اور اپنے بیٹوں کو کیوں یتیم کرتی ہے عورت نے کہا او! ملعون تو نے فرزند ان رسول کو یتیم کر دیا تو تجھے کچھ پرواہ نہ ہوئی کہ تیرے بیٹے بھی یتیم ہو سکتے ہیں اور وہ بی بی چلی گئی اور پھر دوسرے کسی شخص کو پتہ نہ چل سکا۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۶۱ و ۳۶۲)

### قیدی قافلہ

آل رسول کا قیدی قافلہ جب اپنے شہداء کے قریب سے گزرنے لگا تو ایک دردناک منظر تھا۔ چشم فلک نے بھی یہ منظر دیکھا کہ پاک بیبیاں بے زین اونٹوں پر سوار قیدیوں کی صورت میں صحرائے کربلا سے گزرنے والی ہیں۔ اور پھر خاندان نبوت نے صبر و تحمل اور استقامت کا ثبوت دیتے ہوئے دینا والوں کو ایک سبق دیا اور وہ اس طرح کہ آسمان کی طرف نگاہوں کو اٹھا کر اپنے پاکیزہ ہاتھوں کو پھیلا کر ان الفاظ میں دعا مانگی:

اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا هَذَا الْقُرْبَانَ

اے اللہ ہماری اس قربانی کو قبول فرما۔

اور یہ منظر بھی دردناک تھا کہ اسی لمحے امام حسین کی چھوٹی بیٹی سکیزہ سلام اللہ علیہا جو سات سال کی تھی، وہ اپنے باپ کے جسد اطہر سے جا کر لپٹ گئیں۔ اور پھر اسی اثناء میں حلقوم بریدہ سے یہ ندا آئی۔

عَيْنِي مَا ان شَرَبْتُمْ

عَذْبَ مَاءٍ فَاذْكُرُونِي

اے میری آنکھ کی (ٹھنڈک) اگر تم کبھی میٹھا پانی پیو تو مجھے یاد کر لینا۔

أَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِيبٍ

أَوْ شَهِيدٍ فَافْدُونِي

یا کسی غریب الوطن (پردیسی) اور شہید کے بارے میں سنو تو مجھ پر فدا ہو جانا۔

سیدہ سکیزہ کو جب کافی دیر ہوگئی کہ وہ اپنے بابا کی نعش مطہرہ سے لپٹی ہوئی ہیں اور کسی طرح جدا نہیں ہوتی ہیں۔ بالآخر انہیں زبردستی بابا کی لاش سے جدا کیا گیا۔

(حیات النبی جلد ۲ ص ۳۴۳ بحوالہ شہادت سیدالابرار ص ۸۵۳)

### قیدی کوفہ میں

جب خاندان نبوت کا قیدی قافلہ کوفہ کے قریب پہنچا تو ابن زیاد نے امام حسین اور دیگر تمام شہداء کو بلا کے سروں کو نیزوں پر سوار کر کے عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ ان سروں کو جو نیزوں پر ہیں آگے آگے رکھا جائے اور قیدی قافلہ کو سروں کے پیچھے پیچھے دارالامارت کوفہ

میں لایا جائے تاکہ لوگ اس منظر کو دیکھیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب قیدی قافلہ نے اپنے سردار امام عالی مقام اور دیگر خاندان رسول کے جوانوں کے سروں کو نیزوں کی نوکوں پر دیکھا تو رسول خدا کی شہزادیاں زار و قطار روتی ہوئی کوفہ میں داخل ہوئیں۔ جب تیرہ سال کے امام زین العابدین فاطمہ الزہراء کی قیدی بیٹیوں کا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو بازاروں اور دکانوں، مکانوں کی چھتوں اور درختوں پر مرد، عورتیں اور بچے اس دردناک منظر کو دیکھنے کے لیے جمع تھے۔ شہدائے کربلا اور اہل بیت کی بے کسی کو دیکھ کر بعض عورتوں کے دلوں میں ہمدردی پیدا ہوئی تو انہوں نے کھجوریں بانٹنی اور سواریوں کی طرف اچھالنی شروع کیں۔ سیدہ زینب بنت علی نے جب یہ دیکھا تو فرمایا —

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ إِنَّ الصَّدَقَةَ عَلَيْنَا حَرَامٌ —

(حیات النبی جلد ۲ ص ۳۳۳ بحوالہ شہادت سیدالابرار ص ۸۵۳)

اے اہل کوفہ (ہم آل رسول ہیں) ہم پر صدقہ حرام ہے اور کھجوریں واپس کرا دیں۔

### نساء الجن

علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور روایت بھی نقل فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ابن سعد نے شہداء کربلا کے سروں کو اٹھایا اور ان کے جسموں کو صحرائے کربلا میں ہی چھوڑ دیا۔ اہل غاضریہ کو پتہ چلا تو انہوں نے آکر بے سز جسموں کو دیکھا اور ساتھ ہی رونے کی آواز سنی۔ مگر رونے والے نظر نہ آتے تھے اور یہ جنوں کی جماعت تھی جو شہیدوں پر رو رہی تھی اور جو مرغیے پڑھ رہے تھے ان میں ایک شعر یہ ہے۔

نِسَاءُ الْجِنِّ يُسْعِدْنَ نِسَاءَ الْهَاشِمِيَّاتِ

بَنَاتِ الْمُصْطَفَى أَحْمَدَ إِمَامِ الْبَرِيَّاتِ

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۳)

یعنی جنوں کی عورتیں نوحہ گری میں بنو ہاشم کی خواتین کی موافقت کرتی ہیں اور تمام جہانوں کے مقتداء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کے رونے میں شریک ہیں۔

پھر اہل غاضریہ نے ان تمام شہیدوں کی تجہیز و تکفین کی اور ان پر نماز جنازہ پڑھ کر اسی میدان میں دفن کر دیا۔

### ابن زیاد کی گستاخی

جب خولی نے امام کا سر طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے رکھا تو اس بے حیا کے ہاتھوں میں چھڑی تھی اور وہ اس چھڑی سے امام علیہ السلام کے دانتوں کو ایک ساعت تک کھٹکھٹاتا رہا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے تو انہوں نے دیکھا کہ چھڑی کو مسلسل امام کے دانتوں پر مار رہا ہے تو آپ نے فرمایا —

أَعْلُ بِهَذَا الْقَضِيبِ عَنْ هَاتَيْنِ الشَّيْتَيْنِ — (طبری جلد ۶ ص ۲۶۲)

ان دانتوں پر سے اس چھڑی کو ہٹالے۔

فرمایا۔ قسم ہے اس وحدہ لا شریک کی —

لَقَدْ رَأَيْتُ شَفَتِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى  
هَاتَيْنِ الشَّفَتَيْنِ يُقْبَلُهُمَا —

(طبری جلد ۶ ص ۲۶۲)

کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اپنے ہونٹ ان دانتوں پر رکھ کر چومتے تھے۔

زید بن ارقم نے یہ کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا اگر تو بوڑھا

نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

حضرت زید مجلس سے اٹھ کر باہر نکل آئے۔ اور فرمایا —

يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ الْعَبِيدُ بَعْدَ الْيَوْمِ قَتَلْتُمْ ابْنَ فَاطِمَةَ وَأَمَرْتُمْ ابْنَ

مَرْجَانَةَ — (طبری جلد ۶ ص ۲۶۲)

اے قوم عرب آج سے تم سب غلام ہو گئے ہو۔ تم نے سیدہ فاطمہ کے لخت جگر کو قتل کیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا حاکم بنا لیا۔ وہ تمہارے نیک بندوں کو چن چن کر قتل کر رہا ہے اور شریر لوگوں کو غلام بنا رہا ہے۔

فَرَضْتُمْ بِالذَّلِّ

تم نے ذلت کو گوارا کر لیا۔

خدا سے ذلیل کرے جس نے ذلت کو گوارا کیا ہے۔ (طبری ایضاً)

ابن زیاد نے امام کے منہ پر پاؤں رکھا

علامہ سبط ابن جوزی اپنی کتاب ”تذکرۃ الخواص“ میں ارقام فرماتے ہیں۔ کہ

ہشام بن محمد کا کہنا ہے کہ جب امام علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا۔

”قَالَ لَهُ كَاهِنُهُ، قُمْ .“

تو ابن زیاد نے اپنے کاہن سے کہا کھڑا ہو۔

فَضَعَ قَدَمَكَ عَلَى فِمْ عَدُوِّكَ .

اپنا قدم اپنے دشمن کے منہ پہ رکھ۔

فَقَامَ . وَهُوَ كَهْرَاهُوكِيَا .

فَوَضَعَ قَدَمَهُ عَلَى فِمْ فِيهِ .

اور اپنا قدم امام علیہ السلام کے منہ پر رکھا —

ثُمَّ قَالَ لِزَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ كَيْفَ تَرَى .

پھر وہ زید بن ارقم سے کہنے لگا تم کیا دیکھتے ہو۔ ”مطلب یہ تھا۔ کہ میرا یہ کام تجھے کیسا لگ رہا ہے۔“

زید بن ارقم بولے:

وَاللَّهِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَضِعًا فَاهُ  
حَيْثُ وَضَعْتَ قَدَمَكَ

خدا کی قسم میں نے دیکھا ہے کہ جہاں تو نے قدم رکھا ہے وہاں رسول خدا  
نے اپنا منہ رکھا تھا۔

(تذکرۃ الخواص ص ۲۳۱، مطبوعہ مؤسسہ اہل البیت بیروت لبنان)

علامہ جوزی لکھتے ہیں:

وَقَبْلَ أَنْ هَذِهِ الْوَاقِعَةَ جَرَتْ لِي: يَدِ ابْنِ مُعَاوِيَةَ مَعَ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ

کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ یزید بن معاویہ کا زید بن ارقم کے ساتھ ہوا۔ یعنی یہ

کام یزید نے کیا کہ امام کے منہ پر قدم رکھا۔

ابن زیاد کی ماں نے کہا

علامہ جوزی لکھتے ہیں۔ کہ جب امام حسین کی شہادت ہوئی تو ابن زیاد کی ماں

مرجانہ نے اپنے بیٹے عبید اللہ بن زیاد سے کہا —

قَالَتْ مَرْجَانَةُ أُمُّ ابْنِ زَيْدٍ لِأَبْنِهَا —

ابن زیاد کی ماں مرجانہ نے اپنے بیٹے سے کہا —



يَا خَبِيثٌ قَتَلْتَ ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ . وَاللَّهِ لَا تَرَى الْجَنَّةَ أَبَدًا —  
 او خبیث تو نے رسولِ خدا کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ اللہ کی قسم تو کبھی بھی جنت  
 نہیں دیکھ سکے گا۔

(تذکرۃ الخواص ص ۲۳۳)

### سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے ساتھ ان کے اہل و عیال، ان کی بہنیں،  
 سب کے سب ابنِ زیاد کے سامنے لائے گئے، سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے معمولی سا  
 لباس پہنا ہوا تھا۔ اس شاہِ ولایت مولا علی کی شہزادی کو کنیریں گھیرے میں لیے ہوئے  
 تھیں۔ جب آپ قصرِ امارت میں داخل ہوئیں تو ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں۔ ابنِ زیاد نے  
 پوچھا یہ بیٹھی ہوئی عورت کون ہے؟ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے تین دفعہ پوچھا۔  
 آپ نے ہر دفعہ جواب نہیں دیا۔ تیسری بار آپ کی کسی کنیر نے جواب دیا یہ زینب بنت  
 فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ ابنِ زیاد نے کہا —

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَحَكُمْ وَقَتَلَكُمْ — اَكْذَابَ اَحَدُوْتِكُمْ“ —

خدا کا شکر ہے جس نے تم لوگوں کو رسوا اور قتل کیا، تمہاری کہانیوں کو جھوٹا کر دیا۔

(ابنِ زیاد خبیث کا اشارہ سرکار علیہ السلام کی نبوت و وحی اور اہل بیت کی عظمت و کرامت کی طرف ہے، (العاذ باللہ)

آپ نے جواب دیا —

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اَكْرَمَنَا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

وَطَهَّرَنَا تَطْهِيرًا —

(طبری جلد ۶ ص ۲۶۳)

خدا کا شکر ہے، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب سے ہم کو عزت

عطا فرمائی اور ہمیں طیب و طاہر اور (ہر جس سے) پاک کیا۔

سیدہ نے فرمایا: تو نے جو کچھ کہا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ابن زیاد سن! رسوا وہ ہوتا ہے جو فاسق و فاجر اور جھوٹا ہوتا ہے۔ ابن زیاد نے کہا، تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے خاندان کے ساتھ خدا نے کیا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا ان کے مقدر میں شہادت تھی اس لیے وہ اپنی قتل گاہ کی طرف چلے آئے۔ اب تو بھی اور وہ لوگ بھی خدا کے سامنے جائیں گے۔ وہیں تم لوگ اپنا اپنا مقدمہ بارگاہِ صمدیت میں پیش کرو گے۔ یہ سن کر ابن زیاد غضب ناک ہو گیا اور ہو سکتا تھا کہ دنیائے ولایت کی شہزادی کے لیے کوئی سزا تجویز کرتا کہ درمیان میں عمرو بن حریت بول پڑا کہ امیر عورتوں کی سخت کلامی کا مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ ابن زیاد بدنہاد پھر بولا۔ کہنے لگا۔ تمہارے خاندان کے سرکشوں اور نافرمانوں کی طرف سے —

قَدْ أَشْفَى اللَّهُ نَفْسِي . (طبری جلد ۶ ص ۲۶۳)

خدا نے میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا۔

یہ سن کر آپ رونے لگیں۔ اور فرمایا جس کا خلاصہ ایک جملہ میں یہ ہے کہ اگر خاندانِ نبوت کو تباہ کرنے سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہے تو بے شک تو نے دل ٹھنڈا کر لیا — آپ کی یہ بات سن کر کہنے لگا یہ عورت بڑی دلیر ہے — پھر کہا —

لَقَدْ كَانَ أَبُوكَ شَاعِرًا شَجَاعًا

تمہارا باپ بھی تو شاعر اور بہادر تھا۔

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۶۳ — انکال ج ۳ ص ۲۹۷)

امام زین العابدین کے قتل کا حکم

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ علی بن حسین (زین العابدین) کو جب ابن زیاد کے سامنے

پیش کیا گیا — تو میں اس کے پاس ہی کھڑا تھا — ابن زیاد نے پوچھا تمہارا نام کیا

ہے۔ تو آپ نے فرمایا میں علی بن حسین ہوں۔ ابن زیاد بولا۔ کیا علی بن حسین کو خدا نے قتل نہیں کیا۔ آپ نے جواب نہ دیا۔ کہنے لگا جواب کیوں نہیں دیتے؟۔ آپ نے فرمایا میرے بڑے بھائی علی اکبر بن حسین کہلاتے تھے۔ جنہیں لوگوں نے قتل کیا کہنے لگا نہیں خدا نے انہیں قتل کیا۔ آپ علیہ السلام نے اس بات کا بھی جواب نہ دیا۔ کہنے لگا جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو آپ نے قرآن مجید کی یہ دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا (پارہ ۲۴ سورہ زمر آیت نمبر ۴۲)

اللہ تعالیٰ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُّجَلَّاتًا

(پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۴۵)

اللہ تعالیٰ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔ اور کوئی جان

بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتی۔

ابن زیاد نے کہا:- (یہ جواب سن کر) ابن زیاد نے کہا۔

أَنْتَ وَاللَّهُ مِنْهُمْ

خدا کی قسم تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو اور پھر ایک آدمی کو حکم دیا۔

وَيَحَاكَ أَنْظُرُ هَذَا أَهْلُ أَدْرَاكَ

ذرا دیکھو تو یہ لڑکا بالغ ہے؟۔

مرہ بن معاذ احمری نے آپ کو دیکھ کر کہا بالغ ہے۔ ابن زیاد نے کہا:

أَقْتُلُهُ۔۔۔ اسے قتل کر دے۔

یہ سن کر امام زین العابدین نے فرمایا:

مَنْ تَوَكَّلَ بِهَذِهِ النِّشْوَةِ

قتل کرنے سے پہلے ان ”بے وطن“ عورتوں کی حفاظت کے لیے تم کس کو مقرر کرو گے۔

حضرت امام زین العابدین نے یہ بات ابن زیاد سے بغیر کسی خوف کے کہی۔

آپ کی یہ بات سن کر

وَتَعَلَّقَتْ بِهَ زَيْنَبُ

آپ کی پھوپھی سیدہ زینب امام زین العابدین کے ساتھ لپٹ گئیں اور فرمایا۔  
اے ابن زیاد! جو مصیبت ہم پر گزر چکی اس پر بس کر کیا ہم لوگوں کا خون بہانے سے تیری پیاس نہیں بجھی؟ — کیا تم نے ہم میں سے کسی کو باقی رکھا ہے؟ — اور ساتھ ہی فرمایا۔

أَسَأَلُكَ بِاللَّهِ إِنْ كُنْتَ مُؤْمِنًا — إِنْ قَتَلْتَهُ لِمَا تَقْتُلُنِي مَعَهُ

(اے ابن زیاد) میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مسلمان ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دے۔

سیدنا امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابن زیاد!

فَابْعَثْ مَعَهُنَّ رَجُلًا تَقِيًّا يَصْحَبُهُنَّ بِصُحْبَةِ الْإِسْلَامِ

کسی پرہیزگار شخص کو ان عورتوں کے ساتھ روانہ کرنا جو مسلمانوں کی طرح ان کے ساتھ رہے۔

ابن زیاد لعین دیر تک ان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے کہنے

لگا — اس خون کے جوش پر تعجب ہوتا ہے کہ یہ بی بی لڑکے کے ساتھ قتل ہونے کو تیار ہے — پھر کہا لڑکے کو چھوڑ دو۔

(الکامل فی التاریخ (امام ابن اثیر) ج ۳ ص ۱۸۶ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت لبنان سن اشاعت ۲۰۰۶ء)

### شہادت ہماری برکت ہے

روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب ابن زیاد نے جناب امام زین العابدین کے قتل کا حکم دیا تو آپ نے اپنی پھوپھی کی بات ختم ہونے کے بعد ابن زیاد کی طرف منہ کر کے فرمایا — اے ابن زیاد! مجھے قتل ہونے سے نہ ڈرا اور قتل کی دھمکیاں نہ دے — کیا تو نہیں جانتا کہ قتل و قتال اور جنگ و جدال ہماری عادت ہے — اور ہم اپنی شہادت کو خود پر اللہ تعالیٰ کا خاص اکرام سمجھتے ہیں — بلکہ ہمارے جسم مصیبت کے پانی سے گوندھے گئے ہیں — اور ہماری مٹی میں قدرت کے ہاتھوں سے بلاؤں کا بیج بویا گیا ہے — دشمنوں کی ہلاکت ہماری کاریگری اور صناعت ہے — شہادت ہمارے لیے برکت و تیمن ہے۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۶۷)

### جامع مسجد کے پہلو میں:

ابن زیاد نے ایک لحظہ کے لیے سوچا اور اپنے ملازموں سے کہا مجھے ان لوگوں کی گفتگو اور جھگڑے سے خلاصی دلاؤ اور انہیں محل سے باہر لے جا کر جامع مسجد کے پہلو میں فلاں سرانے میں پہنچا دو — ابن زیاد کے حکم پر انہیں مخصوص کردہ سرانے میں پہنچا دیا گیا — اور کوفہ کے لوگوں میں ابن زیاد کے ڈر کی وجہ سے کسی نے ان کا حال نہ پوچھا — چند روز کے بعد ابن زیاد نے زحر بن قیس — محفز بن ثعلبہ — شمر ذی الجوشن — کو پانچ ہزار لشکر کے ساتھ اہلبیت کو مع سروں کے شام کی طرف روانہ کر دیا

گیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۶۷)

### کس حالت میں؟

ابن زیاد نے مستورات خاندان رسالت اور امام کے بچوں کے لیے بھی حکم دیا کہ سروں کے ساتھ ان قیدیوں کو بھی روانہ کیا جائے۔

وَأَمَرَ بَعْلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ فَعَلَّ بِغَلِّ إِلَى عُنُقِهِ

”ابن زیاد نے امام زین العابدین کے بارے میں“ حکم دیا کہ ان کو پاؤں

سے لیکر گردن تک زنجیروں میں جکڑ دیا جائے۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔۔۔ پھر محفز بن ثعلبہ عاندی۔۔۔ اور شمر ذی

الجوشن کو ساتھ لے کر ان کو روانہ کر دیا۔۔۔ یہ دونوں لعین آل رسول کے قافلے کو لے کر

یزید کے پاس پہنچے۔۔۔ راستے میں۔۔۔ امام سجاد زین العابدین نے دونوں ملعونوں سے

کوئی بات نہ کی۔۔۔ دروازہ یزید پر پہنچ کر محفز بدکار نے کہا۔۔۔ اے امیر المؤمنین!

هَذَا مُحَفَّزُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَتَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِاللَّيْلِ بِاللَّيْلِ

محفز بن ثعلبہ ان ملامت زدہ بدکاروں کو لے کر امیر المؤمنین کے پاس حاضر

ہوا ہے۔۔۔

اس ملعون نے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اولاد رسول کی گستاخی کی۔

### اندر سے جواب آیا

ابن ثعلبہ دنیا کا کتا تھا۔۔۔ اور طلب دنیا کے لیے یزید پلید کی خوشامد کر رہا

تھا۔۔۔ لیکن اسے کچھ ہاتھ نہ آیا۔۔۔ نہ انعام ملا۔۔۔ نہ مقام ملا۔۔۔ جب اس نے

آواز دی کہ میں ملامت زدہ بدکاروں کو (نعوذ باللہ) لے کر آیا ہوں۔۔۔ تو اندر سے

جواب آیا —

مَا وَلَدَتْ أُمَّ مُحَفِّزٍ شَرًّا وَالْأُمَّ

محفز کی ماں نے جس بچے کو جنم دیا ہے، وہی ملامت زدہ اور سب سے زیادہ بدکار ہے۔

(طبری ج ۶ ص ۲۶۳)

○ امام ابن اثیر ”الکامل التاریخ“ میں ان الفاظ کے ساتھ لکھتے ہیں۔

جِئْنَا بِرَأْسِ أَحْمَقِ النَّاسِ وَالْأَمِهِمِّ

”ہم سب سے زیادہ احمق اور کمینے کا سر لائے ہیں۔“

اندر سے یزید نے اس کی امیدوں پر پانی پھیرتے ہوئے کہا —

مَا وَلَدَتْ أُمَّ مُحَفِّزٍ الْآمَ وَأَحْمَقَ مِنْهُ

محفز کی ماں نے جو بچہ جنا اس سے زیادہ احمق اور کمینہ کوئی نہیں —

(الکامل ج ۳ ص ۱۸۸)

قارئین کرام! — آپ یہ نہ سمجھیں کہ یزید لعین نے یہ بات کسی افسوس یا ہمدردی

کی بنا پر کی — ہرگز نہیں — بلکہ اس نے مندرجہ بالا جملہ بطور تمسخر کہا — جس کا

مطلب یہ تھا کہ ایک بے حیثیت آدمی دنیاوی لالچ کی خاطر — اور ایک عیاش حکمران کی

خوشنودی کے لیے عالی مرتبت شخصیت کے بارے میں — انجام سے بے خبر کیسی بات کر

رہا ہے یزید لاکھ بدمست شرابی سہی لیکن وہ یہ بات جانتا تھا کہ خون حسین آگے چل کر کیا

رنگ دکھانے والا ہے — اور پھر ایسا ہی ہوا کہ بنو امیہ کی حکومت کے تمام نشانات مٹ

گئے — اور ان کے ظلم نے انہیں صفحہ ہستی سے معدوم کر دیا —

محفز — کو گستاخانہ نعرہ بلند کرنے کی جرأت اس لیے ہوئی کہ شام میں — ایک

مدت تک منبروں پر خطبات کے درمیان مولائے کائنات علی المرتضیٰ کو گالیاں دی جاتی رہیں اور اہل بیت رسول کے خلاف ذہنوں کو پراگندہ کرنے کی مذموم کوششیں ہوتی رہیں۔ شام و دمشق میں اہل بیت رسول پر ملامت کرنے کو دین اسلام کی اشاعت کا حصہ قرار دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ محفز جیسے شیطان صفت انسان نما کلب شوریدہ دماغ نے نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول کو احمق اور کمینہ کہنے کی جسارت کی۔ دوش رسول پر سواری کرنے والے حسین کو نیزے کی نوک پر سوار کیا گیا۔ اللہ کے آخری رسول نے جسے اپنا پھول اور اپنی دنیا کی بہار کہا اسے برچھیوں کی اینیوں پر اچھالا گیا۔ کون حسین؟

عزت کے ہر حریم کا روشن دیا حسین علیہ السلام

فخر رسول صلی اللہ علیہ وسلم و حیدر علیہ السلام اور خیر النساء علیہا السلام حسین علیہ السلام

مرکب تھا دوش رحمت عالم حسین کا

دیں پر فدا جہی تو ہوا مجتبیٰ حسن

مجبور کر گھر سے نکالا گیا جسے

نیزے کی اینیوں پہ اچھالا گیا حسین

(نضر)

### قافلہ اہل بیت کی شام روانگی

ابن زیاد نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قافلہ یزید کے پاس دمشق

بھیجا۔ چنانچہ یہ اسیران آل رسول روانہ ہو گئے۔ یہ لوگ جس مقام پر بھی قیام

کرتے تو کرامتوں کا ظہور۔ اور برہان کا اظہار ہوتا۔ ان میں سے بعض یہ

ہیں۔ کہ۔



## سر حسین اور تلاوت قرآن

جب یزیدی لشکر قیدیوں کا قافلہ لے کر بحران پہنچا تو وہاں پہاڑ کی چوٹی پر ایک قلعہ تھا، جس میں ایک — یحییٰ نامی یہودی رہتا تھا۔ وہ باہر نکلا۔ شہداء کے سروں کا نظارہ کر رہا تھا — کہ اچانک اس کی نظر امام حسین کے سر اقدس پر پڑی — اس نے دیکھا کہ آپ کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ — قریب آ کر اپنا کان ہونٹوں کے نزدیک کیا — تو قرآن مجید کی یہ آیت سنی —

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

(پارہ ۱۹ سورہ شعر آیت نمبر ۲۷)

اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔  
یحییٰ نے یہ آیت سنی — اور حیران ہو کر پوچھا یہ کس کا سر ہے؟ لوگوں نے کہا حسین ابن علی کا — یحییٰ نے پوچھا ان کی والدہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا — فاطمہ بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہودی بولا — اگر ان کے نانا کا دین برحق نہ ہوتا تو ان سے یہ کرامت ظاہر نہ ہوتی — اور ساتھ ہی کلمہ شہادت زبان پر جاری ہو گیا —

## یحییٰ کی دستار

یحییٰ نے اپنے سر سے دستار اتاری اور — ٹکڑے ٹکڑے کر کے اہل بیت میں تقسیم کر دی — اور وہ جو قیمتی لباس پہنے ہوئے تھا — اسے امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس لایا — اور ساتھ ہی ایک ہزار درہم آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیے — یزیدی لشکر یوں نے یہ دیکھ کر یحییٰ کو قتل کی دھمکی دی — اور کہا کہ والی شام کے دشمنوں کی حمایت کر رہا ہے — یحییٰ نے ذوق محبت میں سرشار ہو کر اپنے خادموں کو

تلوار لانے کا حکم دیا۔ اور پھر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے شہیدوں کے محافظ لشکر پر حملہ کر دیا۔

اور ان میں سے پانچ اشخاص کو قتل کر دیا۔ اور خود بھی درجہ شہادت پر فائز ہو گیا۔ بحران کے دروازہ پر آج بھی اس کا مزار موجود ہے۔ اور اسے یحییٰ شہید کا ضرار کہتے ہیں۔ اور وہاں دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۷ مطبوعہ خیابان بوذر تہران)

○ سید الملائکہ سیدنا جبریل علیہ السلام سدرہ کے مقام پر۔ فرشتے آسمانوں پر۔ حوریں جنت کے محلات میں۔ مسجدوں کے امام مصلوں پر۔ خطیب منبروں پر۔ قرآن کی تلاوت میں مصروف ہیں۔ اور قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے کی تلقین بھی فرماتے ہیں جو بہت زیادہ ضروری امر ہے۔ اور یہ حدیث بھی بیان کی جاتی ہے۔ تاکہ لوگ خود بھی قرآن پڑھیں اور اپنی اولاد کو بھی قرآن کی تعلیم دینے کا اہتمام کریں۔

حدیث شریف:- حدیث شریف اس طرح ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

أَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

تم میں افضل وہ شخص ہے جو قرآن کی تعلیم حاصل کرے اور قرآن کی تعلیم

دے (یعنی قرآن پڑھے اور قرآن پڑھائے)

(سنن ابن ماجہ شریف ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اس حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کو اس امر کی ترغیب دلا رہے ہیں۔ کہ قرآن پڑھو اور پڑھاؤ۔ تم میں افضل وہ ہے جو یہ کام کرے۔

مصلیٰ پر — منبر پر — اور گھروں کے کونوں میں — صحن گلشن میں قرآن پڑھنے اور نوک نیزہ پر قرآن پڑھنے میں ایک ایسا فرق ہے جسے لفظوں میں بیان کرنا بہت زیادہ مشکل ہے — امام حسین اگر دوشِ رسول پر سوار ہوا ہے — تو اس نے سنان نیزہ بھی سواری کی ہے — کون ہے؟ — جو نواسہ رسول کی عظمتوں کی بلندیوں کو پاسکے — حسین کریم نے نوک نیزہ پر قرآن کی تلاوت فرمائی — ایک یہودی کو دین اسلام کا نور اور شہادت کا تاج عطا فرمایا — کسی شاعر کا شعر ہے۔

بے مثل، لاجواب ہیں دونوں بلندیاں  
دوشِ نبی ﷺ سے نوکِ سنان تک گیا حسین

(نامعلوم)

راقم نے ایک منقبت لکھی ہے جس کے دو شعر ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

سرتیرا نیزے پہ، جاری لب پہ قرآن واہ حسین  
رو پڑے نوری یہ انداز تلاوت دیکھ کر  
لفظ ہمت کی خضر حرمت دو بالا ہو گئی  
کربلا والے علی اصغر علیہ السلام کی ہمت دیکھ کر

(خضر)

### اک قطرہ خون

امام حسین علیہ السلام کے ایک خون کے قطرے کی کرامت اس طرح ہے۔ کہ ان لوگوں نے امام کے سر مبارک کو وہاں ایک پتھر پر رکھ دیا تو آپ کے سر مبارک سے خون کا ایک قطرہ اس پتھر پر گرا جس کی وجہ سے ہر سال عاشورہ کے دن اس پتھر سے تازہ خون جاری ہو جاتا اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں جمع ہو کر آہ وزاری کرتے تھے، یہ صورت

حال عبدالملک بن مروان کے زمانے تک جاری رہی۔ جب اسے اس امر کا پتہ چلا تو اس نے وہ پتھر وہاں سے خفیہ طور پر اٹھالیا۔ تاہم لوگوں نے وہاں ایک گنبد بنا دیا اور اس کا نام مشہد لقطہ رکھا لوگ ہر سال ماہ محرم میں وہاں پہنچ کر تعزیت بجالاتے ہیں۔

(روضۃ الشہداء صفحہ ۳۸۶)

موصل کا حاکم عماد الدولہ نے لشکر یزید کو اپنے شہر میں داخل نہ ہونے دیا اور ایک فرسخ باہر ہی روک دیا۔ جب کہ نصیبین شہر کے حاکم منصور بن الیاس نے شہیدوں کے سروں سمیت اپنے شہر میں آنے کی اجازت دے دی۔ جب لشکر شہر کے قریب آیا تو قدرت خداوندی سے قہر و غضب کا ایک بادل آیا اور اس سے ایک ایسی بجلی ظاہر ہوئی جس نے شہر کا نصف حصہ جلا کے راکھ کر دیا۔ لوگ شرمندہ ہو کر اس لشکر کے پاس نہ گئے وہ لشکر دوسرے شہر کی طرف چلا گیا جہاں کا امیر سلمان بن یوسف تھا۔ سلمان کے دو بھائی تھے، جن میں ایک جنگ صفین میں مولانا علی کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا اور دوسرا بھائی اس کے ساتھ حکومت میں شریک تھا اور شہر کا ایک دروازہ اس کے قبضہ اختیار میں تھا۔ چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ سروں کو اپنے دروازے سے شہر میں لائے۔ جب کہ سلیمان کی خواہش تھی و کہ اس کے دروازہ سے سروں کو شہر میں لایا جائے۔ اسی کشمکش میں دونوں بھائیوں میں جنگ چھڑ گئی اور سلمان قتل ہو گیا اور شہر میں شور مچ گیا، شہر کا لشکر وہاں سے پریشان ہو کر حلب کی طرف چلا گیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۸۶)

عیسائی راہب کا ایمان لانا

ابوسعید دمشقی سے روایت ہے۔ کہتا ہے کہ جو لوگ امام پاک کا سر شام کو لے گئے میں ان میں تھا۔ جب ہم لوگ دمشق کے قریب پہنچے تو لوگوں کے درمیان یہ خبر گردش کرنے

لگی کہ مسبب بن قعقاع خزاعی ایک لشکر جمع کر رہا ہے، تاکہ شب خون مار کر سروں کو اپنے ساتھ لے جائے۔ شمر اور اس کے ساتھیوں نے مشورہ کیا۔ کہ شب خون سے بچنے کے لیے کہیں پناہ لی جائے، وہاں پر ایک مضبوط کلیسا نظر آیا۔ شمر نے کلیسا کے دروازے پر آ کر آواز دی تو ایک بوڑھا جو اس کلیسا کا سردار تھا چھت کے اوپر آیا اور اس نے دیکھا کہ کلیسا کے چاروں طرف سوار کھڑے ہیں اور شمر ان کے آگے ہے۔ کلیسا کے پیشوا کے پوچھنے پر شمر نے کہا کہ ہم ابن زیاد کے لشکری ہیں کوفہ سے دمشق جا رہے ہیں۔ بوڑھے نے پوچھا تم کیوں دمشق جا رہے ہو۔ شمر نے کہا عراق میں ایک شخص یزید کا باغی تھا۔ ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے اور یہ نیزوں پر ان کے سر ہیں اور ان کے گھر والوں کو بھی لے آئے ہیں تاکہ انہیں یزید کے سامنے پیش کریں۔ بوڑھے نے سروں کو نیزوں پر دیکھا، تو کہا ان کے سردار کا سر کہاں ہے۔ لشکر نے امام کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ جب راہب نے آپ کے سر کو دیکھا تو اس کے دل پر ایک ہیبت طاری ہو گئی۔ اس نے پوچھا میرے کلیسا میں کیوں آئے ہو۔ شمر نے کہا ہم نے سنا ہے کہ کچھ لوگ جمع ہو کر شب خون مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہ ان سروں اور قیدوں کو ہم سے واپس لینا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آج کی رات تمہارے کلیسا میں بسر کریں۔ بوڑھے نے کہا تم لوگ بہت زیادہ ہو میرے کلیسا میں اتنی گنجائش نہیں، تم لوگ ان سروں اور خواتین کو کلیسا میں بھیج دو اور خود چاروں طرف پھیل جاؤ۔ اور آگ جلا کر ہوشیاری سے جاگتے رہو۔ تاکہ شب خون سے محفوظ رہ سکو۔ شمر نے بوڑھے کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے امام کے سر کو ایک مضبوط صندوق میں بند کر کے تالہ لگا دیا اور کلیسا کے ایک مضبوط کمرے میں رکھ کر اوپر بھاری تالہ لگا کر کلیسا سے باہر آ گئے۔ راہب نے امام زین العابدین اور خواتین کو اچھی طرح ٹھہرایا اور

خود اس کمرے کے چکر کاٹنے لگا۔ اچانک اس حجرے سے جہاں صندوق رکھا ہوا تھا روشنی پھوٹی یہاں تک کہ سارا کمرہ روشن ہو گیا اس نے حجرے کے روزن سے دیکھا کہ روشنی مسلسل بڑھ رہی ہے۔ حتیٰ کہ آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ پھر کمرہ کی چھت پھٹ گئی، ایک عماری اتری جس سے ایک پاکیزہ صورت خاتون باہر تشریف لائیں اور ان کے ساتھ بہت سی کنیریں تھیں، جس کی مثل ہماری دنیا میں نہیں، راہب کہتا ہے، پھر منادی نے ندا دے کر کہا کہ تمام آدمیوں کی ماں کو راستہ دو۔ حوا صفیۃ اللہ کو راستہ دو۔ پھر اسی طریقے سے ہاجرہ، سارہ ازواج ابراہیم علیہ السلام حضرت یوسف کی والدہ ماجدہ جنابہ راحیل، جناب شیث علیہ السلام کی صاحبزادی صفورہ، جناب موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کلثوم، جناب آسیہ و مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہن تشریف لائیں، اچانک شور اٹھا ایک عماری اتری جس میں خدیجہ الکبریٰ اور دیگر ازواج مطہرات نے نزول اجلال فرمایا اور اسی صندوق کو باہر نکالا اور ایک ایک خاتون زیارت کرنے لگی اور پھر اچانک بہت زیادہ زور و شور سے آہ وزاری شروع ہو گئی اور ایک عماری نمودار ہوئی اور کسی نے آواز دی، اے بوڑھے اس سوراخ سے نگاہیں ہٹا لے۔ کیونکہ خاتون قیامت تشریف لے آئی ہیں، بوڑھا غلبہ حیرت سے بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو وہاں نہ عماریاں تھیں نہ پاک بیبیاں وہ اس کمرے کے سامنے آیا جس میں صندوق رکھا ہوا تھا۔ تالہ توڑا اور اندر جا کر صندوق کا تالہ کھولا اور صندوق کے سامنے بہت رویا اور سر کو صندوق سے نکال کر مشک و گلاب سے دھویا اور سامنے رکھ کر کہنے لگا۔ اس خدا کے لیے جس نے آپ کو یہ مقام و مرتبہ دیا ہے کہ خواتین سراپردہ عفت آپکی زیارت کو تشریف لائی ہیں اور خاتونان سراپردہ نبوت آپ کے لیے روتی ہیں، مجھے بتائیں آپ کون ہیں۔ باذن خداوندی امام کے سر سے آواز آئی۔ اے بوڑھے۔

أَنَا مَظْلُومٌ — أَنَا مَغْمُومٌ — أَنَا مَهْمُومٌ — أَنَا

مَقْتُولٌ — أَنَا غَرِيبٌ —

میں ستم رسیدہ ہوں — میں غمگین ہوں — میں مصیبت زدہ ہوں — میں

دشمنوں کی تیغ سے قتل کیا گیا ہوں۔ میں اپنے گھر والوں سے دور غریب الدیار ہوں —

رہا میرا نسب تو سن

أَنَا ابْنُ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى — أَنَا ابْنُ الْوَلِيِّ الْمُرْتَضَى —

میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر کا بیٹا ہوں میں پسندیدہ ولی کا بیٹا

ہوں — پیشوائے کلیسا نے یہ باتیں سنیں تو اس وقت اپنے مریدوں کو بلایا جن کی تعداد

سترہ تھی۔ انہیں صورت حال سے آگاہ کیا وہ سب امام زین العابدین کی خدمت میں

حاضر ہوئے زنا رتوڑ کر حلقہٴ اسلام میں داخل ہو گئے۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۸۶)

### عسقلان میں

جب صبح ہوئی تو شمر قیدیوں کو لے کر عسقلان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسیران اہلبیت

جس عسقلان پہنچے تو یعقوب عسقلانی جو امام کے ساتھ جنگ میں موجود تھا اور اب بھی وہ

اس لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ عسقلانی حاکموں سے اس کا تعلق تھا۔ یعقوب نے شہر کی

آرائش کا حکم دیا اور بالا خانوں میں گانے بجانے اور عیش و سرود کی محفلیں سجائی گئیں،

مجلسوں میں شراب کا دور اور عیش و نشاط کا سامان مہیا کیا گیا اور اہل بیت کے شہیدوں کے

سروں کو شہر کے گردا گرد چکر لگوا دیا گیا۔

ایک تاجر زری خزاعی اس روز عسقلان کے بازار میں کھڑا تھا اس نے لوگوں کو عیش و

طرب میں مشغول دیکھا اور ہر طرف سے مبارک باد کی صدا سنیں۔ اس نے ایک شخص

سے پوچھا کہ اس شادمانی اور شادیوں کا باعث کیا ہے؟ اس شخص نے کہا! کیا تو تاجر ہے؟ — زریر نے کہا ہاں میں کل ہی اس شہر میں آیا اس شخص نے جواب دیا: یزید کے ایک مخالف گروہ نے بغاوت کا علم بلند کیا، تو شام کے امیروں اور کوفہ کے سرداروں نے انہیں قتل کر دیا۔ یہ ان لوگوں کے سر ہیں اور یہ عورتیں ان کی اہل بیت ہیں زریر نے کہا کیا یہ لوگ مسلمان تھے یا مشرک؟ اس نے کہا مسلمان تھے، مگر اہل بغاوت تھے، زریر نے پوچھا ان لوگوں نے یزید پر کس وجہ سے خروج کیا اس شخص نے کہا ان کا سردار کہتا تھا کہ میں یزید سے امامت کا زیادہ حقدار ہوں۔ کیونکہ میرا باپ اور میرا بھائی امام تھے زریر نے کہا! ان کے سردار کا باپ اور بھائی کون تھے۔ اس نے کہا: اس کے باپ کا نام علی رضی اللہ عنہ اور بھائی حسن رضی اللہ عنہ تھا۔ زریر نے کہا! اس سردار کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا حسین زریر نے پوچھا اس کی ماں کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہ۔

زریر نے یہ باتیں سنیں تو اس کے دل میں دھواں اٹھا تو ان سوار یوں کی طرف چلا گیا۔ جب اس کی نظر امام زین العابدین پر پڑی تو رونے لگا۔ امام زین العابدین نے پوچھا اے جوان تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ایک مسافر ہوں۔ آپ نے فرمایا سارا شہر ہنس رہا ہے تو کیوں روتا ہے۔ زریر نے کہا: میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ کاش میں اس شہر میں نہ آیا ہوتا اور افسوس کہ میں اپنے قبیلے سے دور ہوں اور مسافر بھی۔ امام سجاد نے فرمایا: تجھ سے آشنائی کی بو آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ زریر نے عرض کیا مخدوم زادے، میرے لائق کوئی حکم فرمائیں۔ علی عابد نے فرمایا: اے جوان جس شخص کے پاس میرے باپ کا سر ہے اسے کہنا کہ اونٹوں کے پہلو بہ پہلو چلنے کی بجائے آگے آگے جائے تاکہ لوگ اس سر کو



دیکھنے میں مشغول رہیں اور ہماری خواتین پردے میں رہیں زریر نے اس شخص کو پچاس دینار دیئے اور اونٹوں سے دور ہٹا دیا۔ زریر نے پھر عرض کی اے ابن رسول اللہ میرے لائق کوئی اور خدمت۔ آپ نے فرمایا اگر تیرے پاس لباس اور کپڑا ہو تو ہماری خواتین کے لیے لے آ۔ زریر اسی وقت گیا اور پردہ نشینان اہل بیت کے لیے دو، دو چادریں اور امام عابد کے لیے جبہ اور دستار لے آیا۔ پھر وہ شمر لعین سے الجھ پڑا۔ اور اسے کہا او کمینے۔ او بد بخت تو نے کس کی اولاد کو قیدی بنا رکھا ہے، پھر شمر کے لشکری اس پر ٹوٹ پڑے، جس سے وہ زخمی ہو کر گر پڑا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعمیر شدہ ایک مشہد میں چھپ کر جان بچائی۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۷۷)

### حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ

کنز الغرائب میں روایت ہے کہ حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بغرض تجارت ملک شام میں گیا، ایک دن دمشق کے شہر کے قریب ایک گاؤں میں پہنچا تو وہاں کے لوگ خوشیاں منا رہے تھے، ڈھول بجا رہے تھے۔ میں نے ایک شخص سے اس خوشی کا سبب پوچھا کہ یہاں کے لوگ کیوں شادیاں بنا رہے ہیں۔

اس نے کہا یہ حضرت امام حسین کا سر ہے، جسے اہل عراق نے یزید کے پاس بطور تحفہ بھیجا ہے اور شام کے لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔ حضرت سہل نے پوچھا کہ اس سر کو کس دروازے سے لایا جائے گا۔ اس نے کہا باب ساعات سے۔ فرماتے ہیں کہ میں غمزہ ہو کر آگے بڑھا اور اہل بیت کے اونٹوں کے درمیان جا کر سر امام کو دیکھا جو رسالت مآب سے مشابہ تھا۔ میں یہ منظر دیکھ کر رونے لگا تو ایک چھوٹی بی بی نے مجھ سے پوچھا، بابا جی کیوں روتے ہو۔ کہتے ہیں میں نے پوچھا بی بی تو کون ہے۔ انہوں نے فرمایا: بابا جی میں امام

حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی سکیمنہ ہوں۔ کہتے ہیں یہ سن کر میرے رونے میں شدت آگئی۔ اور میں نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ اے خاتون قیامت کی بیٹی میں آپ کے نانا کا صحابی سہل بن ساعدی ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا بابا جی: آپ ان نیزہ والوں سے کہیں کہ میرے بابا کا سر آگے لے جائیں تاکہ شامی اسے دیکھیں اور ہم قدرے لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ رہیں۔ حضرت ابن ساعدی رضی اللہ عنہ نے نیزے والے کو چار سو درہم دیکر آگے کر دیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۷۷)

### اس جسارت کو کیا نام دوں

خیال رہے کہ آج بھی خوارج و نواصب امام کی شہادت پر خوشیاں مناتے ہیں آج سے پہلے بھی خوشیوں کا اظہار کرتے رہے ہیں اور ہو سکتا ہے قیامت تک یہ لوگ اپنی باطنی عناد و نفاق کا اظہار کرتے رہیں۔ امام عالی مقام حسین علیہ السلام کا دلوں میں بغض و عناد کا ہونا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے بیزاری کا ثبوت ہے۔ وہ کیسے مسلمان ہیں جو اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں۔ اور کیسے مسلمان تھے جو امام کی شہادت کے دن خوشیوں کا اظہار کرتے تھے۔ حافظ ابن کثیر نے۔۔۔ اپنی شہرہ آفاق تاریخ۔۔۔ ”البدایۃ والنہایۃ“ میں لکھا ہے:

النَّوَاصِبُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ — فَكَانُوا إِلَى يَوْمِ عَاشُورَاءِ  
يَطْبَخُونَ الْحَبُوبَ وَيَغْتَسِلُونَ وَيَتَطَيَّبُونَ وَيَلْبَسُونَ أَفْحَرَ  
ثِيَابِهِمْ وَيَتَّخِذُونَ ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا أَوْ يَصْنَعُونَ فِيهِ  
أَنْوَعًا — الْأَطْعِمَةَ وَيُظْهِرُونَ السَّرُورَ وَالْفَرَحَ —

ملک شام کے ناصبی (ناصری وہ فرقہ ہے جو مولا علی کا دشمن ہے۔ اور اہل

بیت کا منکر ہے — خارجی لوگ — وہ لوگ ہیں جو آج بھی مختلف صورتوں میں موجود ہیں — ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کے پیش نظر — کتاب آل رسول لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی ان کی علامات میں سے ہے — کہ مسلمانوں کو قتل کرنا ان کا محبوب ترین مشغلہ حیات ہے ( لوگ عاشورا کے دن مرغوب کھانے پکاتے — نہا دھو کر خوشبوئیں لگائے — اور زرق برق لباس پہنتے، ان کے لیے (دس محرم) عید کا دن تھا — وہ انواع و اقسام کے کھانے پکاتے تھے — اور عیش و طرب کی محفلیں سجاتے تھے —

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۰۹ — تا — ۲۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت۔ لبنان سن اشاعت ۲۰۰۵ء)

### حسن علیہ السلام کے بدلے ایک لاکھ چالیس ہزار قتل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ہیں کہ — اللہ تعالیٰ نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرمائی — کہ میں نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا ہے۔

وَ اَنَا قَاتِلُ يَابْنِ بَنِيكَ سَبْعِينَ اَلْفًا وَ سَبْعِينَ اَلْفًا —

اور میں تیری بیٹی کے بیٹے کے بدلے میں ایک لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو قتل کرنے والا ہوں —

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ سیر امام النبلا (ذہبی) ج ۳ ص ۵۰۵ مطبوعہ ایضاً)

### ام المؤمنین علیہ السلام فرماتی ہیں

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ — میں نے ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ سلام اللہ علیہا سے سنا ہے — آپ نے فرمایا — میں نے جنات کو حسین (علیہ

السلام) پر نوحہ کرتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہے تھے۔

أَيُّهَا الْقَاتِلُونَ جَهْلًا حُسَيْنًا  
 أَبْشِرُوا بِالْعَذَابِ وَالتَّنْكِيلِ  
 كُلُّ أَهْلِ السَّمَاءِ يَدْعُو عَلَيْكُمْ  
 وَنَبِيِّ وَمُرْسَلٍ وَقَبِيلِ  
 قَدْ لَعِنْتُمْ لِسَانَ بَنِي دَاوُدَ  
 وَمُوسَى وَصَاحِبِ الْإِنجِيلِ

اے ”امام“ حسین کو جہالت سے قتل کرنے والو! تمہیں عذاب اور سزا کی بشارت ہو۔۔۔ تمام اہل آسمان۔۔۔ ہرنبی۔۔۔ اور ہر مرسل۔۔۔ اور تمام لوگ تمہارے خلاف بددعا کر رہے ہیں۔۔۔ تم پر حضرت داؤد۔۔۔ حضرت موسیٰ اور صاحب انجیل (حضرت عیسیٰ) علیہم السلام کی زبان سے لعنت کی گئی ہے۔۔۔

(البدایۃ والنہایۃ ایضاً)

نیزے پر

بات چل رہی تھی۔۔۔ کہ جب اہل بیت کا قیدی قافلہ دمشق میں داخل ہوا تو یزید نے لوگوں کو حکم دیا۔۔۔ کہ شہر کو سجایا جائے۔۔۔ اور سب لوگ باہر نکل کر شمر ( ) کے لشکر کا۔۔۔ استقبال کریں۔۔۔ اور ان لوگوں کے سروں کو دیکھنے کے لیے سب بازار بند کر دیں۔۔۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔۔۔ اس وقت امام کے سر انور سے ایک کرامت کا ظہور ہوا۔۔۔ جسے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی مشہور ترین۔۔۔ ”سر الشہادتین“۔۔۔ میں ابن عساکر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔۔۔ لکھتے ہیں۔۔۔

أَخْرَجَ بَنُ عَسَاكِرَ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: أَنَا وَاللَّهِ  
رَأَيْتُ رَأْسَ الْحُسَيْنِ حِينَ حُمِلَ وَأَنَا بِدِمَشْقِ، وَبَيْنَ يَدَيِ  
الرَّأْسِ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ حَتَّى بَلَغَ قَوْلَهُ  
تَعَالَى — أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ ۖ

كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا

حضرت ابن عسا کر نے منہال بن عمرو سے روایت بیان کی ہے — منہال کہتے  
ہیں خدا کی قسم میں نے حسین کے سر کو دیکھا — اسے نیزے پر لے جا رہے تھے —  
اور میں اس وقت دمشق میں تھا — (کیا دیکھتا ہوں) کہ سر مبارک کے آگے ایک شخص  
سورہ کہف پڑھتا جا رہا تھا — اور جب وہ اس آیت مبارکہ پر پہنچا —

(أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ ۖ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا

عَجَبًا) —

(یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا پہاڑ کی غار اور جنگل کے کنارے والے ہماری

ایک عجیب نشانی تھے) —

جب قاری مندرجہ بالا آیت پر پہنچا تو امام حسین کے سر مبارک سے آواز نکلی —

قَالَ: أَعْجَبُ مِنْ أَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلِي وَحَمْلِي

آپ نے فرمایا اصحاب کہف کے قصہ سے میرا قتل اور میرا سر نیزے پر

اٹھائے پھرنا عجیب تر ہے۔

(سرا الشہادتین ص ۳۵ مطبوعہ مطبع کانسہ رام (لاہور) شرح الصدور ص ۹۳)

رقیم:

آیت مبارکہ میں — رقیم — کا لفظ استعمال ہوا ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں — جس وادی میں اصحاب کہف ہیں — اس وادی کا نام — رقیم — ہے —

اصحاب کہف کو:

یعنی اصحاب کہف کو فقط کافروں نے ستایا تھا — جب کہ امام حسین کو ان نانا جان کے کلمہ گوؤں نے مصائب و آلام سے پامال کر کے شہید کیا — اور نیزے پر چڑھا کر شہر بشہر پھرایا — اور اصحاب کہف تین سو سال کے بعد نیند سے بیدار ہوئے — اور آپس میں گفتگو کی — تو روح جسم میں موجود تھی اور زندہ تھے — جب کہ امام کے سر مبارک نے بدن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمایا — اس لیے جو تعجب کی بات قصہ امام میں ہے — وہ اصحاب کہف کے قصے میں نہیں —

(حاشیہ بر الشہادتین)

لو ہے کا قلم :- جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ — امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں جسے ابو قبیل نے بیان کیا — کہتے ہیں کہ جب امام شہید ہوئے اور یزیدی آپ کا سر کاٹ کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔

وَقَعْدُوا فِي أَوَّلِ مَرَحَلَةٍ يَشْرِبُونَ النَّبِيذَ

اور پہلی پرٹھہرے اور کھجور کا جوس پی رہے تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :- علامہ ابن کثیر کہتے ہیں — ”جب وہ ٹھہرے“

وَهُمْ يَشْرِبُونَ الْخَمْرَ، وَالرَّأْسُ مَعَهُمْ فَبَرَزَ لَهُمْ قَلَمٌ مِّنْ

حَدِيدٍ فَرَسَمَ لَهُمْ فِي الْحَائِطِ بِدَمٍ هَذَا الْبَيْتِ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۸۰)  
 ”کہ جن لوگوں نے آپ کو شہید کیا انہوں نے واپس“ آ کر شراب نوشی میں رات  
 گزاری اور سران کے پاس موجود تھا۔ تو ایک لوہے کا قلم ان کے سامنے نمودار ہوا، اور  
 اس نے دیوار پر یہ شعر لکھا۔

أَتَرْجُوا أُمَّةً قَتَلَتْ حُسَيْنًا

شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ

کیا؟ وہ لوگ بھی یہ امید رکھتے ہیں۔ جنہوں نے حسین کو قتل کیا۔

کہ قیامت کے دن حسین کے نانا ان کی شفاعت کریں گے؟

(البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر) ج ۸ ص ۲۰۷۔ سر الشہادتین ص ۲۶ مطبوعہ کانسی رام (لاہور پاکستان)

### سر حسین یزید کے دربار میں

السلام اے نور دیدہ بتول

السلام اے عکس انوار رسول

السلام اے تابش نور خدا

السلام اے زور دست مرضی

السلام اے شیر یزداں السلام

السلام اے ماہ تاباں السلام

السلام اے خضر عالم السلام

السلام اے دیں کے ہمدم السلام

جب قیدی قافلہ دمش پہنچا تو یزید نے۔۔۔ ملک شام کے۔۔۔

امیروں — سرداروں — وڈیروں — اور چودھریوں کو بلا کر اپنے  
ارگرد بٹھایا — پھر علی بن حسین (امام زین العابدین) اور تمام مستورات  
کو پیش کرنے کا حکم دیا۔

”روضۃ الشهداء“ — میں ہے کہ یزید نے کہا محل کو آراستہ کرو! اور جالی دار  
پردے لٹکا کر — مصر سے آیا ہوا سیاہ لکڑی اور ہاتھی دانت کا بنا ہوا زرو جواہر سے مرصع  
تخت ایک دالان میں بچھا دو! — جب یزید کے لیے تخت بچھا دیا گیا اور سلطنت شام  
کے امیر کرسیوں پر بیٹھ گئے تو شمر دو ۱۲ امیروں کے ساتھ دربار میں پہنچا — اسے یزید نے  
حکم دیا — کہ سروں اور اہل بیت کو لے آؤ — جب اہل بیت آگئے تو انہیں سامنے  
بٹھایا گیا — اور سروں کو یزید کے سامنے پیش کیا گیا — اس نے ہر سر کے بارے میں  
پوچھا یہ کس کا سر ہے۔

پھر حکم دیا کہ حسین بن علی کا سر لایا جائے — جب سر سامنے لایا گیا تو اس نے چند  
اشعار پڑھے — جو گزشتہ اوراق میں لکھے جا چکے ہیں — اے کاش میرے غزوہ بدر  
کے بڑے آج موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے ان سے دو گنا زیادہ ان کے اشراف قتل کر  
کے بدلہ اور معاملہ برابر کر دیا — اور پھر یزید نے مندرجہ ذیل دو ۲ اور شعر پڑھے —  
یزید لعین نے جو دو اور شعر پڑھے — وہ یزید کے صریح کفر پر مشتمل ہیں — اور وہ  
دونوں شعر یہ ہیں۔

لَعَبَتْ هَاشِمٌ بِالْمُلْكِ فَلَا  
خَبَرَ جَاءَهُ وَلَا وَحْيَ نَزَلَ  
لَسْتُ مِنْ عُبَيْهِ إِنْ لَمْ أَنْتَقِمْ  
مِنْ نَبِيِّ أَحْمَدَ مَا كَانَ فَعَلَ



بنو ہاشم ملک سے کھلتے رہے، نہ کوئی خبر ان کے پاس آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی۔ میں عتبہ کی اولاد سے نہ ہوتا۔ اگر میں اولاد احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) سے بدلہ نہ لیتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔ (تذکرۃ الخواص ص ۲۳۵)

### امام زین العابدین علیہ السلام کا جواب

پھر یزید نے امام زین العابدین علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔ تمہارے باپ نے مجھ سے قطع رحم کیا۔ اور میری سلطنت میں مجھ سے جھگڑا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو اس کے ساتھ کیا وہ تم نے دیکھ لیا۔ حضرت امام زین العابدین نے جواب میں

آیت پڑھی۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي

كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَاهَا

جو کوئی مصیبت روئے زمین پر اور خود تم پر نازل ہوتی ہے اور اس نوشتہ میں

لکھی ہوئی ہے، جو دنیا کی تخلیق سے پہلے ہم نے لکھا ہے۔

(پارہ ۲۷ سورۃ حدید آیت نمبر ۲۲)

### یزید نے اپنے بیٹے سے کہا

یزید لعین نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ تم اس کا جواب دو۔ لیکن اس کی سمجھ میں

جواب نہ آیا، تو یزید نے کہا کہ تم کہو!

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ

كَثِيرٍ ○ (پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۴۰)

کہ جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور

بہت سی خطائیں اللہ تعالیٰ معاف بھی کر دیتا ہے۔ (طبری ج ۶ ص ۲۶۵)

## یزید نے امام کے دندان پر چھڑی ماری

جب امام عالی مقام کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے امام علیہ السلام کے دانتوں پر چھڑی ماری — ابن کثیر لکھتے ہیں —

لَمَّا وَضِعَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ بَيْنَ يَدَيْ يَزِيدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ جَعَلَ  
يُنْكُتُ بِقَضِيبٍ كَانَ مِي يَدِهِ فِي ثَغْرِهِ —

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۰۰)

جب امام حسین کا سر یزید بن معاویہ کے آگے رکھا گیا۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ آپ کے سامنے والے دانتوں پر ٹھونکا دیتا تھا یعنی چھڑی کے سرے سے امام کے دانتوں کو چھیڑتا اور ٹھوکریں مارتا تھا —

اور اس کے ساتھ ساتھ بطور مثال حصین بن حمام مری کا یہ شعر پڑھتا تھا —

يُفْلِقْنَ هَامًا مِنْ رَجَالٍ أَعَزَّةٍ

عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا أَعَقَّ وَأَظْلَمَا

یعنی ہماری تلواریں ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں توڑتی ہیں — جو ہم پر غالب تھے (جو اگرچہ ہمارے عزیز تھے) لیکن تھے نافرمان اور ظالم۔

جناب ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر یزید سے کہا خدا کی قسم تیری چھڑی

اس پر لگی ہے۔

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ يُرَشِّفُهُ

”جسے میں نے رسول خدا کو چومتے دیکھا ہے۔“

اور پھر آپ نے فرمایا — اے یزید! بے شک یہ قیامت کے دن آئیں گے۔

وَشَفِيعُهُ مُحَمَّدٌ —

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سفارشی ہوں گے اور جب تو آئے گا —

وَشَفِيعُكَ بَنُ زِيَادٍ —

تو تیرا سفارشی ابن زیاد ہوگا۔

پھر حضرت ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے پشت پھیری اور چلے گئے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۰۰)

شامیوں کو اپنے گھر بلا کر

علامہ ابن حجر مکی — سبط ابن جوزی کے حوالے سے لکھتے ہیں — کہ یہی امر

مشہور ہے کہ یزید پلید نے شامیوں کو اپنے ہاں بلا کر — اور ان کے سامنے یہ حرکت

کی — حسن رسول پر چھڑی برساتا رہا — فرماتے ہیں —

إِنَّهُ جَمَعَ أَهْلَ الشَّامِ وَجَعَلَ يَنْكُثُ الرَّأْسَ بِالْخَيْزِرَانِ

کہ وہ (یزید) شامیوں کو جمع کر کے سر حسین کو چھڑی مارنے لگا —

بعض کتب میں یہ بھی ملتا ہے

بعض کتب میں یہ چیز بھی ملتی ہے — کہ جب امام کا سر انور یزید کے سامنے آیا تو

اس نے افسوس کا اظہار کیا — اور ابن زیاد کو برا بھلا کہنے لگا اور بعض نے لکھا ہے کہ اس

منظر کو دیکھ کر یزید رونے لگا۔

جناب حاجی امیر بخش عاربی نے پور بتول کے حاشہ پر لکھا ہے — کہ جس وقت

یزید نے مگر چھ کے آنسو بہائے اس وقت بھی وہ منافق تھا — اور جس وقت اس نے کہا

کہ ابن مرخانہ (ابن زیاد) پر خدا کی لعنت! — اگر میں حسین علیہ السلام کے مقابلے پر

ہوتا تو درگزر سے کام لیتا، اس وقت بھی اس نے منافقت ہی کی تھی۔

اپنے تخت و تاج کو بچانے کے لیے یزید کے لیے جتنا ضروری زندہ حسین کو قتل کر کے اپنی راہ سے ہٹانا تھا — اتنا ہی ضروری مقتول حسین پر آنسو بہانے اور ان سے ہمدردی جتاننا بھی تھا — وہ حسین کی مظلومیت پر نہیں رو رہا تھا — بلکہ اپنے تخت و تاج کو رو رہا تھا — اسے صاف نظر آ رہا تھا کہ اب ہنگامے ہوں گے — شورشیں بپا ہوں گی — اور قتل و غارت کے بازار گرم ہوں گے — چنانچہ مدینہ طیبہ میں واقعہ حرہ اور عراق میں مختار ثقفی کی یلغار اسی رد عمل میں واقع ہوئے — مقامات عمل دیکھئے کہ بنو عباس نے بنو امیہ کی قبریں اکھاڑ اکھاڑ کر اور گڑھے مردوں کو باہر نکال نکال کر عبرت ناک سزائیں دیں۔

مستورات کو کجاووں پر رسیوں سے باندھا گیا

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یزید نے ابن زیاد کے مقام کو بڑھانے

میں یہاں تک مبالغہ سے کام لیا —

أَدْخَلَهُ عَلَى نِسَائِهِ

کہ اسے (ابن زیاد) اپنی عورتوں کے پاس لے گیا۔

لکھتے ہیں — کہ یہ بات اس شخص سے سرزد ہونا تعجب کا موجب نہیں — جس

نے امام حسین کے دانتوں پر چھڑی ماری —

وَحَمَلَ آلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَقْطَابِ

الْجَمَالِ أَيْ مُوثِقِينَ فِي الْجَمَالِ — وَالنِّسَاءَ مُكْشَفَاتِ

الرُّؤُوسِ وَالْوُجُوهِ —

اور آل نبی کو اونٹوں کے کجاووں پر رسیوں سے باندھ کر — اور عورتوں کو ننگے سر برہنہ منہ قیدی بنا کے لے گیا۔

(الصواعق المحرقة ص ۳۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ)

### سفیر قیصر روم

ابن حجر — اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں — کہ جب یزید نے امام حسین کے سر مبارک کے ساتھ بے ادبی کی — (یعنی دانتوں پر چھڑی ماری) جیسا کہ گزر چکا ہے — تو اس وقت یزید کے پاس قیصر روم کا سفیر بھی موجود تھا — اور اس نے یزید سے پوچھا — کہ یہ کس کا سر ہے؟ — یزید نے کہا حسین کا سر ہے — سفیر روم نے پوچھا۔

وَمِنَ الْحُسَيْنِ —

کون حسین؟

یزید بولا —

ابن فاطمۃ علیہ السلام —

فاطمہ کا بیٹا۔

سفیر نے کہا —

وَمَنْ فَاطِمَةَ عَلِيَّهَا السَّلَامُ؟ —

کون فاطمہ؟

یزید نے کہا —

بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ —

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی۔

سفیر نے کہا —

نَبِيَّكُمْ —

وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تمہارے نبی ہیں

یزید نے کہا —

نَعَمْ —

ہاں وہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سفیر نے کہا —

وَمَنْ أَبُوُّهُ —

اور اس کا باپ کون ہے؟

یزید نے کہا —

عَلِيُّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ —

علی بن ابی طالب

سفیر بولا —

وَمَنْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟ —

کون ابن ابی طالب؟

یزید بولا —

ابْنُ عَمِّ نَبِيِّنَا —

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا زاد بھائی

سفیر روم نے کہا —

تَبَّالِكُمْ وَلِدِ نَبِيِّكُمْ

”ہلاکت ہے تمہارے لیے اور تمہارے دین کے لیے“

سفیر روم نے کہا —

فِيهِ حَافِرٌ حِمَارٍ رَكْبَهُ عَيْسَى

اس میں اس گدھے کے گھر کا نشان ہے —

اس گدھے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سواری فرماتے تھے —

اور ساتھ ہی کہا — کہ ہم تمام علاقوں سے آکر اس کا حج کرتے ہیں اور نذریں مانتے

ہیں —

وَنُعَظِّمُهُ كَمَا تُعَظِّمُونَ كَعَبَتِكُمْ

اور ہم اس کی، اس طرح تعظیم کرتے ہیں، جس طرح تم لوگ اپنے کعبہ کی

تعظیم کرتے ہو —

سفیر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ جھوٹے ہو —

(تذکرۃ الخواص ص ۲۳۶ — الصواعق المحرقة ص ۳۰۱ — تا — ۳۰۲)

داؤد علیہ السلام کا ستر پشتوں بعد

اس وقت دربار میں ایک یہودی بھی موجود تھا — اس نے بھرے دربار میں بر ملا

کہا، کہ میرے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر پشتیں گزر چکی ہیں — اور اب

تک یہودی لوگ میری تعظیم اور میرا احترام کرتے ہیں — کہ میں حضرت داؤد علیہ

السلام کی اولاد سے ہوں —

وَأَنْتُمْ قَتَلْتُمْ ابْنَ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ

اور تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔

(تذکرۃ الخواص ص ۲۳۶ — الصواعق المحرقة ص ۲۰۳)

○ قارئین کرام: مندرجہ بالا دونوں روایتوں پر غور کریں کہ قیصر روم کے سفیر نے — یزیدی دربار میں کھلے انداز میں واضح کیا کہ اپنے بد خو حکمران دربار میں بیٹھنے والے گماشتو! تم نے اور تمہارے گماشتوں نے دین اسلام اور ملت خیر الانام پر یہ ظلم کیوں کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ ہماری عقیدتوں کا یہ عالم ہے —

کہ ہم اس گدھے کے قدم کے نشان کی بے حد تعظیم کرتے ہیں — جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سوار ہوتے تھے — اور تم نے اس ہستی کو بے دریغ قتل کر دیا ہے — یہ وہ شخصیت ہے جس نے بارہا تمہارے رسول کے دوش پر سواری کی ہے — یہودی نے بھی کہا کہ میں حضرت داؤد علیہ السلام پیغمبر کی اولاد ہوں — ستر پشتیں گزر گئیں لیکن میں آج بھی ان کیلئے قابل تعظیم و تکریم ہوں — اور وہ میرا آج بھی بے حد احترام کرتے ہیں — ایک تم ہو کہ اپنے پیغمبر کے بیٹے کو قتل کر کے اس کے سر کی بے حرمتی کر رہے ہو — اور تمہاری بے ہودگی کا یہ عالم ہے کہ جس سراقہ کو تمہارا پیغمبر چومتا رہا اسے تم گلیوں اور بازاروں میں نیزے پر لیے پھرتے ہو —

○ قارئین! آج بھی اس دور پر خطر میں ایسے لوگ وافر مقدار میں ہیں جو مزارات مقدسہ پر دھماکے — مسجدوں کے اندر نماز جنازہ میں مسلمانوں کے اجتماعات میں بم دھماکوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں — علمائے ذی مرتبت کو چن چن کر شہید کیا جا رہا ہے — بالخصوص بلوچستان میں جماعت اہل سنت کے جید علما کو شہید کر دیا گیا — اور یہ کام ان لوگوں کا ہے جو خود کو حنفی کہتے ہیں — اور احناف کی سفید چادر پر بد نما داغ ہیں — یہ لوگ وہ ہیں — جو پاکستان بننے کے سخت ترین مخالف رہے — اور اب



بھی ہیں۔ ان کی آنے والی نسلیں بھی ملک پاکستان کے ساتھ اس طرح دشمنی رکھیں گی۔ جیسے شمر کو حسین علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ یہ لوگ اہل اسلام کا ساتھ دینے میں کسی صورت بھی تیار دکھائی نہیں دیتے۔ ان کا ماضی بھی ہنود ساتھ رہا ہے۔ اور حال میں بھی ان کے ساتھ ہیں۔ مستقبل بھی مال و دولت کے تلوے چاٹتے گزرے گا۔ اور اس امر کا ارباب بست و کشاد کو مکمل علم ہے۔ ایک ایک دہشت گرد کو وہ جانتے ہیں ان کی مجبوریوں اور ذاتی مصلحت کی بنا پر وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں رہے۔ اور ایک یہ امر بھی کارفرما ہے کہ حساس ترین اداروں کے مذہبی مقامات ان دہشت گردوں کی محفوظ ترین پناہ گاہ ہیں۔ لیکن پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہیں۔

### ایک راہب مسلمان ہو گیا

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر لکھا ہے۔ ایک۔ دیر (بت خانہ) کی دیوار کے ساتھ نیزے کی نوک پر حسین علیہ السلام کے سر کو۔ ایک راہب ”عیسائیوں کا پادری“ نے دیکھا تو پہرے داروں سے پوچھا۔ یہ کس کا سر ہے۔ ان یزیدیوں نے بتایا کہ نواسہ رسول کا سر ہے۔ تو راہب نے کہا۔

بِسِّ الْقَوْمِ أَنْتُمْ —

تم بہت برے لوگ ہو۔

پھر راہب نے کہا کیا تم دس دینار لے کر اس سر کو ایک رات کے لیے میرے پاس رہنے دو؟ ان دنیا کے طلب گار کتوں نے کہا۔ ہاں۔ راہب نے ایک رات کے لیے سر لے کر اسے دھویا۔ خوشبو لگائی۔ اور اپنی ران پر رکھ کر آسمان کی بلندیوں کی

طرف دیکھنے لگا۔ اور صبح تک دیکھتا رہا۔

ثُمَّ اسَلَّمَ —

پھر وہ مسلمان ہو گیا۔

لَا نَهَ رَأَى نُورًا سَاطِعًا مِّنَ الرَّأْسِ إِلَى السَّمَاءِ

”راہب“ اس لیے مسلمان ہو گیا کہ اس نے سر سے لیکر آسمان تک ایک

روشن نور دیکھا۔

پھر وہ گر جا سے سب کچھ چھوڑ کر نکل گیا۔

وَ صَارَ يَخْدُمُ أَهْلَ الْبَيْتِ —

اور اہل بیت رسول کی خدمت کرنے لگا۔

○ ایک راہب سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک دیکھ کر ایمان لے آیا۔

مگر یزیدی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوصف۔ کفر کی دنیا کو آباد کر گئے۔

یہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بیٹے تو امت کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی امانت تھے۔ اور پھر اس امانت میں خیانت کرنے والے کو پیدائشی جنتی کہنے

والے جنونیوں کو کیا نام دیا جائے۔ جو بغض اولاد رسول سے اپنے ایمانوں کو تباہ اور

اپنے چہروں کو سیاہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے آخری رسول نے اپنے شہزادوں کو امت کے

پاس امانت رکھا ہے۔

امانت رسول:

ابن ابی الدنیا نے حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت

حسن دائیں اور حضرت حسین کو بائیں ران پر بٹھایا۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى يَافُوحِهَا —

پھر ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھا — اور پھر فرمایا —

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَوْدِعُكَ أَيَّاهُمَا وَصَالِحِ الْمُؤْمِنِينَ —

اے اللہ میں ان دونوں کو تیرے اور نیک مومنوں کے پاس امانت رکھتا ہوں۔

اور پھر فرمایا: اے ابن زیاد، تیرے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت کا

کیا حال ہے۔

بات بہت آگے نکل گئی، عرض یہ کر رہا تھا کہ سر امام کو یزید کے سامنے رکھ دیا گیا اور

یزید ظلم و جفا اور مکرو فریب کے تحت پر نخوت و غرور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

فاطمہ بنت علی (ام کلثوم) فرماتی ہیں کہ جب ہمیں قیدیوں کی صورت میں یزید کے

سامنے بٹھایا گیا تو ایک سرخ رنگ شامی یزید کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور میری طرف اشارہ کر

کے کہنے لگا۔ اے امیر المؤمنین یہ لڑکی مجھے عطا کریں۔ میں اس زمانہ میں کم سن تھی، شامی کی

بات سن کر ڈر کے مارے کانپنے لگی۔ اور اپنی بڑی بہن زینب کا آنچل پکڑ لیا۔ زینب رضی

اللہ عنہا نے اس شخص سے کہا، خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا اور کمینہ بات کی۔ فرمایا، او بے

ہودہ بدکار یہ امر نہ تیرے اختیار میں ہے نہ یزید کے —

فَغَضِبَ يَزِيدُ —

اس پر یزید غصے میں آ گیا

اور برہم ہو کر کہنے لگا تو جھوٹی ہے — خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا

ہوں، مجھے اختیار ہے۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ نے

تجھے یہ اختیار نہیں دیا۔ الا یہ کہ تو ہماری ملت سے نکل جائے اور کوئی دوسرا دین اختیار کر لے۔ یزید غضبناک ہو کر بولا تو یہ بات میرے بارے کہتی ہے؟ —

إِنَّمَا خَرَجَ مِنَ الدِّينِ أَبُوكَ وَأَخُوكَ .

دین سے تو اور تیرا باپ اور تیرا بھائی خارج ہوئے ہیں۔

(یزید کا یہ کہنا کہ تیرا باپ اور تیرا بھائی دین سے نکل گئے ہیں۔ فرامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلاتا ہے جو کفر کے مترادف ہے)

سیدہ زینب نے فرمایا، اللہ کے دین سے، میرے باپ، بھائی اور میرے نانا کے دین سے تو تو نے تیرے باپ اور تیرے دادا نے راہ پائی۔ یزید نے کہا

كَذَّبْتَ يَا عَدُوَّةَ اللَّهِ

اے خدا کی دشمن تو جھوٹ کہتی ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

(سیدہ زینب کی حقیقتوں بھری تقریر کے جواب میں یہ کہنا کہ تو جھوٹ کہتی ہے۔ صریح کفر ہے۔ یزید نے در پردہ اس امر کا اعلان کیا ہے کہ ہم نے اللہ کے رسول کی تعلیمات سے ہدایت نہیں پائی)

أَنْتَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مُسَلِّطٌ ظَالِمًا وَتَقَهَّرَ بِسُلْطَانِكَ

تو زبردستی امیر المؤمنین بن بیٹھا ہے اور ظلم سے گالیاں دیتا ہے اور اپنے

اقتدار کی وجہ سے دھمکیاں دیتا ہے۔

یہ بات سن کر یزید شرمندہ ہو گیا اور خاموش ہو گیا۔ اس شامی خبیث نے پھر کہا امیر

المؤمنین یہ لڑکی مجھے دے دیجئے، یزید نے کہا دفع ہو جا، نامراد! اللہ تجھے ریزہ ریزہ کر دینے والی موت دے۔

وَأَجْدَاهُ وَامْحَمَّاهُ

روضۃ الشهداء میں مفسر قرآن ملا حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ قیصر روم

کے سفیر عبدالششمس ”جس کا گزشتہ اوراق میں ذکر ہو چکا ہے“ نے سر امام کے تعارف کے بعد کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ جھوٹے ہو۔ کاشفی نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے، لکھتے ہیں کہ رومی سفیر عبدالششمس نے کہا، اے یزید میں نے روم میں سنا تھا کہ تم میں ایک شخص نے ان کے بھائی (امام حسن رضی اللہ عنہ) کو زہر دے دیا اور شربت الماس پلا دیا۔ تو ان کا جگر بہتر ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر ان کے حلق سے باہر آ گیا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دوسرے بھائی کا سر بہتر سروں کے ساتھ تیرے سامنے رکھا ہوا ہے جو نہایت قابل افسوس ہے۔ یزید نے غصہ سے کانپتے ہوئے کہا۔ اگر تو قیصر کا ایلچی نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ سفیر روم نے کہا، او بے شرم قیصر کے ایلچی کا احترام کرتا ہے اور اللہ جل جلالہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کا کوئی پاس نہیں۔ یزید نے ملازمین کو حکم دیا کہ اسے باہر نکال دو، پھر حکم دیا کہ اہل بیت کی عورتوں کو لاؤ کہ میں ان سے بات کروں۔ چنانچہ سیدہ زینب، سیدہ اُمّ کلثوم، سید زین العابدین کو یزید کے دربار میں پیش کیا گیا، سیدہ زینب نے اپنے بھائی کے سر کو دیکھا تو روتے ہوئے فریاد کی —

وَاجِدَاہُ، وَامْحَمَّدَاہُ —

ہائے نانا جان! ہائے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پھر یزید کی طرف رخ کر کے فرمایا! اے یزید تو نے اپنی عورتوں کو پردے میں بٹھایا ہوا اور رسول خدا کی بیٹیوں کو لوگوں کے سامنے کھڑا کیا ہوا ہے اور کل قیامت کے دن خدا کے سامنے تو کس طرح عہدہ برآ ہوگا۔

یزید نے غصہ سے کانپتے ہوئے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حسین کی بہن زینب ہے۔ اسی اثناء میں اچانک سیدہ اُمّ کلثوم نے اٹھ کر فرمایا۔ اے یزید مجھے اجازت

دے کہ میں اپنے بھائی حسین کا آخری دیدار کر لوں۔ اور پھر آگے بڑھیں اور امام کے سر کو اٹھا کر آپ کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے اور بے ہوش ہو گئیں، پھر جب ہوش آیا تو فرمایا، اے یزید میں امید رکھتی ہوں کہ تو اس دنیا میں راحت و سکون نہیں دیکھے گا۔ کیونکہ تو نے ہمیں رنج و آلام میں مبتلا کیا ہے۔ یزید نے چیختے ہوئے کہا یہ زبان دراز عورت بھی حسین کی بہن ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں! ان کا نام اُمّ کلثوم ہے۔

یزید نے کہا۔ اے اُمّ کلثوم! تو نے دیکھا کہ اللہ نے تمہارے گمان کو غلط کر دیا۔

سیدہ اُمّ کلثوم نے فرمایا خدا نے منافقوں کو جھوٹے کہتے ہوئے فرمایا ہے۔

إِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَكَاذِبُونَ ○ — (پارہ ۲۸ سورہ منافقون آیت نمبر ۱)

ترجمہ: بے شک منافق جھوٹے ہیں۔

اور ان پر لعنت کرتے اور عذاب کی وعید سناتے ہوئے فرمایا ہے —

وَيُعَذِّبُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ — (پارہ ۲۶ سورہ فتح آیت ۶)

ترجمہ: اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو۔

الحمد للہ رسالت مآب کے گھر والے کذب و نفاق سے مبرا اور معرا ہیں۔

یزید نے سیدہ اُمّ کلثوم کی طرف سے رخ پھیر کر سید سجاد زین العابدین کی طرف

متوجہ ہو کر کہانے لگا۔ یہ لڑکا کون ہے لوگوں نے کہا علی بن الحسین — یزید نے کہا میں

نے سنا ہے علی بن حسین قتل ہو گیا ہے؟ لوگوں نے بتایا حسین کے تین بیٹے علی نام کے ہیں۔

علی اکبر اور علی اصغر قتل ہو چکے یہ علی اوسط ہیں جو بیمار تھے۔ ہم انہیں پکڑ کر لے آئے ہیں۔

یزید نے کہا اے لڑکے تیرے باپ نے چاہا تھا کہ اس کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا جائے

اور وہ مسند خلافت پر بیٹھے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ امام

زین العابدین نے فرمایا: اے یزید یہ منبر میرے آباء و اجداد نے رکھے ہیں یا تیرے آباء و اجداد نے، خلافت میرے آباء و اجداد کو زیبا تھی کہ وہ دین کے راستے پر جہاد کرتے تھے، یا تیرے آباء و اجداد کو جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرک کرتے تھے۔ تاہم ہمارا اور تمہارا معاملہ قیامت کے دن پوچھا جائے گا اور یہ آیت تلاوت کی —

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ○ — (سورۃ الشعراء آیت ۲۲۷)

ترجمہ: اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پاٹا کھائیں گے۔

یزید نے ان باتوں سے غضب ناک ہو کر ایک طاقت ور جلاذ کو حکم دیا کہ اسے باہر لے جا کر قتل کر دے اور اس کا سر میرے پاس لے آ، جب اس جلاذ نے امام زین العابدین کا ہاتھ پکڑا تو علی کی بیٹی سیدہ اُم کلثوم نے اٹھ کر اسے دو ہتھڑ مار کر فرمایا۔ اے ہندہ کے پوتے اس لڑکے کو چھوڑ دے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کا اس کے سوا کوئی محرم نہیں اور پھر برجستہ یہ شعر کہا

(روضۃ الشہداء ص ۳۸۲/۳۸۵)

أَنَادِيكَ يَا جَدَّاهُ يَا خَبْرَ مُرْسَلٍ  
حُسَيْنُكَ مَقْتُولٌ وَنَسْبُكَ ضَائِعٌ

اے اعلیٰ ترین مرسل اے نانا جان میں تجھے پکارتی ہوں۔ کہ تیرا حسین قتل ہو چکا ہے اور تیرا نسب ضائع ہونے والا ہے۔

یزید نے جب یہ شعر سنا تو کانپ اٹھا اور امام زین العابدین کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

یزید نے مشورہ کیا

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یزید نے قیدیوں کے بارے میں اپنے لوگوں سے مشورہ کیا تو

ان میں بعض لوگوں نے کہا —

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا يَتَّخِذَنَّ مِنْ كَلْبٍ سُوءٍ جِرْوًا، أُقْتُلْ عَلِيَّ بْنَ  
الْحُسَيْنِ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْ ذُرِّيَّةِ الْحُسَيْنِ أَحَدٌ —

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۶)

اے امیر المؤمنین! برا کتا کوئی بچہ پیدا نہ کر سکے۔ لہذا علی بن حسین کو قتل کر دیں  
تاکہ اس کی اولاد میں کوئی باقی نہ رہے۔ یزید سوچ میں پڑ گیا اس تامل سے فائدہ اٹھاتے  
ہوئے نعمان بن بشیر نے کہا۔ امیر المؤمنین آپ ان کے ساتھ ایسا سلوک کریں۔ اگر رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اس حال میں دیکھتے تو ان کے ساتھ کرتے۔ نعمان کی اس  
بات سے یزید کی آتش غضب ٹھنڈی ہوئی۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ فاطمہ بنت حسین جو سیکینہ سے بڑی تھیں (غالباً ان کا نام نامی  
زینب تھا اور فاطمہ کبریٰ کے نام سے مشہور تھیں، فاطمہ صغریٰ سے متعلق تو مورخین کا کہنا ہے  
کہ وہ مدینہ منورہ میں ہی رہیں) نے فرمایا —

يَا يَزِيدُ بَنَاتُ رَسُولِ اللَّهِ سَبَايَا .

”اے یزید رسول خدا کی بیٹیاں قیدی ہیں“ —

یزید نے آنے والے حالات سے خوف زدہ ہوتے ہوئے مکاروں والا انداز اختیار  
کرتے ہوئے کہا — اے بھتیجی! میں تو پہلے ہی بیزار ہوں۔ صاحبزادی فاطمہ نے  
فرمایا —

وَاللَّهِ مَا تَرَكَوْا لَنَا خِرْصًا — (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۶)

اے یہ ہے یزیدی مشیروں کا انداز مشاورت اور یہ ہے یزید کے حلقہ میں بیٹھنے والوں کی طرز گفتگو کہ سبط رسول کو نگلی گالیاں دی جا  
رہی ہیں اور یزید خوش ہو رہا ہے۔ اس قسم کا بغض و عناد سا لہا سال کے پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے جو منبروں پر گالیاں دینے سے  
لیکر سیاسی ریشہ دوانیوں تک پھیلا ہوا ہے۔



خدا کی قسم ان لوگوں نے ہمارے پاس کانوں کی ایک بالی بھی نہیں چھوڑی۔

علامہ ابن کثیر کی کتاب البدایہ والنہایہ کو تمام نواصب و خوارج ”مقامی زبان میں اکثر دیوبندی، وہابی نہایت ثقہ مانتے ہیں۔“ وہ اس لیے کہ علامہ ابن کثیر، ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں جو اہل بیت رسول کی دشمنی میں نامور ہیں، اور جناب مولا علی کے مخالفین کے سرخیل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر ائمہ تاریخ کے مقابلہ میں ان کا نام بلند تصور کرتے ہیں۔ مندرجہ حوالہ ابن کثیر کا ہے۔ جس میں بنت حسین کا فرمان ہے کہ کربلا کے اندر لٹیروں نے ہمارے کانوں کی ایک بالی تک نہ رہنے دی۔ اب ان لوگوں کو کیا نام دوں جو یہ کہتے ہیں کربلا میں کچھ نہیں ہوا یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ ایسی باتیں کرنے والوں کا خدا بھلا نہ کرے۔ یہ تو ابن زیاد سے بھی زیادہ سنگ دل ہیں۔

### سجاد نے فرمایا

یزید نے امام زین العابدین کو اپنے پہلو میں بٹھا کر کہا۔ اے علی تو میرے بیٹے کا ہم عمر ہے کیا اس کے ساتھ کشتی لڑے گا۔ حضرت علی عابد نے فرمایا کشتی آسان کام ہے، ہم دونوں کے ہاتھ میں خنجر پکڑا دے تاکہ ہم تیرے سامنے جنگ کا مظاہرہ کریں اور جو غالب آ جائے وہ مغلوب کو قتل کر دے۔ (روضۃ الشہداء ص ۲۸۵)

طبری میں ہے کہ آپ کی یہ بات سن کر یزید نے کہا:

هَلْ تَلِدُ الْحَيَّةُ الْأَحْيَةَ — (روضۃ الشہداء ص ۲۸۵)

کہ سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہے۔ یزید نے یہاں بھی پرانی عداوت کو مد نظر رکھا حالانکہ اسے یہ کہنا چاہئے تھا جو حقیقت کے نزدیک تر ہے۔ کہ شیر کا بچہ بھی شیر ہی ہوتا

ہے۔

○ روضۃ الشہداء میں ہے کہ اسی اثنا میں شام کا نقارہ بجنے لگا تو یزید کے بیٹے نے کہا اے ابن حسین! یہ نقارہ میرے باپ کا ہے۔ تیرے باپ کا نقارہ کہاں ہے۔ امام زین العابدین نے فرمایا، تھوڑی دیر انتظار کر۔ جب نقارے کی آواز بھتم گئی اور مؤذن نے اذان شروع کی تو امام زین العابدین نے فرمایا۔ اے ابن زید یہ جو تجھے آواز آرہی ہے یہ میرے نانا کی نوبت ہے۔ اپنے باپ کی چند روزہ نوبت پر غرور نہ کر۔ اس فانی دنیا میں ہر شخص کی نوبت پانچ روزہ ہے۔ مگر ہماری نوبت کی صدائیں تا قیامت باقی رہیں گی۔ دار ضرب امامت میں ہمارے نام کا سکہ سعادت جاری رہے گا اور عزت و کرامت کے منبروں پر ہمارے نام کے خطبے پڑھے جائیں گے۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۸۵)

### قیدیوں کی رہائی

یزید کا یہ خیال تھا کہ جب نواسہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور خاندان رسول تیغ و تبر سے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائیں گے تو پھر میری سلطنت میں میرا سکہ بیٹھ جائے گا اور کوئی سراٹھا کر چلنے کی جسارت نہیں کرے گا، لیکن یہ اس کا خیال اس وقت ختم ہو گیا، جس وقت اس نے ہر طرف نفرت و بیزاری کا ایک نہ تھمنے والا طوفان اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا چنانچہ اس نے سوچا کہ جتنی جلدی ہو سکے قیدیوں کو رہا کر کے مدینہ منورہ بھیج دیا جائے۔ تو اسی خیال کے پیش نظر اس نے امام زین العابدین سے دریافت کیا کہ میرے لائق کوئی امر ہو تو بیان کرو تا کہ اسے پورا کیا جائے آپ نے فرمایا میرے باپ کا قاتل چاہئے، جس پر یزید کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ اور دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ ہمیں مدینہ منورہ واپس جانے دیا جائے تاکہ اپنے نانا کے مزار پر انوار پر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جائیں۔ اور تیسری بات کہ کل جمعۃ المبارک ہے دمشق کی جامع مسجد میں مجھے خطبہ جمعہ کی اجازت

دی جائے۔ یزید نے ان دونوں باتوں کی حامی بھر لی۔ لیکن خطبہ جمعہ کا وعدہ کر کے پچھتانے لگا اور شام کے ایک فصیح اللسان خطیب کو خطبہ کیلئے مقرر کر دیا اور ساتھ ہی منادی بھی کرا دی تاکہ تمام لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں اور جب لوگ آگئے تو خطیب نے منبر پر کھڑے ہو کر آل ابوسفیان کی تعریف و توصیف اور مدح و ستائش کی اور آل ابی طالب کی مذمت میں حد درجہ کذب و غلو سے کام کیا اور ساتھ ہی امام حسین علیہ السلام کا بطلان کرتے ہوئے یزید کو زیادہ مستحق حکومت قرار دیا۔ امام زین العابدین نے یہ تقریر سنی تو بے قابو ہو کر آواز دی —

يَا شَامِي بئْسَ الْخَطِيبُ أَنْتَ — (روضۃ الشہداء ص ۳۸۷ تا ۳۹۰)

اے شامی تو بہت برا خطیب ہے اور تو نے مخلوق کی رضاء کے لیے خالق کی ناراضگی مول لی اور دین کو دنیا سے تبدیل کر لیا ہے۔

### سید سجاد کا خطبہ

پھر آپ نے یزید کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ اے یزید تو نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرتا کہ میں خدا اور اس کے رسول کی رضا کے لیے خطبہ پڑھوں۔ یزید نے کہا آپ کو منبر پر جانے کی ضرورت نہیں، یہیں پر کھڑے ہو کر جو بات کہنا ہے۔ کہہ لیں۔ اہل دمشق چیخنے لگے۔ شام کے سرداروں نے کہا۔ ہم اہل حجاز کا کلام سننا چاہتے ہیں تاکہ حجازیوں کی فصاحت و بلاغت کے مقام سے روشناس ہو سکیں۔ یزید نے کہا۔ اے لوگو! یہ لڑکا بنی ہاشم سے ہے اور یہ لوگ عرب کے فصیح تر لوگ ہیں، ہو سکتا ہے یہ منبر پر جا کر آل ابی سفیان کی برائی کرے اور بنی امیہ کی شان میں نامناسب الفاظ کہہ دے۔

لوگوں نے کہا۔ یہ چھوٹی عمر کا جوان ایسا نہیں کرے گا۔ ہم چاہتے ہیں یہ اپنے نانا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کریں، جس میں ہمارے لئے واعظ و نصیحت ہو۔  
 یزید نے مجبوراً امام زین العابدین کو منبر پر خطبہ ارشاد فرمانے کی اجازت دے دی۔ آپ  
 نے حمد و ثناء اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس انداز میں بیان کی کہ بڑے بڑے فصحا  
 دنگ رہ گئے۔ حمد صلوات کے بعد آپ نے فرمایا۔ اے اہل شام تم میں سے جو جانتا ہے۔  
 وہ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا وہ جان لے۔

أَنَا ابْنُ الرَّسُولِ الْمُخْتَارِ أَنَا ابْنُ الْمُصْطَفَى سَيِّدِ الْأَخْيَارِ —

میں نبی مختار، سید الاخیار مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں۔

میں صاحب معراج اور صاحب تاج کا بیٹا ہوں، میں براق کے اسوار اور پیغمبروں

سے افضل تر کا بیٹا ہوں۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ كَ السَّفَرِ كَ مَسَافِرٍ أَوْ حَرِيمٍ —

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ — کے مجاور کا بیٹا ہوں۔

خطیب

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ — اور عند لیب گلشن

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ كَابِيَا هُونَ — میں خواجہ طیبہ و بطحا کا بیٹا ہوں۔

میں صدر مسند اجتباء و اصطفاء کا بیٹا ہوں۔

میں حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں۔

اور میں شہسوار مضمار — ہَلْ آتَىٰ كَابِيَا هُونَ۔

میں شہر یار تخت گاہ — لَا فَتَىٰ كَابِيَا هُونَ۔

لوگو! میں مفتاح خزانہ — أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا كَابِيَا هُونَ۔

حضرت امام زین العابدین جب انسا بن کا لفظ ارشاد فرماتے تو لوگوں میں شور مچ

جاتا۔

آخر میں آپ نے فرمایا لوگو! سن لو۔ میں سید المرسلین کی بیٹی — سیدۃ نساء  
العلمین — کا بیٹا ہوں۔ میں گوہر درج — فاطمۃ بضعة مینی — اور اختر  
برج — مَنْ آذَاهَا فَقَدْ آذَانِي — کا بیٹا ہوں۔ میں سبط رسول لخت جگر بتول کا بیٹا  
ہوں۔ میں شہید مظلوم، مسافر مغموم، نور دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سرور سینہ  
مرتضیٰ، شہسوار میدان کر بلا کا بیٹا ہوں۔

آپ کے ان الفاظ سے لوگوں میں کہرام برپا ہو گیا اور دمشق میں لوگوں کے رونے  
اور چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ یزید لعین اس شور سے خوف زدہ ہو گیا اور عوام کے  
احتجاجی شور و غوغا سے لرز اٹھا، چنانچہ اس نے مؤذن کو نماز کے لیے اذان کہنے کا حکم دے  
دیا، جس سے امام زین العابدین کی گفتگو منقطع ہو گئی۔

مؤذن نے کہا — اللَّهُ أَكْبَرُ — (اللہ بہت بڑا ہے)

امام زین العابدین نے فرمایا —

نَعَمْ لَا شَيْءٌ أَكْبَرُ مِنْهُ — (ہاں اس سے کوئی چیز بڑی نہیں)

مؤذن نے کہا —

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ —

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امام نے فرمایا —

نَعَمْ شَهِدَ بِهَا لِحِمِّي وَشَعْرِي وَوَدَمِي وَبَشْرِي —

ہاں اس کی گواہی میرا گوشت میرے بال میرا خون پورا جسم دیتا ہے۔  
مؤذن نے کہا۔

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ —

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

امام زین العابدین نے عمامہ سر سے اتارا اور مؤذن کے پاس جا کر اپنی سیاہ زلفوں کو بکھیرتے ہوئے فرمایا۔ اے مؤذن میں تجھے بحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم دیتا ہوں کہ کچھ دیر کے لیے رک جا، مؤذن خاموش ہوا، تو آپ نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ابن معاویہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے جدا مجد ہیں یا میرے۔ یقیناً یہ میرے نانا ہیں۔ میں علی ابن حسین ہوں، تو پھر تجھے کس چیز نے اولاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین شخص۔ یعنی میرے باپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروانے پر اکسایا اور تجھے کس چیز نے آمادہ کیا کہ تو پردہ نشینان سراپردہ عصمت و طہارت کو قیدیوں کی طرح شہر شہر پھرائے اور مجھے یتیم کرے اور میرے جدا مجد کے دین میں رخنہ ڈالے اور ان تمام چیزوں کے باوجود تو خود کو مسلمان کہلاتا ہے۔ اور قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے شرم نہیں کرتا اور پھر آپ نے فرمایا، اے لوگو! تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے، جس کے نانا اللہ کے رسول ہیں، لوگوں نے چیخ و پکار شروع کر دی اور اہل دمشق نے رونا شروع کر دیا، ان میں سے بعض لوگ بے ہوش ہو گئے۔

### بنت حسین کا انتقال پر ملال

روضۃ الشہداء میں کنز الغرائب کے حوالے سے لکھا ہے کہ یزید نے اہل بیت کو محل کے اندر علیحدہ جگہ دے رکھی تھی۔ اہل بیت کے ساتھ امام حسین کی ایک چار سالہ صاحبزادی

(سیدہ سکینہ، دوسری کتب میں جن کی عمرت سات سال لکھی ہے) تھی۔ جس کے ساتھ امام بہت محبت فرماتے تھے اور وہ بھی اپنے ابا جان سے انتہائی محبت کرتی تھی۔ صاحبزادی نے ایک رات اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے انہیں گود میں اٹھا رکھا ہے وہ انتہائی مسرت کی وجہ سے بیدار ہو گئیں۔ مگر بیدار ہونے کے بعد اپنے باپ کو نہ دیکھ کر فریاد و فغاں کرنے لگی، رونے کا سبب پوچھا گیا، تو کہتی تھیں میں نے ابھی ابھی خود کو اپنے بابا کی آغوش میں بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ اب وہ نظر نہیں آرہے۔ بتاؤ میرے بابا کہاں ہیں۔ کیونکہ میں ان کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔ یا تو میرے بابا کو میرے پاس بلا دیں یا مجھے میرے بابا کے پاس بھیج دیں۔ اہل بیت نے یہ بات سنی تو ایک دم فریاد و فغاں کرنے لگے ان کی چیخ و پکار کی آواز جب یزید کی خواب گاہ میں پہنچی تو اس نے ایک شخص کو بھیجا کہ معلوم کرے کہ اہل بیت کو کیا واقعہ پیش آیا۔ اس شخص نے یزید کو واپس آ کے بتایا، کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا تو آپ کی زیارت کے لیے بے قرار ہو گئی ہے۔ یزید نے کہا جا کر اس کے باپ کا سر اسے دکھاؤ، شاید اسے کچھ اطمینان ہو جائے۔ یزید نے امام کے سر کو اپنے خاص کمرے میں اپنی نگاہوں کے سامنے رکھا ہوا تھا، یزید کے نوکروں نے سر مبارک کو چاندی کے تھال میں رکھا اور اوپر ریشمی رومال ڈال کر اہل بیت کرام کی طرف لے گئے جب بچی کے سامنے تھال رکھا گیا تو اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا، جو کچھ طلب کر رہی ہے وہی ہے۔

بچی نے رومال اٹھا کر سر کو دیکھا، جب اس نے پہچانا کہ یہ میرے بابا کا سر ہے تو سینے سے آہ کھینچتے ہوئے اپنے چہرے کو باپ کے چہرے سے ملنے لگی اور آپ کے ہونٹوں پہ اپنے ہونٹ رکھ کر اسی وقت رحلت فرما گئیں۔

## اہل بیت کی واپسی

یزید پہلے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے خوف زدہ تھا۔ صبح ہوتے ہی اس نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ (جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے) کو کہا کہ اس قافلہ اہل بیت کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچانے کا بندوبست کرو۔ نعمان بن بشیر نے کچھ محافطوں کو ساتھ لیا اور آل رسول کے اس غمزدہ قافلے کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف کوچ کیا۔

اکامل میں علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں۔ (کہ نعمان بن بشیر) قافلے کے پیچھے پیچھے کچھ فاصلہ پر چلتے اور قافلہ پر نگاہ رکھتے، راتوں کو سفر کرتے اور جب کسی مقام پر قیام کرتے تو قافلہ کی حفاظت کے لیے اپنے اصحاب سمیت ان کے ارد گرد پڑاؤ ڈالتے اور ان سے ضرورت کی چیزوں کے بارے میں پوچھتے رہتے۔ (اکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۰۰)

یہاں تک کہ قافلہ مدینہ پہنچ گیا۔

مدینہ پہنچ کر سیدہ اُمّ کلثوم نے اپنی بہن زینب سے کہا۔ کہ اس محافظ نے جسے ہمارے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ بہت اچھا سلوک کیا ہے، لہذا اسے اس کی خدمت کا معاوضہ دینا چاہئے سیدہ زینب نے فرمایا۔

وَاللّٰهُ مَا مَعَنَا شَيْءٌ نَّصِلُهُ بِهِ اِلَّا حُلَيْنًا — (اکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۰۰)

خدا کی قسم اس کو انعام دینے کے لیے ہمارے پاس زیورات کے علاوہ کوئی چیز نہیں تو اُمّ کلثوم نے کہا کہ ہم ان کو اپنے زیورات دے دیں، چنانچہ پھر فاطمہ بنت علی (ام کلثوم) فرماتی ہیں۔ کہ (بچے کھچے زیورات میں سے) ایک کنگن اور ایک بازو بند میری بہن نے اس کے پاس بھجوا دیا اور کہا:

هٰذَا جَزَاؤُكَ بِحُسْنِ صُحْبَتِكَ لَنَا — (اکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۰۰)



کہ یہ تمہارے حسن سلوک کا انعام ہے اور ساتھ ہی معذرت بھی کی کہ یہ بہت کم ہے۔ روضۃ الشہدائیں لکھا ہے کہ سیدہ زینب نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا — دنیا میں یہ تھوڑا سا تیرا حق خدمت ہے —

— باقی حق کی ادائیگی قیامت کے دن تمہیں اپنے غلاموں میں شامل کر کے دی جائے گی۔ کامل اور روضہ میں ہے کہ نعمان بن بشیر نے یہ زیورات واپس کرتے ہوئے عرض کیا۔ میں نے جو آپ لوگوں کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اگر دنیا کے لالچ میں کیا ہوتا تو یہ میری خدمت کے حق سے بہت زیادہ ہیں۔

وَلٰكِنُّ وَاللّٰهِ مَا فَعَلْتُهُ اِلَّا اللّٰهُ وَ لِقَرَابَتِكُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ (اکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۰۰)

لیکن خدا کی قسم میں نے تو یہ سلوک محض اللہ کی خوشنودی کے لیے اور اللہ کے رسول کے ساتھ تمہاری قرابت کی وجہ سے کیا ہے۔

اس پر اہل بیت رسول نے اس کے لیے دعائے خیر فرمائی اور واپس چلا گیا۔

### شہر رسول میں قیامت کا منظر

جب لٹا ہوا قافلہ مدینۃ الرسول میں پہنچا تو ہر طرف ایک کہرام تھا، چیخ و پکار تھی مہاجرین و انصار کی اولاد اور تمام چھوٹے اور بڑے، یہاں تک کہ عورتیں اور بچے گھروں سے نکل پڑے اور نالہ زاری اور گریہ و سوگوازی کی تصویر بن کر شدید اضطراب کے ساتھ اولاد رسول کے استقبال کے لیے گھروں سے باہر نکل آئے اور جب انہوں نے امام زین العابدین کو مستورات کے ساتھ دیکھا تو درد دل اور سوز و جگر کے ساتھ زمین پر لوٹنے لگے۔

○ روضۃ الشہداء میں زہرۃ الریاض کے حوالے سے لکھا ہے کہ مدینۃ الرسول میں

پانچ مرتبہ اس قسم کی آہ و فغاں کا سماں طاری ہوا کہ لوگوں نے قیامت قائم ہونے کا گمان کر لیا۔

۱۔ جس روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد کی جنگ میں تھے اور شیطان نے آواز دی تھی۔

أَلَا إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ

(خبردار بے شک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل کر دیئے گئے)

اس آواز کو سن کر تمام مرد اور عورتیں چیخ و پکار کرنے لگے۔

۲۔ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔

۳۔ اس وقت جب حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر کوفہ سے اہل مدینہ تک پہنچی۔

۴۔ جب امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ چھوڑ کر کوفہ گئے۔

۵۔ جب اہل بیت کے لٹے پٹے قافلے کا اہل مدینہ نے استقبال کیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۹۲)

قافلہ اہل بیت روضہ رسول پر

جب اہل بیت کرام مدینہ منورہ میں آئے تو سب سے پہلے حضور علیہ السلام کے روضے پر حاضری دی اور سوزناک آواز اور جگر چاک نعرہ لگاتے ہوئے کہا۔

وَأَجْدَاهُ وَامْحَمَّاهُ، وَأَسَيْدَاهُ، وَأَسْنَدَاهُ

اے نانا جان، اے محمد مصطفیٰ، اے سردار عالم ”اے سند صداقت“

ہم آپ کے خاندان کے یتیم ہیں اور آپ کے دودمان کے مسافر ہیں۔ ہم آپ

کے مصیبت زدگان اور مظلومان صحرائے کربلا ہیں، ہم بے وفا کوفیوں کی جفا کے مارے ہوئے ہیں، ہم تشنہ لبان آب فرات ہیں، ہم آپ کے فرزند کا سلام لے کے آئے ہیں۔

اہل بیت کرام فریاد و فغاں میں مصروف تھے، کہ (ام المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ سلام اللہ علیہا روتی اور فریاد کرتی ہوئی حجرہ اقدس سے پردے کے عالم میں) باہر تشریف لائیں ایک ہاتھ میں آپ نے کربلا کی خون شدہ مٹی کی بوتل پکڑ رکھی تھی اور ایک ہاتھ میں امام حسین کی بیمار بیٹی (سیدہ صغریٰ) کا ہاتھ تھام رکھا تھا، حضرت امام حسین کی بہنوں اور صاحبزادیوں نے حضرت اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ سلام اللہ علیہا کو آغوش میں لے کر رونا شروع کر دیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۹۲)

○ حضرت عقیل بن ابی طالب کی بیٹی اُمّ لقمان رضی اللہ عنہا اپنے خاندان کی عورتوں کو ساتھ لے کر اس وقت نکلیں۔ جب اہل مدینہ کو قتل حسین کی خبر مدینہ پہنچی تو —  
 نَاشِرَةٌ شَعْرَهَا وَاضِعَةٌ كِمِّهَا عَلَى رَأْسِهَا تَتَلَقَّاهُمْ وَهِيَ تَبْكِي .  
 تو اُمّ لقمان اپنے بال کھولے اور اپنی آستین اپنے سر پر رکھے ہوئے باہر آ کر ان سے ملی اور رو کر یہ شعر پڑھتی ہوئی باہر نکلیں۔

مَاذَا تَقُولُونَ إِنْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ  
 مَاذَا فَعَلْتُمْ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَّمِ  
 بَعْتَرْتِي وَبِأَهْلِي بَعْدَ مُفْتَقِدِي  
 مِنْهُمْ أَسَارِي وَمِنْهُمْ ضَرَجُوا بِلَدَمِ

مَا كَانَ هَذَا جَزَائِي إِذَا نَصَحْتُ لَكُمْ  
أَنْ تَحْلِمُونِي بِسُوءِ فِي زَوْلِي رَحِم

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۷/۱۹۸)

کیا جواب دو گے؟ اگر نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے آخری امت ہونے کے باوجود کیا سلوک کیا — میرے بعد میری اولاد کے ساتھ اور میرے اہل بیت کے ساتھ ان میں سے بعض کو تم نے قیدی کیا اور بعض کا خون بہایا — میں نے تم کو جو نصیحت کی تھی، اس کی جزا یہ تو نہ تھی کہ تم میرے بعد میرے رشتہ داروں سے برا سلوک کرو۔

ام لقمان بنت عقیل (جن کا نام زینب صغریٰ بنت عقیل ہے) کے اشعار کا مطلب یہ ہے۔ آخری امت ہونے کے لحاظ سے تمہاری ذمہ داری یہ تھی کہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھائے اور ان کو برے کاموں سے روکتے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کے باوجود تم نے اپنی ذمہ داری کے برعکس اللہ کی قائم کی ہوئی حرمت کو توڑ دیا اور آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون بہانا بغیر کسی شرعی حد کے محض اپنی نفسانی خواہشات اور دنیا کے لالچ میں حلال ٹھہرایا اور انہیں ظلم تعدی کے ساتھ قتل کر دیا قیامت کے روز اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے یہ سوال پوچھ لیا تو تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

مندرجہ بالا مفہوم میں یہی بات حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا —

أَخْبِرُونِي أَتَطْلُبُونِي بِقَتِيلٍ لَكُمْ قَتَلْتُهُ؟

مجھے بتاؤ کیا تم نے مجھ سے کسی مقتول کا بدلہ لینا ہے، جسے میں نے قتل کر دیا ہو کہ

مجھے اس معاملے میں طلب کرتے ہو۔

أَوْ مَا لَكُمْ أَكَلْتَهُ يَا مِثْلِي نَعْمَ مَا لَكُمْ أَمْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ؟

أَوْ بِقِصَاصٍ مِّنْ جِرَاحَةٍ يَا مِثْلِي نَعْمَ مَا لَكُمْ أَمْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ؟

چکاتے ہو۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۷۵)

### قاتلان حسین کا انجام

روضۃ الشہداء میں صحیفہ رضویہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا

قاتل آگ کے تابوت میں ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں آتشیں زنجیروں سے جکڑے ہوئے

ہیں اور اس کا عذاب حد و حصر سے فزوں تر ہے۔ اس صحیفہ شریفہ میں جناب رضا علیہ

السلام کی مسانید عالیہ مذکور ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی رحلت کے

بعد بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے عرض کی الہی! میرے بھائی نے شربت وصال

پی لیا، اور زندان فنا سے بوستان بقا کو چلے گئے ان کی مغفرت فرما دینا۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے انہیں وحی بھیجی، اے موسیٰ اگر تو مجھ سے اولین و آخرین کی

مغفرت کی دعا کرتا تو میں تیری دعاء کو قبول کرتے ہوئے سب کو بخش دیتا، مگر حسین ابن علی

کے قاتل کو نہیں بخشوں گا، کیونکہ اس کے قاتل سے میں خود انتقام لوں گا۔

علامہ سید مومن شبلنجی نورالابصار میں حافظ ابن حجر کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

(نورالابصار ص ۱۳۷)

قَاتِلُ الْحُسَيْنِ فِي تَابُوتٍ مِّنْ نَّارٍ عَلَيْهِ نِصْفُ عَذَابِ أَهْلِ الدُّنْيَا

کہ امام حسین علیہ السلام کا قاتل دوزخ میں ایک صندوق میں بند ہوگا اور ساری دنیا والوں کے عذاب سے اس کو آدھا عذاب ہوگا، امام جلال الدین سیوطی نے ”الامحاضرات والامحارات“ میں ذکر کیا ہے۔ کہ ایک سال کوفہ میں جلدی بیماری واقع ہوئی —

عَمِيَ فِيهِ أَلْفٌ وَخَمْسِمِائَةٌ مَن حَضَرُوا قَتْلَ الْحُسَيْنِ (نور الابصار ص ۱۳۷)

جس میں امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی اولاد سے پندرہ سو اندھے ہو گئے۔

### خوفناک سانپ

کنز الغرائب میں ہے کہ تمام سانپوں کا سردار اور بڑا سانپ دوزخ میں ہے اور اس کا نام شدید ہے۔ وہ ہر روز ستر بار مچلتا اور اپنا زہر باہر گراتا ہے۔

”حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، اے شدید تو کیا چاہتا ہے؟ شدید نے کہا الہی

میں امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو سزا دینا چاہتا ہوں انہیں میرے

حوالے کر دیا جائے تاکہ میں اپنا زہر ان پر گراؤں۔“

حق سبحانہ و تعالیٰ نے اسے فرمایا! اے شدید ٹھہر جا کیونکہ ان سب کی سزا تیرے

ذمے ہے، جس طرح چاہے انہیں بے دریغ کاٹنا اور ان کو سزا دینے میں کوئی دقیقہ فرو

گذاشت نہ کرنا۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۹۳)

### ابن زیاد اور سانپ

مختار ثقفی نے ابراہیم بن مالک اشتر کو ایک فوج کا سپہ سالار بنا کر ابن زیاد کے

مقابلے میں بھیجا۔ ابن زیاد بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مقابلے میں اترا۔ موصل شہر

کے قریب گھمسان کارن پڑا۔ ابن زیاد مردود کی فوج کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس کا

سر مختار کے سامنے اسی جگہ رکھا جس جگہ اس نے امام کا سر اپنے سامنے رکھا تھا۔ جامع ترمذی

باب مناقب میں ہے کہ ایک پتلا ساسانپ ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوتا، تھوڑی دیر ٹھہرتا پھر نکل جاتا اور غائب ہو جاتا۔ اس نے یہ عمل تین مرتبہ کیا۔ یہ سزا اسے ملی کہ اس نے امام کے سر کی بے ادبی کی تھی۔

### عمرو بن سعد

عمرو بن سعد سالار لشکر یزید کو مختار کے حکم پر ابو عمرہ نے قتل کر دیا اور اس کے بیٹے حفص کو بھی، اور دونوں کے سروں کو محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیا۔

### خولی بن یزید

یہ وہ بد بخت انسان ہے، جس نے بعد از شہادت امام حسین کے سر کو جسد پاک سے علیحدہ کر کے نیزے کی نوک پر رکھا۔ مختار ثقفی نے اس بد بخت کی گرفتاری کے لیے معاذ بن حتی اور اپنے محافظ خاص ابو عمرہ کو چند سپاہیوں کے ساتھ بھیجا، انہوں نے آ کر خولی کے مکان کا محاصرہ کر لیا، اس بد بخت کو معلوم ہوا تو یہ اپنے مکان کے اندر ایک جگہ چھپ گیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم لاعلمی ظاہر کر دینا۔ معاذ نے ابو عمرہ سے کہا کہ تم آواز دو آواز سن کر خولی کی بیوی باہر نکلی انہوں نے کہا تمہارا شوہر کہاں ہے؟ اس نے زبان سے تو کہا کہ مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے اور ہاتھ کے اشارے سے اس کے چھپنے کا مقام بتا دیا۔ یہ اس جگہ پہنچے اور اس کو گرفتار کر لیا، مختار کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے اس کے قتل اور جلانے کا حکم دیا، چنانچہ اس بد بخت کو پہلے قتل کیا گیا اور پھر جلا دیا گیا۔

### شمزوی الجوشن

مختار ثقفی کے ڈر سے شمزوی الجوشن کوفہ سے بھاگ نکلا اور کوفہ اور بصرہ کے درمیان دریا کے کنارے پر واقع ایک گاؤں کلتانیہ میں جا چھپا اور اتفاق سے اسی گاؤں میں مختار کے

محافظ دستے کا رئیس ابو عمرہ موجود تھا، جس نے چند سپاہیوں کی مدد سے شمر کو مقابلے کے بعد قتل کر دیا، اور پھر اس کی لاش کو کتوں کے لیے پھینک دیا گیا۔

(ماخوذ از روضۃ الشهداء)

### سونارا کھ بن گیا

شمر ذی الجوشن کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامان سے کچھ سونا مل گیا، جس میں سے کچھ اس نے اپنی لڑکی کو دے دیا تھا۔ اس کی لڑکی نے وہ سونا ایک زرگر کو دے دیا تاکہ وہ اس کے لیے کوئی زیور بنا دے۔ جب زرگر نے سونے کو آگ میں ڈالا تو وہ اس میں بھسم ہو کر رہ گیا۔ شمر نے سنا تو زرگر کو بلا کر باقی سونا بھی اسے دے دیا اور کہا کہ میرے سامنے اس کو آگ میں ڈالو۔ جب زرگر نے اسے آگ میں ڈالا تو وہ بھی بھسم ہو گیا۔

اسی طرح روایت ہے کہ امام حسین کے چند اونٹ جو بیچ گئے تھے۔ انہیں ظالموں نے ذبح کر دیا اور کباب بنائے۔ ان کا ذائقہ اس قدر تلخ تھا کہ ان کے گوشت میں سے کسی کو کھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ (شواہد النبویہ مترجم ص ۳۰۷ مطبوعہ؟؟؟ لاہور)

یہ بات بصحت ثابت ہو چکی ہے کہ قاتلان حسین اور ان کے ساتھیوں میں سے کوئی ایسا شخص نہ رہا جو موت سے پہلے ذلیل نہ ہوا ہو۔ وہ سب کے سب قتل ہوئے یا اکثر مصائب میں گرفتار ہوئے۔ (شواہد النبویہ مترجم ص ۳۰۷ مطبوعہ؟؟؟ لاہور)

### دعبل خزاعی کی روایت

روضۃ الشهداء میں عیون الرضا کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ابن دعبل خزاعی نے روایت کی ہے کہ جب میرا باپ فوت ہوا تو اس کی زبان بند ہو گئی اور اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ میں اس واقعہ سے خوف زدہ تھا اور اس صورت کو لوگوں سے چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ اسے پوشیدہ طور پر غسل دینے کے بعد دفن کر دیا۔ میں اس بنا پر بہت زیادہ ملول و محزون



رہا کرتا تھا۔ ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کا چہرہ درخشاں ہے اور اس نے سفید پوشاک پہن رکھی ہے۔ میں نے پوچھا ابا جان! اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے کہا کہ ”اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری بخشش فرمادی ہے۔“

میں نے کہا موت کے وقت آپ پر عجیب نشان نمودار ہوئے تھے۔

انہوں نے کہا، ہاں! میرا منہ کالا اور زبان بندی اسی لیے ہوئی تھی کہ میں شراب پیا کرتا تھا۔ جب میں مر گیا اور قبر میں اتارا گیا تو میں اسی طرح رو سیاہ تھا اور زبان میری گنگ تھی۔“

اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور مجھے فرمایا ”تو ہی دلیل ہے۔“

میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

آپ نے فرمایا: وہ مرثیہ پڑھ جو تو نے میرے اہل بیت کے شہیدوں کے حق میں کہا ہے۔ میں نے پڑھا!

لَا أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّ الدَّهْرِ إِنْ ضَحِكْتُ

وَأَلْ أَحْمَدَ مَظْلُومُونَ قَدْ قَهَرُوا

ترجمہ: ”نہ ہنسائے اللہ تعالیٰ زمانے کے دانتوں کو اگر وہ ہنسیں۔ حالانکہ آل

احمد مظلوم اور مقہور ہوں۔“

میں نے یہ مرثیہ آخری شعر تک پڑھ ڈالا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم روتے رہے۔ جب میں نے شعر پورے کر لیے تو آپ نے فرمایا: تو نے بہت اچھا کہا

ہے اور پھر میری شفاعت فرمائی۔ یہاں تک کہ میں بخش دیا گیا اور یہ لباس جو میں نے پہنا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطا کردہ ہے۔

### غم حسین رضی اللہ عنہ

غم حسین رضی اللہ عنہ میں رونا باعثِ ثواب ہے۔ مفسر قرآن علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب قافلہ اہل بیت علیہ السلام مدینہ پہنچا تو اُمّ المؤمنین اُمّ سلمیٰ سلام اللہ علیہا نے اہل بیت کرام کو بہت تسلی دی اور امام حسین کے غم میں رونے والوں سے بہت زیادہ ثواب کا وعدہ فرمایا۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جنہیں خارجی لوگ یزید کے حمایتیوں میں شمار کرتے ہیں وہ اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

فَكُلُّ مُسْلِمٍ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَحْزَنَهُ قَتْلُهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَإِنَّهُ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِينَ، وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَابْنِ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الَّتِي هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِهِ وَقَدْ كَانَ عَابِدًا وَشَجَاعًا وَسَخِيًّا —

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۳)

کہ ہر مسلمان کو چاہئے۔ کہ شہادت حسین پر غمگین ہو، بلاشبہ آپ مسلمانوں کے سرداروں میں سے اور علماء و صحابہ میں سے ہیں اور رسول خدا کی افضل ترین بیٹی کے فرزند ہیں اور آپ عبادت گزار، بہادر اور سخی تھے۔

ابن کثیر سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اسی ضمن میں آگے چل کر امام احمد اور ابن

ماجہ کے حوالے سے حدیث نقل فرماتے ہیں۔ جو امام زین العابدین سے مروی ہے۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَابَ بِمُصِيبَةٍ فَيَتَذَكَّرُهَا وَإِنْ تَكَامَ عَهْدُهَا  
فِي حَدِيثٍ لَهَا اسْتِرْجَا إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ يَوْمٍ أُصِيبَ

مِنْهَا — (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۳)

کہ جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور اس کے قدیم العہد ہونے کے  
باوجود اسے یاد کرتا ہے اور از سر نو اس کے لیے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ  
کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس روز کی مانند اجر دیتا ہے جس روز اسے تکلیف  
پہنچی تھی۔

### قبر حسین رضی اللہ عنہ

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امام عالی مقام کی قبر بمقام طف نہر کربلا کے نزدیک  
ہے۔ لکھتے ہیں کہ آپ کی شہادت کی جگہ کے نشانات مٹا دیئے گئے تھے۔ ہشام بن کلبی کا  
بیان ہے کہ حسین علیہ السلام کی قبر کے نشانات مٹانے کے لیے قبر پر پانی چھوڑ دیا گیا جو  
چالیس روز کے بعد خشک ہوا۔ قبیلہ بنو اسد کا ایک اعرابی آپ کی قبر کی تلاش میں نکلا اور جگہ  
جگہ مٹی اٹھا اٹھا کر سونگنے لگا۔

حَتَّى وَقَعَ عَلَى قَبْرِ الْحُسَيْنِ فَبَكَى وَقَالَ: يَا أَبَتِي أَنْتَ وَ أُمِّي مَا  
كَانَ أَطْيَبَكَ وَأَطْيَبَ تَرْبَتَكَ

یہاں تک کہ وہ امام حسین علیہ السلام کی قبر پر گر پڑا اور رو کر کہنے لگا (یا امام)  
آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ کس قدر خوشبودار ہیں اور آپ  
کی مٹی بھی خوشبودار ہے

پھر اس نے برملا یہ شعر کہا۔

أَرَادُوا لِيُخْفُوا قَبْرَهُ عَنْ عَرُورِهِ  
فَطِيبُ تَرَابِ الْقَبْرِ دَلٌّ عَلَى الْقَبْرِ

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۳)

انہوں نے چاہا کہ دشمنوں کے خوف سے آپ کی قبر چھپا دیں، لیکن قبر کی مٹی  
کی خوشبو نے قبر کی نشان دہی کر دی۔

### امام حسین کا سر

امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے شام کی طرف جانے کے بعد مورخین نے  
اختلاف کیا کہ وہ کہاں گیا اور کس جگہ مدفون ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یزید نے حکم دیا تھا کہ  
امام حسین کا سر شریف تمام شہروں میں پھرایا جائے۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ حتیٰ کہ یہ  
عسقلان تک پہنچایا گیا اور عسقلان کے حاکم نے وہیں اسے دفن کر دیا اور جب انگریزوں  
نے عسقلان پر غلبہ حاصل کیا تو صالح طلّاح جو فاطمین کا وزیر تھا، نے کثیر المال فدیہ دیکر  
ان سے سر مبارک لے لیا اور کئی مراحل سے پیدل چل کر اسے لینے گیا، اسے سبز ریشمی لباس  
میں آبنوس کی کرسی پر رکھ کر اس کے نیچے کستوری خوشبو بچھائی، اور اس پر مشہد ”حسینی“ کی نباء  
کی جو قاہرہ میں خان الخلیلی کے قریب معروف مشہور ہے۔

○ ابن بکار اور علامہ ہمدانی کے قول کے مطابق امام حسین کا سر مبارک آپ کی  
والدہ سیدہ بتول اور بھائی حسن مجتبیٰ کی قبروں کے پاس جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

○ امامیہ شیعوں کے نزدیک آپ کے جسم مبارک کی طرف سر مبارک لوٹایا گیا اور  
شہید ہونے کے چالیس روز بعد کربلا میں ہی دفن کیا گیا۔

○ علامہ منادی نے طبقات میں ذکر کیا ہے، مجھے بعض اہل کشف و شہود نے بتایا کہ  
امام حسین کا سر مبارک جسم سمیت کربلا میں مدفون ہے، پھر اس کے بعد سر مبارک مشہد

قاہری (مصر) میں ظاہر ہوا۔

لَا نَحْكُمَ الْحَالِ بِالْبُرْزَخِ حُكْمَ الْإِنْسَانِ الَّذِي تَدَلَّى فِي نَهْرٍ

جَارٍ فَيُطْفَأُ بَعْدَ ذَلِكَ فِي مَكَانٍ آخَرَ (نور الابصار ص ۱۳۳ مطبوعہ مصر)

کیونکہ برزخی حال کا حکم اس انسان کی طرح ہے۔ جو جاری پانی میں غوطہ

لگاتا ہے پھر اس کے بعد دوسری جگہ ظاہر ہوتا ہے۔

○ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے طبقات الاولیاء میں امام حسین میں امام حسین کے

تذکرے کے وقت کہا کہ لوگوں نے آپ کا سر مبارک عسقلان میں دفن کیا، پھر طلح بن

زریک نے تمیں ہزار فدیہ دیکر اسے مصر منتقل کیا، اس پر مشہد حسینی، کی تعمیر کی، اور وہ خود اس کا

لشکر پیدل ننگے پاؤں شام کے راستہ صالحیہ کی طرف گئے جو سر حسین رضی اللہ عنہ کا استقبال

کرنے گئے تھے، پھر ابن زریک نے سبز ریشمی لباس میں آبنوس کی کرسی پر اسے رکھا اور اس

کے نیچے کستوری، عنبر اور خوشبو کا فرش سر کے کئی گنا وزن کی مقدار میں بچھایا۔

○ علامہ شعرانی نے ”متن“ میں ذکر کیا ہے کہ مجھے خواص نے خبر دی کہ حقیقتاً امام کا

سر مبارک (مشہد حسینی) میں ہے جو خان الخلیلی کے قریب ہے اور ابن زریک مصر کے وزیر

نے اسے قبر شریف میں رکھا جو مشہد کے نام سے مشہور ہے، جب کہ سبز ریشمی لباس میں

آبنوس کی لکڑی کی کرسی پر سر مبارک رکھا اور اس کے نیچے کستوری اور خوشبو کا فرش بچھایا۔

ابن زریک اور اس کا لشکر اس کے ساتھ پیدل ننگے پاؤں قطبہ سے مصر تک گئے۔ جب کہ

سر مبارک بلاد عجم سے آرہا تھا، شیخ شعرانی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور شیخ شہاب الدین

بن حلی حنفی نے مشہد میں امام حسین کے سر مبارک کی زیارت کی، حالانکہ وہ امام حسین کے

سر مبارک کے اس جگہ ہونے میں توقف کرتے تھے (یعنی قائل نہ تھے) شیخ شعرانی کا سر

بھارا ہوا اور وہ سو گئے، انہوں نے خواب میں ایک شخص کو نقیب کی حالت میں دیکھا جو سر مبارک کی طرف سے ظاہر ہوا۔ اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب گیا۔ وہ اس کو دیکھتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ حجرہ نبویہ میں داخل ہو گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ابنِ حلّی حنفی اور عبدالوہاب شعرانی نے —

زَارَ قَبْرَ رَأْسِ وَلَدِكَ الْحُسَيْنِ —

کہ آپ کے بیٹے حسین کے سر مبارک کی قبر کی زیارت کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا —

اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْهُمَا وَاعْفِرْ لَهُمَا —

اے اللہ ان دونوں کی اسی زیارت کو قبول فرما اور ان کو بخش دے۔

اس روز سے شیخ عبدالوہاب شعرانی نے فوت ہونے تک سر مبارک کی قبر کی زیارت ترک نہ کی، اور یہ فرمایا کرتے تھے —

أَمَنْتُ بِأَنَّ رَأْسَ الْحُسَيْنِ هُنَا —

میرا ایمان ہے کہ امام حسین کا سر مبارک یہاں ہے۔

شیخ ابوالحسن تمار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ مشہد حسینی کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ جب زیارت گاہ میں داخل ہوتے تو کہتے ”السلام علیکم“ اور اس کے جواب میں —

وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا أَبَا حَسَنِ سُنْتِي —

حسب عادت ایک روز آئے اور سلام کہا مگر جواب نہ سنا اور زیارت کر کے واپس چلے گئے، پھر دوسری مرتبہ آئے اور سلام عرض کیا اور اس کا جواب بھی سنا، شیخ ابوالحسن نے عرض کیا یا سیدی! میں نے کل حاضر ہو کر سلام عرض کیا تھا، جواب نہ سنا، فرمایا: اے ابوالحسن

معذرت قبول کرو۔

كُنْتُ أُحَدِّثُ مَعَ جَدِّي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَسْمَعْ  
سَلَامَكَ .

میں اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم کلام تھا اور تمہارا سلام نہ سن

سکا۔ (نور الابصار صفحہ ۱۳۳/۱۳۴)

علامہ مقریزی نے اپنی کتاب الخطط میں لکھا ہے:

لَمَّا أُخْرِجَ مِنَ الْمَشْهَدِ بِعَسْقَلَانَ وَجِدَ دَمَهُ لَمْ يَجُفَّ وَلَهُ رِيحٌ  
كَرِيحِ الْمِسْكِ

کہ سر مبارک جب عسقلان کے مشہد سے نکالا گیا تو اس کا خون خشک نہ ہوا  
تھا اور کستوری کی طرح اس سے خوشبو مہکتی تھی۔

## سکیاں

○

عرش حق تھرا گیا، سب آسماں رونے لگے  
قتل شبیر علیہ السلام جہاں پر دو جہاں رونے لگے  
جب سنائے واقعاتِ کربلا جبریل علیہ السلام نے  
مصطفیٰ کربل کی سن کر داستاں رونے لگے

دیکھ کر روتے ہوئے زہراء کو حوریں رو پڑیں  
حیدر کراز مولائے زماں رونے لگے  
جب گرا اکبر علیہ السلام تو سر رکھا زمیں پر باپ نے  
سجدہ شبیر علیہ السلام پر کرو بیاں رونے لگے

جب چلا تھا قاسم علیہ السلام نوخیز مقتل کی طرف  
عرش کے سائے تلے سب قدسیاں رونے لگے  
آسماں سے بھی بڑا ہے حوصلہ شبیر علیہ السلام کا  
پڑ جری عباس پر کر کے فغاں رونے لگے



ضبط پر اپنے بہت تھا ناز عزرائیل کو  
دیکھ کر اصغر ؑ کا حلق خونفشاں رونے لگے  
راکب دوش نبیؐ کا سر جو نیزے پر چڑھا  
مچ گیا کہرام سب کون و مکاں رونے لگے

جل گئے خیمے تو ان خیموں کی تپتی راکھ پر  
سید عالم کے اہل خاندان رونے لگے  
ریت کے ٹیلے پہ جب بیٹھیں نبیؐ کی بیٹیاں  
رو پڑا ہراک مکاں سب آشیاں رونے لگے

سسکیاں لے کر جو دیتی تھی صدائیں باپ کو  
اس کے رونے پر تمامی عرشیاں رونے لگے  
پا بجولاں خارزاراں پر چلا سجاد جب  
پھول کھلیاں، بلبلیں، سب باغباں رونے لگے

جب کبھی چھیڑا ہے میں نے قصہ کرب و بلا  
سن کے پتھر بھی خضر کا یہ بیاں رونے لگے







آیا تھا وہ کس شان سے ہم شکل پیمبر  
وہ عرصہ کربل کو لٹک یاد رہے گی  
جھپٹا تھا وہ حیدر علیہ کی طرح فوج شقی پر  
افلاک کو اکبر علیہ کی لپک یاد رہے گی



باطل کے جو سینے میں چھا نیزہ قاسم علیہ  
ہر کفر کو ہر دم وہ چبک یاد رہے گی



چلتا تھا جنہیں پہنے ہوئے حضرت سجاد علیہ  
ان لوہے کی کڑیوں کی چھنک یاد رہے گی  
جس آل محمد کے جلا ڈالے تھے خمیے  
اس آگ کے شعلوں کی بھڑک یاد رہے گی



اصغر علیہ کو جو پنگوڑے میں دیتی تھی سکینہ علیہ  
کربل کی زمیں کو وہ تھپک یاد رہے گی  
اے ثانی زہرا علیہ ترا بازار میں چلنا  
یہ بات ہمیں حشر تک یاد رہے گی



جس گردن مہماں پہ چلا شمر کا خنجر  
اس بسکل نوری کی پھڑک یاد رہے گی  
دیکھی جو محمدؐ کے نواسے کی جبیں کی  
وہ میری نگاہوں کو جھلک یاد رہے گی



ہے مجھ کو بھی امید کہ شبیر جہاں کو  
اس خنجر کے اشکوں کی ٹپک یاد رہے گی

## اے زمین کربلا

اے زمین کربلا تیری فضاؤں کو سلام  
 خاک کربل تیرے ذروں کی ضیاؤں کو سلام  
 چھو کے جو چلتی ہیں طیبہ کے شہیدوں کے قدم  
 ان تڑپتی اشک برسائی ہواؤں کو سلام  
 کس طرح تجھ پر قدم رکھے نبیؐ کی آل نے  
 کس طرح سجدے کئے تجھ پر علیؑ کے لال نے  
 کون رویا تھا مدینے کا نگینہ دیکھ کر  
 کون تڑپا تھا علی اکبر کا سینہ دیکھ کر  
 مصطفیٰؐ کی آل کے خیمے جلے تھے کس طرح  
 کس طرح روئی تھی اصغر کو سینہ دیکھ کر  
 کیسے حلقوم علی اصغر کو چھیدا تیر نے  
 کس طرح لاشہ اٹھایا تھا سخی شبیر نے  
 دشت کربل کیا تجھے ماضی کا منظر یاد ہے؟  
 کس طرح تجھ پر گرا تھا ابن حیدر یاد ہے؟  
 بوسہ گاہِ رحمۃ اللعلمین پر پے در پے  
 شمر ظالم لعنتی کی ضرب خنجر یاد ہے  
 کس نے ارض کربلا تجھ کو معلیٰ کر دیا  
 تیرے ویرانوں کو کس نے نور حق سے بھر دیا

(خضر)

## یاد رہے گی

عرشوں کو محمدؐ کی دمک یاد رہے گی  
 مہتاب کو ماتھے کی چمک یاد رہے گی  
 اٹھتی ہے جو سلطان مدینہ کے بدن سے  
 وہ خلد کے پھولوں کو مہک یاد رہے گی



مرحب کو بھی، خیبر کو بھی اور بدر و احد کو  
 ان حیدری قدموں کی دھمک یاد رہے گی  
 حیدر علیہ السلام کی جو تلوار میں شدت تھی ہمیشہ  
 کفار کو وہ زیرِ فلک یاد رہے گی  
 جو روکتا رہتا ہے ہمیں ذکرِ علی علیہ السلام سے  
 اس دل کی رڑک اور دھڑک یاد رہے گی  
 عباس علیہ السلام جری دین کا اک شیرِ ببر ہے  
 شمروں کو سدا اس کی بھبک یاد رہے گی  
 تھا نعرہٴ عباس کہ بادل کی گرج تھی  
 وہ کرب و بلا کو بھی کڑک یاد رہے گی

○

آیا تھا وہ کس شان سے ہم شکل پیمبر  
وہ عرصہ کربل کو لٹک یاد رہے گی  
جھپٹا تھا وہ حیدر علیہ کی طرح فوج شقی پر  
افلاک کو اکبر علیہ کی لپک یاد رہے گی

○

باطل کے جو سینے میں چبھا نیزہ قاسم علیہ  
ہر کفر کو ہر دم وہ چپک یاد رہے گی

○

چلتا تھا جنہیں پہنے ہوئے حضرت سجاد علیہ  
ان لوہے کی کڑیوں کی چھنک یاد رہے گی  
جس آل محمد کے جلا ڈالے تھے خیمے  
اس آگ کے شعلوں کی بھڑک یاد رہے گی

○

اصغر علیہ کو جو پنکوڑے میں دیتی تھی سکینہ علیہ  
کربل کی زمیں کو وہ تھپک یاد رہے گی  
اے ثانی زہرا علیہ ترا بازار میں چلنا  
یہ بات ہمیں حشر تک یاد رہے گی

○

## متفرقات

نوٹ: خیال رہے کہ — خصائل ششی — یا — متفرقات کے عنوان کے تحت جو لکھا جاتا ہے۔ تحریر کے بعد مطالعہ میں آنے والی آیات و احادیث اور روایات واقعات ہیں تاکہ قارئین محروم نہ رہیں اور خطباء کے اس سے استفادہ حاصل کریں — اور اہل ایمان کے سامنے بیان فرمائیں تاکہ ایمان والوں کے دلوں میں ٹھنڈک پیدا ہو اور منکرین کے سینوں میں جلن! —

رسول کریم اور حسنین کریمین کی انگوٹھیاں:

امام ابن ماجہ (حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ ربیعہ - قزوینی متوفی ۲۲۰  
رمضان ۲۳۳ھ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وَأَلِيهِ) وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ  
وَضَعَ خَاتَمَهُ

کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے  
تو انگوٹھی مبارک اتار لیتے تھے —

بین السطور میں — لِأَنَّ نَقْشَهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ — کیونکہ اس  
پر — محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔



○ علامہ شبلی رحمة اللہ علیہ رقمطراز ہیں — کہ —

وَلَبِسَ خَاتِمًا مِنْ فِضَّةٍ فَصُّهُ مِنْهُ، وَخَاتِمًا مِنْ فِضَّةٍ فَصُّهُ  
عَقِيقٌ فِي الْيَمِينِ تَارَةً وَفِي الْيَسَارِ أُخْرَى، وَلَكِنَّهُ فِي  
الْيَمِينِ أَكْثَرُ يَجْعَلُ الْفِصَّ جِهَةَ كَفِّهِ، وَكَانَ نَقْشَ خَاتِمِهِ  
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ثَلَاثَةَ أَطْرَافٍ —

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی پہنی ہے جس کا نگینہ بھی  
چاندی کا تھا — اور عتیق کے نگینے کی انگوٹھی بھی پہنی ہے۔ کبھی دائیں ہاتھ  
میں — اور کبھی بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، لیکن زیادہ تر دائیں ہاتھ  
میں پہنتے تھے نگینہ کو ہتھیلی کی طرف کرتے تھے، آپ کی انگوٹھی کا نقش —  
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ — تین سطروں میں تھا۔

(نور الابصار ص ۶۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان)

## حسین کریمین:

سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے:

أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ كَانَا يَتَخْتَمَانِ فِي يَسَارِهِمَا

بے شک امام حسن اور امام حسین دونوں بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ)

○ امام ابو نعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین ”علیہ السلام“ بائیں ہاتھ  
میں انگوٹھی زیب تن فرماتے تھے۔

○ امام زرکلی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین ”علیہ السلام“ کی انگوٹھی کا نقش —

اللَّهُ بَالِغُ أَمْرِهِ — اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہے۔

(الامام الحسین مترجم شیخ عبدالواحد خیاری الجزائری ص ۳۱ — تا — ۳۲ مطبوعہ مکتبہ نفائس القرآن نفیس منزل لاہور)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز میں کہا — حضرت مساور

السعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
(وآلِهِ) وَسَلَّمَ . يَوْمَ مَاتَ الْحَسَنُ يَبْكِي وَيُنَادِي بِأَعْلَى  
صَوْتِهِ: — يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَاتَ الْيَوْمَ حَبُّ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وآلِهِ) وَسَلَّمَ ، فَابْكُوا —

میں نے مسجد نبوی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت امام حسن علیہ  
السلام کی وفات کے دن روتے ہوئے دیکھا — اور آپ بلند آواز سے  
پکار رہے تھے کہ اے لوگو! آج کے دن خدا کے رسول کا محبوب (امام حسن)  
رخصت ہو گیا ہے۔ سب آنسو بہاؤ ”یعنی جی بھر کے رولو۔ آہ و بکا  
کرو!“ —

(سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۱ — تا — ۱۳۲ مطبوعہ ایضاً)

— خاتون جنت نے بطن مادر سے ندا دی —

حضرت شیخ شعیب حریفیش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں — کہ جب کفار  
بد اطوار نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا — ہمیں چاند کے  
دو ٹکڑے کر کے دکھائیں — ان دنوں حضرت سیدہ ام المومنین خدیجہ  
الکبریٰ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے بطن اطہر میں — حضرت سیدہ فاطمہ

انہراء سلام اللہ علیہا تشریف فرما تھیں۔

حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے فرمایا۔ وہ کتنا ذلیل و رسوا ہے۔ جس نے ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ سب سے بہتر نبی اور رسول ہیں۔ خاتون جنت سلام اللہ علیہا نے اپنی والدہ کو ان کے شکم مبارک سے آواز دی۔ اے امی جان! آپ غمگین نہ ہوں۔ اور نہ ہی خوف زدہ ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ میرے والد محترم کا مددگار ہے۔

(الروض الفائق۔ المجلس الثامن والعشرون فی ازواج علی بن ابی طالب ص ۲۷۴۔ بحوالہ خاتون جنت ص ۶۱۔ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

علامہ ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ خاتون جنت کی جناب میں اشعار کا نذرانہ پیش کرتے ہوں یوں رقمطراز ہیں:

وہ خاتون جنناں معصوم حوریں بانندیاں جن کی  
ملک جنت سے آ کر پیتے تھے چکیاں جن کی  
وہ جن کی آل اطہر محترم اولاد آدم سے  
وہ جن پر آیہ تطہیر اتری عرش اعظم سے  
وہ جن کا ایک سجدہ ضامن عفو خطا کاراں  
وہ جن کی جنبش لب شافع جرم گنہگاروں

## فضیلت یوم عاشوراء

دس محرم کے دن کو — یوم عاشورا — کے نام سے پکارا جاتا ہے۔  
○ عاشورا — کے معنی یہ ہیں — کہ جو اس کی حرمت کی نگہداشت رکھتا ہے — تو نور میں عیش کرتا ہے — عاشورہ — اصل میں — عاش نور — تھا تخفیفاً اس میں سے نون گرا دیا گیا ہے۔

وَفِيهِ تَقَلَّبُ أَهْلُ الْكَهْفِ مِنْ جُنْبٍ إِلَى جُنْبٍ  
عاشورہ کے دن میں اصحاب کہف کروٹ بدلتے ہیں۔

(نزہت المجالس ج اول ص ۲۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان سن اشاعت ۱۹۹۸ء)

## وہ فردوسِ اعلیٰ کا وارث بنے گا

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ أَيَّامَ الْعَشْرِ إِلَى عَاشُورَاءِ أَوْرَثَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلَى  
جو شخص عشرہ کے دنوں میں عاشورہ تک روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فردوس

اعلیٰ کا وارث بنائے گا — (حوالہ ایضاً)

## — ہزار حج — ہزار عمرہ — ہزار شہید کا ثواب —

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے — فرماتے ہیں:

مَنْ صَامَ يَوْمَ عَاشُورَاءِ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفَ حُجَّةٍ وَأَلْفَ  
عُمْرَةٍ — وَأُعْطِيَ ثَوَابَ أَلْفِ شَهِيدٍ — وَكُتِبَ لَهُ

أَجْرُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ —

جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کیلئے ہزار حج —

ہزار عمرے — ہزار شہیدوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور مشرق سے مغرب

تک کا اجر اس کیلئے لکھا جاتا ہے۔ (حوالہ ایضاً)

”سلسلہ ارشادات کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا“ — اور وہ ایسا ہو جاتا ہے

گویا اس نے اولاد اسمعیل علیہ السلام سے ہزار غلام آزاد کیے — اور

جنت میں ستر ہزار محل اس کیلئے لکھ دیئے جاتے ہیں —

وَحَرَّمَ اللَّهُ جَسَدَهُ عَلَى النَّارِ

اور حرام کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر دوزخ کی آگ کو

(نزہت المجالس ج اول ص ۲۳۱)

## دس ہزار فرشتوں کا ثواب

علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ ایک اور حدیث شریف نقل فرماتے ہیں:

مَنْ صَامَ يَوْمَ عَاشُورَاءِ أُعْطِيَ ثَوَابَ عَشْرَةِ أَلْفِ مَلِكٍ وَمَنْ

قَرَأَ — قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ أَلْفَ مَرَّةٍ يَوْمَ عَاشُورَاءِ نَظَرَ إِلَيْهِ

بِعَيْنِ رَحْمَتِهِ — وَكُتِبَ مِنَ الصَّالِحِينَ —

جو عاشورہ کے دن روزہ رکھتا ہے اس کو دس ہزار فرشتوں کا ثواب عطا ہوتا ہے اور جو عاشورہ کے دن قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (یعنی سورہ اِخْلَاص) ہزار بار پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور اس کا نام صدیقین میں درج ہو جاتا ہے۔ (حوالہ ایضاً)

## غم حسینؑ اور چیونٹیاں

علامہ عبدالرحمن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مختصر حکایت لکھی ہے — فرماتے ہیں کہ ایک شخص روزانہ چیونٹیوں کو روٹی توڑ کر (یعنی ریزہ ریزہ کر کے) ڈالا کرتا تھا۔

فَإِذَا كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءِ لَمْ تَأْكُلْهُ (حوالہ ایضاً)

جب عاشورہ کا دن ہوتا تو چیونٹیاں روٹی کے ریزے بالکل نہ کھاتی تھیں۔

## آب زمزم اور عاشورہ رات

امام اسمعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے — ”الروض الفائق“ — کے حوالے سے لکھا ہے — کہ اللہ تعالیٰ عاشورہ کی رات آب زمزم کو دنیا کے تمام پانیوں میں ملا دیتا ہے۔

فَمَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَئِذٍ مِنْ الْمَرُوضِ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ  
عاشورہ کے دن جو شخص بھی غسل کرے گا سارا سال بیماریوں سے محفوظ رہے

— گ —

## رزق میں وسعت

روح البیان میں ہے— کہ جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال کو کھانے پینے کی چیزیں وافر مقدار میں دیتا ہے۔

وَسِعَ اللَّهُ لَهُ سَائِرَ سَنَةٍ

اللہ کریم اس کے سال بھر کے رزق میں وسعت بخشتا ہے۔

(روح البیان ایضاً، مقتل الحسین للخوازمی ج ۲، ص ۵)

○ صاحب روح البیان نے— ”الاسرار المحمدية“— کے حوالے سے لکھا ہے— کہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

جَرَّبْنَاهُ وَوَجَدْنَاهُ كَذَلِكَ (حوالہ ایضاً)

ہم نے اس کا تجربہ کیا ہے، جیسے ”لکھا گیا“ ویسے ہی پایا ہے۔

## سال کے گناہوں کا کفارہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صِيَامُ يَوْمٍ عَاشُورَاءٍ كَفَّارَةٌ سَنَةٍ

دس محرم کے دن روزہ سال بھر کے (گناہوں) کا کفارہ ہے۔

(مقتل الحسین (ابوالموید موفق محمد بن احمد بن حنفی خوافی متوفی ۵۶۸ھ ج ۲، ص ۲)

## سات آسمانوں کا ثواب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ يَوْمَ عَاشُورَاءِ كَتَبَ لَهُ عِبَادَةَ سِتِّينَ سَنَةً بِصِيَامِهَا  
 وَقِيَامِهَا — وَمَنْ صَامَ يَوْمَ عَاشُورَاءِ كَتَبَ لَهُ أَجْرَ سَبْعِ  
 سَمَاوَاتٍ — وَمَنْ أَفْطَرَ عِنْدَهُ مُؤْمِنًا فِي يَوْمِ عَاشُورَاءِ  
 فَكَأَنَّمَا أَفْطَرَ عِنْدَهُ جَمِيعَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وَأَلِهِ)  
 وَسَلَّمَ — وَمَنْ أَشْبَعَ جَائِعًا فِي يَوْمِ عَاشُورَاءِ رُفِعَتْ لَهُ  
 بِكُلِّ شَعْرَةٍ فِي رَأْسِهِ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ

جس نے دس محرم کے دن روزہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کیلئے ساٹھ سال کے  
 روزے اور قیام کی عبادت لکھ دیتا ہے۔ اور جس نے دس محرم کے دن  
 روزہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کیلئے ساتوں آسمانوں کا اجر لکھ دیتا ہے۔ اور  
 جس نے کسی مومن کو دس محرم کے دن روزہ افطار کرایا تو گویا اس نے ساری  
 امت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزہ افطار کرایا۔ اور جس نے کسی  
 بھوکے کو کھانا کھلایا تو اسے۔ اس کے سر کے بالوں کے برابر جنت میں  
 درجات بلند کیے جائیں گے۔ (حوالہ ایضاً)

— دس محرم کو کیا کیا ہوا —

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ مصطفویٰ میں عرض  
 کیا۔ اے اللہ کے رسول! ہمیں اللہ تعالیٰ نے عاشورہ (دس محرم) کے  
 دن میں فضیلت سے نوازا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا —  
 ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے دس محرم کے دن آسمانوں کو پیدا فرمایا۔



- اور کرسی کو — دس محرم کو بنایا۔  
پہاڑوں کو — دس محرم کو پیدا فرمایا  
ستاروں کو — دس محرم کو پیدا فرمایا  
قلم کو — دس محرم کو پیدا فرمایا  
اور لوح کو — دس محرم کو پیدا فرمایا  
جبریل علیہ السلام کو — دس محرم کو پیدا فرمایا  
فرشتوں کو — دس محرم کو پیدا فرمایا  
آدم علیہ السلام کو — دس محرم کو پیدا فرمایا  
حضرت حوا — دس محرم کو پیدا فرمایا  
جنت کو — دس محرم کو پیدا فرمایا  
حضرت آدم کو جنت میں — دس محرم کو ٹھہرایا  
حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل — دس محرم کو بنایا  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو — دس محرم کو آگ سے نجات عطا کی  
فرعون لعین کو — دس محرم کو غرق فرمایا  
حضرت ادریس علیہ السلام کو — دس محرم کو اٹھایا  
حضرت ایوب علیہ السلام کو تکلیف سے دس محرم کو نجات دی  
حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ دس محرم کے دن قبول کی  
حضرت سلیمان علیہ السلام دنیا کی شاہی دس محرم کو عطا کی  
عیسیٰ بن مریم کی ولادت — دس محرم کے دن ہوئی

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو — دس محرم کو جو دی پہاڑ پر ٹھہری  
حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے چالیس روز بعد نکالے گئے

— دس محرم کے دن

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام سے ملے دس محرم کو  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھالیے گئے — دس محرم کے دن  
اللہ تعالیٰ نے ”اپنی شان کے مطابق“ عرش پر استواء فرمایا — دس محرم کے  
دن

قیامت قائم ہوگی — دس محرم کے دن

اور اس محرم کو امام حسین علیہ السلام بہتر ساتھیوں اور اپنے گھر والوں سمیت  
شہید ہوئے تاکہ دین کی خیر ہو۔

(مقل الحسین للخوازمی ج اول ص ۴ مطبوعہ دارانوار ہدیٰ سن اشاعت ۲۰۰۷ زہدہ المجلس ج اول  
ص ۲۳۱ — تا — ۲۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

## — کشتی نوح علیہ السلام —

انبیاء علیہم السلام کو خصوصی عظمتیں عطا فرمانے کی وجہ سے دس محرم کو عاشوراء  
کا نام دیا گیا جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جو دی پہاڑ پر جا کر ٹھہری تو  
اس دن محرم کی دس تاریخ تھی۔

علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ایک سو پچاس دن روئے زمین پر پانی  
ہی پانی تھا — چالیس دن اور چالیس راتیں بارش ہوتی رہی اور سخت ہوا  
چلتی رہی — چشموں کا پانی زرد رنگ کا پانی ابلتا رہا — جبکہ آسمان سے

سرخ رنگ کی بارش ہوتی رہی — اور اللہ تعالیٰ نے کشتی کو قوت گویائی عطا فرمائی تو کشتی حمد خداوندی بجالاتی رہی اور پکارتی تھی۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْوَلِيُّ وَالْآخِرِينَ وَأَنَا لَسَفِينَةُ الَّتِي مَنْ  
رَكِبْنِي نَجَا . وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنِّي غَرِقَ وَلَا يَدْخُلُنِي إِلَّا أَهْلُ  
الْإِخْلَاصِ

اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک جو اولین و آخرین سچا معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہی عبادت کے لائق ہے۔ اور میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہوں۔ جو مجھ پر سوار ہوگا وہ نجات پائے گا۔ جو جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو جائے گا۔ اور سوائے مخلصین کے مجھ پر کوئی سوار نہیں ہو سکتا —

(نزہۃ المجالس ج اول ص ۲۳۲ مطبوعہ ایضاً)

○ حضرت نوح علیہ السلام اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر ہر مخلوق کو آواز دے رہے تھے — آ جاؤ! آ جاؤ! درندو! — پرندو! نجات دینے والی کشتی میں سوار ہو جاؤ۔

○ حضرت مقاتل علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ وہ کشتی ایک ہزار ہاتھ لمبی تھی۔  
○ حضرت ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں — کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا — تو انہوں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار تختوں سے اسے بنایا — ہر ایک تختے پر ایک ایک نبی کا اسم گرامی نقش کیا — آخری تختے پر سید عام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی تحریر کیا — جب کشتی مکمل ہو گئی تو مزید چار تختوں کی ضرورت

درپیش آئی — جب وہ لائے گئے تو ان پر خلفاء اربعہ کے نام ظاہر ہوئے — اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کا نام ظاہر کیا تو کشتی کو غرق ہونے سے نجات ملی — اور اسی طرح آپ کی اور آپ کے اصحاب کی محبت کو آخرت میں آگ سے نجات بناؤں گا — (حوالہ ایضاً)

## دو کشتی اہل بیت —

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے — آپ رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑے ہوئے فرمایا (تا کہ اس حدیث کی اہمیت سننے والوں پر واضح ہو) کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

أَلَا إِنَّ مَثَلَ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا  
وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ —

خبردار! بے شک تم میں میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے — جو اس پر سوار ہو گیا — وہ ہلاک ہونے سے بچ گیا — اور جو اس سے پیچھے رہ گیا — وہ ہلاک ہو گیا —

(رداہ احمد — مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۵۹۵ مطبوعہ المطبعة العربیة لاہور باہتمام دارالعلوم نصیریہ لاہور —)

اس حدیث شریف سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا — کہ اہل بیت رسول کی محبت کا دامن چھوٹ جائے تو یہ امر تباہی و بربادی کا باعث ہے — اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح طوفان نوح علیہ

السلام کے وقت ذریعہ نجات صرف کشتی نوح علیہ السلام تھی۔ اسی طرح  
تاقیامت ذریعہ نجات صرف محبت اہل بیت اور انکی اطاعت و اتباع  
ہے۔ بغیر اطاعت کے دعوائے محبت ناروا ہے۔

آج اس دور پر فتن میں جہاں چار سوشور و غوغا ہے۔ اور قتل و غارت گری  
کا بازار گرم ہے۔ اور اہل پاکستان عملی اور ذہنی طور پر بغاوت کی آگ  
میں جھلس رہے ہیں۔ اور فرقہ واریت کا عفریت عالم اسلام میں نفرتوں  
کی آندھیوں کا ساتھ دے رہا ہے۔ جماعت اہل سنت کے علماء اور قائدین  
کو اس گندے۔ غلیظ اور گرد آلود طوفانوں کی طرف دھیان دینا  
چاہئے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی محبت و  
مودت کا دامن تھامے رہنا چاہئے۔

یہ بات پورے وثوق و یقین کے ساتھ بیان کر رہا ہوں۔ کہ ان کے  
ساتھ قلبی وابستگی کے بغیر کسی قسم کی کوئی نیکی قبول نہیں ہو سکتی۔

## ایک قیدی دس محرم کو بھاگ گیا

امام نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ کہ ایک بار کافروں  
کے پاس سے ایک (مسلمان) قیدی دس محرم کے دن بھاگ گیا۔ کفار  
سوار ہو کر اس کی تلاش میں نکلے۔ جب اسے پکڑا گیا۔ تو بارگاہ  
خداوندی میں ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگی۔

اللَّهُمَّ بِحَقِّ يَوْمِ عَاشُورَاءِ نَجِّنِي مِنْهُمْ

اے اللہ! دس محرم کے دن کی عزت کے صدقے میں مجھے ان کفار سے

نجات عطا فرما —

پس اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اندھا کر دیا — اور وہ ان کی قید سے آزاد ہو گیا — اور پھر اس نے شکرانے کا روزہ رکھا — ”پھر شام کے وقت“ افطاری کیلئے اسے کھانے پینے کیلئے کوئی چیز نہ ملی — وہ اسی طرح ہی سو گیا — پھر خواب میں ”کیا دیکھتا ہے“ کہ اسے ایک فرشتہ دکھائی دیا — جو کھانے پینے کی کچھ چیزیں دے رہا تھا — جب اس نے ان میں سے کھا پی لیا تو بیدار ہوا۔

بَعْدَ ذَلِكَ عَشْرِينَ عَامًا لَمْ يَحْتَجَّ إِلَى طَعَامٍ وَلَا شَرَابٍ  
اس کے بعد وہ بیس سال تک زندہ رہا۔ پھر اسے کھانے پینے کی حاجت نہ رہی۔

(نزہۃ المجالس ج اول ص ۲۳۲)

— قاضی محرم رہ گئے اور نصرانی بازی لے گیا —

ایک بار دس محرم کے روز قاضی رے کے پاس ایک فقیر آیا اور اس نے قاضی صاحب سے سوال کیا۔

إِعْطِنِي شَيْئًا لِلَّهِ بِحَقِّ هَذَا الْيَوْمِ

”اس دن کی عظمت کے صدقے میں اللہ کیلئے مجھے کچھ دو“

قاضی صاحب نے یہ سن کر منہ پھیر لیا اور کچھ نہ دیا — لیکن اسی دوران میں یہ کیفیت دیکھ رہا تھا — اس نے فقیر کو اتنا کچھ دیا کہ وہ راضی ہو کر واپس لوٹا — رات کو قاضی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں دو

خوبصورت محل دیکھے ایک سونے کا — اور ایک سرخ یا قوت کا — قاضی نے پوچھا یہ دونوں محل کس کے ہیں — جواب ملا — کہ یہ محل تھے تو تمہارے لیے — مگر تو نے (دس محرم) فقیر سے روگرانی کی — اور تو فلاں نصرانی نے اس کی حاجت پوری کر دی — تو اب یہ دونوں محل اس نصرانی کو عطا کر دیئے گئے ہیں۔

قاضی بیدار ہوا تو چپکے سے اس نصرانی کے پاس آیا — تو نصرانی سے کہنے لگا گزشتہ رات جو فقیر کو تو نے دیا تھا — اس کا ثواب میرے ہاتھ ایک لاکھ کے عوض بیچ دے — اس نے جواب دیا۔

لَوْ أَعْطَيْتَنِي مِائَةَ أَلْفٍ فِي عَتَبَةٍ قَصْرٍ مِنْهُمَا لَمْ أَعْطِكَ ذَلِكَ  
أَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ —

اگر تو ان دونوں کی چوکھٹ کی قیمت بھی ایک لاکھ دے گا پھر بھی تجھے فروخت نہیں کروں گا — اور سن لے! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں۔

(حوالہ ایضاً، ص ۲۳۳)

## — ایک عورت نے سوال کیا —

علامہ صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں — کہ مصر میں ایک شخص تھا جس کے پاس صرف ایک ہی نیکی کا ثواب تھا۔ اس نے دس محرم کے دن جامع مسجد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ میں نماز فجر ادا کی — اس مسجد میں

ایک رسم چلی آ رہی تھی کہ دس محرم کے دن یہ مسجد صرف عورتوں کیلئے کھلی رہے گی۔ اس دن آدمی ”یعنی مرد“ داخل نہیں ہوں گے۔ کیونکہ وہ سال بھر کیلئے ذکر و اذکار اور دعا و التجا کیلئے داخل نہیں ہو سکتی تھیں۔ فجر کی نماز کے وقت اس شخص سے ایک عورت نے کہا۔

أَعْطِنِي شَيْئًا لِلَّهِ اسْتَعِينَ بِهِ عَلَىٰ أَوْلَادِي

”مجھے کچھ دو جس سے میرے بچوں کو کچھ سہارا مل سکے“

اس شخص نے کہا ٹھیک ہے تم اپنے گھر جاؤ میں آتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ایک چادر باندھ لی۔ اور اپنے تمام کپڑے ایک سوراخ سے اس عورت کی طرف بڑھا دیئے۔ عورت نے اسے دعا دی۔

الْبَسَكَ اللَّهُ مِنْ حُلِّ الْجَنَّةِ

اللہ تعالیٰ تجھے جنتی لباس عطا فرمائے۔

وہ شخص بیان کرتا ہے کہ۔۔۔ رات آئی۔۔۔ خواب دیکھا۔۔۔ کہ ایک نہایت خوبصورت حور۔۔۔ ایک خوشبودار سیب لیے موجود ہے۔۔۔ جب اس سیب کو توڑا تو اس میں سے ایک جوڑا کپڑا نکلا وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے حور سے پوچھا تو کون ہے؟

قَالَتْ أَنَا عَاشُورَاءُ زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ

حور نے کہا۔۔۔ میں عاشورہ (دس محرم) ہوں۔۔۔ جنت میں تیرے ساتھ میرا نکاح ہو چکا ہے۔۔۔

اس کے بعد آنکھ کھلی تو سارا گھر خوشبو سے مہک رہا تھا۔۔۔ کہتا ہے میں نے



وضو کیا دو رکعت نماز ادا کی — اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

اللَّهُمَّ إِنْ كَانَتْ زَوْجَتِي حَقًّا فِي الْجَنَّةِ فَأَقْبِضْنِي إِلَيْكَ

اے اللہ! اگر واقعی وہ حورِ جنت میں میری زوجہ ہے تو مجھے اپنے پاس بلا لے —

اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی — اور وہ شخص وہیں وصال کر گیا۔

(نزہۃ المجالس ج اول ص ۲۳۳ — تا — ۲۳۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ)

## — تورات میں ہے —

(موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب) تورات میں لکھا ہے:

مَنْ صَامَ يَوْمَ عَاشُورَاءِ فَكَانَ مَا صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهُ — وَمَنْ

مَسَحَ فِيهِ عَلَى رَأْسِ يَتِيمٍ — أَعْطَاهُ اللَّهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ شَجْرَةً

فِي الْجَنَّةِ عَلَيْهَا مِنَ الْحَلِيِّ وَالْحُلِيِّ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ

تَعَالَى — وَمَنْ تَصَدَّقَ فِيهِ فَكَانَ مَا لَمْ يَتْرُكْ سَائِلًا إِلَّا

أَعْطَاهُ — وَمَنْ أَرَشَدَ فِيهِ ضَالًّا مَلَأَ اللَّهُ قَلْبَهُ نُورًا —

وَمَنْ كَظَمَ فِيهِ غَيْظًا كَتَبَ اللَّهُ مِنَ الرَّاضِينَ — وَمَنْ أَكْرَمَ

فِيهِ مِسْكِينًا أَكْرَمَهُ اللَّهُ يَوْمَ يُوَضَعُ فِي قَبْرِهِ —

کہ جو شخص عاشورا (دس محرم) کے دن روزہ رکھتا ہے، گویا کہ اس نے تمام

عمر روزہ رکھا — جو شخص دس محرم کے دن کسی یتیم کے سر پر (شفقت) سے

ہاتھ پھیرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہر بال کے بدلے جنت میں ایک درخت عطا

فرماتا ہے کہ جس کے اوپر اس قدر زیورات و لباس کے جوڑے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا — اور جو شخص اس دن خیرات کرتا ہے تو گویا اس نے اتنی خیرات کی کہ اس نے بغیر دیئے کسی سائل کو نہیں چھوڑا (یعنی اس کو دنیا بھر کے سائلوں کو دینے جتنا ثواب ملے گا) — اور جو دس محرم کسی گمراہ کو راہ حق بتاتا ہے اللہ تعالیٰ اس دل کو نور سے بھر دیتا ہے — اور جو شخص دس محرم کے دن میں غصہ روک لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا نام ”ارباب رضا“ میں لکھ دیتا ہے — اور جو شخص دس محرم کے دن کسی مسکین پر کرم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر کرم فرمائے گا اس دن جس دن وہ قبر میں رکھا جائے گا —

(حوالہ ایضاً ص ۲۳۳)

## اے حسین بن علی!

تیری عظمت کو سلام — تیری جرات و بہادری اور تیرے اس عظیم کردار کو سلام — آپ نے وہ کام جو کسی اور سے نہ ہو سکا — تیرے نانا کی محبوبیت کے صدقے دس محرم کے دن کو بہت بڑی عنایات سے نوازا کہ نانا کی امت کی بخشش کا سامان ہو سکے۔

جور و جفا کے سامنے جھکنا نہیں روا  
کردار سے یہ اپنے بتایا آپ نے

(خضر)

## یزید پلید

### لعین

کثافت اور جہالت کا یہ پیکر ظلم کا بانی  
شقی ازلی کینہ تندخو غول بیابانی  
جبیں کوتاہ فرہہ پیٹ دل تاریک بد باطن  
حیا و شرم سے عاری وفا و رحم کا دشمن  
سمٹ کر ساری دنیا کی نحوست اس میں آئی تھی  
کہ شیطان لعین نے خود یزیدی شکل پائی تھی  
یہ بدکردار ناہنجار کج گفتار دیوانہ  
نشاط و عیش کا پتلا غم عقبی سے بیگانہ  
نہ عالم تھا نہ فاضل تھا نہ حافظ تھا نہ قاری تھا  
فقط اک یا وہ گو شاعر تھا یا بزدل شکاری تھا  
اسی بے دین کو وارث بنا کر تخت شاہی کا  
کسی نے کھول کر در رکھ دیا دیں کی تباہی کا  
حکومت مل گئی تو خصلت بد اور بھی چمکی  
بنا سارے کا سارا قصر شاہی حسن کی منڈی  
جہاں ہر وقت نسوانی حیا نیلام ہوتی تھی

جہاں ہر اک برائی بے محابا عام ہوتی تھی  
 شراب ارغوانی کا بھی ہر دم جام چلتا تھا  
 بڑی افراط سے ہر وقت صبح و شام چلتا تھا  
 مشیران حکومت بھی شرابی تھے جواری تھے  
 غرض یہ ہے کہ جیسا دیوتا ویسے پوجاری تھے  
 اڑائیں دھجیاں اس طرح احکام شریعت کی  
 کہ پھر سے یاد تازہ ہو گئی عہد جہالت کی

— (حضرت گلزار رحمۃ اللہ علیہ نام صابری) —

قارئین کرام! — آپ امام حسین علیہ السلام کے مقام و مرتبہ — اور  
 شان و عظمت کو قرآن و احادیث کی روشنی میں گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما  
 چکے ہیں — اور آپ کی شہادت اور آپ کے بھائیوں — بیٹوں —  
 اور غلاموں کی شہادتوں کے مناظر بھی آپ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں  
 رہے ہوں — اور مخد رات حرم جن آلام و مصائب سے گزریں وہ دلوں کو  
 ہلا کے رکھ دیا ہوگا۔

○ اب ذرا خارجیوں کے بابا — ناصبیوں کے امام و پیشوا، یزید پلید کے  
 بارے میں — اور اس کے گندے کردار کو بصیرت کی نگاہوں سے دیکھیں  
 اور غور کریں کہ ایسا شخص خلیفہ تو ایک طرف — وہ انسان کہلانے کا بھی  
 حقدار نہیں۔

○ راقم الحروف — اپنی اس پاکیزہ کتاب میں اس ناہنجار کا ذکر کرنا

نہایت نامناسب سمجھتا ہوں۔ لیکن علماء خوارج اور نام نہاد محققین  
نواصب کی ریشہ دوانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ لکھنے پر مجبور ہوا۔  
خارجی مولوی حضرات جو آج کل دہشتگردی کی آگ شعلے بھڑکا رہے  
ہیں۔ اور امت رسول کو نہایت بے دردی سے قتل کر رہے ہیں۔ اور  
بلوچستان میں۔ پنجاب میں۔ سندھ اور خیبر پختونخواہ میں جماعت  
اہل سنت کے جید علماء اور مشائخ کو نہایت ظالمانہ انداز میں قتل کر چکے  
ہیں۔ طاغوتی قوتوں نے ان بھیڑیوں کو بے پناہ اسلحہ دیا ہے۔ تاکہ  
یہ اہل حق کو قتل کریں اور مزارات اولیاء۔ اور مقابر آل رسول مٹادیں یہ  
تمام کے تمام یزید کے پیروکار ہیں۔ شمر کے طرفدار ہیں۔

انہوں نے یزید کو امیر المومنین۔ پیدائشی جنتی۔ متقی اور پرہیزگار لکھا  
ہے۔ اور یزید کے حق میں درجنوں کتابیں لکھ کر اہل بیت رسول سے  
بیزاری کا ثبوت دیا ہے۔

بنو امیہ کے ملازمین علماء سے جھوٹی روایات کے سہارے یزید کے حق میں  
زمین و آسمان کے فلا بے ملا دیئے۔ کون یزید؟

لڑکپن ہی سے یہ آوارہ و بدست رہتا تھا  
بلند ایوان میں رہ کر بھی سب سے پست رہتا تھا  
بہیمانہ خصائل تھے درندانہ طبیعت تھی  
اسے ہر نیک خصلت آدمی سے سخت نفرت تھی

### یزید عنید:

یزید کا نسب نامہ اس طرح ہے یزید بن معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدمناف۔

کنیت — ابو خالد — ماں — ماں کا نام میسون — نانا کا نام بحدلؓ  
کلبی تھا — بے ڈول جسم پر بدزیب قسم کے بہت زیادہ بال تھے یا وہ گوئی  
میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔

### پیدائش:

بقول امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ۲۵ یا ۲۶ ہجری میں پیدا ہوا۔

### درندگی:

علماء نے یزید کی آوارہ طبیعت میں درندگی کے بنیادی عنصر کی ایک وجہ نجد کے صحراؤں میں کچھ عرصہ کیلئے آوارہ گردی کرنا بتائی ہے۔ شکاری کتے پالنا اور شکار کھیلنا جانوروں کو جانوروں سے لڑانا یہ اس کے مشاغل تھے۔

### یزید کی والدہ:

یزید کی والدہ جس کا نام میسون تھا۔ جو قبول صورت ہونے کے ساتھ ساتھ اچھی خاصی شاعرہ بھی تھا۔ اور ایک ایسے صحرائی قبیلے سے تعلق تھا۔ جو نہایت مفلسی اور پریشانی کے عالم میں زندگی گزارنے پر مجبور تھا۔

بعض مورخین نے میسون کے چند ایسے اشعار اپنی کتابوں میں لکھے ہیں جس میں یزید کی ماں نے اپنے شوہر نامدار کو ”علج علوق“ اور ”علج عنیف“

۱۔ بعض نے بحدل لکھا ہے۔

سے تشبیہ دے کر مستحسن جذبوں کا اظہار نہیں کیا اور پھر اپنے قبیلے کی غربت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہوئے عجیب عجیب اشعار کہے۔

بعض مصنفین نے ان امور کے تحت افسانوی رنگ بھرنے کی کوشش کی لیکن ہمارے ہاں ایسی لایعنی باتوں کی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی ایسے پست جذبوں پر حاشیہ آرائی کی کوئی جگہ ہے۔ ہمارے ہاں فقط عقیدت کے جذبے ہی محترم ہیں۔

### کون یزید؟

وہ یزید جسے خارجی، ناصبی، نجدی اپنا امام و پیشوا تصور کرتے ہیں اور اسے خلیفہ برحق مانتے ہیں — یہ وہی یزید ہے جو خلافت اسلامیہ کی بربادی کا سبب بنا۔ جس نے اپنی شخصی حکومت کو قائم رکھنے کیلئے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کی ندیاں بہائیں۔ جس نے بیت اللہ شریف پر حملہ کروایا اور جس کے لشکروں نے اس کی اجازت سے مدینہ منورہ کی عصمت مآب بیٹیوں کی آبرو کو تار تار کیا جس کی ہوس ناک طبیعت نے اپنی سوتیلی ماؤں، بہنوں، بیٹوں کی عزت کو پامال کیا۔ جس کے فسق و فجور کے چرچے چار دانگ عالم ہیں — یہ وہ یزید ہے جس کے الحاد و بے دینی، ظلم کو طغیانی اور جو رو جفا کے تذکرے ہر زبان پر جاری رہے — کتوں سے کھیلنا، بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں سجانا اور شکار کھیلنا اس کے محبوب ترین مشاغل حیات تھے — شراب و شباب اس کی تمام کمزوریوں میں نمایاں ترین کمزوری تھی۔ سنت مصطفویٰ کو تبدیل کرنے والا یزید گانے

والی نوجوان لڑکیوں کے گانے سن کر شراب کی مستی میں جھوم کر خرافات بکنے کا بہت زیادہ شوقین تھا، اس کی راتیں بدکاریوں اور دن ظلم و ستم کے ساتھ گزرتے — اور جس کے ذہن و بدن کا ہر خانہ بدری انتقام کی آگ کے شعلوں سے سلگتا رہتا تھا — جس کے سینے سے خاندان نبوت کی دشمنی کا دھواں ہر وقت اٹھتا رہتا تھا — ایسے بد مزاج انسانی بھیڑیے کو خارجی مولوی اپنا پیشوا اور مذہبی لیڈر تسلیم کرتے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک منبر پر یزید کی گلا پھاڑ پھاڑ کر قصیدہ خوانی بھی کرتے ہیں اور پھر شرماتے بھی نہیں۔

آئیے! اپنے پیارے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی معلوم کریں کہ جو یزید خرجیوں کے نزدیک قابل ستائش ہے وہ یزید رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں کیسا ہے۔

## سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبدیل کرنے والا

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو یعلیٰ کے حوالے سے حضرت رسول کریم

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے —

لَا يَزَالُ أَمْرُ أُمَّتِي قَائِمًا بِالْقِسْطِ —

کہ میری امت کا امر ہمیشہ ہی انصاف پر قائم رہے گا —

حَتَّىٰ يَكُونَ أَوَّلُ يَثْلَمَهُ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي أُمَّيَّةَ —

یہاں تک کہ سب سے پہلے بنو امیہ کا ایک شخص اسے توڑے گا —

يُقَالُ لَهُ يَزِيدُ —



جس کا نام یزید ہوگا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۱ صواعق محرقہ ۲۲۱)

حضرت ابوورداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

يَقُولُ اَوَّلُ مَنْ يُبَدَّلُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِّنْ بَنِي اُمِّيَّةَ يُقَالُ لَهُ يَزِيدُ —

کہ سب سے پہلے جو شخص میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ سے

”یزید“ کہا جائے گا۔

(الصواعق المحرقة ص ۲۲۱)

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ امت کے احوال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیاں تھے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔

## امت کی ہلاکت

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا:

هَلَكَةُ اُمَّتِي يَدِي غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ

میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔

(بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۰۴۶ کتاب الفتن مطبوعہ المطابع آرام باغ کراچی)

اس حدیث پاک کے ضمن میں عمدۃ القاری، فتح الباری شرح بخاری میں دیگر

کتب احادیث اس سے مراد مروان یزید وغیرہ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے

فرمایا۔

اللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوْذُ بِكَ مِنْ رَاسِ السِّتِيْنَ وَاِمَارَةِ الصَّبِيَّانِ —

(الصواعق المحرقة ص ۲۲۱)

اے اللہ میں ساٹھ سال تک پہنچنے اور نو عمر چھو کروں کے امیر ہونے کی پناہ مانگتا ہوں۔

اس حدیث سے بھی یہی لوگ یزید و مروان وغیرہ مراد ہیں۔

محدثین لکھتے ہیں کہ —

اِنَّ اَوَّلَ هَؤُلَاءِ الْغُلَمَانِ يَزِيْدُ . كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُ اَبِي هُرَيْرَةَ سَنَةَ سِتِّيْنَ وَاِمَارَةَ الصَّبِيَّانِ —

(ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد ۱۳، ص ۱۳، مطبوعہ مصر سن اشاعت ۱۳۸ھ)

بے شک ان میں سے پہلا یزید ہے جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ”ساٹھ ہجری“ اور ”بچوں کی بادشاہی“ اس پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل از وقت یہ امر امت پر واضح کر دیا کہ سن ساٹھ ہجری اور چھو کروں کی حکومت دین اسلام کیلئے اچھی بات نہ ہوگی اور یہ بات بھی سب پر واضح ہے کہ جتنا نقصان یزید و مروان نے اسلام کو پہنچایا ہے۔ اتنا شاید کفار بھی نہ پہنچا سکے۔ یہ لوگ خلافت اسلامیہ کو ملوکیت میں تبدیل کرنے اور اسلام میں آمریت کا باعث بنے۔

## زانی، شرابی یزید

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ

بن حنظلہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم نے یزید کی بیعت کو اس وقت توڑ دیا  
”اور اس کی اطاعت سے نکل گئے۔ جب ہمیں اپنے اوپر آسمان سے پتھر  
برسائے جانے کا خطرہ پیدا ہوا۔“

إِنَّهُ رَجُلٌ يَنْكِحُ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ، وَالْبَنَاتِ، وَالْأَخْوَاتِ، وَيَشْرِبُ  
الْخَمْرَ، وَيَدْعُ الصَّلَاةَ —

(تاریخ الخلفاء، سیوطی، صواعق محرقة ۱۲۱)

کہ وہ شخص ”یعنی یزید“ اپنی سوتیلی ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ ہم  
بستری کرتا اور شراب پیتا تھا اور تارک نماز تھا۔

○ علامہ کمال الدین محمد موسیٰ و میری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حیاة الحيوان  
الکبریٰ میں رقمطراز ہیں —

وَعَابَ يَزِيدٌ بِشُرْبِ الْخَمْرِ وَاللَّعِبِ بِالْكَلابِ وَالتَّهَاوُنِ  
بِالدِّينِ —

(حیات الحيوان جلد اول، ص ۸۷، مطبعة مقلعة امير قم ايران)

اور یزید میں شراب پینے اور کتوں کے ساتھ کھیلنے اور دین رسول کے ساتھ  
مذاق کرنے کے قبیح عیب پائے جاتے تھے۔

تَهَاوُنٌ: کے معنی مذاق کرنے، ذلیل کرنے، حقیر جاننے، ہیچ تصور کرنے اور  
نرم کرنے کے ہیں۔

خیال رہے کہ جو شخص اپنی سوتیلی ماؤں، بہنوں — اور بیٹیوں کے ساتھ  
بدکاری کا ارتکاب کرتا ہو۔ شراب بھی پیتا ہو، تارک نماز بھی ہو دینی حدود  
سے تجاوز بھی کرتا ہو اور دین مصطفیٰ کو حقیر و ہیچ تصور کر کے اس سے بغاوت

کی حد تک مذاق کرتا ہو۔ ایسے شخص کو امیر المومنین، خلیفہ برحق اور پیدائشی جنتی وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جو یزید کی طرح خود بھی ظالم ہوں، یزید کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے والے جب خود کو توحید پرست، موحد اور شریعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محافظ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے۔ حالانکہ ان کے سینوں سے بغض آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اٹھتا ہوا دھواں عام مسلمانوں کو بھی نظر آتا ہے۔

### یزید کیسا تھا؟

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

إِنَّ يَزِيدَ كَانَ قَدْ اشتهرَ بِالْمَعَارِفِ وَ شَرِبَ الخمرِ وَ الغِنَا  
وَ الصَّيْدِ

کہ یزید اپنے زمانے میں مشہور تھا گانے بجانے، شراب پینے اور سیر و شکار کے ساتھ۔

وَ اتَّخَذَ الغُلَمَانَ وَ القِيَانَ وَ الكِلَابِ وَ النِّطَاحِ بَيْنَ الكِبَاشِ  
وَ الدِّبَابِ وَ القُرُودِ .

اور نوعمر لڑکوں اور گانے بجانے والی لڑکیوں اور کتوں کو اپنے پاس رکھتا تھا اور لڑائی کرواتا تھا سینگ والے مینڈھوں، سانڈھوں اور بندروں کے درمیان۔

وَ كَانَ يَشُدُّ القِرَدَ عَلَى فُرُشٍ مُسَرَّجَةٍ بِحَبَالٍ وَيَسُوقُ بِهِ  
وَيَلْسُ القِرَدَ قَلَانِسَ الذَّهَبِ وَ كَذَلِكَ الغُلَمَانُ

اور بندروں کو زین کے گھوڑوں پر رسی سے باندھ کر پھراتا تھا۔ بندروں اور  
نوعمر لڑکوں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔

وَ كَانَ يُسَابِقُ بَيْنَ الْخَيْلِ وَ كَانَ إِذَا مَاتَ الْقِرْدُ حَزِنَ عَلَيْهِ

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت لبنان سن اشاعت ۱۹۶۶ء)

اور گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کراتا تھا اور جب کوئی بندر مرجاتا تو اس  
کا وہ سوگ مناتا تھا۔

البدایہ والنہایہ کی اس عبارت کو ایک بار پھر پڑھیں اور خود فیصلہ کریں کہ اس  
قماش آدمی خلیفہ برحق اور امیر المومنین کہلوانے کا حقدار ہو سکتا ہے۔ اور  
ایسے شخص کی خلاف آواز بلند کرنا سیدنا امام حسین علیہ السلام ہی کا کام ہو سکتا  
ہے اور آپ نے ایسا کر کے ملت اسلامیہ پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔

کس قدر سنگ دل ہیں وہ لوگ جو امام عالی مقام کو خلافت کا باغی کہہ کر اپنے  
دلوں کی بھڑاس نکال رہے ہیں اور امام برحق حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے  
میں اس یزید کی حمایت کر رہے ہیں جو گانے بجانے کا دلدادہ اور بدذوق قسم  
کا شکاری شراب کارسیا تھا، کتوں اور گانے بجانے والی بے شرم لڑکیوں اور  
نوعمر بے ریش لڑکوں کو اپنے قریب رکھنے کا شوقین اور ہر صبح شراب کے نشے  
میں غرق رہتا تھا۔

نوعمر لڑکوں اور بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں پہنا کر مسلمانوں کے  
بیت المال پر ہاتھ صاف کرتا اور جب کوئی بندر مرجاتا تو اس کا سوگ مناتا  
تھا۔

لیکن سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل و اولاد پر جو روجھا کے خنجر چلا کر بہت خوش ہوا اور یہ وہ امور ہیں جن سے اس کے دل میں چھپا ہوا کفر آشکار ہو گیا۔

آیے ابوالفداء حافظ ابن کثیر کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں کہ یزید کس کردار کا حامل تھا۔

○ يَزِيدُ بْنُ مَعَاوِيَةَ أَكْثَرُ مَا نَقِمَ عَلَيْهِ فِي عَمَلِهِ شُرْبُ  
الْخَمْرِ وَائْتَانِ بَعْضِ الْفَوَاحِشِ —

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۲)

یزید بن معاویہ جس کے عمل و کردار میں اکثریت کے ساتھ جو چیز پائی جاتی تھی وہ اس کا شراب پینا اور دیگر برائیوں کا ارتکاب ہے۔  
آگے چل کر لکھتے ہیں:

○ إِنَّ يَزِيدَ يَشْرِبُ الْخَمْرَ وَيَتْرُكُ الصَّلَاةَ وَيَتَعَدَّى حُكْمَ  
الْكِتَابِ —

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۳)

اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید شراب پیتا تھا، نماز کو چھوڑتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ”قرآن مجید کے احکام“ سے تجاوز و بغاوت کرتا تھا (یعنی احکام خداوندی کو پس پشت ڈال کر اپنی من مانی کرتا تھا)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ امر ذی عقول پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یزید کو اسلام سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہ تھا بلکہ وہ ایک چھٹا ہوا رنگین مزاج بدمعاش و عیاش، جنسی مریض و بدتماش، بہت بڑا مکار و فریب کار اور

خواہشات نفسانی کا اسیر تھا۔ ”وَيَتَعَدَّى حُكْمُ الْكِتَابِ“ کی عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اسے احکام الہی کی بالکل پرواہ نہ تھی وہ نفس کا غلام تھا۔ اسی کی پیروی کرتا اور اسی کے مزاج و عادات میں درندگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ابن رسول کے قتل پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس سے متعلق علامہ ابن کثیر کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

## قتل حسین رضی اللہ عنہ پر خوش ہوا

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یونس بن حبیب جرمی نے کہا ہے کہ —

لَمَّا قَتَلَ ابْنُ زِيَادِ الْحُسَيْنِ وَمَنْ مَعَهُ بَعَثَ بِرُؤْسِهِمُ إِلَى يَزِيدٍ  
فَسَرَّ بِقَتْلِهِ أَوْلًا وَحَسُنَتْ بِذَلِكَ مَنْزِلَةُ بِنِ زِيَادٍ عِنْدَهُ

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

— جب ابن زیاد نے امام حسین اور آپ کے ساتھیوں (رضی اللہ عنہم) کو قتل کیا اور پھر ان کے سروں کو یزید کے دربار میں پیش کیا تو یزید امام کے قتل سے بہت خوش ہوا اور اس کام سے ”یعنی قتل حسین“ سے یزید کے نزدیک عبید اللہ ابن زیاد کا مقام و مرتبہ بلند ہو گیا۔

یعنی یزید کے نزدیک ابن زیاد قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بعد معزز ہو گیا اور انعام و اکرام کا مستحق ٹھہرا — یزید نے کس حسین کے قتل کی خوشی منائی۔ یہ وہی حسین ہے جسے اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بیٹا فرمایا — اور فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں — جسے جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا — یہ وہی حسین ہے — جس کی گردن کو

مصطفیٰ کریم نے کئی مرتبہ چوما اور اپنے کاندھوں پر کئی بار سوار کیا۔۔۔ حسین۔۔۔ جس کے رونے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہو۔ حسین جس کی محبت ایمان کی مداومت ہے اور اس کا دشمن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہے۔ اس حسین کی شہادت پر خارجیوں اور ناصبیوں کا امیر خوشی منارہا ہے اور اس کے پیروکار سرزمین عرب و عجم پر اس عظیم مجاہد پر تبر ابازی کر رہے ہیں جس نے ظلم و جور کخلاف آواز اٹھا کر اللہ کے حضور اپنی اور اپنی اولاد کی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور اکٹھ ہجری کی بلا خیزیوں کا مقابلہ کیا۔ یہ وہ خطرناک دور تھا جس کی اطلاع قبل از وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو مرحمت فرمائی۔ چنانچہ اسی دور کے بارے میں ایک حدیث جسے علامہ ابن کثیر نقل کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ

○ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا۔۔۔

يَكُونُ خُلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّينَ سَنَةً اَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا

الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غِيَاثًا يَكُونُ خُلْفٌ يَقْرَأُونَ

الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَافِيهِمْ

کہ ساٹھ ہجری کے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے

اور شہوت کی پیروی کریں گے۔۔۔ اور پھر ان ختم ہو جانے کے بعد ایسے

حکمران ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے



نہیں اترے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةً مُؤْمِنٌ وَ مُنَافِقٌ وَ فَاجِرٌ

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۰)

یعنی قرآن پاک تین قسم کے لوگ پڑھتے ہیں۔ مؤمن، منافق اور فاجر۔ حضرت ابوسعید خدری نے حضرت ولید سے دریافت فرمایا — وہ تین کس طرح کے لوگ ہیں تو انہوں نے فرمایا — کہ منافق وہ ہے جو قرآن پڑھ کر اس کا انکار کر دے — اور فاجر وہ ہے جو قرآن پڑھے لیکن اس پر عمل نہ کرے — اور مؤمن وہ ہے جو اس پر ایمان رکھے (اور عمل بھی کرے)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر قرآن پڑھنے والا سچا نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے مختلف فرقے اعتقادی اعتبار سے سچے نہیں بلکہ فسق و فجور کی دنیا بسانے والے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر زمین کے اندر فساد پھا کرنے والے ملت اسلامیہ کے دشمن ہیں اور ان سب سے نمایاں اکٹھ ہجری کی ظلم سے ابتداء کرنے والا یزید ہے۔ جسے اہل دین اپنی جماعت سے خارج تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی امر کے حوالے سے ایک ایسا شعر دیکھیں جو اس زمانے میں ترنم کے ساتھ باواز بلند محفلوں میں پڑھا جاتا تھا۔ شعر اور اس کی روایت اس طرح ہے۔

○ کہ زبیر بن بکار نے عبدالرحمن بن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے

روایت کیا ہے کہ انہوں نے یزید بن معاویہ کے بارے میں کہا

لَسْتُ مِنْنا وَ لَيْسَ خَالِكَ مِنْنا  
يَا مُضِيعَ الصَّلَوَاتِ لِلسَّهَوَاتِ

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۱)

(اے یزید) نہ تو ہم میں سے ہے اور نہ تیرے ننھیال (نانے کے گھرانے

والے) ہم میں سے ہیں۔ اے شہوتوں کیلئے نمازوں کو ضائع و برباد کرنے

والے۔

ناظرین! دیکھا آپ نے یہ ہے یزید! جو خارجی، ناصبی اور نجدی خیالات

کے حاملین کا پیشوا جس پر شہوت کا بھوت اتنی شدت کے ساتھ سوار تھا کہ وہ

شراب کے نشے میں غرقاب ہو کر دینی احکام سے بے خبر ہو جاتا تھا اور اس

کی شراب پینے کی عادات سے بچہ بچہ واقف تھا۔ چنانچہ جب اسکی شراب

نوشی اور دیگر غلیظ عادات کا اس کے والد بزرگوار کو پتہ چلا تو انہوں نے یزید

کو نرم الفاظ میں سمجھانے کی کوشش فرمائی۔ — راویت اس طرح ہے جسے

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ ابن عائشہ نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے۔ —

كَانَ يَزِيدُ فِي حَدَائِثِهِ صَاحِبُ شَرَابٍ يَأْخُذُ مَا خُذَ

الْأَحْدَاثِ —

”یزید بچپن میں بھی شراب پیتا تھا اور پیشاب کی جگہ ہاتھ میں پکڑے رکھتا

تھا۔

جس پر اس کے والد گرامی نے اسے کہا۔ اے بیٹے۔

وَيَشِيْتُ بِكَ عَدُوَّكَ وَكَيْسِيُّ بِكَ صَدِيقُكَ۔

(ان غلیظ حرکتوں کی وجہ سے) ”تیرا دشمن تجھے گالیاں دیتا ہے اور تیرا

دوست تجھے برا جانتا ہے۔ یعنی غلیظ تصور کرتا ہے“۔

(علماء کرام) (یاخذ مأخذ الاحداث) کے معنی خود لسانیات کی کتب میں

دیکھ لیں۔ (میں کتاب آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں غلاظتیں بھرنا

نہیں چاہتا)

## واقعه حرہ

واقعه حرہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں یزیدی لشکر نے مدینہ الرسول میں

خون کی ندیاں بہا دیں اور بارہ ہزار چار سو ستانوے (۱۲۴۹۷) صحابی کرام

رضی اللہ عنہ انصار و مہاجرین، تابعین و حفاظ قریش و اہل مدینہ شہید

ہوئے۔ مدینے کی عصمت مآب خواتین کی عزتوں کو پامال کیا گیا۔ اور

مدینہ منورہ کی ایک ہزار پاک دامن عورتوں نے زنا بالجبر کے نتیجے میں ناجائز

بچے جنے۔ یزیدی لشکر کے گھوڑے مسجد نبوی میں تین دن تک لید اور

پیشاب کرتے رہے۔

۵۷

حرہ کہتے ہیں پتھر لیے بنجر علاقے کو یعنی ایسا علاقہ جو سیاہ لاوے سے ڈھکا

ہوا ہو اور ایسا معلوم ہوتا ہو گویا اسے آگ سے جلادیا گیا ہے۔ ایسے علاقے

خاص طور پر حوران کے مشرق میں پائے جاتے ہیں اور وہاں سے لے کر مدینہ شریف تک پھیلے ہوئے ہیں یہ حرہ جس کا اوپر ذکر آیا ہے۔ مدینہ منورہ کے باغات میں سے ہوتا ہوا شہر کی شمال مشرقی جانب میں پھیلا ہوا ہے جسے حرہ واقم بھی کہتے ہیں چونکہ مقام حرہ پر یزیدی لشکر کے سپہ سالار نے اپنا خیمہ نصب کیا تھا جس کی وجہ سے اس ظالمانہ جنگ کو جنگ حرہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

## واقعات حرہ

علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”جذب القلوب“ جو مدینہ شریف کے بارے میں ایک خوبصورت تاریخی کتاب ہے، میں درج واقعہ حرہ کا خلاصہ اس طرح ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد مسلمان بالخصوص اہل مدینہ یزید پلید سے نفرت کرنے لگے اور رفتہ رفتہ اسکے افعال شنیع و فبیح لوگوں پر آشکارا ہونے لگے اور اسکے ظلم و ستم کی داستانیں پھیلنے لگیں۔“

شہادت حسین بن علی سلام اللہ علیہما کے بعد یزید کے زمانہ حکومت میں جو واقعات ہوئے وہ نہایت ہی فبیح ہیں۔ ان میں ایک واقعہ حرہ بھی ہے اسکو ”حرہ زہرہ“ بھی کہتے ہیں۔ یہ مدینہ طیبہ سے اک میل دور ایک مقام کا نام ہے۔ حضور علیہ السلام نے قبل از وقت اس واقعہ کی خبر دے دی تھی۔

۱۔ حوران دریائے اردن کے پار ایک ضلع کا نام ہے۔ خاص حوران، جبل حوران اور اس کے ساتھ القرہ کے میدان پر مشتمل ہے (دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۸ صفحہ)

واقدی کی کتاب ”حرہ“ کے حوالے سے ایوب بن بشیر سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور دوران سفر جب حرہ کے مقام پر پہنچے تو کھڑے ہو کر آیت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ پڑھی صحابہ کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا: اس مقام حرہ میں میرے صحابہ کے بعد امت کے بہترین امتی قتل کیے جائیں گے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں تورات میں ہے کہ مدینہ منورہ کے مشرقی سنکستاں میں امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ایسے لوگ جامِ شہادت نوش فرمائیں گے جن کے چہرے قیامت کے دن چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

ابن زبالہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بہت زیادہ بارش ہوئی اور حضرت اپنے دوستوں کے ہمراہ برائے سیر و تفریح مدینہ شریف کے اطراف میں نکلے اور جب مقام حرہ پر پہنچے تو اس کی ہر جانب پانی کی ندیاں بہتی دیکھیں، کعب احبار رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین خدا کی قسم جس طرح یہ پانی بہہ رہا ہے ایک دن اس وادی میں خوں کی رو بھی اسی طرح رواں ہوگی۔

○ اہل مدینہ کو جب یزید کی بد اعمالیوں کا علم ہوا تو انہوں نے اعلانیہ یزید کی مخالفت شروع کر دی اور اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ ۶۲ھ شروع ہوا تو یزید پلید نے عثمان بن محمد نے اہل مدینہ کے باشندوں کو یزید کی بیعت پر دعوت دے کر آمادہ کرے۔ عثمان بن محمد نے اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کی

طرف روانہ کیا۔ دل کے نہاں خانوں میں یہ بات تھی کہ یہ بااثر وفد یزید کی فیاضیوں کو دیکھ کر مرعوب ہو جائے گا۔ اس طرح مدینہ کے لوگ قابو میں آ جائیں گے۔ جب وہ وفد واپس لوٹا (جس میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ، حضرت منذر وغیرہ رضی اللہ عنہ موجود تھے) تو یزید کی بے حیائی، بے دینی، شراب نوشی، ممنوعات کے ارتکاب اور کتوں سے کھیلنے کا ذکر کیا۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اہل مدینہ یزید کی علامات فسق و فساد کے ظاہر ہو جانے کے بعد منبر پر چڑھ کر اس کی بیعت کے منکر ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر کہا۔ اگرچہ یزید نے مجھے انعام دیا ہے اور میری جائیداد میں اضافہ کیا ہے لیکن جو خدا کا دشمن اور دائم الخمر (ہمیشہ شراب کے نشہ میں مخمور رہنے والا) ہے۔ میں نے اسکی بیعت کو اپنے سے اس طرح علیحدہ کر دیا ہے جس طرح اپنی دستار کو۔ دوسرا آدمی اٹھا اس نے اپنی جوتیاں پاؤں سے اتار کر یزید کی بیعت توڑ دی۔ یہاں تک کہ عماموں اور جوتیوں سے مقام مجلس بھر گیا۔

○ یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو شامیوں کا ایک بہت بڑا لشکر دے کر اہل مدینہ سے جنگ کرنے کیلئے بھیجا تا کہ ان کو مدینہ طیبہ کے حرہ میں نہایت سختی سے قتل کرے اور جتنی شدت کر سکتا ہے کرے اس نے تین روز حرم نبوی کی بے حرمتی کی اسی سبب سے اس کو واقعہ حرہ کہتے ہیں اور اس کا وقوع حرہ واقم میں ہوا۔ یہ جگہ مسجد نبوی شریف سے ایک میل کے فاصلے پر ہے، جو اہل مدینہ شہید ہوئے ان کی تعداد کچھ اس طرح ہے۔

مہاجرین و انصار علماء و تابعین — ۱۷۰۰ — عوام الناس — دس ہزار  
۱۰۰۰۰ — حافظ قرآن — ۷۰۰ (سات سو) — قریش —

۹۷ — میزان — ۱۲۴۹۷

اس کے علاوہ بد بخت یزیدوں نے فسق و فساد اور زنا کو مباح کر دیا۔ یہاں  
تک کہ ظلم و زنا کے نتیجے میں مدینہ کی عصمت مآب ایک ہزار کنواری بیٹیوں  
نے ناجائز بچے جنے۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے۔ حضور صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کے روضہ شریف اور منبر شریف کی درمیانی جگہ (جس کے متعلق  
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے) ”رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ“  
(یہ جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔) — گھوڑے لید اور  
پیشاب کرتے رہے۔

مسلم بن عقبہ جس کو ”مسرف“ کہتے ہیں۔ لوگوں کو یزید پلید کی بیعت اور  
اس کی غلامی کے عہد پر اس طرح آمادہ کرنا چاہتا تھا کہ اگر چاہے تو یزید  
تمہیں بیچ ڈالے اور چاہے تو تمہیں آزاد کر دے۔ خواہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت

کی جانب بلائے یا گناہوں کی طرف بلائے۔ (ماخوذ از جذب القلوب)

○ علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بیان کیا ہے کہ یزیدی فوج نے  
اہل مدینہ کی بے حرمتی اس طرح بھی کی کہ وہ سب ظالم — وَقَعُوا عَلٰی  
النِّسَاءِ — عورتوں پر ٹوٹ پڑے اور اس کے نتیجے میں مدینہ کی عزت دار  
مستورات کو یہ ندامت اٹھانا پڑی — لکھتے ہیں مدائنی نے ابو قرہ سے

۱ — سرف کہتے انسانی خون کو ارزاں کرنے والا کو (یعنی انسانی خون کو بے درلغ بہانے والا)

روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہشام بن حسان نے کہا ہے:  
 وَلَدَتْ أَلْفُ امْرَأَةٍ فِي تِلْكَ الْأَيَّامِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ بَعْدَ وَقْعَةِ  
 الْحَرَّةِ مِنْ غَيْرِ زَوْجٍ —

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۲۱)

اہل مدینہ میں سے واقعہ حرہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے بغیر خاوندوں کے  
 بچے جنے۔

خیال رہے کہ یہاں علامہ ابن کثیر کی کتاب ”البدایہ والنہایہ“ کے حوالہ سے  
 بیان کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ موجودہ دور کے خوارج نواصب علامہ  
 ابن کثیر کو ثقہ تصور کرتے ہیں اور ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے کے ناطے ان  
 کا طبعی رجحان بھی کچھ کچھ ابن تیمیہ کے تصوراتی مسلک کی طرف ہے۔ اس  
 کے باوجود انہوں نے یزید لعین کے گھٹیا اور برے کردار کو طشت از بام کیا  
 ہے۔

## واڑھی کے بال نوچ ڈالے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزیدوں نے نہایت بزدلانہ  
 حرکت کی اور اپنی کمینگی کا اظہار آپ کی ریش مبارک نوچ کر کیا۔ جذب  
 القلوب میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت  
 ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کی واڑھی مبارک جڑ سے نوچی ہوئی  
 ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ اپنی ریش مبارک سے کھیلا کرتے تھے کہ  
 بال ندارد ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اہل شام (یزیدی



لشکر) کا مجھ پر جو ظلم ہوا ہے یہ اس کے آثار ہیں اور اس کا تعلق واقعہ حرہ سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ یزیدی فوج کا ایک گروہ میرے گھر میں گھس آیا اور جو کچھ گھر میں مال و متاع موجود تھا سب کچھ لوٹ کر لے گئے اور اس کے بعد ایک اور گروہ گھر میں گھس آیا اور جب گھر میں کوئی چیز نہ پائی تو ان لوگوں کے سینوں میں غصے کی آگ بھڑک اٹھی۔ کہنے لگے کہ بڑھے کو بلاؤ، چنانچہ ان لوگوں نے باری باری میری داڑھی کا ایک ایک بال اکھیڑنا شروع کیا اور اب یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ (جذب القلوب)

## روضہ رسول میں اذان و اقامت

حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ جب جنگ حرہ ہوئی —  
 لَمْ يُؤذَنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وآله) وَسَلَّمَ  
 ثَلَاثًا —

کہ تین دن تک مسجد نبوی میں اذان و اقامت نہ ہوئی —  
 اور حضرت سعید ابن مسیب مسجد سے جدا نہ ہوئے۔

وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتُ الصَّلَاةِ إِلَّا بِهَمَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ  
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وآله) وَسَلَّمَ —

اور نماز کے وقت کا پتہ نہ چلتا تھا مگر ایک ہلکی سی آواز کے ذریعے سے جس کو  
 وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سے سنا کرتے تھے (یعنی نماز کے  
 وقت اقامت و اذان کی آواز)

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۷ باب الکرامات فصل ثانی)

○ علامہ شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی علامہ ابن جوزی کی سند کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ حرہ کی راتوں میں میرے سوا دوسرا کوئی شخص مسجد نبوی میں نہ تھا۔ اہل شام جب مسجد میں آتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ دیوانہ بڑھا یہاں کیا کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نماز کا کوئی وقت ایسا نہ گزرتا تھا جو میں اذان و اقامت کی آواز روضہ رسول سے نہ سنتا ہوں اور پھر اسی اذان و اقامت سے نماز ادا کرتا تھا اور کوئی شخص میرے ساتھ مسجد میں نہ ہوتا تھا۔ (جذب القلوب)

○ محقق عظیم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل الایمان میں یزید کے پیروکاروں کی مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے امیر کیسے ہو سکتا ہے اور مسلمانوں کا اجماع اس پر کس طرح واجب آتا ہے جبکہ اس وقت کے صحابہ کرام اور صحابہ کی اولاد جو بھی اس وقت موجود تھی اس کی اطاعت سے بیزاری کا اعلان کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں چند لوگ اس کے پاس شام میں جبر و کراہ سے پہنچائے گئے تھے مگر یزید کے ناپسندیدہ اعمال کو دیکھ کر واپس مدینہ چلے آئے اور عارضی بیعت کو فسق کر دیا اور ان لوگوں نے برملا کہا کہ وہ خدا کا دشمن ہے، شراب نوش ہے، تارک الصلوٰۃ ہے، زانی ہے، فاسق ہے، محارم (وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے) صحبت کرنے سے بھی باز نہیں آتا تھا۔

○ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے بعض لوگوں کی اس رائے کو مردود و باطل کہا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ یزید امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے قتل کا

ذمہ دار نہیں اور نہ اس نے قتل حسین کا حکم دیا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ رائے مردود اور باطل ہے کیونکہ یزید کی اہل بیت سے عداوت اور اہل بیت کی اہانت کے واقعات تو اتر کے ساتھ اس سے سرزد ہوتے رہے۔  
 ○ ایک طبقہ کی رائے یہ ہے کہ قتل حسین دراصل گناہ کبیرہ ہے۔ اس لیے مومن کا قتل ناحق گناہ کبیرہ کے زمرہ میں آتا ہے۔ کفر میں نہیں آتا مگر لعنت تو کافروں کیلئے مخصوص ہے۔ شیخ محقق نے ایسی رائے کا اظہار کرنا نہ والوں پر افسوس کا اظہار فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ لوگ حضور علیہ السلام کے کلام سے بھی بے خبر ہیں کیونکہ حضرت سیدہ فاطمہ اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت اور انہیں تکلیف پہنچانا اور ان کی توہین کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کا باعث ہے۔ فرماتے ہیں کیا اہانت رسول اور عداوت رسول کفر و لعنت کا سبب نہیں ہے اور یہ بات کیا جہنم کی آگ میں پہنچانے کیلئے کافی نہیں۔ فرمان خداوندی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
 وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا

ترجمہ: ”وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچانتے ہیں۔ یقیناً وہ دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں اور خدا تعالیٰ نے ان کیلئے دردناک عذاب مقرر کیا ہے۔“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ علمائے سلف اور مشاہیر امت میں سے بعض نے جن میں امام احمد بن حنبل

جیسے بزرگ شامل ہیں۔ یزید پر لعنت کی ہے۔ علامہ ابن جوزی جو شریعت اور حفظ سنت میں بڑے متشد تھے۔ اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کرنا علمائے سلف سے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں ہماری رائے میں یزید مبعوض ترین انسان تھا۔ اس بد بخت نے جو کارہائے بد سر انجام دیئے ہیں۔ امت رسول میں سے کسی سے نہیں ہو سکے۔ شہادت حسین اور اہانت اہل بیت سے فارغ ہو کر اس بد بخت نے مدینہ منورہ پر لشکر کشی اور اس مقدس شہر کی بے حرمتی کے بعد اہل مدینہ کے خون سے ہاتھ رنگے اور باقی ماندہ صحابہ کرام اور تابعین اس کی تیغِ ستم کی نذر ہو گئے۔ مدینہ منورہ کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد اس نے مکہ معظمہ کی تباہی کا حکم دیا۔

(ماخوذ از تکمیل الایمان مترجم)

## غلاف کعبہ جلا دیا

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یزید کی فوج نے مکہ پہنچ کر حضرت عبداللہ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا محاصرہ کر لیا، ان کے قتل کی تدبیریں کیں اور ان پر منجنیق سے پتھر برسائے۔ یہ واقعہ صفر کے مہینے سن ۶۰ھ میں رونما ہوا اور شہر امن میں آگ لگادی۔

وَاحْتَرَقَتْ مِنْ شِرَارَةِ نِيرَانِهِمْ أَسْتَارُ الْكَعْبَةِ وَسَقْفُهَا وَقَرْنَا  
الْكَبْشِ الَّذِي فَدَى اللَّهَ بِهِ إِسْمَاعِيلَ وَكَانَ فِي السَّقْفِ

(تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۰۹ مطبوعہ میر محمد آرام باغ کراچی)

اور آگ کے شعلوں سے کعبہ کا خلاف اور اس کی چھت جل گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا اور جس کے دونوں سینگ ابھی تک کعبہ کی چھت میں لگے ہوئے تھے وہ بھی لا کر خاکستر کر دیئے گئے۔

یزید کی حمایت کرنے والے خارجیوں، ناصبیوں اور مسلمانوں پر کفر و شرک اور بدعت کے فتوے لگانے والوں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ کعبہ پر آگ برسانے والا اور اپنی شخصی حکومت کو بچانے کیلئے مدینہ منورہ کے باشندوں کو قتل کرنے والا اور مسجد نبوی میں گھوڑے باندھنے والوں کا سرغنہ مومنوں کا امیر کیسے ہو سکتا ہے، اگر وہ پیدائشی جنتی ہے تو پھر دوزخی کون؟ ہماری دعا ہے کہ یزید سے محبت کرنے والوں کا انجام وحشر یزید کے ساتھ ہو۔ یزید کیساتھ چلو اس کے حقیقی بیٹے سے پوچھتے ہیں۔

## یزید کے بیٹے کا خطبہ

یزید کے بیٹے کا نام معاویہ (بن یزید بن معاویہ بن ابوسفیان) ہے۔ وہ نوجوان صالح تھا۔ یزید نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا اور وہ مرنے تک مسلسل بیمار رہا، وہ نہ لوگوں کے پاس آیا اور نہ انہیں نماز پڑھائی اور نہ ہی کسی کام میں مداخلت کی۔ وہ یزید کے مرنے کے بعد صرف چالیس روز زندہ رہا۔ جب اسے حکمران بنایا گیا تو اس نے منبر پر چڑھ کر ان الفاظ میں خطبہ دیا۔

فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ الْخِلَافَةَ حَبْلُ اللَّهِ وَإِنْ جَدِّي مُعَاوِيَةَ نَارِعَ

الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَمَنْ هُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ عَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَرَكِبَ  
بِكُمْ مَا تَعْلَمُونَ حَتَّىٰ آتَتْهُ مَنِيَّتُهُ فَنَصَرَ فِي قَبْرِهِ رَهِينًا بِذُنُوبِهِ  
ثُمَّ قَلَّدَ أَبِي الْأَمْرَ وَكَانَ غَيْرَ أَهْلِ لَهُ وَنَارِغُ ابْنِ بِنْتِ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وَآلِهِ) وَسَلَّمَ فَقَصَفَ عُمُرَهُ وَانْبَتَرَ عُقْبَهُ  
وَصَارَ فِي قَبْرِهِ رَهِينًا بِذُنُوبِهِ — ثُمَّ بَكَى — وَقَالَ إِنَّ  
مِنْ أَعْظَمِ الْأُمُورِ عَلَيْنَا عَلِمْنَا بِسُوءِ مَصْرَعِهِ وَبِئْسَ مَنْقَلِبُهُ  
وَقَدْ قَتَلَ عِتْرَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وَآلِهِ) وَسَلَّمَ  
وَأَبَاحَ الْخَمْرَ وَخَرَّبَ الْكَعْبَةَ وَلَمْ أَذُقْ حِلَاوَةَ الْخِلَافَةِ فَلَا  
اتَّقَلَّدَ مَرَارَتَهَا فَشَانُكُمْ أَمْرُكُمْ —

(الصواعق المحرقة ص ۲۲۳ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

یعنی — یہ خلافت اللہ رب العزت کی رسی ہے اور میرے دادا معاویہ رضی  
اللہ عنہ نے اس شخص سے خلافت کا جھگڑا کیا جو اس سے خلافت کا زیادہ  
حق دار تھا۔ یعنی حضرت علی بن ابی طالب اور جو سلوک وہ تم سے کرتا رہا ہے تم  
اسے جانتے ہو۔ یہاں تک کہ موت نے اسے آ لیا اور وہ اپنی قبر میں اپنے  
ذنوب کا قیدی ہو گیا ہے۔ پھر میرے باپ نے خلافت سنبھالی اور وہ اس کا  
اہل نہیں تھا اور اس نے رسول اللہ کی بیٹی کے بیٹے سے جھگڑا کیا اور اس کی  
زندگی ختم کر دی اور اس کی اپنی اولاد بھی تباہ ہو گئی اور وہ اپنی قبر میں اپنے  
گناہوں کا قیدی ہو گیا۔ پھر اس (یزید کے بیٹے) نے رو کر کہا۔ جو بات ہم  
پر سب سے زیادہ گراں ہے — وہ یہ ہے کہ ہم سب کو اس کے برے انجام  
کا علم ہے۔ اس نے عترت رسول کو قتل کیا اور شراب کو جائز قرار دیا اور کعبہ

شریف کو ویران کیا۔ میں نے خلافت کا مزہ نہیں چکھا اور نہ ہی اس کو تلخیوں کو گلے کا ہار بنانا چاہتا ہوں ”اے لوگوں“ تم اپنے معاملات کو خود سمجھو۔

خیال رہے جو یزید کے بیٹے معاویہ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ اس کو علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”صواعق محرقہ“ میں نقل کیا ہے۔ خطبے کے آخری الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔ ”خدا کی قسم! اگر دنیا اچھی چیز ہے تو ہم نے اس سے اپنا حصہ وصول کر لیا ہے اور اگر دنیا بری چیز ہے تو ابو سفیان کی اولاد کیلئے وہی کافی ہے جو اس نے حاصل کر لیا ہے۔“

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یزید کا بیٹا یہ مختصر تقریر کرنے کے بعد اپنے گھر کے اندر چھپ کر بیٹھ گیا اور چالیس دن کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے وہ اپنے باپ سے زیادہ انصاف پسند تھا۔ اس نے بتا دیا کہ خلافت اس کے اہل کو ملنی چاہئے۔

یزید کے بیٹے معاویہ کی مندرجہ بالا تقریر سے جو بات نکھر کر سامنے آئی وہ یہ ہے کہ حسین کا کردار صداقت پر مبنی ہے اور یزید کا کردار جھوٹ اور فریب کا آئینہ دار ہے۔ یزید خلافت کا حق دار نہ تھا نہ ہی اس میں امور سلطنت بخوبی انجام دینے کی صلاحیت تھی۔ وہ ایک قاتل ظالم شرابی اور کعبہ شریف کو ویران کرنے والا ایک شیطان صفت درندہ تھا۔

گزشتہ اوراق میں یزید کے بارے میں جو کچھ لکھا جا چکا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید محارم (جن عورتوں سے نکاح حرام ہے) سے صحبت کرتا تھا۔ شرابی اور زانی تھا۔ نو عمر لڑکوں اور گانے والی فاحشہ عورتوں کو اپنے گرد جمع رکھتا

تھا۔ اور بندروں سے کھیلنا اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ اور بندروں اور نو عمر لڑکوں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ اسی نے مدینہ منورہ کے (۱۲۴۹) عظیم المرتبت لوگوں کو قتل کرایا اور مدینہ الرسول کی ایک ہزار عصمت مآب کنواری بیٹیوں کی عزتوں کو پامال کرایا۔ اور مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے۔ مدینہ شہر کے لوگوں کو حراساں کیا اور ان پر بے پناہ مظالم توڑے۔ مکہ معظمہ کے لوگوں پر جنگ مسلط کی غلاف کعبہ جلا ڈالا اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے مینڈھے کے سینگ جلا دیئے جو کعبہ شریف کی چھت پر لٹکے ہوئے تھے جن کی برکت سے کائنات ارضی میں امن و سکون کی ہوائیں چلتی تھیں۔ اور اس نے آل رسول اولاد فاطمہ ؑ کو بے دردی سے قتل کرایا۔ اور اپنی شخصی حکومت کو برقرار رکھنے کیلئے گھروں کو جلایا اور ظلم و ستم کا بازار گرم کیا۔

یزید کی حمایت میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے والوں کا اگر رسول اللہ کے ساتھ رتی برابر بھی قلبی لگاؤ ہوتا تو وہ یزید کے حق میں بات کرنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی انہیں اس امر کی خدا نے توفیق عطا فرمائی۔ اگر سچ پوچھیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے اہل اسلام انتشار کا شکار ہوئے اور انہی لوگوں کی خرافات سے مسلمان اسلام سے برگشتہ ہو رہے ہیں اور یہی وہ ٹولہ ہے جس نے مسلمانوں کو کافرو مشرک اور بدعتی کہہ کر دین سے دور کیا۔ اسلام کے لئے یہ چھپے ہوئے دشمن اگر یزید کی حمایت نہ کریں تو اور کیا کریں۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ مندرجہ بالا صفات کے حامل شخص پیدائشی جنتی ہے یا دوزخ کا ایندھن۔



## شرابی

یزید شرابی تھا اور اس کے شراب پینے کی گواہی اس کے بیٹے نے دی ہے۔  
 شراب حرام ہے اور شراب پینے والا امیر المومنین نہیں ہو سکتا۔ شراب  
 پلیدی اور گندگی ہے۔ پلید اور گندہ آدمی خلیفۃ المسلمین نہیں بن سکتا۔  
 شراب نوشی شیطانی کام ہے جس نے شراب پی اس نے شیطان کو راضی کیا  
 اور شیطان کے ہاتھوں میں کھیلنے والا خلیفہ برحق نہیں ہو سکتا۔

○ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ  
 وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ  
 تَفْلِحُونَ ○

(پ ۷ سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۰)

اے ایمان والو! شراب، جو اُبت اور پانسے ناپاک اور شیطانی کام ہیں تو ان  
 سے بچتے رہنا تا کہ تم فلاح پاؤ۔

○ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔

اجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَإِنَّهَا أُمُّ الْخَبَائِثِ

(الزواج عن اقراف الکبار ج ۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان)

○ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ

(الزواج عن اقراف الکبار ج ۲ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان سن اشاعت ۱۹۸۳ء)

شراب سے بچو! کیونکہ وہ ہر شرارت کی کنجی ہے۔

○ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے —

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌ وَلَا قُمَّارٌ وَمَنَّانٌ وَلَا مُدْمِنُ الْخَمْرِ

(مشکوٰۃ جلد ۲، ص ۳۴۰ مطبوعہ عربیہ لاہور باب بیان الخمر و عید شرابھا)

والدین کا نافرمان جوئے باز دے کر احسان جتلانے والا ہمیشہ شراب نوشی

کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوں گے (اگر تائب نہ ہوئے)

○ حضرت ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

میں ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرا جو شراب کے نشہ میں چورتھا، وہ اپنے

ہاتھ میں پیشاب کرتا تھا اور پھر اسی پیشاب سے اپنے ہاتھ اور منہ دھوتا تھا۔

وضو کرنے والے کی طرح اور یہ پڑھتا تھا —

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ الْإِسْلَامَ نُورًا وَالْمَاءَ طَهُورًا

(الزواجر ۲، ص ۱۵۱)

سب تعریفیں اللہ کیلئے جس نے اسلام کو نور اور پانی کو پاک کیا —

جو پانی اور شراب میں تمیز نہ کر سکے اسے اللہ تعالیٰ کے احکام کہاں یاد رہتے

ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت داری مکہ معظمہ اور مدینہ

منورہ کی عظمتیں اس کے حاشہ خیال کہاں رہ سکتی ہیں۔

○ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شراب کے

بارے میں پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا —

هِيَ أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ وَأُمُّ الْفَوَاحِشِ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ وَتَرَكَ

## الصَّلَاةُ وَوَقَعَ عَلَىٰ أُمَّهِ وَخَالَتِهِ عَمَّتِهِ

(الزواج جلد ۲، صفحہ ۱۵۶)

فرمایا: یہ بڑا کبیرہ گناہ ہے اور تمام برائیوں کی ماں ہے اور جو شخص شراب پیتا ہے نماز کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ اپنی ماں یا خالہ یا اپنی پھوپھی کے ساتھ برا کرتا ہے۔

○ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام علائی کے حوالے سے زواجر میں نقل کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کے بارے میں دس شخصوں پر لعنت فرمائی ہے: ۱ — وَعَاصِرَهَا — ۲ — وَمُعْتَصِرَهَا — ۳ — وَشَارِبَهَا — ۴ — وَحَامِلَهَا — ۵ — وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ — ۶ — وَسَاقِيَهَا — ۷ — وَبَائِعَهَا — ۸ — وَآكِلِ ثَمَنًا — ۹ — وَالْمُشْتَرِي لَهَا — ۱۰ — وَالْمُشْتَرِي لَهَا — شراب بنانے والا، شراب بنوانے، شراب پینے والا، شراب اٹھانے والا اور جس کے پاس اٹھا کر لائی گئی ہو اور شراب پلانے والا بیچنے والا اور اس کی کمائی کھانے، شراب خریدنے والا اور جس کے لیے خریدی گئی ہو۔

(الزواج جلد ۲، صفحہ ۱۵۷ (رواہ ابوداؤد))

رسول اللہ نے ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔

اوپر درج چند احادیث پر غور فرمائیں اور پھر موجودہ دور کے خارجیوں اور ناصبیوں کی تحریروں کو دیکھیں کہ انہوں نے ایک شرابی کو خلیفہ برحق، امیر

المومنین خلیفہ راشد اور اس کی شخصی حکومت کو خلافت علیٰ منہاج النبوة ثابت کرنے کیلئے کیسی کیسی چالیں چلی ہیں اور کیسے کیسے فریب کے جال بنے ہیں۔

یزید شراب پیتا تھا اور یہ بات تو اتر کے ساتھ ثابت ہے اور پھر قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ شرابی آدمی کسی صورت بھی اہل اسلام کا حکمران نہیں بن سکتا اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں شرابی قیادتوں نے جو تباہی مچائی اور اسلامی اقدار کو پامال کیا اس سے ملت اسلامیہ تمام معاملات میں اغیار کی دست نگر ہو کر رہ گئی۔

### یزید بدکار

علماء نے صحابہ کرام اور تابعین کی زبانی لکھا ہے کہ یزید زانی اور بدکار تھا اس کی ہولناکیوں اور شہوت انگیزیوں کے قصے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

قرآن مجید نے بدکاری کی برائی بیان کرتے ہوئے فرمایا —

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْنِيَّ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا

(پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۲)

اے لوگو! زنا بدکاری کے قریب مت جاؤ بے شک یہ بے حیائی اور نہایت ہی برا راستہ ہے۔

○ حدیث میں آیا ہے —

مَنْ زَنِيَ أَوْ شَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللَّهُ مِنْهُ الْإِيمَانَ كَمَا يَخْلَعُ  
الْإِنْسَانُ الْقَمِيصَ مِنْ رَأْسِهِ —

(الزواج جلد ۲ صفحہ ۱۵۲)

”جس نے زنا کیا یا شراب پی اللہ اس سے ایمان کو ایسے اتار دیتا ہے جیسے انسان اپنے سر سے کرتا اتار دیتا ہے۔“

ایک فاسق و فاجر زانی و شرابی اور کبائر کا ارتکاب کرنے والے کو متقی، پرہیزگار، پابند صوم و صلوة، کرم النفس، حلیم الطبع اور سنجیدہ و متین کہنے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ وہ کس بدکار کی وکالت کر رہے ہیں۔ یزید کی زندگی، شیطانی منشور کے مطابق گزری ہے۔ جو شخص شیطانی دستور و ضابطہ اور کفرانہ طور طریقہ کے عین مطابق زندگی کو گزار دیتا ہے وہ مسلمانوں کا سربراہ مملکت نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ نواسہ رسول نے یزید کی حکمرانی تسلیم نہیں کی۔

○ یزید نو عمر لڑکوں کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا اور ان کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس میں قوم لوط کی طرح خلاف فطرت بد فعلی کی عادت تھی۔ جس کی وجہ سے وہ اس قسم کی حرکتیں کرتا تھا اور اس قسم کی گندی حرکتوں کا مرتکب شخص خارجیوں، ناصیبوں، نجدیوں اور مسلمانوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگانے والوں کو امیر تو ہو سکتا ہے، حسین رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے ماننے والوں کا امیر نہیں ہو سکتا۔

○ یزید ناچنے اور گانے بجانے والی دوشیزاؤں کو بھی اپنے گرد جمع رکھتا تھا اور شراب کے نشے میں چوہ بد مستی کے عالم میں ان سے گانے سنتا تھا۔ ہم

۱۔ مکتوٰۃ کی حدیث ہے: ”مَلْعُونٌ مِّنْ عَمَلِ عَمَلِ قَوْمِ لُوطٍ“ ”جس شخص نے قوم لوط کا سا فعل کیا وہ ملعون ہے۔“

یزید کے وکلائے صفائی سے پوچھتے ہیں۔ کیا اسی کا نام پرہیزگاری اور تقویٰ شعاری ہے۔

○ یزید بندروں سے بہت محبت کرتا تھا اور ان کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا اور ایک روایت کے مطابق وہ بندر کے کانٹے سے ہی مرا تھا اور جس شخص کی زندگی کا زیادہ تر حصہ بندروں جیسے شرارتی جانوروں سے کھیلتے ہوئے گزرا ہو وہ خود کتنا شرارتی ہوگا اور شرارتیں جس کے آنگن میں جنم لیتی ہوں وہ شرافت کے پیکروں کا امیر کس طرح بن سکتا ہے۔

○ یزید نے مدینہ منورہ کے پر نور ماحول میں ظلمت کی آندھیاں بپا کیں۔ اہل مدینہ کے مال و متاع کو لوٹا اور مدینے کی عزت مآب بیٹیوں کی ناموس کو برباد کیا اور حرہ کے مقام پر خون کی ندیاں بہائیں، قرآن کے حافظوں، دین کے عالموں کو نہایت بے دردی سے قتل کیا۔

وہ مدینہ — جس کی عظمتوں کے تذکرے قرآن میں ہیں۔ جس کی شان کے ترانے فرشتوں نے گائے۔ جس کی بڑائی کے بول زبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلے۔ جو فرشتوں کا جائے نزول ہے — جہاں حجرہ زہراء بتول ہے — جو جنت ارضی یتیموں، مسکینوں، دکھ درد کے ماروں کی جائے پناہ ہے۔

وہ مدینہ — جو کائنات ارضی کے ماتھے کا جھومر ہے۔ جو دارالقرار اور مہبط جبریل ہے — یہ وہ مدینہ ہے جہاں گنبد خضریٰ کے انوار چمکتے ہیں۔ جہاں رسول خدا کی رضائی ماں اور امہات المؤمنین کے مزارات ہیں، جہاں رسول

کی بیٹیاں۔ استراحت فرما رہی ہوں۔ — یہ وہ مدینہ ہے۔ — جس کے پہلو میں ایک پرشکوہ پہاڑ ہے، جس کو احد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی احد ہے جو رسول اللہ سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ اس سے محبت فرماتے ہیں اور اسی احد کی آغوش میں رسول خدا کے شیر دل چچا حضرت حمزہ (سلام اللہ علیہ) اور دیگر شہداء عالم برزخ کی ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ — یہ وہی مدینہ ہے۔ — جس کے درمیان جنت البقیع ہے، جس میں حضرت حسن مجتبیٰ زہر کا جام پی کر ابدی نیند کے مزے لوٹ رہے ہیں اور جس میں امام زین العابدین، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر سرکار علیہ السلام کے جانثار صحابہ کبار کے مزارات و مقابر تھے جنہیں یزید کے پیروکاروں نے منہدم کر دیا ہے۔ یزید نے اس مدینے کو اجاڑا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسایا تھا۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ مدینے شریف کی گلیوں کے گرد و غبار کے بارے میں رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ — امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الجامع الصغیر“ جو حدیث کی معرکہ الاراء کتاب ہے۔ میں حدیث نقل فرمائی۔ لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

غُبَارِ الْمَدِينَةِ شِفَاءٌ مِّنَ الْجُدَامِ —

مدینہ منورہ کی دھول کوڑھ کیلئے شفا ہے۔ —

غُبَارُ الْمَدِينَةِ يُبْرِئُ مِنَ الْجُدَامِ —

خاک مدینہ کوڑھ سے بری کر دیتی ہے۔ —

## غُبَارُ الْمَدِينَةِ يُطْفِئُ الْجُدَامَ —

(الجامع الصغير جلد ۲ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان)

مدینہ کا گرد و غبار کوڑھ (کی آگ کو) بجھا دیتا ہے۔

خیال رہے کہ کوڑھ ایسی موذی بیماری ہے جس سے بدن گل جاتا ہے اور اس بیماری کا علاج آج بھی ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ یہ ایسا علاج مرض ہے جس کا آج کے اس سائنسی دور میں بھی کوئی حتمی علاج دکھائی نہیں دیتا۔ اگر اس کا کوئی مستقلی علاج اس کرۂ ارض پر کہیں ہے تو وہ صرف مدینہ شہر کی گلیوں کے گرد و غبار میں ہے۔ ایسے پاکیزہ اور برکتوں بھرے شہر کو تاخت و تاراج کرنا خارجیوں و ہابیوں کے پیشوا کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ ایمان والے ایسا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ شریف اور اہل مدینہ سے بہت زیادہ محبت ہے مدینے والوں کو کسی قسم کی بھی کوئی پریشانی لاحق ہو تو سرکار کو برداشت نہیں ہوتا تھا۔ جب حضور آئندہ وقوع پذیر ہونے والے حادثات کو اپنی نظر نبوت سے دیکھتے تو پریشان ہو جاتے۔ ایک مرتبہ سرکار علیہ السلام نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو واقعہ حرہ کی خبر دیتے ہوئے بڑے افسوس و پریشانی کے عالم میں فرمایا۔ ابوذر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ اے ابوذر۔ میں نے عرض کیا:

لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ —

تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے



فرمایا:

كَيْفَ أَنْتَ إِذَا رَأَيْتَ أَحْجَارَ الزَّيْتِ قَدْ عُرِفَتْ بِالدَّمِّ —

(سنن ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۲۹)

(اے ابوذر رضی اللہ عنہ) اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب تو دیکھے گا کم  
زیت (مقام حرہ) کے پتھر خون میں ڈوب جائیں گے۔

یزیدی فوجوں کی مقام حرہ پر خون ریزی کی خبر رسول اللہ نے قبل از وقت  
دے دی تھی اور خارجیوں کے امیر کے اس ظالمانہ کارنامے اور اس کی  
درندگی اور خباثتوں کی نشاندہی مدتوں پہلے کر دی تھی۔ آل رسول صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں یزید کی حمایت کا علم بلند کرنے والو تم نے کبھی یہ  
بھی سوچنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ قیامت کے دن حسین رضی اللہ عنہ کے  
نانا جان کے امتی کس منہ سے کہلوائیں گے۔ اہل مدینہ کو یزید کے حراساں  
کرنے پر خوش ہونے والو! مسلم کی ایک حدیث نقل کرتا ہوں کہ شاید اس پر  
غور کرنے کے بعد تم اپنے غلیظ نظریات پر نظر ثانی کر کے شہ عالم کے ساتھ  
قلبی تعلق جوڑ سکو جس کی امید نہیں ہے۔

○ مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَخَافَهُ اللَّهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ  
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ —

جس نے مدینے والوں کو حراساں کیا اللہ تعالیٰ اسے خوف میں مبتلا کرے  
گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

مذکورہ بالا حدیث مسلم کی رو سے یزید لعنتی ہوایا نہیں؟ اور جو لوگ اس کے ساتھی اور دوست ہیں وہ اسی زمرے میں آتے ہیں یا نہیں؟ گلے میں لعنت کے طوق ڈال کر اگر میدان محشر میں وارد ہونا چاہتے ہو تو پھر ہمت سے کام لو تو تمہیں کوئی نہیں روکے گا تمہاری اندرونی بیماری سے ہر ذی شعور واقف ہے تمہاری پس پردہ شرانگیزیوں اور دین کا حلیہ بگاڑنے کی سازشوں سے اہل اسلام پوری طرح آگاہ ہیں لیکن یاد رکھو کہ اس ملک پاکستان کی سر زمین میں جو شیخ نجدی کا روپ دھارنے کی کوشش کرے گا تو صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ لو آؤ اپنے امام و خلیفہ کے بارے میں علمائے امت کی رائے بھی انہیں کی زبانی سن لو اور فساد و عناد کی دنیا سے نکل کر امن و سکون کی کائنات میں واپس لوٹنے کی کوشش کرو اور امام الانبیاء کی خوشنودی حاصل کرنے کی جدوجہد کرو اسی میں تم سب کی بھلائی ہے اور قیامت بالکل قریب ہے۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔

### لعنتی یزید

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ جن لوگوں نے یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ ان میں علامہ ابن جوزی بھی شامل ہیں اور انہوں نے اسے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ ابن جوزی اپنی کتاب ”الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید“ میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے ایک سائل نے یزید بن معاویہ کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے اسے کہا کہ وہ جس حال میں ہے وہی اس کیلئے

کافی ہے۔ اس نے کہا ایب جوز لعنہ؟ کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے؟ فرماتے ہیں میں نے اسے جواب دیا کہ متقی علماء نے بھی اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے جس میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ انہوں نے یزید کے بارے میں لعنت کا ذکر کیا ہے۔ پھر ابن جوزی نے قاضی ابویعلیٰ سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنی کتاب ”المعتمد الاصول“ میں صالح بن احمد بن حنبل کی طرف اسناد کر کے لکھا ہے کہ میں نے اپنے باپ (امام احمد بن حنبل) کی خدمت میں عرض کیا کہ کچھ لوگ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ہم یزید کے دوست ہیں۔ امام نے فرمایا: اے بیٹا کیا؟ کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے۔

وَلَمْ لَا يَلْعَنُ مِنْ لَعْنَةِ اللَّهِ فِي كِتَابِهِ —

کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ وہ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتا۔ — صالح کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ —

واین لعن اللہ یزید فی کتابہ —

کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں کس مقام پر یزید پر لعنت کی ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یزید پر لعنت کی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے —

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا  
أَرْحَامَكُمْ ۚ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى

## أَبْصَارُهُمْ ۝

(پارہ ۲۶ سورہ محمد آیت ۲۲/۲۳)

”کیا تمہیں اقتدار مل جائے تو تم نافرمان ہو جاؤ گے اور زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے منقطع کر دو۔ یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور انہیں حق سے بہرا کر دیا ہے اور آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔“

امام احمد فرماتے ہیں کہ کیا اس قتل سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے۔

(الصواعق المحرقة ص ۲۲۲)

سید المرسلین حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں مذکورہ بالا آیت کے ضمن میں ائمہ اسلام کے حوالوں سے یزید پر لعنت کے جواز کے سلسلے میں استدلال کیا ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ برزنجی نے ”اشاعت“ اور ابن حجر پیشمی نے صواعق میں نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ نے لعنت یزید کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص پر کیسے لعنت نہ کی جائے جس پر اللہ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں لعنت کی ہے۔ عبداللہ کے دریافت کرنے پر مذکورہ آیت بیان کیا اور فرمایا کہ اس سے بڑھ کر فساد اور قطع رحمی کیا ہوگی۔ ”آلوسی“ مزید لکھتے ہیں —

لَا تَوَقَّفَ فِي لَعْنِ يَزِيدٍ لِكثْرَةِ أَوْصَافِهِ الْخَبِيثَةِ وَارْتِكَابِهِ الْكَبَائِرَ  
فِي جَمِيعِ أَيَّامِ تَكْلِيفِهِ وَيَكْفِي مَا فَعَلَهُ أَيَّامِ اسْتِيلَائِهِ بِأَهْلِ  
الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ —

(تفسیر روح المعانی جلد ۲۶ ص)

ہم یزید پر اس کے برے افعال اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے لعنت کرنے پر توقف نہیں کرتے۔ اس کے دور حکومت جو ظلم ہوئے وہی کافی ہیں جو اس نے اہل مدینہ اور اہل مکہ کے ساتھ روار کھے۔  
 علامہ آلوسی نے طبرانی کے حوالے سے بسند حسن روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اللَّهُمَّ مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ وَأَخَافَهُمْ فَأَخْفَهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ  
 اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا  
 عَدْلٌ

اے اللہ جو مدینہ والوں پر ظلم کرے اور انہیں ڈرائے تو تو اسے ڈرا اور اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو اور نہ اس کا کوئی فرض قبول ہوگا۔ اور نہ اس کا نفل۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر آلوسی لکھتے ہیں۔

وَأَنَا أَقُولُ الَّذِي يَغْلِبُ عَلَى ظَنِّي أَنَّ الْخَبِيثَ لَمْ يَكُنْ مُصَدِّقًا  
 بِرِسَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ مَجْمُوعَ مَا فَعَلَ مَعَ أَهْلِ  
 حَرَمِ اللَّهِ تَعَالَى وَأَهْلِ حَرَمِ نَبِيِّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مُرْمِنٌ  
 عِثْرَتِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ فِي الْحَيَاتِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ وَمَا صَدَقَ  
 مِنْهُ مِنَ الْمَخَازِي لَيْسَ بِأَضْعَفَ دَلَالَةً عَلَى عَدَمِ تَصَدِيقِهِ مِنَ

الْقَاءِ وَرَقَةٍ مِنَ الْمَصْحَفِ الشَّرِيفِ فِي قَدَرِ

(تفسیر روح المعانی جلد ۲۶ ص ۷۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

میرا غالب گمان یہ ہے کہ یزید خبیث نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق ہی نہیں کی اور وہ تمام مظالم جو اس نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور آل رسول پر کیے۔ ان کی زندگی میں اور ان کی شہادت کے بعد وہ تمام ستم اور قرآن مجید کے اوراق گندگی کے ڈھیر میں ڈالنا ہی اس کے رسالت پر ایمان نہ لانے کیلئے کافی ہے۔

○ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی اپنی تفسیر میں مذکورہ آیت کے ضمن میں یہی روایت نقل کی ہے۔

(ایضاً)

○ جناب مفتی محمد شفیع صاحب جو دیوبندی مکتب فکر کے مفسر ہیں نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں امام احمد بن حنبل کی یہی روایت نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ یزید سے زیادہ کون قطعاً ارحام کا مرتکب ہوگا۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ و قرابت کی بھی رعایت نہیں کی۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۸ ص ۳۳ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

ان تمام روایات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے اور علمائے نے اس امر کو واضح طور پر بیان فرمایا۔ علماء کے تمام طبقے اس بات پر متفق ہیں کہ جو یزید کا نام لے لعنت کرنے سے گریزاں ہو وہ اس طرح برملا کہہ لیا کرے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو امام حسین کے قتل پر راضی ہو اور جس نے آل رسول کو ناحق اذیت پہنچائی اور مصائب سے دوچار کیا۔

○ یزید پر لعنت کے جواز میں علمائے متکلمین نے بھی غیر مبہم الفاظ میں لکھا

اور خوب لکھا ہے۔ کتب کلامیہ کے جہاں کی معرکہ الآراء کتاب ”شرح العقائد النفسیہ“ جو مدتوں سے درس نظامی میں داخل نصاب ہے میں علامہ حضرت سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں یوں رقمطراز ہیں —

أُطْلِقُ اللَّعْنُ عَلَيْهِ لِمَا أَنَّهُ كَفَرَ حِينَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاتَّفَقُوا عَلَى جَوَازِ اللَّعْنِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ أَوْ أَمَرَ بِهِ أَوْ أَجَازَهُ وَرَضِيَ بِهِ وَالْحَقُّ أَنَّ رَضَا يَزِيدُ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِبْشَارَهُ بِذَلِكَ وَأَهَانَةَ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ —

یعنی لعنت کا اطلاق یزید پر کیا گیا ہے یعنی اس پر لعنت بھیجنا علی الطلاق جائز ہے) اس لیے کہ اس نے کفر کیا، جس وقت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا اس نے حکم دیا اور اس بات پر سب نے اتفاق کیا ہے کہ لعنت کرنا جائز ہے اس شخص پر جس نے امام حسین کو قتل کیا یا آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا یا اس کو جائز قرار دیا یا اس کے ساتھ راضی ہوا —

اور حق بات یہ ہے کہ بے شک یزید امام حسین کے قتل پر راضی ہوا، اہل بیت رسول کی توہین کی اور قتل حسین پر خوشی کا اظہار کیا —  
علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

فَنَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِي شَانِهِ بَلْ فِي إِيمَانِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَعَلَى أَنْصَارِهِ  
وَأَعْوَانِهِ —

بس ہم توقف نہیں کرتے اس کی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں لعنت ہو

اس پر اور اس کے ساتھیوں پر اور اس کے مددگاروں پر۔

(شرح عقائد نسفی ص ۱۶۲/۱۶۳ مطبوعہ اصح المطابع آرام باغ کراچی)

○ ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابویعلیٰ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے

جس میں انہوں نے لعنت کے مستحقین کا ذکر کیا ہے۔

وَذَكَرَ مِنْهُمْ يَزِيدٌ — اس میں انہوں نے یزید کا بھی ذکر کیا ہے۔

(روح المعانی جلد ۲۶ ص ۷۲)

## آیت نمبر ۲

فرمان خداوندی ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ

الْبَوَارِ —

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر و ناشکری

کے ساتھ بدل دیا اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۲۸ — صواعق محرقة ص ۲۲۲)

اس آیت مبارکہ کے ضمن میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی ارقام فرماتے ہیں۔

ثُمَّ كَفَرَ يَزِيدٌ وَمَنْ مَعَهُ بِمَا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَانْتَصَبُوا بِعَدَاوَةِ

آلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وَآلِهِ) وَسَلَّمَ وَقَتَلُوا حُسَيْنًا رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ ظُلْمًا وَكَفَرَ يَزِيدٌ بِدِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وَآلِهِ)

وَسَلَّمَ حَتَّى أَنْشَدَ آيَاتًا حِينَ قَتَلَ حُسَيْنًا رَضِيَ اللَّهُ

مَضْمُونَهَا آيْنَ أَشْيَاخِي يَنْظُرُونَ انْتِقَامِي بِأَلِ مُحَمَّدٍ وَبَنِي



(تفسیر مظہری جلد ۵، ص ۲۷۱ مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

پھر یزید اور اس کے ساتھیوں نے اللہ رب العزت کی ناشکری کی اور آل محمد کی دشمنی و عداوت کا جھنڈا بلند کیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کیا اور یزید عنید نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین ہی کا انکار کر دیا۔ جب امام عالی مقام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تو یزید پلید نے چند اشعار پڑھے جن کا مضمون اس طرح ہے کہ آج میرے اسلاف (گزرے ہوئے آباؤ اجداد) ہوتے تو اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ میں نے آل محمد اور اولاد ہاشم سے ان کا کس طرح بد لایا ہے۔

ان اشعار میں سے آخری شعر یہ ہے۔

وَلَسْتُ مِنْ جُنْدِبٍ إِنْ لَمْ أَنْتَقِمِ

مِنْ بَنِي أَحْمَدَ مَا كَانَ فَعَلُ

کہ میں جندب کی اولاد میں سے نہیں ہوں۔ اگر میں احمد مجتبیٰ کی اولاد سے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کیے کا بدلہ نہ لوں۔

صاحب مظہری لکھتے ہیں کہ یزید نے شراب کو بھی حلال کر رکھا تھا اور ترنگ میں آ کر نشہ کی حالت میں یہ شعر کہتا تھا۔

مَدَامُ كَثُرَ فِيَّ إِنَاءٌ كَفِضَةٌ

وَسَاقُ كَبِدٍ مَعَ مَدَامَ كَانَجْمُ

شراب کا خزانہ چاندی طرح برتن میں ہے اور جگر کو سیراب و تروتازہ کرنے

والا چمکتے ہوئے ستارے کی طرح شراب کے ساتھ ہے۔

وَشَمْسُهُ كَرَمٌ بِرُجْهَاقِ عُرْهَاقِ  
وَمَشْرِقُهَا السَّاقِي وَ مَغْرِبُهَا فَمِي

اور اس کا سورج انگور ہے اور اس کا برج اس کی گہرائی ہے اور اس کے مشرق کی طرف ”ساقی“ شراب پلانے والا ہے اور اس کے مغرب کی طرف میرا منہ ہے۔

فَإِنْ حَرَمْتُ يَوْمًا عَلَى دِينَ أَحْمَدِ  
فَخُدَمَا عَلَى دِينَ الْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ

اگر دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شراب حرام ہے تو پھر تو شراب کو عیسائی بن کر پی جا۔

قارئین کرام: یزید، عنید، پلید بے دید کے مندرجہ بالا اشعار کو ایک مرتبہ پھر غور سے پڑھیں اور اسکے کافرانہ نظریات اور باغیانہ روش کو دیکھیں کہ وہ شراب کو دین محمدی سے زیادہ اہمیت دیتا ہے یعنی اس کے نزدیک شریعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر شراب پینے کی اجازت نہیں دیتی تو پھر شراب کی خاطر عیسائیت قبول ہے۔ یعنی اس بے دین کے نزدیک دین اسلام سے نکل جانا گوارا ہے لیکن شراب کو ترک کرنا پسند نہیں۔ اور پھر اس کا یہ کہنا کہ میں نے آل محمد کو قتل کر کے بنو ہاشم کے تمام بدلے چکا دیئے ہیں اور پھر یہ کہنا کہ میں نے رسول اللہ کے کیے کا بدلہ ان کی اولاد سے لے لیا ہے۔ یہ سراسر کفریہ بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کے ایک طبقے نے اس

کے ان اشعار کی بنا پر اسے اسلام سے خارج قرار دیا ہے لیکن دوری طرف  
خوارج و نواصب کا ایک مختصر سا ٹولہ ہے کہ جو اسے صحابہ کا سپہ سالار اور امیر  
المومنین، محسن عرب جیسے خطابات و القاب سے ملقب کر رہا ہے۔ انصاف  
کے ان بے رحم قاتلوں کے گروہ کو ہم صرف اتنا ہی عرض کریں گے کہ اگر  
تمہاری تسلی نہیں ہوئی تو پھر آئیں اور آیت مبارکہ کا تفسیری نوٹ ملاحظہ  
فرمائیں تاکہ ذہنوں میں تعصب کی جمی ہوئی گرد کے چھٹنے کا کوئی سامان ہو  
سکے۔

## آیت نمبر ۳

فرمان رب العزت ہے —

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ —

اور جو اس کے بعد ناشکری کریں تو پس وہی لوگ فاسق و فاجر ہیں۔

(پارہ ۱۸ سورہ نور آیت نمبر ۵۵)

صاحب تفسیر مظہری اس آیت مقدسہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقم طراز

ہیں —

وَيُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ) إِشَارَةً إِلَى

يَزِيدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ —

کہ یہ ممکن ہے کہ مندرجہ بالا آیت میں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف

اشارہ ہو۔

فرماتے ہیں —

حَيْثُ قَتَلَ ابْنَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وَأَلِهِ) وَسَلَّمَ  
وَمَنْ مَعَهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبُوَّةِ وَأَهَانَ عِزَّتَهُ وَافْتَحَرَبَهُ وَقَالَ  
هَذَا يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ —

کہ اس نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور  
عذرا بتول کے بیٹے حسین اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کیا اور آپ کے اکثر  
ساتھی خاندان نبوت کے افراد تھے اور اس نے رسول پاک کی اولاد کی توہین  
کی اور پھر اس بات پر فخر کیا اور بڑی رعونت و انبساط سے یہ بات کہنے لگا کہ  
بدر کے دن کا انتقام پورا ہو گیا —

وَبَعَثَ جَيْشًا عَلَى مَدِينَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (وَأَلِهِ)  
وَسَلَّمَ وَفَعَلَ مَا فَعَلَ فِي وَقْعَةِ الْحَرَّةِ بِالْمَدِينَةِ —

پھر اس یزید عنید نے رسول اللہ کے شہر مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی اور حرہ کا واقعہ  
پیش آیا اور شہر رسول کو تاخت و تاراج کیا —

وَبِالْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ وَهُوَ  
رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ —

اور وہ مسجد نبوی جس کی بنیاد تقویٰ پر قائم کی گئی تھی اور جس کو جنت کے  
باغوں میں سے ایک باغ کہا گیا ہے۔ اس کی بے حرمتی کی —

اور پھر اس نے اللہ کے پاک گھر کعبہ شریف پر پتھر برسانے کے لئے  
منجنیقیں نصب کرائیں اور حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ کی ہمیشہ حضرت اسماء  
کے بیٹے خلیفہ اول کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید

کرایا۔

وَفَعَلَ مَا فَعَلَ حَتَّى كَفَرَ بِدِينِ اللَّهِ —

اور اس نے ایسی ذلیل حرکتیں کی کہ آخر کار اللہ تعالیٰ کے دین کا منکر ہو

گیا۔

واباح الخمر —

اور اس نے شراب کو حلال کر رکھا تھا۔ یعنی بے تحاشا شراب پیتا تھا۔

(التفسیر المظہری جلد ۲، ص ۵۵۳/۵۵۴ مطبوعہ کوئٹہ)

## پیشوائے اہل حدیث کا فیصلہ

جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے، مسلک اہل حدیث کے بہت بڑے پیشوا علامہ وحید الزماں جو علمی دنیا میں غیر مقلد و ہابیوں کا سرمایہ تصور کیے جاتے ہیں انہوں نے اپنے مسلک کے مطابق صحاح ستہ کی شروح بھی لکھیں اور ”ابن تیمیہ“ کی تعلیمات کو اجاگر کرنے کی بھی کوشش کی اور علامہ شوکانی کے تصوراتی مسلک کا تعارف بھی کرانے کی کوشش کی ہے اور ابن قیم کی ذومعنی تحریروں کو بھی اپنے خیالات کے مطابق حل کرنے کی جدوجہد بھی کی چونکہ یزید کے حامیوں اور حمایت کرنے والوں میں زیادہ تعداد اہل حدیث اور دیوبندیوں کی ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ یہاں پر مسلمانوں کو کافرو مشرک گرداننے والوں کے حوالوں سے یزید لعین کا کچا چٹھا بیان کیا جائے۔ — علامہ وحید الزماں اپنی کتاب ”ہدیۃ المہدی“ میں رقم طراز ہیں:

وَخَرَجَ مِنَّا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلِيٌّ يَزِيدٌ لَعْنَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ مَا دَخَلَ

فِي بَيْعَتِهِ وَكَذَا أَكْثَرُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَالَّذِينَ دَخَلُوا فِي بَيْتِهِ  
هُمْ أَيْضًا نَكثُوا بَيْعَتَهُ لَمَّا رَأَوْا مِنْ فِسْقِهِ وَفُجُورِهِ وَالْحَادِثِ  
كَتَحْلِيلِ الْخَمْرِ وَالزَّيْنِ وَغَيْرِ ذَلِكَ فَهُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَدَلَ  
نَفْسِهِ لَا عِلَاءَ كَلِمَةِ اللَّهِ وَإِقَامَةَ الشَّرْعِ الْمَتِينِ وَصَارَ سَيِّدُ  
الشُّهَدَاءِ وَالصِّدِّيقِينَ — وَمَنْ أَنْكَرَ شَهَادَةَ الْحُسَيْنِ  
وَظَنَّهُ بَاغِيًّا فَقَدْ أَخْطَأَ خَطَاءً فَاخِشًا —

(ہدیۃ المہدی ص ۹۸ مطبوعہ میور پریس دہلی، پبلشرز اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ)

یزید پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ہمارے امام، امام حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ  
عنه نے اس پر خروج کیا ”یعنی اس کیخلاف میدان میں نکلے“ اور آپ اس  
کی بیعت میں داخل نہ تھے۔ ”یعنی اس کی خلافت و امارت کو آپ نے قبول  
نہیں کیا“۔ اور اسی طرح اہل مدینہ اور دیگر لوگ جو اس کی بیعت میں داخل  
تھے۔ سب نے اس کی بیعت توڑ دی تھی اس لیے کہ انہوں نے یزید کے  
فسق و فجور اور الحاد و بے دینی کو دیکھا۔ مثلاً اس کا شراب کو حلال جاننا اور زنا  
کرانا اور اسی طرح اور افعال قبیحہ۔ پس امام حسین علیہ السلام اپنے آپ کو  
اعلاء کلمۃ الحق اور شریعت مطہرہ کی اقامت کا زیادہ حقدار سمجھا اور جان کو نثار  
کر دیا اور صدیقوں اور شہیدوں کے سردار بن گئے۔ جو شخص امام حسین  
کی شہادت کا انکار کرتا ہے اور آپ کو باغی کہتا ہے اُس نے فحش ترین غلطی  
کی۔

○ غیر مقلد و بائیوں کے یہ مایہ ناز محدث علامہ وحید الزماں۔ اپنی اس تحریر

پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: —

إِنَّمَا لَعْنَاهُ لِأَنَّهُ لَعَنَ عَلَيْهِ إِمَامَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَكَذَلِكَ رَوَى  
ابْنُ الْجَوْزِيِّ مِنْ أَصْحَابِنَا مِنَ السَّلَفِ جَوَازُ اللَّعْنِ عَلَيْهِ وَمَنَعَ  
الْغَزَالِي عَنْهُ تَحْكُمًا وَهُوَ لَمْ يَلْتَفِتْ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى: إِنَّ الَّذِينَ  
يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ  
عَذَابًا مُّهِينًا وَآيُ آيَاتِهِ أَكْثَرُ مِنْ قَتْلِ آلِهِ وَأَقَارِبِهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ (وآله) وَسَلَّم وَهَتَكَ حُرُومَتِهِ وَقَتَلَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ وَأَمْرٌ  
يَزِيدُ بِذَلِكَ وَاسْتِيشَارُهُ بِهِ مَتَوَاتِرٌ لَا يَمَكِنُ الْإِنْكَارُ عَنْهُ  
وَقَدَرُوا عَنْ يَزِيدٍ لَعْنَةُ اللَّهِ —

(حاشیہ ہدیۃ المہدی ص ۹۸)

ہم یزید پر لعنت کرتے ہیں اس لیے کہ اس پر ہمارے امام احمد بن حنبل نے  
لعنت کی ہے۔ ہمارے اسلاف میں سے ابن جوزی نے لعنت کو جائز قرار  
دیا ہے اور غزالی کا لعنت سے منع کرنا یہ اس کی زبردستی اور بے دلیل بات  
ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر توجہ نہیں دی جس میں اللہ نے  
فرمایا —

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا —

(پارہ ۲۲ سورہ احزاب آیت نمبر ۵۷)

(بیشک جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائے اس پر اللہ تعالیٰ کی  
لعنت دنیا اور آخرت میں ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے ذلیل کرنے والا

عذاب تیار کر رکھا ہے)

اور اہلبیت رسول اور ان کے قرابت داروں کو قتل کرنا اور ان کے حرم مطہرات کی توہین اور مدینہ والوں کے قتل سے زیادہ اذیت والی بات کون سی ہے اور یہ بات تو اتر سے ثابت ہے کہ یزید عنید نے ان تمام امور کا حکم دیا تھا اور اس پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

○ اور یہ روایت بھی کہ یزید نے — (شہداء کربلا کے سروں کو دیکھ کر کہا تھا)

لَيْتَ أَشْيَاخِي بَدْرٍ شَهِدُوا

وَقَعَةَ الْخُزُرِجِ مَعَ وَقَعِ الْأَسَلِ

”اے کاش کہ آج میرے بدر والے بزرگ (مسلمانوں کے ہاتھوں جنگ بدر میں قتل اور زخمی ہونے والے کافر) موجود ہوتے جنہوں نے نیزوں اور تیغ و تبر کی بوچھاڑ میں بنو خزرج کو پایا۔“

قَدْ قَتَلْنَا الْقَوْمَ مِنْ سَادَاتِهِمْ

وَعَدَلْنَا بِبَدْرٍ فَاغْتَدَلِ

”بے شک ہم نے ان کے سرداروں کی ایک نسل کو قتل کر دیا (یعنی اہل بیت رسول) اور اپنا بدر والا بدلا اتار دیا اور اب حساب برابر ہو گیا اور یہی عدل ہے۔“

علامہ وحید الزماں اس کے بعد لکھتے ہیں —

فَإِنْ كَانَتْ هَذِهِ الرَّوَايَةُ صَحِيحَةً فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِهِ



## وَالْحَادِہ

(حاشیہ ہدیۃ الہدی ص ۹۸)

کہ اگر یہ روایت درست ہے تو یزید کا ”بدر میں قتل ہونے والے اپنے خاندان کے بڑوں کا جو کافر تھے“ کا حوالہ دینا ہی اس کے کفر والحاد کے لئے کافی ہے۔

کیوں جناب آیا مزہ؟ یہ حضرت ہیں اہل حدیث نامی وہابیوں کے مایہ ناز محدث اور برصغیر پاک و ہند میں وہابیوں کا ایک بہت بڑا ستون جس کے سہارے غیر مقلدین کی کمزور ترین عمارت کھڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ غیر مقلدین کی رو سے دوسرے نمبر پر جو شخصیت ہے وہ مولانا نواب صدیق الحسن بھوپالی یہ وہ لوگ ہیں جو علم کی دنیا میں ایک نام رکھتے ہیں۔ باقی رہے دوسرے لوگ تو وہ بیچارے بہت بعد کی پیداوار ہیں ان کا حال یہ کہ وہ ابھی تک اپنے اعتقادی نظریات میں ٹھہراؤ پیدا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ یہ تمام باتیں کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی ملک کا بہت بڑا ترجمان اگر کوئی بات کہے تو اس کے ہم مسلک اور پیروکاروں کو وہی نظریہ اپنانا چاہئے جو اس نے اپنی جماعت کی ترجمانی کرتے ہوئے پیش کیا۔ ویسے بھی ہدیۃ المہدی اہل حدیث مسلک کی کتب کلامیہ میں سے ایک ہے اور جو مصنف نے اس میں اعتدال کا رستہ اختیار کرنے کی کوشش کی ہے وہ اہل حدیث وہابیوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

لیکن قارئین آپ یہ نہ سوچیں کہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ دنیا ادھر کی ادھر ہو

جائے۔ یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر زندگی بھر قائم رہیں گے اور نہ ہی ان کے دلوں کے اندر نواسہ رسول امام حسین علیہ السلام کی محبت جلوہ گر ہو سکتی ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے کہ جن دلوں کے اندر یزید کی عقیدتیں بس چکی ہوں وہاں خون رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبوؤں کا گزرنا ناممکن ہے۔ ویسے بھی ان کا اعتقادی رشتہ حسین اور اس کے آباء کے ساتھ نہایت کمزور بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے اور ان کے ہاں تقلید کے اصول و ضوابط سے بغاوت کا مطلب ہی یہ ہے کہ کسی کی بھی کوئی اچھی بات جس میں محبت کے انوار پائیں جائیں ہرگز نہیں ماننی خواہ کچھ بھی ہو جائے اور یہ بات ہم اپنے تجربے کی بنا پر کر رہے ہیں۔ یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ دعوے میں دلیل کی پختگی ہی دعوے کا حسن و جمال ہے اور یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب مذہبی دانش جنوں کا راستہ اختیار کرے تو پھر سمجھنے سمجھانے سے بات بہت آگے نکل جاتی ہے۔ اب حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ خارجیوں کے تمام طبقوں نے اپنے اداروں میں علمی کتب کا ذخیرہ کرنے کی بجائے آتشیں ہتھیاروں کے انبار لگانے شروع کر دیئے ہیں اور یہ صورتحال نہایت ہی مخدوش اور پر خطر ہے۔ قتل و غارت گری کا بازار وہی لوگ گرم کرتے ہیں کہ جن کے پاس دلائل کا فقدان ہو دانش گاہوں کو اسلحہ خانوں میں تبدیل کرنے کا عمل ملت اسلامیہ کی نظروں کے سامنے ہو رہا ہے جس پر ملت کے امن پسند اور جہاندیدہ افراد کی بلکہ بچے بچے کی نظر ہے۔ یہ روش کیا گل کھلائے گی اس کا پتہ آئندہ رونما ہونے والے واقعات سے ہی چل سکے گا۔ ان حالات میں

اہل سنت کو بیداری کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

## یزید کی کافرانہ شعر گوئی

یزید پلید، عنید، بے دید کے کافرانہ عقائد و نظریات اور اس کے گندے شعروں کو دیکھ کر کوئی دین دار اسے مومنین کے زمرے میں دیکھنا گوارا نہیں کرے گا کیونکہ وہ اپنے برے عقائد و افعال کی بنا پر اسلام سے بہت دور جا چکا تھا)

آئیے) آپ بھی اس کے شعروں کی نجات و غلاظت کو دیکھیں اور غور کریں کہ اس کے اشعار کے ایک ایک مصرع میں حسد و عناد، کفر و تعصب اور ضلالت و گمراہی کا گرد و غبار کس قدر گند سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے شعری بکو اس کچھ اس طرح ہے جسے علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب ”البدایۃ والنہایۃ“ میں نقل کیا ہے

لَيْتَ أَشْيَاخِي بِبَدْرِ شَهْدُوا

جَزَعَ الْخَزْرَجِ فِي وَقْعِ الْأَسَلِ

کاش میرے بدروالے وہ بزرگ جنہوں نے نیزے کھا کر بنو خزرج کی جزع فزع (گھبراہٹ میں واویلے) اور اضطراب دیکھا تھا آج موجود ہوتے۔

فَاهَلُّوا وَاسْتَهَلُّوا فَرَحًا

نُمَّ قَالُوا لِي هِنِيًّا لِأَسَلِ

پس وہ ضرور خوشی سے میرے پاس آتے اور بلند آواز سے کہتے۔ اے

یزید) تیرے ہاتھ سلامت رہیں (کہ تو نے ہمارا بلالہ لے لیا ہے)

حِينَ حَلَّتْ بِفَنَائِهِمْ بَرَكَهًا

وَاسْتَحَرَّ الْقَتْلَ فِي عَبْدِ الْأَسَلِ

جب موت ان کے گھروں میں اتری اور وہاں اس نے ٹھکانہ بنا لیا اور مدینہ

والوں میں خون ریزی کا بازار گرم ہو گیا۔

قَدْ قَتَلْنَا الضُّعْفَ مِنْ أَشْرَافِكُمْ

وَعَدَلْنَا مِثْلَ بَدْرِ فَاعْتَدِلْ

ہم نے ان کے سرداروں کی ایک نسل کو ختم کر دیا اور ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا

اور اب حساب برابر ہو گیا۔

مندرجہ بالا شعروں میں یزید عنید نے غزوہ بدر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

غزوہ بدر دو ہجری میں ہوا۔ جب کفار مکہ نے مسلمانوں کی مختصر سی جماعت کو

نیست و نابود کرنے کیلئے اہل اسلام پر لشکر کشی کی اور اس میں یزید کے اباؤ

اجداد بھی موجود تھے۔ اس جنگ میں ستر کفار قتل ہوئے اور ان میں اکیس

کافروں کو صرف اکیلے شیر خدا علی المرتضیٰ نے قتل کیا۔ یزید اپنے اشعار میں

اپنے ان مقتول بزرگوں کا رونا رورہا ہے۔

ناظرین! آپ اندازہ کریں کہ ایک طرف ۳۱۳ مجاہد اللہ کے رسول کی

جماعت میں موجود ہیں اور دوسری طرف سرداران مکہ آلات حرب و ضرب

سے لیس اسلام کے روشن چراغ کو بجھانے کیلئے موجود ہیں اور یہ نابکار یزید

اپنے شعروں میں کافروں کی حمایت کر رہا ہے اور مجاہدین اسلام کے اس

عظیم کارنامے کی بطور استعارہ مذمت کر رہا ہے تو ایسی خیالات کے حامل شخص کو دین کا دشمن نہ کہا جائے۔ چیخا۔ کوئے کی چیخ سن کر یزید نے یہ شعر

کہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۲ مطبعہ مکتبہ المعارف بیروت لبنان و مکتبہ النصر الریاض سعودی عرب)

لَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الْحُمُولُ وَأَشْرَفَتْ

تِلْكَ الرَّؤُوسُ عَلَى شَفَا جِيْرُونَ

جب وہ سواریاں جیرون کے کنارے پر ظاہر ہوئیں اور یہ سر نظر آئے۔

نِعَبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ قُلْ أَوْ لَا تَقُلْ

فَقَدْ اقْتَضَيْتُ مِنَ الرَّسُولِ دِيُونِي

تو کو اچیخا، پس میں نے کہا تو ان پر نوحہ کر یا نہ کر میں نے رسول اللہ سے اپنا

قرض وصول کر لیا ہے۔ (روح المعانی جلد ۲۶ ص ۷۳ مطبوعہ ملتان)

دیکھا آپ نے! یہ ہے وہ شخص جو بدر اور دیگر خاندانی شکستوں کا رسول خدا

سے انتقام لینے والا جسے موجودہ دور کے خارجی و ہابی اپنا امیر اور خلیفہ برحق

کہتے ہیں۔

○ ایک اور شعر دیکھیں جسے علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں نقل کیا

ہے۔

يَفْلُقْنَ هَامًا مِنْ رَجَالٍ اِعْزَّةٍ

عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا عَقًّا وَاظْلَمًا

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۲)

تلواروں نے ایسے لوگوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا، جو ہم سے زیادہ عزت

والے ہیں (یہ ان کے ساتھ اس لیے ہوا کہ) وہ بہت زیادہ سرکش اور ظالم تھے۔

خیال رہے کہ یزید عنید کے زیادہ تر اشعار خاندان رسول کی گستاخیوں پر مشتمل ہیں یا پھر شراب و شباب کے بارے میں ہیں۔

○ علامہ دمیری نے حیاۃ الحیوان میں یزید کے دو شعر نقل کیے ذرا وہ بھی دیکھ اور پھر اس ظالم شرابی کے بارے میں کوئی خود ہی رائے قائم کر لیں۔

أَقُولُ لِصُحْبِ ضَمَّتِ الْكَأْسُ شَمَلَهُمْ

وَدَاعَى صَبَابَاتِ الْهُوَى يَتَرَنَّمُ

”میں اپنے ساتھیوں کو کہتا ہوں کہ تمہاری پریشانیوں کا علاج شراب کے پیالے میں ہے اور جو نغمہ گایا جا رہا ہے وہ تمہیں صحیح راستے کی طرف بلا رہا ہے۔“

خُذُوا بِنَصِيبٍ مِّنْ نَّعِيمٍ وَلَدَّةٌ

فَكُلْ وَإِنْ طَالَ الْمُدَىٰ يَتَصَرَّمُ

نعمتوں اور لذتوں سے اپنا حصہ وصول کرو! اسے کھاؤ اس لیے کہ عمر جتنی بھی لمبی ہو جائے آخر کار وہ ضرور ختم ہو جائے گا۔

یزید کے حامی اور وکلاء صفائی آسمانوں سے ستارے بھی توڑ ملائیں تو اس کی خباثوں کے اندھیروں میں روشنی نہیں بھر سکتے اس لیے کہ اس کی زندگی کا ایک لمحہ شراب و شباب کی نذر ہو گیا تھا اور اس کے کالے کرتوت انسانیت کی چادر پر بدنماداغ ہیں اور یہ امر بھی یاد رہے کہ بعض سینوں کے

خفیہ خانوں سے اٹھنے والے بغض و عناد کے زہریلے دھویں نے بعض زبانوں پر کچھ ایسے اثرات مرتب کیے ہیں کہ وہ یزید کی حمایت میں شور مچا رہی ہیں۔

○ آئیے دیکھیں کہ یزید نے شراب و شباب کی دنیا کو کس طرح سجا رکھا تھا اور اس کے شراب میں دھلے ہوئے کلام کو بھی دیکھیں۔

أَسْقِنِي شَرْبَةً تَرَوِي فُرَادِي

ثُمَّ مِلْ فَاسْقِ مِثْلَهَا ابْنَ زِيَادٍ

تو مجھے وہ شربت (شراب) پلا جو میرے دل کی پیاس بجھا دے اور پھر اسی طرح ایک جام بھر کر عبید اللہ ابن زیاد کو بھی پلا دے۔

صَاحِبُ السِّرِّ وَالْأَمَانَةِ عِنْدِي

وَلِتَسُدَّ مَفْنَمِي وَجَهَادِي

یہ میرا زداں اور صاحب امانت ہے اور میری غنیمتوں اور جہاد کو مضبوط کرنے والا ہے۔

قَاتِلُ الْخَارِجِي أَعْنِي حُسَيْنًا

وَمُبِيدُ الْأَعْدَاءِ وَالْحُسَّادِ

یہ باغی حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا اور میرے دشمنوں اور حاسدوں کو تباہ و برباد کرنے والا ہے۔

دیکھا آپ نے آل رسول کے قاتل کو خوش ہو کر بطور انعام شراب کا جام پیش کیا جا رہا ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یزید کو امام حسین اور ان کے

ساتھیوں کے قتل پر خوشی نہیں ہوئی وہ دراصل اپنے اور اس کے خبث باطن پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ آگے دیکھئے!

عَلَيْهِ هَاتِي وَأَعْلِنِي وَتَرَنَّمِي  
بُدَّلِكَ إِنِّي لَا أُحِبُّ لَنَا جِيَا

”اے علیہ! تو آ اور مجھے شراب پلا اور مجھے گانا سنا کر مست کر دے تیرے لیے یہ امر بہت ضروری ہے۔“

إِذَا مَا نَظَرْنَا فِي أُمُورِ قَدِيمَةٍ  
وَجَدْنَا حَلَالًا شَرِبَهَا مُتَوَالِيًا

جب ہم پرانی (زمانہ کفر کی) باتوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم شراب کا لگاتار پینا حلال پاتے ہیں۔

حَدِيثُ أَبِي سُفْيَانَ قَدَّمَا سُمِّيَ بِهَا  
إِلَى أَحَدٍ حَتَّى أَقَامَ الْبُؤَاكِيَا

وہ پرانی بات جو احد میں ابوسفیان کے نام لگی۔ یہاں تک کہ اس نے رونے والیوں کو کھڑا کر دیا (ان کافروں پر رونے کے لئے جو مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے)

الَاهَاتِ فَاسْقِينِي عَلَى ذَلِكَ قَهْوَةً  
تَخَيْرَ الْعَنْسِي كَرَمًا شَامِيَا

خبردار! تو آ اس پر مجھے وہ قہوہ لا جو نسبی نے شامی انگوروں سے تیار کیا



وَلَا بُدَّ مِنْ أَنْ أَزُورَ مُحَمَّدًا

بِمَشْمُولَةٍ صَفْرَاءٍ تَرَوِي عَظَامِيَا

ضروری امر یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زرد رنگ کی وہ شراب لے کر ملوں گا جو ہڈیوں کی بھی پیاس بجھا دیتی ہے۔

وَإِنْ مِتُّ يَا أُمَّ الْأَحْمِيرِ فَاذْكُرِي

وَلَا تَأْمَلِي بَعْدَ الْفِرَاقِ تَلَاقِيَا

اے اُمّ احمیر! اگر میں مر جاؤں تو پھر تم نکاح کر لینا اور جدائی کے بعد ملاقات کی امید نہ رکھنا۔

فَإِنَّ الَّذِي حَدَّثْتُ عَنْ يَوْمِ بَعَثْنَا

أَحَادِيثُ طَلِسْمٌ تَجْعَلُ الْقَلْبَ سَاهِيَا

کیونکہ جو باتیں قیامت کے دن اٹھانے کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں جھوٹی کہانیاں ہیں جو دل کو مایوس کر دیتی ہیں۔

کیوں جناب دیکھا آپ نے۔ یہ ہیں یزید کے وہ بے ہودہ اشعار جن کے

ہر مصرعہ سے کفر ٹپک رہا ہے۔ ان خیالات کا حامل شخص امیر المومنین تو کجا،

مسلمانوں کی صف سے بھی خارج ہے۔ جو قیامت کے دن کا سرے سے

انکار کر رہا ہے اور قیامت کا انکار کھلا ہوا کفر ہے جو اس قسم کے انسان صحابہ

کرام کا امیر و قائد تصور کرے اسے یزید کے گماشتوں میں شمار تو کیا جاسکتا

ہے۔ محققین کی جماعت میں ہرگز نہیں۔

آخر میں چند شعر اور دیکھیں اور یزید کے تخیل کی پرواز کا اندازہ لگائیں۔

کہتا ہے

مَعَشَرَ النُّدَمَانِ قَوْمُوا

وَأَسْمَعُوا صَوْتَ الْأَغَانِي

اے میرے قریبی ساتھیو! تم کھڑے ہو جاؤ اور گانے کی آواز سنو!

وَأَشْرَبُوا كَأْسَ مَدَامٍ

وَأَتْرَكُوا ذِكْرَ الْمَغَانِي

اور شراب کا جام پیو! اور مغانی کا ذکر چھوڑ دو۔

وَتَعَوَّضْتُ عَنِ الْحَوَارِ

خُمُورًا فِي الدَّنَانِي

میں نے جنتی حوروں کے بدلے میں شراب کے مشکوں کو اپنا لیا ہے۔

أَشْفَلْتَنِي نِعْمَةُ الْعِيدَانِ

عَنْ صَوْتِ الْأَذَانِي

مجھے سارنگی کے نغمے نے اذان کی آواز سے غافل کر دیا ہے۔

(تذکرۃ الخواص الامراء ص ۲۹۱)

مندرجہ بالا اشعار یزید کے رنگین پہلو کو نمایاں کر رہے ہیں۔ ان اشعار کے

بعد بھی اگر کوئی یزید کو امیر المومنین کے پاکیزہ لقب سے یاد کرتا ہے تو اسکے

لیے صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ اس کا حشر بھی یزید کے ساتھ کرے۔

ظلم کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ اہل بیت کی دشمنی میں اس قدر آگے جا چکے

ہیں کہ انہوں نے یزید پلید کو پیدائشی جنتی تک اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

حالانکہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق آل محمد پر ظلم و ستم روار کھنے والا شخص جنت تو ایک طرف اس کی ہوا تک نہ پاسکے گا۔

## حدیث پاک

علامہ محبت طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذخائر العقبیٰ“ میں حدیث پاک نقل فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا —

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الْجَنَّةَ عَلَى مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ بَيْتِي أَوْ قَاتَلَهُمْ أَوْ آغَارَ عَلَيْهِمْ أَوْ سَهَمَ —

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جنت کو حرام کر دیا ہے جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا انہیں قتل کیا یا ان کو لوٹایا انہیں کسی تیردھار ہتھیار سے ضرب لگائی۔

(ذخائر العقبیٰ، ص ۲۰)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر درمنثور میں سورہ کوثر کی تفسیر میں سرکارِ دو عالم علیہ السلام کی حدیث نقل فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت انس سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے کوئی کوثر عطا کی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ کوثر کیا چیز ہے — آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ایک نہر ہے اور اس کے بعد فرمایا —

لَا يَشْرَبُ مِنْهُ مَنْ أَخْضَرَ ذِمَّتِي وَلَا مَنْ قَتَلَ أَهْلَ بَيْتِي —

کہ اس شخص کو کوثر کا جام نہیں ملے گا جو حق میں کوتاہی کرے گا اور نہ ہی اس شخص کو جس نے میرے اہل بیت کو قتل کیا۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶، ص ۲۰۲ مطبوعہ مصر)

یزید نے نہ ہی تو رسول اللہ کے حق کو پہچانا ہے اور نہ اس نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کا حق پہچانا، اس نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدردی سے قتل کرایا۔ کربلا میں ان کے سامان کو لوٹا اور بے پناہ مظالم توڑے اور ان پر تیروں کی بارش کی۔ یہ تمام امور وہ ہیں جن کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل از وقت اعلان فرما دیا اب یزید کی صفائی میں اوراق کو سیاہ کرنے والے سیاہ دلوں کے مالکوں سے پوچھتے ہیں۔ وہ کون سی حدیث رسول ہیں جس کی بنا پر تم یزید لعین کو پیدائشی جنتی کہتے ہو۔ آل رسول کی دشمنی میں اتنا آگے نکل جانا نفاق کی علامتوں کے سوا کچھ نہیں۔ اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو یزید کا ایک اور شعر لکھ دیتے ہیں جس میں اس نے نمازیوں پر آوازہ کسا ہے۔ اس شعر کو ”ابن اشیر“ نے کامل میں نقل کیا ہے۔

مَا قَالَ رَبُّكَ وَيْلُ الَّذِي شَرَبُوا

بَلْ قَالِ رَبُّكَ وَيْلٌ لِّمُصَلِّينَ

تیرے رب نے یہ تو نہیں کہا کہ شراب پینے والوں کی بربادی ہو۔ بلکہ تیرے رب نے یہ کہا ہے کہ نماز پڑھنے والوں کی بربادی ہو۔

○ خیال رہے کہ قرآن مجید میں سورہ ماعون میں منافقین کی نمازوں کے

بارے میں ارشاد فرمایا ہے —

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ —

(پارہ ۳۰ سورہ ماعون آیت نمبر ۴/۵)

ان نمازیوں کی خرابی ہو جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں) — یہ آیت مبارکہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی اس میں تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نفسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مدارک میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ اس وقت پڑھتے جب لوگوں کے درمیان جمع ہوتے اور جب اکیلے ہوتے تو نماز نہ پڑھتے۔ اس لیے کہ نماز کی فرضیت پر ان کا عقیدہ نہ تھا۔ وہ فقط لوگوں کے سامنے دکھاوے کی نماز پڑھتے تاکہ لوگ انہیں نمازی تصور کریں اور جب علیحدہ ہوتے تو نماز کو ترک کر دیتے (یزید کی طبع)

علامہ ابوالبرکات لکھتے ہیں —

فَهُمْ يَنْخَفِضُونَ وَيَرْتَفِعُونَ وَلَا يَدْرُونَ مَاذَا يَفْعَلُونَ —

یعنی وہ منافقین رکوع و سجود اور قیام تو کرتے تھے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے

کہ وہ کیا کر رہے ہیں —

قرآن نے اسلام کے ان چھپے ہوئے دشمنوں، منافقوں کی نمازوں کا ذکر کیا ہے کہ ان کی ہلاکت و بربادی ہو۔ جن کے نزدیک نماز کی کوئی اہمیت نہیں مگر یزید نے اپنے شعر میں یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ نماز پڑھنے والوں کیلئے بربادی ہے اور شراب پینے والوں کے لئے فرحت و انبساط ہے

(العیاذ باللہ)

(تفسیر مدارک التنزیل جلد ۳ ص ۲۹ مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت لبنان)

یہ ہے خارجیوں کا امام و پیشوا جو شراب کے نشے میں کفر بھی بکتا ہے اور احکام خداوندی کا تمسخر بھی اڑاتا ہے اور کچھ لوگوں کے نزدیک وہ پیدائشی جنتی بھی ہے (لَا حَسْرَةَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ)

یزید کی اس طرح کی کفرانہ گفتگو کے پیش نظر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کفر کو بیان کیا۔

وَقَدْ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بِكُفْرِهِ —

(اسعاف التراغیبین علی ہامش نور الابصار ص ۱۹۲)

کہ امام احمد بن حنبل نے اس کے کفر کو بیان کیا۔ یزید سے محبت کرنے والے مولویوں کا کہنا ہے کہ نہ تو یزید نے نواسہ رسول کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی امام حسین کی شہادت پر وہ خوش ہوا اور پھر اس بات کو ثابت کرنے کیلئے تاریخ کی کتابوں سیاق کلام سے عبارتوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر اپنی کتابوں میں بطور حوالہ نقل کر کے پھر اس پر اپنے خیالی اور حقیقت سے خالی تبصرے کرتے ہیں۔ المناک امر یہ ہے اس بددیانتی کو تحقیق و ریسرچ کا نام دیتے ہیں۔ یزید امام حسین اور اہل بیت رسول کے قتل پر خوش نہیں تھا، یہ وہ جھوٹ جو لاکھوں پردے ڈالنے سے بھی نہ چھپ سکے گا۔ چند حوالے پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اور جھوٹوں پر لعنت بھیجیں۔

## یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کروایا

علامہ ابن کثیر (جو خارجیوں کے معتبر ترین مؤرخ و محقق ہیں) البدایہ میں واقعہ حرہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں —

وَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهُ قَتَلَ الْحُسَيْنَ وَأَصْحَابَهُ عَلَى يَدِي عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ

زِيَادٍ —

اور اس سے پہلے یزید ابن زیاد کے ہاتھوں جناب امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کراچکا ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۲۲ مطبوعہ بیروت و ریاض)

○ علامہ ابن کثیر اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں —

لَمَّا قَتَلَ ابْنُ زِيَادٍ الْحُسَيْنَ وَمَنْ مَعَهُ بَعَثَ بَرًّا وَسِيْهُمُ إِلَى يَزِيدٍ  
فَسَرَّ بِقَتْلِهِ أَوْلَا وَحَسَنَتْ بِذَلِكَ مَنْزِلَهُ ابْنُ زِيَادٍ عِنْدَهُ

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲ مطبوعہ بیروت و ریاض)

جب عبید اللہ ابن زیاد نے امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کیا اور ان کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید کے نزدیک ابن زیاد کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہو گیا۔

## مسلم کے قتل کا حکم

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما سفیر حسین رضی اللہ عنہ کی حیثیت سے جب کوفہ میں وارد ہوئے، یزید کو مخبروں کی زبانی پتہ چلا تو اس نے عبید اللہ ابن زیاد کو حکم دیا کہ فوراً کوفہ پہنچ کر —

فَاطِلْبُ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيلٍ فَإِنْ قَدَرْتَ عَلَيْهِ فَاقْتُلْهُ —

تو مسلم بن عقیل کو طلب کر اور اگر تو اس پر غالب آجائے تو اس کو قتل کر

دے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۲ مطبوعہ بیروت و ریاض)

## سر حسین رضی اللہ عنہ

ابن کثیر کہتے ہیں: —

إِنَّ الرَّأْسَ لَمْ يَزَلْ فِي خِزَانَةِ يَزِيدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ —

امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک یزید کی موت تک اس کے شاہی خزانے

میں پڑا رہا۔

(ایضاً ص ۲۰۴)

## فتح کی مبارک

خارجیوں و ہابیوں کے ثقہ مورخ و محقق جن پر دشمنان اہل بیت کو بہت زیادہ

اعتماد ہے وہ ابن تیمیہ کے بعد ان کے شاگرد ابن کثیر ہیں، لکھتے ہیں —

کہ جب آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لٹا ہوا قافلہ ملک شام یزید کے

دربار میں پہنچا تو شامی لوگ یزید کے پاس جمع ہوئے —

فَهَنُّوهُ بِالْفَتْحِ — تو شامیوں نے یزید کو فتح کی مبارکباد دی۔

(ایضاً ص ۱۹۷)

ناظرین و قارئین! مذکورہ حوالوں کی روشنی میں آپ خود غور فرما سکتے ہیں کہ

یزید کو اہل بیت کے اجر نے کی کس قدر خوشی ہوئی۔ بے سروسامان



مسافروں کو قتل کروا کے اسے کتنا سرور حاصل ہوا — اور جو لوگ یہ کہتے  
 کہ یزید شہادت حسین کا ذمہ دار نہیں وہ بے قصور ہے وہ لوگ یزید ہی کی  
 طرح جفا کار ہیں۔ لشکر یزید نے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیروں کی  
 بارش کی اور معصوم بچوں کو نیزوں کی انیوں پر اچھالا مگر یہ لوگ قلم کی نوک  
 سے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک اجساد پر چر کے لگا رہے  
 ہیں — یزید کے طرفداروں کو تھوڑی دیر کیلئے نظر انداز کریں اور دیکھیں  
 کہ علامہ صبان کیا کہتے ہیں۔

## قتل حسین پر خوشی

علامہ محمد بن علی صبان رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”اسعاف الراغبین“ میں  
 ارقام فرماتے ہیں —

فَارْسَلَهُ وَمَنْ مَعَهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ إِلَى يَزِيدٍ وَمِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ  
 وَعَمَّتُهُ زَيْنَبٌ فَسَرَّ سُرُورًا كَثِيرًا وَأَوْقَفَهُمْ مَوْقِفَ السَّبِيِّ  
 وَأَهَانَهُمْ وَصَارَ يَضْرِبُ الرَّاسَ الشَّرِيفَ كَانَ مَعَهُ وَيَقُولُ لَقَيْتُ  
 بَغِيكَ يَا حُسَيْنٍ وَبَالَغَ فِي الْفَرَحِ ثُمَّ نَدِمَ لِمَا مَقَّتَهُ الْمُسْلِمُونَ  
 عَلَى ذَلِكَ وَأَبْغَضَهُ الْعَالَمُ —

(اسعاف الراغبین علی ہامض نور الابصار ص ۱۸۹/۱۹۰)

جب ابن زیاد نے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لٹا ہوا قافلہ اور  
 شہیدوں کے سر یزید کے پاس بھیجے تو یزید انہیں اس حالت میں دیکھ کر بہت  
 خوش اور اہل بیت کے مقدس قافلے کو قیدیوں کی جگہ پر بٹھایا گیا اور ان کی

تو ہین کی گئی اور یزید اپنے ہاتھ کی چھڑی امام حسین جگر گوشہ رسول کے سر پر مارنے لگا۔ اور کہنے لگا اے حسین! تجھے تیری بغاوت کی سزا مل گئی ہے۔ اس وقت وہ بہت خوش ہو رہا تھا — لیکن جب لوگوں کی ناراضگی، غیض و غضب اور غم و غصہ کا پتہ چلا تو پھر اپنے اس ظالمانہ فعل پر نادم ہوا۔

○ علامہ صبان اس واقعہ کے بعد لکھتے ہیں کہ اس واقعے سے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبل از وقت اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا —  
 اِنَّ اَهْلَ بَيْتِي سَيُلْقُونَ بَعْدِي مِنْ اُمَّتِي قَتْلًا وَ تَشْرِيْدًا وَّ اِنَّ اَشَدُّ قَوْمًا بُغْضًا بَنُو اُمِّيَّةَ وَ بَنُو مَخْزُومٍ — (رواہ الحاکم)

بے شک میرے اہل بیت میرے بعد میری امت کے ہاتھوں قتل و غارت میں مبتلا ہوں گے اور بے شک سب سے زیادہ بغض رکھنے والی قوم بنو امیہ اور بنو مخزوم ہیں۔

(اسعاف الراغبین علی ہامش نور الابصار ص ۱۹۰)

○ شیخ محمد الصبان علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں کہ جب یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو کوفے کا گورنر بنایا تو حضرت مسلم بن عقیل کے قتل کا حکم ان الفاظ میں دیا۔

يَا مُرَّةَ بَطْلِبِ مُسْلِمٍ وَقَتْلِهِ قَطْفَرِ بِهِ، وَقَتْلَهُ —

(ایضاً ص ۱۸۸)

(یزید نے ابن زیاد کو) حکم دیا وہاں ”جا کر“ مسلم بن عقیل کو طلب کرو اور اسے فوراً قتل کر دو۔

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ یزید بے دید  
 نواسہ رسول کے قتل میں برابر کا شریک ہے بلکہ سب سے زیادہ مجرم ہے  
 کیونکہ اسی کے حکم پر ظلم و ستم کی آندھیاں چلیں، مدینہ منورہ کے تقدس کو پامال  
 کیا گیا۔ باشندگان مدینہ کو حراساں کیا گیا اور شہر رسول کی ایک ہزار کنواری،  
 عصمت مآب بیٹیوں کی عزتوں کو لوٹا اور مکہ معظمہ پر حملہ کیا اور کعبہ شریف پر  
 آگ برسائی غلاف کعبہ جلا ڈالا۔ یہ سب کچھ یزید کے حکم پر ہوا، ہزاروں  
 بے قصور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ امام حسین کا بوڑھا، علی  
 اکبر کا جوان اور علی اصغر کا معصوم خون یزید ہی کے سر ہے اور یہ کوئی عام خون  
 نہیں، اس خون کو خون رسول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اجر جائیں گے رنگ

یوں نہ کہئے سرخی خون شہیداں کچھ نہیں

## ابن زیاد کا قول

علامہ ابن اثیر نے ابن زیاد کا ایک قول نقل کیا ہے۔ ابن زیاد کہتا ہے:

وَأَمَّا قَتْلَ الْحُسَيْنِ فَإِنَّهُ إِشَارَتِي يَزِيدُ بِقَتْلِهِ أَوْ قَتْلِي فَأُخْتَرْتُ  
 قَتْلَهُ —

کہ یزید نے مجھے اشارتاً یہ سنا دیا تھا کہ اگر تو حسین کو قتل نہ کر سکا تو میں تجھے  
 قتل کروادوں گا۔ لہذا میں نے خود کو بچانے کیلئے حسین کو قتل کرنا اختیار کیا۔

ابن زیاد کے اس قول سے مجبوری بے کسی، خوف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر میں  
 نواسہ رسول کو قتل نہ کرتا تو اس پر فوج کشی نہ کرتا اپنی جان کا خطرہ تھا اور یہ

سچی بات اس کے منہ سے اس وقت نکلی۔ جب شہادت حسین کے بعد یزید اور ابن زیاد کے خلاف مسلمانوں کی نفرت انتہا کو پہنچ گئی اور دوسری بات یہ تھی کہ یزید نے ابن زیاد کو ایک بہت بڑے علاقہ کی گورنر کا لالچ بھی دیا تھا اور یہ دونوں چونکہ ایک ہی قبیل و مزاج کے آدمی تھے۔ ظلم و ستم و درندگی بدی بدکاری شراب نوشی ہوس کاری ان دونوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ لہذا ان میں سے کوئی بھی قتل حسین کے کبیرہ گناہ سے دامن نہیں چھڑا سکتا۔ محققین علمائے کرام اور مورخین نے یزید کو اس لیے بڑے مجرم کے طور پر بیان کیا ہے۔ یہ تمام کام اسی بدنہاد کے حکم سے ہوئے۔ یزید عید بھی ہے۔ پلید اور بے دید بھی۔

یزید ظلم کا بانی، یزید دشمن دیں بدی کا پیکر و منبع تھا، دیندار نہیں شراب زرد کے مشکوں پہ ٹوٹنے والا نبی کے شہر کو اور گھر کو لوٹنے والا یزید کو امیر المومنین کہنے والے دیکھیں کہ یزید کو امیر المومنین کہنے کی سزا کیا ہے۔

○ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جن کے عدل و انصاف اور تقویٰ و پرہیزگاری کو یزید کے وکلاء صفائی بھی تسلیم کرتے ہیں کا ایک ایسا فیصلہ جس کے بعد کسی قسم کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی وہ تاریخ الخلفاء (سیوطی) میں اس طرح ہے جسے نوفل بن ابوفرات نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ یزید کا ذکر آیا تو ایک آدمی نے یزید کو امیر المومنین کہا جس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا —

تَقُولُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ —

اوائے تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے —

وَأَمْرًا بِهِ فَضْرَبَ عِشْرِينَ سَوْطًا —

(تاریخ الخلفاء سیوطی، ص ۲۰۹)

اور اس جرم میں اسے بیس کوڑے لگانے کی سزا دی —

یعنی جس آدمی نے یزید کو امیر المؤمنین کہا اسے بیس کوڑے مارے گئے اور اگر آج عمر بن عبدالعزیز کی حکومت ہوتی تو موجودہ دور کے خارجی مولوی کو بیس کی بجائے چالیس چالیس کوڑے لگائے جاتے اس لیے کہ یزید کو امیر المؤمنین کہنے کے ساتھ ساتھ اس کی شخصی وحشیانہ آمرانہ اور ظالمانہ حکومت کو خلافت راشدہ کے ہم پلہ تصور کرتے ہیں۔

### حدیث قسطنطنیہ

خوارج و نواصب اور دشمنان اہل بیت و کلائے یزید کے دامن میں وائے ہٹ دھرمی ضد اور بغض و عناد کے کچھ بھی نہیں۔ وہ ایک حدیث جو بخاری شریف اور دیگر احادیث کتب میں ہے کہ بطور دلیل نہایت بھونڈے انداز میں پیش کرتے ہیں اور بیک آواز شور مچا کر کہتے ہیں کہ دیکھو اس حدیث کی رو سے یزید پیدائشی جنتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث حدیث قسطنطنیہ کے نام سے مشہور ہے۔ بخاری شریف کی ”کتاب الجہاد“ کے ”باب ما قبل فی قتال الروم“ کی پہلی حدیث ہے۔ پہلے لفظ بہ لفظ حدیث نقل کی جاتی ہے پھر اس پر محدثین کی رائے فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں وہ خود اندازہ لگا

لیں گے کہ فریب کاری اور شور و غوغا سے حقائق کو چھپایا نہیں جا سکتا۔  
حدیث یہ ہے:

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ  
قَالَ حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ  
الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ  
فِي سَاحَةِ حِمَصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمَّ حَرَامٍ قَالَ عُمَيْرٌ  
فَحَدَّثْتَنَا أُمَّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ: — أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا  
قَالَتْ أُمَّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ قَالَ أَنْتِ فِيهِمْ ثُمَّ  
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ  
مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ فَقُلْتُ أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:

لَا

(بخاری شریف جلد اول، ص ۹-۱۰ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ: ہم سے اسحاق بن یزید دمشقی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ  
نے، کہا مجھ سے ثور بن یزید نے انہوں نے خالد بن معدان سے ان سے  
عمیر بن اسود عنسی نے بیان کیا کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس  
گئے۔ جبکہ وہ حمص کے کنارے پر اپنے مکان میں تھے۔ ان کے ساتھ جنابہ  
اُمّ حرام رضی اللہ عنہ تھیں۔ عمیر کہتے ہیں کہ ہم سے اُمّ حرام نے بیان کیا کہ  
انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری

امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جنگ کرے گا اس کیلئے جنت واجب ہوگی  
 (یعنی وہ جنتی ہے) اُمّ حرام فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں  
 بھی ان میں سے ہوں؟ سرکار نے فرمایا تو بھی ان میں ہوگی۔ پھر سرکار علیہ  
 السلام نے فرمایا: میری امت کا سب سے پہلا لشکر قیصر کے شہر (قسطنطنیہ)  
 میں جنگ کرے گا وہ مغفور ہوگا (یعنی اس لشکر کی بخشش ہوگی) اُمّ حرام کہتی  
 ہیں ”میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی ان میں سے ہوں گی؟ حضور صلی  
 اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔

یہ ہے حدیث قسطنطنیہ جس سے غلط استدلال کرتے ہوئے نواصب و خوارج اور  
 یزیدی مولویوں نے یزید لعین کو جنت کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیا ہے۔ خارجیوں کے اسلحہ خانہ  
 میں جتنا بھی بارود جمع ہے اس میں سب سے بڑا حربہ و ہتھیار یہی بخاری شریف کی حدیث  
 ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ چونکہ یزید جنگ قسطنطنیہ میں بطور سپہ سالار موجود تھا لہذا وہ پیدائشی  
 جنتی ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لشکر قسطنطنیہ میں جہاد  
 کرے گا اس لشکر کیلئے بخشش ہے۔

چلتے چلتے خارجی خانوادے سے ایک سوال کرتا چلو کہ کیا تمہارے عقیدے اور  
 نظریے میں اس امر کی گنجائش ہے؟ کہ آئندہ رونما ہونیوالے حالات و واقعات کا علم رسول  
 ۱۔ اُمّ حرام رضی اللہ عنہ بنت ملحان، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی  
 خالہ ہیں۔

۲۔ خیال رہے کہ روم کے بادشاہ کو قیصر فارس کے بادشاہ کو کسریٰ ترک کے بادشاہ کو خاقان اور حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہا  
 جاتا تھا۔ جوہری کے نزدیک رومی لوگ روم بن عیصو بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ شاطی نے کہا ہے کہ رومی  
 روم بن لوط بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ یہ یونانی رومی ہیں۔ (تفہیم البخاری)

ارض و سماء کو ہے۔ اگر جواب ”ہاں میں ہے“ تو پھر شرک و بدعت کے گولے اگلنے والی مشین گنوں کو بند کرنا پڑے گا اور اگر جواب ”نہی میں ہے“ تو پھر یزید کی حمایت میں لکھی ہوئی تمام کتابوں کو چورا ہے میں رکھ کر آگ لگانی ہوگی۔

دوسرا سوال یہ ہے شہزادہ رسول کا قاتل مدینہ منورہ کو تاخت و تاراج کرنے والا کعبہ اللہ پر پتھر اور آگ برسوانے والا۔ شراب کے نشہ میں ہر وقت غرق رہنے والا۔ مدینہ کی عصمت مآب بیٹیوں کی عزتوں کو پامال کرنے والا کتوں اور بندروں سے پیار کرنے والا اور اولاد رسول انام سے دشمنی رکھنے والا اگر جنتی ہے تو پھر دوزخی کون ہے؟

قارئین! آئیے دیکھتے ہیں کہ محدثین نے مذکورہ بالا حدیث قسطنطنیہ کو کس درجے میں رکھا ہے اور حدیث کی اقسام میں سے یہ حدیث کس قسم کی ہے؟

نمبر ۱: علماء نے اس روایت کو مضطرب کہا ہے۔ مضطرب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے متن یا سند میں زیادتی، نقصان یا تقدیم و تاخیر کر دی جائے۔ یعنی حدیث کے الفاظ میں کمی، بیشی کر دی جائے اور راویوں کو آگے پیچھے کر دیا جائے۔

## بخاری کی دوسری روایت

بخاری شریف کتاب الجہاد کے ”باب رکوع البحر“ کی پہلی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي أُمُّ حَرَامٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا فِي بَيْتِهَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يُضْحِكُكَ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ الْبَحْرَ كَالْمُلُوكِ عَلَى



الْأَسْرَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَقَالَ  
 أَنْتَ مَعَهُمْ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ  
 مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ  
 فَيَقُولَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ

(بخاری شریف جلد اول)

ترجمہ: ہم سے ابو نعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے انہوں  
 نے یحییٰ سے انہوں نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے انہوں نے حضرت انس  
 بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ انس فرماتے ہیں مجھ سے (میری خالہ) اُمّ  
 حرام نے بیان کیا کہ ایک دن حضور علیہ السلام ان کے گھر میں (استراحت  
 فرما رہے) تھے۔ جاگے تو ہنس رہے تھے۔ اُمّ حرام نے پوچھا یا رسول اللہ!  
 آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنی امت کے چند لوگوں کو  
 تعجب سے دیکھا ہے جو بادشاہوں کے تخت پر بیٹھنے کی طرح سمندر پر سواری  
 کریں گے۔ اُمّ حرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ  
 اللہ مجھے ان میں سے کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو ان  
 میں سے ہے۔ آپ پھر سو گئے اور (تھوڑی دیر کے بعد) ہنستے ہوئے بیدار  
 ہوئے۔ دو یا تین مرتبہ ایسا ہی فرمایا۔ اُمّ حرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کرے۔  
 آپ نے فرمایا: تو پہلے لوگوں میں سے ہے۔

## بخاری کی تیسری روایت

بخاری شریف کتاب الجہاد ”باب غزوا المرأة فی البحر“

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو  
إِسْحَاقَ هُوَ الْفَزَارِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ دَخَلَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَةِ مِلْحَانَ فَاتَّكَأَ  
عِنْدَهَا ثُمَّ ضَحِكَ فَقَالَتْ لِمَ تَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ  
نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي يَرُكَبُونَ الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِثْلَهُمْ  
مِثْلُ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسْرِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ  
يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ فَضَحِكَ  
فَقَالَتْ لَهُ مِثْلَ أَوْ مِمَّ ذَلِكَ فَقَالَ لَهَا مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَتْ ادْعُ  
اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَلَسْتَ مِنَ  
الْآخِرِينَ

(بخاری جلد اول)

ترجمہ: ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا۔ کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے ہم سے ابو اسحاق نے۔ انہوں نے عبد اللہ بن عبد الرحمن سے انہوں نے کہا میں نے انس بن مالک سے سنا انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنت ملحان (ام حرام) کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو ٹیک لگائی (اور سو گئے) پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو کس

نے ہنسایا؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ افراد راہِ خدا میں (جہاد کیلئے) سبز سمندر پر سواری کر رہے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ اُمّ حرام عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ! میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی ان لوگوں میں کرے۔ آپ نے دعا فرمائی یا اللہ! اسے بھی ان لوگوں میں شمار فرما۔ آپ پھر سو گئے پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو آپ سے پھر اسی طرح دریافت کیا گیا تو آپ نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ ”ام حرام نے التجا کی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے اس گروہ میں شامل کرے۔ آپ نے فرمایا: تو پہلے گروہ میں شامل ہے دوسرے میں شامل نہیں۔

حضرت انس فرماتے ہیں پھر اُمّ حرام نے عبادہ بن صامت کے ساتھ نکاح کیا اور بنت قرظہ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی فاختہ) کے ساتھ بحری سفر پر نکلیں جب واپس لوٹیں تو اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں تو اس سے گر پڑیں اور جاں بحق ہو گئیں۔

## بخاری کی چوتھی روایت

بخاری شریف: کتاب الجہاد باب الدعاء بالجہاد والشہادۃ للرجال

والنساء میں روایت اس طرح ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ  
يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَى أُمَّ

حَرَامِ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتَطْعِمُهُ وَكَانَتْ أُمَّ حَرَامٍ تَحْتَ عِبَادَةِ بَنِي  
 الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 فَاطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ وَمَا  
 يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي عَرَضُوا عَلَيَّ  
 غَزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَرَكِبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى  
 الْأَسْرَةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسْرَةِ شَكَ اسْحَاقُ قَالَتْ  
 فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ  
 اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 قَالَ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي عَرَضُوا عَلَيَّ غَزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَا  
 قَالَ فِي الْأَوَّلِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ  
 يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ فَرَكَبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَانِ  
 مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَائِبَتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ  
 الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ

(بخاری شریف ج اول ص)

ترجمہ: ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک سے  
 انہوں نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے انہوں نے حضرت انس بن  
 مالک رضی اللہ عنہ سے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گا ہے بگا ہے حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ آپ کی خدمت میں کھانا پیش کرتیں۔ حضرت اُمّ حرام حضرت عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور آپ کے سر مبارک میں شانہ کرنے لگیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند آ گئی۔ پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ اُمّ حرام فرماتی ہیں کہ میں نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ! کس بات نے آپ کو ہنسایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے کچھ لوگ پیش کئے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے اس سمندر کے سینے پر اس طرح سوار ہیں جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہیں (اس حدیث شریف) مُلُّوْكَا عَلٰی الْاَسْرِۃَ یعنی وہ بادشاہوں کے تختوں پر سوار ہیں یا وہ تختوں پر بادشاہوں کی طرح بیٹھے ہیں۔ اس میں اسحاق راوی کو شک ہے کہ کون سے الفاظ بیان فرمائے۔ اُمّ حرام فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے تو رسول اللہ نے دعا فرمائی۔ اس کے بعد آپ پھر سو گئے اور ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر میری امت کے کچھ افراد پیش کیے گئے جو پہلوں کی طرح (جیسے آپ

۱۔ اُمّ حرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں۔

نے پہلے فرمایا) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے سمندر کے سینے پر سوار ہیں۔“ وہ فرماتی ہیں کہ میں عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے۔ آپ نے فرمایا: تم پہلے گروہ میں شامل ہو چکی ہو۔ — اُمّ حرام رضی اللہ عنہا امیر معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں جہاز پر سوار ہوئیں اور جب سمندر سے نکلیں تو اپنی سواری سے گر کر جاں بحق ہو گئیں۔

قارئین! بخاری شریف کی ان چاروں روایتوں میں صرف ایک روایت میں قیصر کے شہر قسطنطنیہ کا ذکر ہے۔ دیگر تینوں روایتوں میں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ میں قسطنطنیہ کے جہاد کا تذکرہ نہیں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی خالہ اُمّ حرام سے جن الفاظ میں روایت کی اس میں دو لشکروں کا ذکر ہے لیکن وہ دونوں بحری لشکر ہیں جو سمندر میں جنگ کریں گے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک بحری لشکر کو پہلے اور دوسرے بحری لشکر کو دوسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا اور دو بارہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمندر کے سینے پر سوار ہو کر جہاد کرنے والے دو مختلف لشکروں کا ذکر فرمایا ہے، انس بن مالک کی روایت، عمیر بن اسود غنسی کی روایت سے مضبوط تر ہے۔

ترمذی شریف

جامع ترمذی میں یہی حدیث مبارکہ جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ باب ماجاء

فی غزو البحر میں موجود ہے۔

(جامع ترمذی شریف جلد اول، ص ۲۹۴ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

سنن ابن ماجہ شریف

سنن ابن ماجہ شریف میں بھی باب فضل غزو البحر میں یہ حدیث موجود ہے۔

اس میں بھی قیصر کے شہر قسطنطنیہ کے جہاد کا ذکر نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ شریف ص ۲۰۴ مطبوعہ میر محمد مرکز علم و ادب آلام باغ کراچی)

سنن ابو داؤد شریف

سنن ابو داؤد شریف میں ”کتاب الجہاد“ کے ”باب فی رکوب البحر

والغزو — کی دوسری حدیث بھی یہی ہے جس کا ذکر اوپر ہے اس میں

بھی قیصر کے شہر ”قسطنطنیہ“ کا کوئی ذکر نہیں۔

(سنن ابو داؤد شریف جلد اول ص ۳۳۷ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

مسلم شریف

صحیح مسلم شریف ”کتاب الامارۃ — کے — باب فضل الغزو فی

البحر — میں بھی یہ حدیث مبارکہ موجود ہے۔

(مسلم شریف جلد ۲ ص ۱۴۱/۱۴۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

خیال رہے کہ صحاح ستہ کی ان پانچ کتابوں ”مسلم نسائی“ ترمذی ابن ماجہ ابو داؤد

میں یہی حدیث جو حضرت اُمّ حرام سے مروی ہے موجود ہے لیکن کسی ایک میں بھی

قسطنطنیہ والے جہاد کا ذکر نہیں صرف بخاری شریف میں ہے وہ بھی صرف ایک روایت

میں بخاری کی دیگر تین روایات میں مدینہ قیصر کا ذکر نہیں ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی

راوی نے اپنی طرف سے حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے اور اس اعتبار سے یہ

حدیث مدرج کے درجہ و مقام میں داخل ہے اور ”مدرج“ اس حدیث کو کہتے ہیں جسکے متن

(اصل عبارت) میں راوی اپنا یا غیر کا کلام ملا دے۔

محدثین کے نزدیک اس واقعہ کے بارے میں جو روایات حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطے سے منقول ہیں وہ بالکل محفوظ ہیں اور اس اعتبار سے بخاری میں قسطنطنیہ والی روایت ”شاذ“ ہے۔

”شاذ“: اس روایت کو کہتے ہیں جس میں ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے (اور اس کے مقابل کو محفوظ کہا جاتا ہے)

قسطنطنیہ والی روایت کو علماء حدیث نے ”منکر“ کہا ہے۔

”منکر“: اس روایت کو کہتے ہیں جس میں زیادہ ضعیف راوی کم ضعیف راوی کی مخالفت کرے (اس کے مقابل کو معروف کہا جاتا ہے)

ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا پڑے گا کہ جہاد قسطنطنیہ والی روایت بایں الفاظ قابل اعتماد نہیں ہے اور اب حدیث قسطنطنیہ کے راویوں کا تعارف بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ پر کچھ مزید حقائق منکشف ہوں اور ضعف حدیث بھی واضح ہو جائے۔

### حدیث قسطنطنیہ کے راوی

(۱) اسحاق بن یزید دمشقی

(۲) یحییٰ بن حمزہ دمشقی

(۳) ثور بن یزید

(۴) خالد بن معدان

(۵) عمیر بن اسود عنسی

یہ پانچوں بزرگ حدیث قسطنطنیہ کے راوی ہیں۔



تعارف

(۱) اسحاق بن یزید دمشقی — یہ بزرگ دمشق کے رہنے والے ہیں۔

(۲) یحییٰ بن حمزہ دمشقی — یہ بزرگ بھی دمشق کے رہنے والے ہیں۔

اہل شام و دمشق کے بارے میں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کتنا بغض و عناد رکھتے تھے۔ ان میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ساتھ معاندانہ رویہ رکھتے تھے اور بنو امیہ کے سخت ترین حامی تھے۔ ان کی حمایت و محبت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے سنن نسائی کے مصنف حضرت امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی کو صرف اس لیے مار مار کر شہید کر دیا کہ انہوں نے مولا علی کی تعریف کی اور بنو امیہ کے خاندان کی تعریف فرمائش کے باوجود نہ کی لہذا یہ امر بلا ریب نہیں کہ کسی شافی راوی نے جوش عقیدت میں اپنے محبوب ترین حکمران یزید عنید کے افعال قبیحہ پر پردہ ڈالنے کیلئے روایت میں اپنی کچھ الفاظ کا اضافہ نہ کر دیا ہو۔

پہلے نمبر پر راوی جناب اسحاق بن ابراہیم بن یزید جو اپنے باپ کی بجائے اپنے دادا کی نسبی نسبت (اسحاق بن یزید) کے ساتھ معروف ہیں اور یہ بزرگ محدثین کے نزدیک معتبر ہیں۔

دوسرے راوی یحییٰ بن حمزہ دمشقی ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ صحیح

العقیدہ مسلمان نہیں ہیں ان کا قدری فرقہ سے تعلق تھا۔

(۳) تیسرے راوی ثور بن یزید حمصی ہیں۔ یہ بھی پرلے درجے کے قدری ہیں اور

ان کے قدری ہونے پر بقول ابن معین ذرا برابری شک نہیں ہے۔

☆ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثور قدری تھا اور اس کے شہر والوں

نے اسے اپنے شہر سے قدری ہونے کی وجہ سے نکال دیا۔

☆ حضرت عبداللہ بن سالم فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا، اہل حمص نے ثور بن یزید کو قدری ہونے کی وجہ سے شہر بدر کر دیا تھا اور اس کے گھر کو جلا دیا تھا۔ علامہ اوزاعی اسے غلط بات کرنے والا کہا کرتے تھے۔ ابن رواد فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص ملک شام کو جائے تو خیال رکھے وہاں ایک بیل رہتا ہے (خیال رہے کہ ثور عربی میں بیل کو کہتے ہیں) اس سے بچ کے رہنا کہ کہیں وہ اپنے سینگوں سے تجھے کچل نہ ڈالے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۲، ص ۳۴، میزان الاعتدال جلد ۱، ص ۳۷۴)

ثور بن یزید عجیب طبیعت اور عقیدے کے مالک تھے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ ان کے پاس بیٹھنے سے بھی منع فرماتے تھے۔

## قدریہ کون ہیں؟

چونکہ حدیث قسطنطنیہ کے دور اوی، یحییٰ بن حمزہ اور ثور بن یزید فرقہ قدریہ کے پیشوا ہیں۔ اس لیے قارئین کو قدریوں کے کفریہ عقیدے کے بارے میں بتانا ضروری سمجھتا ہوں۔

سید عالم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

”صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبُ الْمَرْجِيَّةِ وَالْقَدَرِيَّةِ —“

(ترمذی شریف جلد ۲، ص ۳۷ مطبوعہ سعید کمپنی ادب منزل رکاچی (بابا ماجانی قلدریہ)

کہ میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

ایک مرجیہ اور دوسرا قدریہ۔

○ مرجیہ: کا عقیدہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے سب کچھ تقدیر الہی سے ہوتا ہے۔

○ قدریہ کا عقیدہ یہ ہے —

بَانَ أَفْعَالَ الْعِبَادِ مَخْلُوقَةً بِقُدْرَتِهِمْ لَا بِقُدْرَةِ اللَّهِ وَإِرَادَاتِهِ —  
کہ بندوں کے افعال خود ان کی اپنی قدرت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادے کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

(حاشیہ ترمذی شریف جلد ۲ ص ۳۷ ایضاً)

○ مشکوٰۃ شریف ”باب الایمان بالقدر“ میں حدیث شریف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا —

الْقَدْرِيَّةُ مَجْرُوسٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُوذُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ —

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۳ مطبوعہ المطبعة العربیہ پرانی انارکلی لاہور)

کہ فرقہ قدریہ کے لوگ اس امت کے مجوسی ہیں۔ اگر یہ بیمار ہوں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرنا اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں شرکت نہ کرنا۔  
مندرجہ بالا حدیثوں سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ قدریوں کو سرکار مدینہ علیہ السلام مسلمان نہیں سمجھتے تھے جبکہ زیر بحث حدیث قسطنطنیہ کے دور راوی (یحییٰ، ثور) قدری عقائد کے حامل ہیں۔ لہذا ایسی روایت جس میں اس قسم کے راوی ہوں اس پر کیسے اعتماد کیا جائے — حدیث قسطنطنیہ کے صحت اور عدم صحت سے نظر ہٹائے ہوئے ذرا دوسری طرف بھی

جھانک کر دیکھئے کہ یزید بے دید ”مَغْفُورٌ لَّهُمْ“ کی بشارت کے عموم میں شامل ہونے کے قابل ہے یا نہیں؟

رمضان کے روزے رکھنے والوں، اعتکاف بیٹھنے والوں اور حج و ہجرت کرنے والوں کیلئے مغفرت کی بشارت احادیث میں موجود ہے لیکن ان میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو وہ مغفرت کی بشارت کے عموم سے خارج ہو جاتا ہے اور بالفرض اگر یزید کے نامہ اعمال میں نیکی نام کی کوئی چیز ہے تو وہ اس کے بعد والے ظالمانہ اور بے افعال کی وجہ سے ”مَغْفُورٌ لَّهُمْ“ کی بشارت کے عموم سے خارج ہو جاتا ہے اور یہ امر مسلمہ اور جمہور کے عقائد میں شامل ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

○ چنانچہ غیر مقلدین (وہابیوں) کے پیشوا علامہ وحید الزماں تیسرا الباری شرح بخاری میں حدیث قسطنطنیہ کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

پہلا جہاد معاویہ ہوا، جزیرہ قبرص فتح کرنے کو اس اُمّ حرام شریک تھیں ۲۸ ہجری میں ہوا۔ دوسرا جہاد جو قسطنطنیہ میں ہوا یزید بن معاویہ اس لشکر کا سردار تھا اس میں بھی بہت سے صحابہ شریک تھے جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابویوب انصاری یہ ۵۸ ہجری میں ہوا۔ اس حدیث سے بعضوں نے یہ نکالا ہے۔ جیسے مہلب نے کہا کہ یزید کی خلافت صحیح تھی اور وہ بہشتی ہے۔ میں کہتا ہوں سبحان اللہ! اس حدیث سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے کیونکہ جب یزید قسطنطنیہ پر چڑھ کر گیا تھا اس وقت تک معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ تھے۔ انہی کی خلافت تھی اور

معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تاحیات بالاتفاق علماء صحیح تھی کس لیے کہ امام برحق جناب امام حسن علیہ السلام نے خلافت ان کو تفویض کی تھی۔ اب لشکر والوں کی بخشش ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر فرد بھی بخشا جائے اور بہشتی ہو۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص خوب بہادری سے لڑا تھا اور آپ نے فرمایا: وہ دوزخی ہے اور بہشتی اور دوزخی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے۔

جیسے اوپر حدیث میں گزر چکا، یزید نے گویا پہلے اچھا کام کیا کہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی مگر خلیفہ ہونے کے بعد اس نے وہ وہ گند پیٹ سے نکالے کہ معاذ اللہ! امام حسین علیہ السلام کو قتل کرایا۔ اہل بیت کی اہانت کی۔ جب سر مبارک امام حسین علیہ السلام کا آیا تو مردود کہنے لگا۔ میں نے بدر کا بدلہ لیا۔ مدینہ منورہ پر چڑھائی کی، حرم محترم میں گھوڑے بندھوائے۔ مسجد نبوی اور قبر شریف کی توہین کی، مکہ پر چڑھائی کی۔ وہاں منجنيق لگائی۔ عبداللہ بن زبیر کو شہید کرایا۔ حجاج ظالم نے اپنے غلام کے ہاتھ سے ایک لاکھ صحابہ اور تابعین بزرگوں کو ناحق قتل کرایا۔ ان گندگیوں کے بعد بھی کوئی یزید کو مغفور و بہشتی کہہ سکتا ہے؟ قسطلانی نے کہا یزید امام حسین کے قتل سے خوش اور راضی تھا اور اہل بیت کی اہانت پر بھی اور یہ امر متواتر ہے۔ اس لیے ہم اس کے باب میں توقف نہیں کرتے بلکہ ان کے ایمان میں بھی ہم کو کلام ہے۔ اللہ کی لعنت اس پر اور اس کے مددگاروں پر۔

(تیسیر الباری شرح بخاری جلد ۴، ص ۱۲۵/۱۲۶ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

مسلک اہل حدیث کے سب سے بڑے عالم کی رائے اور تبصرہ لفظ بلفظ تحریر کر دیا ہے۔ ان کی اردو تحریر پر پرانے زمانے کی ہے۔ ہو بہو لکھ دی ہے۔ مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ فرقہ اہل حدیث کے نزدیک بھی یزید بخشش کی بشارت کے عموم سے خارج ہے۔ صاحب تیسر الباری نے غیر مبہم انداز میں بتا دیا ہے کہ بخشش کا دار و مدار خاتمہ پر ہے۔ خیال رہے کہ یزید لعین کے طرفدار زیادہ تر اسی فرقے کے افراد ہیں جن کے پیشوا علامہ وحید الزماں ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جس لشکر کیلئے ”مَغْفُورٌ لَّهُمْ“ کی بشارت ہے — اس لشکر میں یزید لعین شامل بھی ہے یا نہیں؟ اور شامل ہے تو کس حیثیت سے؟ آئیے دیکھتے ہیں کہ روایت کے الفاظ کیا ہیں۔

”أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَّهُمْ“

(بخاری)

”میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جنگ کرے گا ان کے لئے مغفرت ہے۔“

اس روایت — ”أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِي“ — کے الفاظ سے ایک ہی امر واضح ہو رہا ہے کہ مغفرت کو اس لشکر کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے جو قسطنطنیہ پر سب سے پہلے حملہ آور ہوگا اور پہلے حملہ کرنے والے لشکر میں یزید موجود نہیں تھا اور نہ ہی وہ اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۵ کے تحت ابوداؤد، ترمذی، نسائی، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابن جریر، ابن مردویہ، حافظ ابو یعلیٰ،

ابن حبان اور حاکم کے حوالوں سے لکھتے ہیں کہ اسلم ابی عمران سے روایت ہے۔

كُنَّا بِالْقُسْطَنْطِينِيَّةِ وَعَلَىٰ أَهْلِ مِصْرٍ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ وَعَلَىٰ أَهْلِ الشَّامِ رَجُلٌ يُزَيْدُ بْنُ فَضَالَةَ بْنِ عَبِيدِ النَّخَعِ

(تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۲۲۸/۲۲۹ مطبوعہ امجد اکیڈمی اردو بازار لاہور پاکستان)

— اسلم ابی عمران کہتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ میں تھے — اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور اہل شام پر یزید بن فضالہ بن عبید امیر تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے مندرجہ بالا حدیث سے یزید کی منقبت بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے یزید بن فضالہ کو یزید بن معاویہ تصور کر کے سہواً یا جان بوجھ کر ایسا کرنے کی جسارت کی ہے۔ یزید کے متوالے اس کی خباثوں سے بے خبر تو نہیں ہیں لیکن آل رسول کی دشمنی؟ عترت پیغمبر کے بغض و عناد کی بنا پر اس قسم کی بے تکی ہانکنے پر مجبور ہیں۔

ضیاء الامت اپنے رسالے ”حسین اور یزید“ میں رقمطراز ہیں کہ جب یزید کے متوالوں کو اپنے ممدوح کی سیرت میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس کی بنیاد پر وہ اس کی عظمت کا قصر تعمیر کر سکیں تو پھر وہ اس حدیث پاک کا سہارا لیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ“

— کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ یزید بھی اس لشکر میں شامل تھا، اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق وہ بھی مرحوم و مغفور ہے اور جنتی ہے —  
 لکھتے ہیں —

آئیے! تاریخ کے آئینے میں پہلے یہ تحقیق کر لیں کہ کیا وہی لشکر پہلا لشکر تھا جس میں یزید شامل ہوا یا اس سے پہلے بھی اسلامی مجاہدین نے قسطنطنیہ پر حملہ کا شرف حاصل کیا۔

علامہ ابن کثیر کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وَفِيهَا (۳۲ھ) غَزَا مُعَاوِيَةَ بِلَادَ الرُّومِ حَتَّى بَلَغَ الْمَضِيقَ  
 مَضِيقَ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ —

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۵۹)

سن ۳۲ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مملکت روم کے شہروں پر حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی تنگ نائے تک پہنچ گیا — علامہ ابن خلدون لکھتے —

وَدَخَلَ الْمُسْلِمُونَ سِنَةَ اثْنَتَيْنِ وَأَرْبَعِينَ إِلَى بِلَادِ الرُّومِ  
 فَهَزَمُوهُمْ وَقَتَلُوا جَمَاعَةً مِّنَ الْبَطَارِقَةِ وَأَثَخُوا فِيهَا —

اور ۴۲ ہجری میں مسلمان روم کے شہروں میں داخل ہوئے اور انہیں شکست دی اور بہت سے بطریقوں (رومی جرنیلوں) کو تیغ کیا —

ثُمَّ دَخَلَ بُسْرُ بْنُ أَرْطَاطٍ أَرْضَهُمْ سِنَةَ ثَلَاثٍ وَأَرْبَعِينَ وَمَشَى  
 بِهَا وَبَلَغَ الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ —

(تاریخ ابن خلدون جلد ۳ ص ۱۹)



پھر ۴۳ ہجری میں بسر بن ارطاہ روم کے شہروں میں داخل ہوئے اور آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اگر ان روایات کو قابل اعتناء نہ سمجھا جائے بلکہ اس پر اصرار ہو کہ پہلا لشکر وہی تھا جس میں یزید شامل تھا تو آئیے! آپ کو ایک عجیب و غریب بات بتائیں، جس سے جہاد کے بارے میں یزید کے ذوق و شوق کا آپ بآسانی اندازہ لگا سکیں گے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

”ثُمَّ بَعَثَ مُعَاوِيَةَ سِنَةَ خَمْسِينَ حَيْشًا كَثِيفًا إِلَى بِلَادِ الرُّومِ  
مَعَ سُفْيَانَ بْنِ عَوْفٍ وَ نَدَبَ يَزِيدَ ابْنَهُ مَعَهُمْ فَتَاقَلَ فِتْرَكَهُ

(تاریخ ابن خلدون جلد ۳، ص ۱۹)

”پھر ۵۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر جرار سفیان بن عوف کی قیادت میں بلاد روم پر حملہ کرنے کیلئے روانہ کیا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی کہا کہ وہ اس میں شریک ہو۔ لیکن اس نے بڑی گرانی کا اظہار کیا (یعنی ٹال مٹول سے کام لیا) چنانچہ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔“

اس کے بعد علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

”پھر لوگوں کو یہ اطلاع ملی کہ اس لشکر میں جو مجاہدین شریک ہوئے تھے انہیں بھوک اور بیماری نے ہلاک کر دیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ کو بھی بتایا گیا ہے کہ جب اس لشکر کی خستہ حالی کی اطلاع یزید کو پہنچی تو اس نے یہ رباعی پڑھی۔

مَاَنَّ اُبَالِي بِمَا لَاقَتْ جَمُوعَهُمْ بِالْعَدِّ فِدَالْبَيْدِ مِنْ حُمِيٍّ وَمِنْ سُومٍ  
اِذَا الْكَاثُ عَلٰى الْاَنْمَاطِ مُرْتَفِقًا بَدِيْرٍ مُّرَانَ عِنْدِيْ اُمَّ كَلْثُومٍ

”مجھے اس بات کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہے کہ بخارا اور بدقسمتی کی وجہ سے اس  
کھلے صحرا میں ان کے لشکر جب کہ میں نرم و گداز قالینوں پر دیو مران میں  
بیٹھا ہوا اور اُم کلثوم میرے پہلو میں موجود ہے۔“

تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قسم دے کر اسے مجبور کیا کہ وہ ہر قیمت پر  
لشکر میں شریک ہو۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر لکھتے  
ہیں کہ مجاہد وہ نہیں ہوتا جسے زنجیروں سے باندھ کر میدان جہاد میں ڈال دیا  
جائے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے حضور میں جس قسم کے اجر کا مستحق ہوتا ہے  
اس کا آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس غزوہ میں یزید کی  
شرکت طوعاً نہ تھی بلکہ کرہاً تھی وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کی نیت سے  
گھر سے نہیں نکلا تھا بلکہ اپنے والد بزرگوار کے اصرار نے اس کیلئے فرار کی  
ساری راہیں بند کر دی تھیں۔ اگر اس قسم کے آدمی کو آپ اس زمرہ میں شمار  
کرتے ہیں جن کیلئے زبان نبوت نے ”مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ“ کا مژدہ سنایا ہے تو  
آپ کی فراخ دلی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ”مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ“ عام ہے۔ لیکن اگر  
کوئی خاص دلیل پائی جائے تو اس عموم میں داخل افراد کو اس خاص دلیل سے  
نکالا جاسکتا ہے۔ جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

۱۔ ”ام کلثوم“ یزید کی بیوی کا نام ہے۔

مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ کہ جس نے بھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ لیکن اگر وہ صرف زبان سے کہتا ہے اور دل سے نہیں کہتا تو وہ اس بشارت کا مستحق نہیں ہوگا۔ اگر وہ ایک مرتبہ دل سے بھی کہتا ہے لیکن بعد میں مرتد ہو جاتا ہے تو وہ بھی اس بشارت سے خارج ہو جائے گا۔

یہاں بھی اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یزید اس پہلے لشکر میں جہاد کی نیت سے شریک ہوا۔ تب بھی اس کے بعد جو سیاہ کاریاں اپنے عہد حکومت میں اس سے سرزد ہوئیں ان میں سے ہر ایک کو اس کی بشارت سے خارج کرنے کیلئے کافی ہیں۔ محدثین نے بھی اس حدیث کے ضمن میں لکھا ہے کہ مغفور وہی ہوگا جس میں مغفرت کی شرط پائی جائے۔

اس باب کو بند کرتے ہوئے قارئین پر ایک امر کا واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ ذہن کو پریشان نہ کریں کہ صدیوں بعد ایک ٹولہ یزید کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہا ہے اور یزید کو نواسہ رسول پر فوقیت دیتے ہوئے بے دلیل باتوں میں وقت ضائع کر رہا ہے۔ مجبان یزید کو قریب سے دیکھنے کے بعد آپ پر یہ امر منکشف ہوگا کہ ان لوگوں کے عقائد کے پس منظر میں آل رسول کی عداوت و عناد کا نہ تھمنے والا طوفان بپا ہے۔ آپ یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ امت مصطفوی میں ایسے ظالمانہ نظریات کے حامل لوگ کیوں ہیں؟ تو اس بارے میں صرف اتنا عرض کر

۱۔ ماخوذ از رسالہ ”حسین اور یزید“ (از ضیاء الامت)

دینا کافی ہوگا کہ نفاق کی بیماریوں کی اقسام میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ نفسِ رسول رضی اللہ عنہ زہراء بتول رضی اللہ عنہا اور ان دونوں کی اولاد سے دشمنی رکھنا! یہ وہ مرض ہے جس کا علاج سوائے محبتِ اہل بیت کے اور کچھ نہیں۔ جو لوگ یزید کو اپنا ہیرو سمجھ کر امام حسین علیہ السلام کو مجرم گردانتے ہیں انہیں کیا علم؟ کہ حسین اور یزید میں کیا فرق ہے۔

”چہ نسبت خاک بعالم پاک“ ”کہاں حسین رضی اللہ عنہ اور کہاں یزید“

حسین شاہ شہیداں، حسین حسن نبی	حسین رنگ شجاعت حسین زور علی
حسین نام ہے اسلام کی شرافت کی	حسین نام ہے تصدیق کی صداقت کا
حسین نور محمد، حسین آگاہی	حسین شان ہدایت، یزید گمراہی
حسین چرخ ولایت کے چاند کا ہالہ	یزید دین کی صورت بگاڑنے والا
حسین ساقی کوثر کی آنکھ کا تارا	یزید ظلم کا بانی، بدی کا ہر کارا
حسین مہر نبوت پہ کھیلنے والا	یزید جملہ برائیوں کی چھت کا پرنا
حسین والے محبت کا نور رکھتے ہیں	یزید والے دلوں میں فتور رکھتے ہیں

حسین میرا خضر ہے، حسین افضل ہے

یزید قابل نفیرین اور اسفل ہے!!